

أنا تاجر القمح في لاهاي بـ ١٠٠٠٠٠ رطل.

[illegible]

الحمد لله

جملہ اہل

[illegible]

2015年11月11日





أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي ... الحديث

عقيدة الإمام علي عليه السلام في تحقيق كُتُبِ رِسَالِ كَالِشَايِطَانِ وَمُكَرَّمَاتِهَا



جلد اول

الإدارة لتَحْفِظِ الْعَقَائِدِ الْإِسْلَامِيَّةِ



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ  
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

الآية (٤٠) سورة الاحزاب





الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ

## انتساب

ادارہ .....

اپنے اس کاوش کو .....

خلیفۃ الرسول یارِ غار .....

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور آج تک .....

عقیدہ ختم نبوت کے لئے .....

جانتے و مانتے اور وقت .....

کا نذرانہ پیش کرنے والے .....

ہر دور کے فداکارانہ ختم نبوت .....

کے بارگاہ سے منسوب کرنے کے .....

سعادت حاصل کرتا ہے۔

مقبول افتخار و شرف

## ماہنامہ مفتی محمد امین قادری عطاری علیہ الرحمۃ

پانہت اور باکرہ دارنوجوان عالم دین مفتی محمد امین قادری عطاری بن محمد حسین بن محمد ابراہیم واڈی والا ۲۲ رجب المرجب بمطابق ۱۹ نومبر ۱۹۷۱ء کو کراچی کے مشہور علاقے کھارادر میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول مذہبی ہونے کی وجہ سے بچپن ہی سے مذہبی رجحان رہا۔ جس نے جلد ہی اہل علم کی مجالس ومحافل کی طرف مائل کر دیا۔ محبت صالح کے فیوض وبرکات نے ہر برسوج میں دین اسلام کی ترویج واشاعت کے جذبے کو اس قدر بڑھایا کہ نوجوانی کی تمام تر توانائیاں اسی مقصد کے حصول میں صرف ہونے لگیں۔ کئی دھائیوں میں سرکے جانے والے معرکے اس مجاہد برق بار نے چند سالوں میں نہایت سرعت اور سچائی سے طے کئے۔

کسی ہی میں پہلے انجمن اشاعت اسلام اور بعد میں اشاعت دین کی عالمگیر تحریک دعوت اسلامی کے سرگرم کارکن بن گئے۔ ۱۹۸۵ء میں جامع مسجد گلزار حبیب میں اعتکاف کے دوران شیخ طریقت ولی کامل حضرت علامہ الیاس قادری رضوی دام ظلہ العالی کے دست بکرامت پر شرف بیعت حاصل کی۔

مفتی محمد امین قادری عطاری علیہ الرحمۃ کیلئے ترویج دین و ملت کی تینوں جہتیں توجہ کا مرکز رہیں یعنی درس وتدریس، وعظ وافتاء اور نشر واشاعت۔ اور ان تینوں شعبوں میں موصوف نے قابل رشک کارنامے انجام دیے۔

(تفصیل کیلئے آپ کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب ”شاہین ختم نبوت“ ملاحظہ فرمائیں)

## درس وتدریس:

۱۹۹۲ء میں گریجویشن کے بعد دن میں مصروفیت معاش اور عشاء کے بعد باقاعدہ درس نظامی کی

کتب کیلئے نور مسجد کھارادر میں قائم مدرسے سے منسلک ہوئے جہاں خامسہ تک کی کتب رات کے اوقات میں پڑھیں اور درجہ سادس سے دورہ حدیث تک کی تعلیم صبح کے اوقات میں اہلسنت کی مرکزی دینی درس گاہ دارالعلوم امجدیہ سے مکمل کی۔ ۱۹۹۸ء میں حضرت شیخ الحدیث علامہ افتخار قادری علیہ الرحمۃ سے دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم امجدیہ کے دارالافتاء میں بیٹھنا شروع کیا۔ اور ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم غوثیہ میں باقاعدہ سند افتاء پر فائز ہوئے اور کئی اہم فتوے تحریر فرمائے۔

دوران تعلیم ہی سے رات کے اوقات میں تدریس کا سلسلہ بھی شروع فرمایا۔ آپ کے کئی تلامذہ کراچی کی مختلف جامعات میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور ان میں سے بعض اہم دینی امور کی نگرانی میں مصروف ہیں۔ اسکے علاوہ آپ مدرسین اور ذہین طلباء کے نجی اور معاشی مسائل حل کرنے میں نہایت مستعد رہتے۔

## وعظ افتاء:

خوش مزاجی، باوقار اور لمنہار طبیعت، ناصحانہ انداز گفتگو، تلقین آمیز تقاریر، جمعہ کے خطبات مسائل پر گہری نظر، درس وتدریس، افتاء کا منصب، احیاء سنت کی عالمگیر تحریک دعوت اسلامی سے وابستگی، دین مبین کے لئے جذبہ قربانی سے سرشاری، کتب بین کا جنونی شوق، فرائض وسنن پر مداومت، یہ وہ صفات اور حالات تھے جنہوں نے مرحوم کو مقبول ومحبوب عام وخاص کر دیا تھا۔

اکابرین بزرگان دین سے کئی وظائف کی اجازت بھی حاصل تھے جن میں سے اکثر آپ کے معمولات میں رہے۔ آپ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کا بھی بہت آسان انداز میں جواب دیتے مسائل کا حل چاہنے والوں کا اکثر اوقات تائنا بندھا رہتا تھا۔ علمی مذاکرات، حج اور عمرہ تریقی پروگرامز اور دیگر اہم دینی موضوعات پر تقاریر کیلئے مدعو کئے جاتے۔ آپ کی تقاریر تحقیقی اور پرمغز ہوتیں۔ بیک وقت تشنگان علم کو سیراب اور متلاشیان علم کو مالامال کرتیں۔

## نشر و اشاعت:

● اردو زبان میں میں حصولِ مشترکِ فضائی کا مشہور انسائیکلو پیڈیا یعنی بہارِ شریعت کے مکمل میں حصے کیوز کروا کر ایک کیپیوٹرسوفٹ ویئر کی ذی تیار کروائی جو ایک ادارے کی زیر نگرانی خوبصورت کتابی شکل میں پرنٹ ہو کر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

● سیدی سندی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزۃ کے فتاویٰ رضویہ کی سوفٹ ویئر سی ڈی بنانے کیلئے اکثر جلدوں کی کیوزنگ مکمل کروائی جو معصنف جامع الاحادیث حضرت علامہ حنیف صاحب دام ظلہ العالی کے زیر نگرانی تخریج اور تسمیہ کے مراحل میں ہے۔

● عرسِ اعلیٰ حضرت کے موقع پر دارالعلوم امجدیہ سے علماء اور موجودہ مدرسین اور طلباء کی خوبصورت اور مدلل تحریروں سے آراستہ مجلہ ”رفیقِ علم“ کا از سر نو اجراء کروایا۔

● عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر علماء اہلسنت کی تحقیقی تحریروں کو جمع کرنا اور انہیں جدید کیوزنگ اور نئے انداز سے طباعت کا کام مفتی مرحوم کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو آپ کی پہچان بن گیا ہے۔ خصوصاً اس مشن کی وجہ سے بزمِ علم و دانش میں آپ کو تادیب یاد رکھا جائے گا۔ اس عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا کی اب تک چھ جلدیں چھپ چکی ہیں۔

مفتی صاحب بروز ہفتہ ۷ دسمبر ۲۰۰۵ء کو معمولی بخار میں مبتلا ہوئے جو بروز اتوار ۱۸ دسمبر کو شدت اختیار کر گیا۔ ۲۰ دسمبر ۲۰۰۵ء بروز منگل ۱۸ ذیقعدہ برطانیق ۱۴۲۶ھ کو نماز مغرب کے وقت اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مفتی مرحوم کی نماز جنازہ دارالعلوم امجدیہ کے قریب مین روڈ پر محدث کبیر شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ اعظمی دام ظلہ العالی کی اقتداء میں ادا کی گئی جس میں معتقدین اور محبین کے جم غفیر کے علاوہ علماء اہلسنت کی کثیر تعداد نے بھی شرکت فرمائی۔

## قصیدہ بردہ شریف

از شیخ العرب اہم امام محمد شرف الدین بصری مصری شافعی رحمہ اللہ علیہ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ وَتَسْلِمًا أَبَدًا  
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اے میرے ایک مولیٰ درود سلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ میرے پیار سے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدُ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ  
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

حضرت پرستار سرار اور پیام رسا دنیا و آخرت کے اور جن دانش کے اور عرب و عجم دونوں ممالک کے۔

فَأَيُّ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ  
وَلَعَبِيدُ الْوَلَةِ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء و ائمہ پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب کی نہ سکتے تھے۔

وَكُلُّهُمْ رُفُوعٌ رَسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ  
عَرَفَاتٍ مِنَ الْبَحْرِ أَوْ رُشَقَاتٍ مِنَ الدِّيَارِ

تمام انبیاء و ائمہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں شمس جہاں آپ کے درپائے کرم سے ایک چادر یا دامن رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُنْ اَيُّ اَتَى الرَّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا  
فَاَتَمَّا اتَّصَلْتُ مِنْ تَوْبَةٍ يَهْدِي

تمام حجرات جو انبیاء علیہم السلام سے اور اسل حضور ﷺ کے توبہ سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدْ مَتَكَ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا  
وَالرَّسُلُ تَقْدِيمًا لِمَا نَحْنُ عَلَى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (سہرا نصی میں) مقدم فرمایا خود کو خدو میں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بَشَرِي لَنَا مَعَشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا  
مِنَ الْوَسَائِيَةِ زَكَاةً غَيْرَ مِنْهُمْ هَدِي

اے مسلمانو! ایسی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی ہرمانی سے ہمارے لئے ایسا ستون قائم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا  
وَمِنْ عُلُومِكَ عَلِمَ الْوُجُ وَالْقَلَمُ

یا رسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت میں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللَّهِ نَصْرَتُهُ  
إِنْ تَلَقَّهَ الْأُسْدُ فِي أَجْلَامِهَا تَجِرُ

اور جسے آگے اور جہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگ میں شیر بھی نہیں لڑنا غامضی سے بچتا رہتا ہے۔

لَتَادْعَا اللَّهَ دَاعِيَتَا لِبَطَاعَتِهِ  
بِأَكْرَمِ الرَّسُلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأَمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی دعوت کی طرف بلائے تو اسے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب اسوں سے اعز قرار پائے۔

## سَلَامُ رَحْمَا

از: امام اہلسنت محمد نذیر رحمۃ اللہ علیہ مولانا مفتی قاری محفوظ

امام احمد رضا مفتی محمد شافعی بزرگانی جعفری بریلوی جواد اللہ علیہ

مُصْطَفَى جَانِ رَحْمَتٍ بِهَ لَاكْهُونَ سَلَامٍ  
شَمْعُ بَزْمِ هَدَايَةِ بِهَ لَاكْهُونَ سَلَامٍ

مہر چرخ نبوت پر روشن دُرود  
گلِ بارغ رسالت پر لاکھوں سلام

شبِ اسری کے دولہا پر دائم دُرود  
نوشہ بزمِ جنت پر لاکھوں سلام

صاحبِ رجعت شمس و شوق القمر  
نائبِ دستِ قدرت پر لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۃ جنان و دِل  
یعنی مہرِ نبوت پر لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا  
اس جبینِ سعادت پر لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پر بے حد دُرود  
ختمِ دور رسالت پر لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں صفا  
مُصْطَفَى جَانِ رَحْمَتٍ بِهَ لَاكْهُونَ سَلَامٍ



# مَحْفُوظَاتُ جَمِيعِ الْحَقُوقِ

نام کتاب عقیدۂ ختم النبوة

ترتیب و تحقیق حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری مدظلہ العالی

جلد اول

سن اشاعت 2005 / 1426ھ

قیمت 250/-

ناشر

الإدارة لتَحْفِظِ الْحَقَائِدِ الْإِسْلَامِيَّةِ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com

www.khatmenabuwat.net

# فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
1	إِبْتِدَاءُ الْإِسْلَامِ	9
2	تَقَارِیْظُ	13
3	مَقْدَمٌ	37
4	خدمتِ علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر نقوی مدظلہ العالی	125
	حالاتِ زندگی	
	رَدِّ قَادِیَانِیْثِ	
5	مَحْفُوظَاتُ مُسْتَعْرِیَہ	143
6	مَحْفُوظَاتُ الشَّطِیْطَانِ	227
7	فَتْحِ رَحْمَانِ	291
8	خدمتِ علامہ مولانا مفتی غلام اکبر نقوی مدظلہ العالی	329
	حالاتِ زندگی	
	رَدِّ قَادِیَانِیْثِ	
9	أَلْأَلْهَامُ الصَّعِیْبُ (عربی) (سن تصنیف: 1893 / 1311ھ)	335
10	أَلْأَلْهَامُ الصَّعِیْبُ (اردو) (سن تصنیف: 1896 / 1314ھ)	397
11	خدمتِ علامہ مولانا مفتی قاضی فیصل احمد نقوی مدظلہ العالی	479
	حالاتِ زندگی	
	رَدِّ قَادِیَانِیْثِ	
12	کَلَامُ فَضْلِ رَحْمَانِ (سن تصنیف: 1896 / 1314ھ)	495



## ابن تہ ایمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الصلوة والسلام علیک یا خاتم النبیین

آج سے تقریباً تین سال قبل عزیزی محمد توفیق قادری ضیائی حنفی نے ایک ملاقات میں فقیر سے کہا کہ ”ختم نبوت“ کے موضوع پر عنائے اہلسنت کی کتب کو شائع کیا جائے۔ یہ تقریباً سوا صدی پر محیط علماء و مشائخ اہلسنت کی علمی و عملی جدوجہد پر مشتمل، منتشر کام کو یکجا کرنا تھا بزرگوں کی دعاؤں اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے وصفِ خاص ختم نبوت کے ادنیٰ مذاہبوں میں اپنا نام لکھوانے کی غرض سے کمر ہمت باندھی۔ ابتداءً امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان قادری حنفی بریلوی اور فاتحِ قادیانیت حضرت پیر مرہ علی شاہ چشتی حنفی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل و کتب دستیاب ہوئیں مزید مواد کی جستجو کے لئے استاذی مولانا محمد جاوید تنہا حنفی قادری ضیائی حنفی سے اس موضوع پر تبادلۂ خیال ہوا تو انہوں نے علامہ حافظ عبدالستار چشتی سعیدی حنفی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ (دہلی) کی تصنیف ”برآۃ الصانف“ عنایت فرمائی جس میں عنائے اہلسنت کی تحفظِ عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر کتبوں کی طویل فہرست دستیاب ہوئی۔ فقیر کیلئے یہ کتاب اس کام کیلئے ”مینارۃ نور“ ثابت ہوئی۔ ان اکابر علماء میں علامہ علامہ رسول نقشبندی حنفی امرتسری، علامہ قاضی فضل احمد نقشبندی حنفی لدھیانوی، علامہ محمد عالم آسی نقشبندی حنفی امرتسری، علامہ مولانا انوار اللہ فاروقی چشتی حنفی حیدرآباد دکن وغیرہم ایسے بزرگ تھے جن کے نام سے بھی فقیر ناواقف تھا اور پھر ان بزرگوں کی کتب کا حصول ایک نہایت مشکل کام تھا۔ اس سلسلے میں علماء سے روابط شروع کئے ان روابط کے

نتیجے میں جن علماء نے خصوصی تعاون فرمایا، کتب فراہم کیں، دعاؤں سے نوازا اور انتہائی ہمت افزائی فرمائی، ان میں شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی حنفی (دہرہ)، علامہ صاحبزادہ اقبال احمد قادری حنفی (دہرہ)، حضرت مولانا اللہ بخش انور چشتی سعیدی حنفی (سی پور) اور ابوالہیان مولانا محمد جمیل الرحمن چشتی سعیدی حنفی (کراچی) کا فقیر بے حد مشکور ہے۔ مزید کتب کے حصول کیلئے جن لائبریریوں سے مدد حاصل کی گئی ان میں انجمن نعمانیہ (دہرہ)، جامعہ نظامیہ رضویہ (دہرہ)، بیدل لائبریری (کراچی)، بہادر یار جنگ اکیڈمی (کراچی)، المرکز الاسلامی (کراچی)، کراچی میوزیم لائبریری، جامعہ غوثیہ محمدیہ (بھیرہ)، دارالعلوم امجدیہ (کراچی)، دارالعلوم نعیمیہ (کراچی) وغیرہم شامل ہیں۔ فقیر ان تمام اداروں کے منتظمین اور لائبریرین کا بھی بے حد مشکور ہے۔

ان قدیم کتب کی کمپوزنگ اور اس مواد کو کتب کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کرنا بھی ایک تکنیکی اور مشکل مرحلہ تھا جس کو استاذ محترم حضرت علامہ محمد عثمان قادری برکاتی حنفی اور ان کے ساتھی مشتاق حسین قادری حنفی کی شاق صلاحیتوں نے آسان کیا۔

کتاب خوبصورت ہو، کمپوزنگ دیدہ زیب ہو مگر پروفنگ کی غلطیوں سے جانیں تو قارئین کے ذوق مطالعہ پر بھید گراں گزرتی ہیں۔ اس جامع اور علمی مواد کی پروف ریڈنگ میں تعاون کرنے پر مولین حافظ محمد حنیف عطاری امجدی حنفی اور مولانا سید عقیل اعظم قادری نورانی حنفی کا بھید مشکور ہوں جنہوں نے پروف ریڈنگ کیلئے اپنا قیمتی وقت دیا اور انتہائی عرق ریزی سے اس توجہ طلب کام کو سرانجام دیا، پھر بھی غلطی کا امکان موجود ہے۔

واضح رہے کہ ابتدائی جلدوں میں جو مواد پیش کیا جا رہا ہے اس کی زبان قدیم اور مشکل ہے اور مباحث بہت ادق اور علمی ہیں جن کو سمجھنا عام قاری کیلئے مشکل کام ہے لیکن ان کتب کی اشاعت اول تو اس لئے ضروری تھی کہ یہ کتابیں ”عقیدہ ختم نبوت“ کے تحفظ کی

جدوجہد میں ہمارے تاریخی تسلسل کی بنیاد ہیں اور دوم یہ کتب پورے ملک میں صرف چند لائبریریوں میں ہی موجود ہیں اور اس میں بھی بعض مقامات پر موسمی تغیرات کا شکار ہو رہی ہیں۔ اس اشاعت سے یہ علمی مواد محفوظ ہو جائے گا اور آئندہ آنے والی نسلیں اس سرمایہ پر فخر کریں گی کہ ان کے اکابر کسی بھی میدان میں پیچھے نہیں بلکہ انہیں دجال مرزا غلام احمد قادیانی کے تعاقب میں ہر اول دستے کی قیادت کا شرف حاصل ہے۔

چونکہ مرزا قادیانی بتدریج دعوے کرتا رہا لہذا اکابر علمائے اہلسنت اس کا علمی تعاقب کرتے رہے اور اسی مناسبت سے اپنی کتابوں کے نام بھی رکھتے رہے ان اکابرین کا مرکزی نکتہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہی تھا۔ لہذا علماء اور دانشوروں سے مشورے کے بعد اس مجموعے کا نام ”عقیدہ ختم النبوة“ رکھا گیا۔ مگر ان اکابرین کی کتب کے اسماء اور مواد جوں کے توں باقی رکھے گئے ہیں امید ہے کہ رد قادیانیت سے متعلق کئی جلدوں پر مشتمل یہ مجموعہ ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ثابت ہو۔ ان شاء اللہ

حتی المقدور سنین کے اعتبار سے مصنفین کی کتب کو جمع کیا گیا ہے جس مصنف کی سن کے اعتبار سے پہلی تصنیف ہوگی ان کی اس موضوع پر دیگر کتابوں کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔ مزید کتب کی جستجو اب بھی جاری ہے اگر سنین کا تقادس ہوگا تو اس وقت کتاب کی عدم دستیابی وجہ ہوگی۔ اور اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ مصنفین کے حالات زندگی اور کتاب کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے۔ اس کتاب کی جدت یہ ہے کہ مصنفین کے نام کے ساتھ ان کے مشرب، مسلک اور مسکن کو بھی خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔

مواد کی فراہمی کے بعد اس مواد کی اشاعت اور عوام کے ہاتھوں میں پہنچانا سب سے اہم ترین مرحلہ تھا اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آسانی

پیدا فرمائی فقیر الہیۃ الخائفۃ الاسلامیۃ کا انتہائی مشکور ہے کہ اس کے ذمہ داران نے اس عظیم منصوبے کی اشاعت کی ذمہ داری قبول فرمائی اور یہ کتاب آج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کے ہر طرح کے معاونین کو دین و دنیا کی برکتوں سے سرفراز فرمائے اور ہم سب کے اسلامی عقائد کی حفاظت کرتے ہوئے ہمیں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی شفاعت کل بروز قیامت نصیب فرمائے۔

افین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

از محمد امین قادری خفی

۲ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ

۱۳ جنوری ۲۰۰۵ء

## تقریب

حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری

نقشبندی خفی لاہوری مدظلہ العالی

(سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین  
مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے جان و مال، عزت و آبرو،  
اولاد اور وطن ہر چیز کی قربانی دے دی، مگر تقدس الوہیت اور ناموس رسالت پر آنچ نہیں  
آنے دی، اسی طرح ختم نبوت ایسے اسلام کے بنیادی عقیدے کے تحفظ کی خاطر سر دھڑکی  
بازی لگا دی، لیکن قصر نبوت میں نقب لگانے والے کسی بھی دشمن اسلام کو برداشت نہ کیا۔

حضور سید العالمین، خاتم النبیین ﷺ کی دنیا سے رحلت اہل بیت کرام اور صحابہ  
کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے بہت بڑے صدمے کا باعث تھی، ابھی وہ اس روح فرسا سانچے  
کے غم سے سنبھل بھی نہیں پائے تھے کہ جگہ جگہ سے عرب کے مختلف قبائل کے مرتد ہونے کی  
خبریں آنے لگیں، ایک تشویشناک خبر یہ تھی کہ نبوت کا جھوٹا دعویدار مسیلہ کذاب یمامہ میں  
چالیس ہزار جنگجو افراد کا لشکر تیار کر کے اپنی پوزیشن خاصی مضبوط کر چکا ہے۔

پاسان ختم نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاں مرتد ہونے والے قبائل کو  
راہ راست پر لانے کے لئے متعدد دستے بھجوائے وہاں مسیلہ کذاب کے فتنے کی سرکوبی

کے لئے پہلے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر کا کمانڈر بنا کر بھیجا۔ سرزمین نجد کے خطہ یمامہ میں دونوں لشکروں کا گھمسان کارن پڑا، دشمن کا دباؤ بڑا شدید تھا، کئی دفعہ تو یوں محسوس ہوا کہ دشمن غالب ہوا چاہتا ہے، مجاہدین اسلام نے بڑی تعداد میں جام شہادت نوش کیا، لیکن دشمن کا لشکر جرار آفتاب ختم نبوت ﷺ کے تربیت یافتگان کے جذبہ جاں سپاری اور شوق شہادت کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا، مرتدین کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہوں نے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی اور دروازہ بند کر لیا، لیکن اسلام کے شاہینوں کے سیل رواں کے آگے نہ تو تیروں کی بارش رکاوٹ بن سکی اور نہ ہی باغ کی دیواریں بند باندھ سکیں، دروازے کا کھلنا تھا کہ مرتدین پر تین ٹوٹ پڑی، سیلہ کذاب اپنے چالیس ہزار ساتھیوں سمیت کیفر کردار کو پہنچا اور اس باغ کا نام ہی ”موت کا باغ“ رکھ دیا گیا۔

اس طرح اولین پاسبان ختم نبوت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مجاہدین صحابہ کرام نے ختم نبوت کے ان ہانیوں کا قلع قمع کیا، اس کے بعد مختلف ادوار میں طالع آزماؤں نے مسند نبوت پر بیٹھنے کی کوشش کی، لیکن امت مسلمہ نے ایسی کسی بھی ناپاک کوشش کو کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دیا۔

دور آخر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے شاہ اسماعیل دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ میں لکھا ”اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ ایک کلمہ کھن سے چاہے تو کروڑوں افراد جبریل اور محمد کی مثل پیدا کر ڈالے۔“ واضح طور پر اس عبارت کی زد عقیدہ ختم نبوت پر پڑتی تھی، اس لئے شہید تحریک آزادی علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کا سخت نوٹس لیا، پہلے ایک مختصر تحریر لکھی پھر ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ کے نام سے ایک مبسوط تحریر سہر قلم کی اور بتایا کہ تم کروڑوں افراد کی بات کرتے ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ

کو وہ عظمتیں دے رکھی ہیں کہ آپ کی مثل ایک فرد بھی نہیں ہو سکتا۔

پھر بعض لوگوں نے ایک ضعیف اور شاذ حدیث کو بنیاد بنا کر کہہ دیا کہ زمینیں سات ہیں اور اس زمین کے علاوہ باقی چھ زمینوں پر دیگر انبیاء کرام کی طرح حضور سید الانبیاء ﷺ کی ایک ایک مثال موجود ہے، یعنی تقویۃ الایمان میں حضور اقدس ﷺ کی مثالوں کو ممکن کہا گیا تھا اور اب بالفعل چھ مثالیں مان لی گئیں، یہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ایک اور کاروائی تھی، علماء اہل سنت نے اس کا سخت نوٹس لیا، حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی (والد ماجد امام احمد رضا بریلوی) نے اس کے خلاف مہم چلائی، مولانا حافظ بخش بدایونی نے ”تنبیہ الجہال بالہام الباسطہ المتعالیٰ“ میں ایسے اقوال اور ان کے تاملین کا رد کیا۔ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ”تہذیر الناس“ لکھ کر اس شاذ روایت کی تصدیق کی اور قرآن پاک کی نص قطعی ”ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین“ کی تاویل کردی، حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ نص قطعی کو برقرار رکھا جاتا اور ضعیف و شاذ حدیث کی تاویل کردی جاتی۔ انہوں نے یہاں تک لکھ دیا:

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی مسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو

خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“ (تہذیر الناس ص ۲۳)

بعض خوش فہم لوگ کہتے ہیں کہ یہ ”تفسیر فرضیہ“ ہے اس سے عقیدہ ختم نبوت میں کیا فرق پڑتا ہے؟ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ فرق یہی پڑتا ہے کہ قرآن پاک کی نص قطعی اور خاتم النبیین کا جو معنی احادیث مبارکہ کی تصریحات اور اجماع امت سے ثابت ہے اس کی دھجیاں کھیر دی گئی ہیں، اس کے باوجود آپ کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑے تو آپ کی مرضی۔

یہ دہ پس منظر تھا جس میں شاطر انگریزوں نے ایک ایسے شخص کی جستجو کی جو ان کی بھرپور حمایت کرے، چنانچہ انہیں مرزا غلام احمد قادیانی مل گیا جسے انہوں نے جھوٹی نبوت کی



مسند پر بٹھا دیا اور اس سے اپنی حمایت میں اور دین اسلام کے خلاف ایسے ایسے بیانات دلوائے جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا سر بارندامت سے جھک جاتا ہے۔

امت مسلمہ جس نے چودہ صدیوں میں کسی جھوٹے دعویٰ نبوت کو قبول نہیں کیا تھا وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کیسے نبی یا مجدد تسلیم کر لیتی؟ علماء اہل سنت و جماعت نے اپنی تمام تحریری، تقریری اور علمی توانائیاں اس کے خلاف صرف کر دیں۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی نے ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰-۱۸۹۹ء میں ”مئس الہدایہ“ لکھ کر حیات مسیح علیہ السلام پر زبردست دلائل قائم کئے، مرزا قادیانی ان کا جواب تو نہ دے سکا البتہ پیر صاحب کو مناظرے کا چیلنج دے دیا ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی، پیر صاحب علماء کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ اس تاریخ کو شاہی مسجد لاہور پہنچ گئے، لیکن مرزا کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی، اس نفقت کو مٹانے کے لئے مرزا نے ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر ”اعجاز المسح“ کے نام سے عربی زبان میں شائع کی اور تاثر دیدیا کہ یہ الہامی تفسیر ہے، پیر صاحب نے ۱۹۰۲ء میں ”سیف چشتیائی“ لکھ کر شائع فرمادی جس میں مرزا صاحب کی عربی دانی کے دعووں کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اس کتاب کا جواب آج تک مرزائیوں پر قرض ہے۔

پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے مرزا کے دعاوی کی زبردست تردید کی بادشاہی مسجد لاہور میں مرزا کی موت کی پیش گوئی فرمائی جو حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے پانچ رساں اور کئی فتاویٰ اس کے رد میں لکھے، ایک رسالہ ان کے صاحبزادے حمید الاسلام مولانا حامد رضا خان نے لکھا، مولانا علامہ غلام دستگیر قصوری نے متعدد کتابیں لکھیں، علمائے پنجاب میں سے حضرت مولانا غلام قادر بھیروی نے پہلے پہل مرزا کے خلاف فتویٰ دیا، مولانا پیر غلام رسول قاسمی امرتسری نے

عربی میں ایک کتاب لکھی جو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی، قاضی فضل احمد لودھیانوی نے متعدد کتابیں لکھیں، حضرت مولانا انوار اللہ خاں حیدر آباد دکن نے متعدد کتابیں لکھیں، حضرت مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے ”معیار المسح“ کے نام سے ایک کتاب لکھی، مولانا محمد عالم آسی امرتسری نے ”انکاوہ علی الغاویہ“ کے نام سے دو جلدوں میں کتاب لکھی، مولانا حیدر اللہ نقشبندی مجددی نے ”ردۃ الدیانی علی المرتد القادیانی“ کے نام سے کتاب لکھی۔

مولانا محمد کرم الدین دیوبند روزہ سراج الاخبار، جہلم کے ایڈیٹر تھے انہوں نے مرزائیوں کے خلاف زوردار مضامین لکھے جنہوں نے مرزائیوں میں تہلکہ مچا دیا، انہوں نے یکے بعد دیگرے مولانا دیر کے خلاف تین مقدمے دائر کر دیئے جن میں سے دو میں تو وہ باعزت بری ہو گئے البتہ ایک مقدمے میں انہیں ۵۴ روپے جرمانہ ہو گیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزائیوں نے ایک کتاب ”مواعب الرحمن“ جہلم میں تقسیم کی، جس میں مولانا کے خلاف دل کھول کر زہر اُگلا گیا تھا، مولانا نے مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم نور الدین کے خلاف مقدمہ کر دیا، مقدمہ دو سال چلتا رہا آخر ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گور دا سپور کے جج نے مرزا غلام احمد قادیانی پر پانچ سو روپے اور حکیم فضل دین پر دو سو روپے جرمانہ عائد کر دیا تفصیل کے لئے دیکھئے ”تاریخۃ عبرت“ از مولانا دبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مولانا محمد حسن فیضی مرزا کے بلند باگک دعاوی سن کر ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو بنفس نفیس مسجد حکیم حسام الدین سیالکوٹ میں پہنچ گئے اور اپنا ایک بے نقط عربی قصیدہ بغیر ترجمہ کے مرزا قادیانی کو دیا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو اس قصیدہ کا مطلب حاضرین کو سنا دیں، مرزا قادیانی نے کچھ دیر دیکھنے کے بعد یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہمیں تو اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا، آپ اس کا ترجمہ کر کے دیں۔ (سبحان اللہ! کیا میڈان



یو کے (Made in U.K) نبوت ہے؟ علامہ فیضی نے ۹ مئی ۱۸۹۹ء کو یہ تمام واقعہ ”سراج الاخبار“ میں چھپوایا اور مرزا قادیانی کو چیلنج دیا:

”صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کر لیں، میں حاضر ہوں، تحریری کریں یا تقریری، اگر تحریر ہو تو نشر میں کریں یا نظم میں، عربی ہو یا فارسی یا اردو، آئیے سنئے اور سنائیے۔“

عبرت ناک بات یہ ہے کہ جب تک علامہ فیضی حیات رہے مرزا قادیانی کو چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہو سکی، کوئی رسوائی سی رسوائی تھی۔

کن کن حضرات کا ذکر کیا جائے؟ مرزا قادیانی پر رد کرنے والے حضرات کا احاطہ کرنا بھی بہت مشکل ہے، حضرت شاہ سراج الحق گورداسپوری، مولانا نواب الدین رمداسی، پروفیسر محمد الیاس برنی، مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی، پیر سید ولایت شاہ گجراتی، مفتی احمد یار خان نعیمی، حافظ مظہر الدین، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی، علامہ ارشد القادری، سید محمود شاہ گجراتی، مولانا سید حامد علی شاہ گجراتی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حکیم اسد نظامی نے ایک دفعہ راقم کو بتایا تھا کہ حضرت شاہ اللہ بخش تونسوی کے حکم پر روزمرزائیت میں علمائے اہل سنت کی تصانیف تو نسخہ شریف کی لائبریری میں جمع کی گئی تھیں جن کی تعداد دو سو تھی۔

مرزائیوں کے خلاف پہلی دفعہ ۱۹۵۲ء میں تحریک چلائی گئی جس کا مطالبہ یہ تھا کہ ظفر اللہ مرزا کی وزارت خارجہ کے منصب سے برطرف کیا جائے اور مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، اس تحریک میں تمام مکاتب فکر کے علماء شامل تھے اور

تحریک کے صدر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری تھے مرکزی قائدین کو گرفتار کر کے سکھر جیل میں نظر بند کر دیا گیا، وہیں علامہ سید ابوالحسنات قادری کو اطلاع ملی کہ آپ کے اکلوتے فرزند مولانا سید خلیل احمد قادری کو تحریک میں حصہ لینے کی بنا پر سزائے موت دے دی گئی ہے، آپ کے جیل کے ساتھی علماء نے پچشم حیرت یہ منظر دیکھا کہ علامہ نے تمام تر صبر و سکون کے ساتھ یہ خبر سنی اور فرمایا: ”الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے میرا یہ معمولی ہدیہ قبول فرمایا ہے۔“

دوسرے قائدین گرفتار ہو گئے تو مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے مسجد وزیر خان میں اپنی شعلہ بار تقریروں سے تحریک کو آگے بڑھایا، انہی دنوں ایک ڈی ایس پی قتل ہو گیا، مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کو گرفتار کر لیا گیا اور ان کے خلاف پھانسی کا فیصلہ صادر کر دیا گیا۔

بنا کردند خوش رہے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

بعد میں علامہ نیازی کو رہا کر دیا گیا اور مولانا سید خلیل احمد قادری کی سزائے موت کی خبر بھی غلط ثابت ہوئی، اس تحریک میں علامہ سید احمد کاظمی، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا غلام الدین (انجمن شیعہ لاہور)، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا عبدالحامد بدایونی، صاحبزادہ سید فیض الحسن آلومہاروی، علامہ عبدالغفور ہزاروی، مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا سید افتخار الحسن شاہ، پیر محمد قاسم مشوری، مفتی محمد حسین سکھروی، مفتی صاحبزاد خان (جوگنہ سندھ)، پیر صاحب سیال شریف، پیر صاحب گولڑہ شریف، پیر صاحب بھرچندی شریف، پیر صاحب مانگی شریف، پیر صاحب زکوڑی شریف اور دیگر علماء و مشائخ نے حصہ لیا، مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری اور محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری نے اپنے اسٹیج سے بھرپور انداز میں مسئلہ ختم نبوت بیان کیا اور مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کو

طشت از بام کیا، محدث اعظم نے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ہے ”مرزا مرد ہے یا عورت“۔

دوسری دفعہ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت چلی، جس میں حسب سابق تمام مکاتب فکر شامل تھے مجلس عمل کے جنرل سیکرٹری شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی تھے، قومی اسمبلی میں تحریک کے روح رواں قائد اہل سنت اور قائد حزب اختلاف علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی تھے انہوں نے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قرارداد پیش کی کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، مرزائیوں کی لاہوری پارٹی نے پچاس لاکھ روپے کی پیشکش کی اور کہا کہ قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں جسے مولانا نورانی نے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا، قومی اسمبلی میں مرزا ناصر پیش ہوا اس نے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب ”تخذیر الناس“ پیش کی جس میں انہوں نے لکھا ہے:

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو

پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اس پر بہت سے افراد کے سر جھک گئے، البتہ قافلہ سالار تحریک ختم نبوت علامہ شاہ احمد نورانی نے گرج کر کہا: ”ہم ایسی عبارت کو نہیں مانتے اور اس کے قائلین کو مسلمان نہیں جانتے، ناموس رسالت ﷺ کے کسی غدار سے ہماری مصالحت نہیں ہو سکتی۔“

اس قرارداد کی تائید میں ۱۲۲ ارکان نے دستخط کیے بعد میں ان کی تعداد ۷۳ ہو گئی، ان میں علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (کراچی)، سید محمد علی (حیدرآباد) اور مولانا محمد ذاکر (بھٹ) بھی شامل تھے جو جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر ایم این اے منتخب ہوئے تھے۔ البتہ دیوبندی مکتبہ فکر کے مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالکیم نے مفتی محمود کے اصرار کے باوجود دستخط نہیں کئے۔ بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں (خواہ وہ قادیانی ہوں

یا لاہوری) کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، اس وقت مسٹر ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم تھے۔

مختصر یہ کہ علماء و مشائخ اہل سنت نے روز اول سے آج تک مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کا تحریری اور تقریری طور پر عہدہ دمہ سے رد کیا ہے اور ان کے عقائد باطلہ اور دجل و فریب کو بے نقاب کیا ہے۔

قانونی طور پر پاکستان میں تو مرزائیت کا مسئلہ نپٹا دیا گیا، لیکن چونکہ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی طرح انہیں بھی انگریزوں اور دیگر غیر مسلم اقوام کی سرپرستی اور امداد حاصل ہے، اس لئے ان کی ریشہ دوانیاں بدستور پاکستان اور بیرون پاکستان جاری ہیں، افریقہ اور دیگر یورپین ممالک میں ان کی تبلیغ بھرپور انداز میں جاری ہے، برطانیہ میں تو انہوں نے باقاعدہ ٹی وی کا ایک چینل خرید رکھا ہے جس پر دن رات مرزائیت کا پروپیگنڈا جاری ہے۔

پیر سید منور حسین شاہ جماعتی مدظلہ کی سرپرستی میں جامع مسجد امیر ملت (برٹم) میں ہر سال ”عالمی تاجدار ختم نبوت ﷺ کانفرنس“ منعقد کی جاتی ہے، ۲ ستمبر ۲۰۰۱ء کی کانفرنس میں راقم کو بھی خطاب کرنے کا موقع ملا تھا۔

ایک دفعہ پیر سید نصیر الدین شاہ گولڑوی نے دوران گفتگو کہا کہ میرے جد امجد پیر سید مہر علی شاہ ڈیڑھ کنال زمین کے مالک تھے اس کے باوجود انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا تھا، آج ہم اربوں روپے کی جائداد کے مالک ہیں اور رد مرزائیت میں کچھ بھی نہیں کر رہے، انہوں نے رد مرزائیت کے لئے پاکستان میں ٹی وی چینل کا نام خریدنے کا عندیہ بھی ظاہر کیا تھا۔

ضرورت تھی کہ کوئی بلند ہمت مجاہد علماء اہل سنت کے علمی اور تحقیقی کام کو جمع کر کے

ایک سیٹ کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرتا تا کہ مسلمان اس کا مطالعہ کر کے اپنا ایمان مضبوط کریں اور غیر مسلم بشمول مرزائیوں کے اس کا مطالعہ کر کے نور ایمان و ہدایت حاصل کریں، سوئے اتفاق کہ عموماً ہماری کتابیں ایک دفعہ چھتی ہیں اور اس کے بعد ناپید ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا علامہ مفتی محمد امین قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کو کہ انہوں نے اس عظیم الشان مقصد کے لئے کمر ہمت باندھ لی ہے اور ”عقیدہ ختم نبوت“ کے نام سے اس سلسلہ کا آغاز کر رہے ہیں۔ مولائے کریم عجل انہیں پردہ غیب سے وسائل اور معاونین عطا فرمائے، تا کہ وہ اس کارنامہ عظیم کو خوش اسلوبی سے انجام دیں۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

جامعہ اسلامیہ رائیونڈ روڈ لاہور

۲۰ ر شوال ۱۴۲۵ھ ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء

## تَقْرِیظ

حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل قادری

ضیائی حنفی کراچی مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اللہ رب العزت نے انسانوں کی ہدایت کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام بھیجے۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں رب کائنات نے قرآن پاک میں ”و خاتم النبیین“ حضور ﷺ ہی کیلئے فرمایا اور اس کی تائید متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا (ﷺ) کہ میں نصر نبوت کی آخری ایٹم ہوں جو نامکمل تھا میں نے آکر اس کو مکمل کر دیا (بخاری و مسلم) ایک جگہ فرمایا (ﷺ) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا (جامع ترمذی) اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کے لیے فرمایا کہ ”تم میرے لئے ایسے ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے سنو بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (صحیح مسلم)۔

ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مومن کہتا ہے اسے یہ اعتقاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ نبی آخر الزمان ﷺ سے قبل جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام آئے ہر ایک سرکارِ دو جہاں کی آمد کی بشارت کے

ساتھ ساتھ آپ کے آخری نبی ہونے کا بھی اعلان کرتے رہے۔ ان واضح دلائل و احادیث کے بعد اگر کوئی شخص خاتم النبیین محمد ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبی مانتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اس ”عقیدہ ختم نبوت“ کے تحفظ کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک فدائیان ختم نبوت اس محاذ پر مصروف جہد ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی ہمیشہ سے امت محمدیہ ﷺ کے خلاف ”لڑاکو اور حکومت کرو“ کی حکمت عملی رہی ہے اور اسی حکمت عملی کے تحت برطانوی ہند میں ”مرزا غلام احمد قادیانی“ نامی سیالکوٹ کچہری کے فشی سے دعویٰ نبوت کروایا۔ جس کی تردید و تکذیب کیلئے علماء اہلسنت و جماعت اول وقت سے میدان عمل میں رہے اور انہوں نے تحریر و تقریر کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تا وہ قتل شدہ ختم نبوت کا لبورنگ لایا اور قادیان و علماء اہلسنت کی شبانہ روز کوششوں کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۲۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی امت کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

کچھ ہمارا تسائل کہ ہمارے اکابر کے وہ عظیم کارنامے جو کہ انہوں نے تحفظ ختم نبوت کے میدان میں سرانجام دیئے نئی نسل کے سامنے اجاگر نہ ہو سکے لیکن میں مولانا مفتی محمد امین قادری کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا انہوں نے علماء اہلسنت و جماعت کی ان خدمات جلیلہ کو جمع کرنے اور اسے نئی نسل کے سامنے پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ بظاہر یہ آسان کام نظر آتا ہے مگر اس کام میں جتنی مشکلات اور صعوبتیں آئیں ان سے وہی لوگ واقف ہیں جو تحقیق کے میدان میں جستجو کرتے ہیں۔

کئی جلدوں پر مشتمل علمائے اہلسنت کی تصنیفات و تالیفات کا یہ مجموعہ ایک عظیم سرمایہ ہے جو کہ عوام و خواص بالخصوص عقیدہ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والوں کے لئے

ایک گراں قدر سرمایہ ہے۔ اس کارنامے پر اہلسنت جتنا فخر کریں کم ہے۔ میں بارگاہ ایزدی میں دعا گو ہوں کہ خالق کائنات اس کتاب کو مقبول عام و خاص بنائے اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا ذریعہ بنائے اور اس کے جامع کو دنیا و آخرت کی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ۔

اسماعیل غفرلہ

خادم الحدیث دارالعلوم امجدیہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ ۶ جنوری ۲۰۰۵ء



## تَقْرِیظ

حضرت علامہ مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی

قادری ضیائی حنفی کراچی و محلہ العالی

(استاذ الحدیث و ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ کراچی)

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ ابواب تاباں اس بات پر شاہد ہے کہ برصغیر میں انگریزوں کے منحوس قدم رکھنے سے پہلے یہ قطعہ زمین مسلمانوں کے ہر قسم کے اختلافات و انتشار سے پاک تھا نیز برصغیر کے مسلمانوں کی غالب اکثریت سنی، حنفی مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ لیکن جب سے فرنگیوں کے ناپاک قدم اس سرزمین پر پہنچے اس وقت سے لے کر آج تک یہ سرزمین فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ انگریزوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے کیلئے ان میں مسلکی، گروہی، فقہی اختلافات کو فروغ دیا، انت نئے فتنے پیدا کئے، جن میں سب سے بدترین فتنہ اور اسلام کے خلاف سب سے بڑی سازش ”فتنہ انکار ختم نبوت“ ہے۔ اس فتنہ نے امت مسلمہ اور اسلام کے خلاف جو گل کھلائے وہ ہمارے سامنے ہیں محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت جو کہ اسلام کی اساس اور اتحاد امت کی سب سے بڑی بنیاد ہے اس کا انکار کر کے عجمی نبوت اور منکوف فروغ دینے کی ناپاک کوشش کی گئی۔ آغاز فتنہ سے ہی علماء حق اس کی سرکوبی کیلئے میدان عمل میں آئے اور ہر قدم پر انگریزوں کے اس خود ساختہ و خود کاشتہ

پودے کی بیج بکائی کی۔ تحریر، تقریر، مناظرہ و مباحلہ غرض کہ ہر میدان میں علماء و مشائخ اہلسنت اس فتنہ کا تعاقب کرتے رہے۔

پاکستان کی بدقسمتی کہ تقسیم ہند کے نتیجے میں قادیان (گورداس پور) سے اٹھ کر یہ فتنہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ پاکستان کے حصہ میں آیا اور برطانوی سامراج نے اپنی سرپرستی میں قادیان کے بدلے میں اس گروہ باطل کو انگریز گورنر پنجاب کے ذریعہ سے ضلع جھنگ میں ربوہ موجودہ چناب نگر کی اراضی کوڑیوں کے دام دلادی۔ دوسری طرف ناعاقبت اندیش حکمران جو اس فتنہ کے سیاسی نقصانات سے ناواقف تھے انہوں نے چودھری ظفر اللہ خان (قادیانی) کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ نامزد کر دیا خیال رہے کہ قادیانی ٹولہ اوّل وقت سے ہی تقسیم ہند کے خلاف تھا اور آج بھی اس تقسیم کو ختم کرا کے اکھنڈ بھارت کے منصوبے پر عمل پیرا ہے اس تحریک سے دینی نقصان تو یہ ہوا کہ بعض نام نہاد دین سے ناواقف مسلمان انگریزوں کی نوکری اور چھوکری کے چکر میں آکر مرتد ہو گئے اور سیاسی نقصان یہ ہوا کہ انگریزوں کی سرپرستی میں تقسیم ہند سے قبل قادیان میں اور تقسیم کے بعد ریاست میں ریاست قائم کرنے کی جرات کی اور ظفر اللہ خان کی سرپرستی میں صوبہ بلوچستان کی پسماندگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس صوبے کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کا اعلان کیا۔ کھلے عام تبلیغ مرزائیت اور زیادتوں کے نتیجے میں ۱۹۵۳ء میں ملک گیر تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا اور بے شمار علماء و مشائخ اہلسنت کے علاوہ مختلف طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے تحفظ ناموس رسالت کیلئے بے شمار قربانیاں دیں اس عظیم تحریک کی قیادت کا سہرا بھی اہلسنت کے جلیل القدر عالم جمعیت علماء پاکستان کے صدر اور خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ابو الحسنات سید احمد قادری رحمہ اللہ علیہ کے سر ہے جنکی قیادت نے پوری ملت کو قادیانیت اور انکے سرپرستوں کے خلاف متحد و متحرک کیا۔ کراچی میں تحریک ختم نبوت کا مرکز ”جامع مسجد آرام



باغ، ”تھی ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ شمع رسالت کے پروانے نعرہ ہائے بکبیر در رسالت بلند کرتے ہوئے نکلتے تھے تو کراچی کی سرزمین لرز جایا کرتی تھی اور کراچی کے درود یوار ”ختم نبوت زندہ باد“ کے نعروں سے گونج جاتے تھے اور یہی حال لاہور کی ”مسجد وزیر خان“ اور پاکستان کے دوسرے شہروں کا تھا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کراچی کی جامع مسجد آرام باغ اور لاہور کی مسجد وزیر خان جو کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا مرکز تھیں دونوں اہلسنت و جماعت کی مرکزی مساجد ہیں۔ اس تحریک کے نتیجے میں پورے ملک بالخصوص لاہور کراچی میں ہزاروں شمع رسالت کے پروانوں اور ختمی مرتبت کے دیوانوں نے اپنی جانوں کو نثار کیا۔ اور ۱۹۵۳ء کی تحریک مسلمانان پاکستان کی عظیم قربانیوں کا ایک حسین باب ہے جس کے حسین و جمیل نقوش کو تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء علامہ ابوالحسنات سید احمد قادری کی قیادت و سیادت میں متحد و متفق تھے ایسے میں دیوبندی مکتب فکر کے مشہور و معروف خطیب مولوی احتشام الحق تھانوی دن میں مجلس عمل ختم نبوت کے مرکزی اجلاسات میں شریک ہوتے اور رات حکام وقت کو پورے دن کی رپورٹ فراہم کرتے تھے۔ اس بات کے ثبوت کیلئے فروری مارچ ۱۹۵۳ء کے ”روزنامہ جنگ“ ”کراچی“ ”روزنامہ انجام“ اور ”نئی روشنی“ کی فائل دیکھی جاسکتی ہے۔

دوسری عظیم تحریک ختم نبوت جس نے قادیانیت کو اس کے منطقی انجام سے دوچار کیا اس کی قیادت مبلغ اسلام قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نور اللہ مرتد نے فرمائی اور پاکستان کے ایوان بلا سینٹ وزیریں قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوا یا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کروائی اور قومی اسمبلی میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو لا جواب کیا۔ اور لاہوری جماعت کی جانب سے کی

جانے والی لاکھوں روپے کی پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اس تحریک میں حضرت قائد اہلسنت کے دست راست شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ اللازہری رحمۃ اللہ علیہ (دارالعلوم احمدیہ) ابن صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ (معنف بہار شریعت) تھے۔

رؤ قادیانیت کے میدان میں علماء و مشائخ اہلسنت کی علمی و تحریری کاوشیں ایک مستقل موضوع ہے جس کا آغاز ۱۸۸۳ء/ ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کے رد میں تحقیقات و تنقیر یہ درجہ الشیاطین سے ہوتا ہے اور اس میدان میں مولانا غلام رسول امرتسری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی، قاضی فضل احمد لودھیانوی، علامہ انوار اللہ فاروقی حیدر آباد دکن وغیرہم مصروف جہاد نظر آتے ہیں۔

لیکن عرصہ دراز سے ان اکابرین کے یہ علمی شہ پارے نایاب تھے۔ اور عوام اہلسنت ان کتب کی زیارت اور استفادے سے محروم تھے۔ انتہائی مبارک باد کے مستحق ہیں فاضل نوجوان عالم ذیشان مفتی محمد امین قادری سلمہ اللہ امتین زید جہاد جنہوں نے اپنی انتہائی کد و کاوش سے اکابر کے ان علمی و تحقیقی رسائل و کتب کو جمع کیا اور دیدہ زیب جدید کمپوزنگ اور معیاری چھپائی کے ساتھ پیش کر کے ان اکابر کے کارناموں کو از سر نو زندہ کیا اور نئی نسل کو اپنے بزرگوں سے ایک نئے انداز میں متعارف کروایا۔ اور یہ نوجوان نسل پران کا ایک احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل خاتم النبیین ﷺ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس سعی کو قبولیت عامہ نصیب فرمائے۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد خاتم النبیین وآلہ واصحابہ و علماء امتہ اجمعین برحمتک

احقر

یا ارحم الراحمین

جمیل احمد نعیمی (خادم دارالعلوم نعیمیہ کراچی)

## تَقْرِیظ

حضرت مولانا مفتی شاہ حسین گردیزی چشتی حنفی مدظلہ العالی  
(مہتمم مفتی دارالعلوم مہر دیہ کراچی)

سب سے پہلا فتویٰ تکفیر.....؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی رسل کرام کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی تھی آپ ﷺ آخری رسول اور آخری نبی تھے قرآن حکیم نے وحاتم النبیین کہہ کر آپ کی اس صفت کو اتنا نمایاں اور اتنا واضح کر کے بیان کیا جس میں اریاب و تشکیک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور مسلمان عہد رسالت سے لے کر آج تک اس عقیدے پر بڑی مضبوطی اور پختگی سے قائم ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کاذب مدعیان نبوت سے جدال و قتال کر کے اور انہیں اپنے انجام تک پہنچا کر اسے حقیقت ابدی کا روپ دے دیا۔

مگر متحدہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور کے موضع قادیان میں ۱۸۳۹ء ایک شخص مرزا غلام احمد پیدا ہوا جس نے مجذوب، مثیل مسیح، مسیح موعود، ظلی نبی اور پھر حقیقی نبی ہونے کا دعویٰ کر کے چادر ختم نبوت کو تار تار کرنے کی کوشش کی اور اپنے اوپر الہام اور وحی کے اترنے کے دعاوی کیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی زندگی کے چالیس سال گزارنے کے بعد اس

خاردار وادی میں قدم رکھا اور ۱۸۷۹ء میں یہ اعلان کیا کہ میں اسلام کی حقانیت اور دیگر مذاہب کی تردید میں ”براہین احمدیہ“ کے نام سے پچاس جلدوں میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں چنانچہ اس نے ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۳ء تک اس کتاب کی چار جلدیں شائع کر کے اس بات کا اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ وہ دین کی اشاعت کریں اور اس کتاب کو انہوں نے اپنے مستقبل کی تعمیر کیلئے بنیاد بنایا اور الفاظ کے بیچ و تاب سے اپنے دل کی بات گہرائی سے کر دی۔

مرزا قادیانی کے ان دعاوی تک عام لوگوں کا ذہن تو نہ پہنچ سکا بلکہ خواص سے بھی ایسے لوگ موجود تھے جن کی نظریں بال جیسی باریک گمراہی کو بھانپ نہ سکی اور ایک عرصہ دراز تک مذہب اور متشکک رہے اور وہ لوگ ان باتوں کو تصوف کے نکتے سمجھتے رہے اور تاویل کے درپے رہے اس میں سرفہرست پنجاب کے غیر مقلد عالم مولانا محمد حسین بٹالوی تھے جو اپنے نظریات میں بڑے متعصب تھے اور ”اشاعت السنہ“ کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع کرتے تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب ”براہین احمدیہ“ شائع کی تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس کتاب کی بھرپور تائید و حمایت کی اس کے بعد جب علماء اسلام کی طرف سے اس کتاب کے مضامین پر اعتراضات کئے گئے تو مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی کے غلط نظریات کی تاویلات شروع کر دیں اور اس کے محامل بیان کرنے لگے چنانچہ ۱۸۹۱ء تک وہ یہ کام کرتے رہے اس کے بعد ان کی رائے میں تبدیلی آئی اور پھر مرزا قادیانی کے غلط اور کافرانہ نظریات کی مخالفت کا آغاز کیا۔ گویا گیارہ سال کی تائید و حمایت کے بعد انہیں شرح صدر ہوا کہ مرزا قادیانی کے نظریات غیر اسلامی ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی جو دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے۔ ان کے سامنے

جب مرزا قادیانی کے نظریات پیش کئے گئے تو ان کے ”نور بصیرت“ نے بھی کسی خاص کارکردگی کا مظاہرہ نہ کیا۔ اس طرح مولانا گنگوہی بھی ایک طویل عرصہ تاویلات کے درپے رہے اور مرزا قادیانی کو ”مرد صالح“ قرار دیتے رہے۔ علماء لودھیانہ نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی تو اس سلسلہ میں مولانا گنگوہی کی طرف بھی رجوع کیا تو اس کا جو جواب انہوں نے تفصیلی لکھا۔ اس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

اگر (مرزا قادیانی کے) بعض اقوال میں دربادی الراء خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے لہذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امر تبادر معانی کو دیکھ کر تکفیر و ارتداد کا حکم فرمایا۔ اگر تاویل لکھیں تو فرما کر اس کو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا..... تکفیر مسلم کی ایسا امر بہل نہیں کہ اس طرح ذرا سی بات پر جھٹ پٹ کافر کہہ دیا جائے..... صاحب مذہب سے منقول لا نکفر احداً من اهل القبلة کہ جس کے باعث علماء نے تکفیر معتزلہ وغیرہ اہل ہوا سے اجتناب کیا ہے۔ اگرچہ ہنوات معتزلہ آپ کو معلوم ہیں کہ کس درجہ کے ہیں علیٰ ہذا شیعہ کی تکفیر میں اکثر کو تردد ہے..... کون سا قول صاحب براہین (مرزا قادیانی) کا ہے جو معتزلہ اور روافض کے کسی عقیدہ اور قول کے برابر بھی ہو اور تاویل صحت کی قبول نہ کر سکے کہ جس پر آپ نے ارتداد کے قائل کافوتی دے دیا..... کسی مسلمان کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اخروی سر پر لینا سخت نادانی و حماقت ہے..... یہ بندہ (رشید احمد گنگوہی) اس بزرگ (مرزا قادیانی) کو

کافر و فاسق نہیں کہتا، ان کو مجدد ولی بھی نہیں کہہ سکتا، ”صالح مسلمان“ سمجھتا ہے۔ (ملخصاً قادیانی قادریہ)

گویا مولانا گنگوہی ایک عرصہ دراز تک مرزا قادیانی کو بزرگ اور صالح مسلمان سمجھتے رہے اور اتقوا بفراصة المؤمن طانہ بنظر بنور اللہ کی کوئی جھلک وہ نہ دے سکے جس سے انہیں مستقبل کا عرفان ہوتا اور احتیاطی بلکہ حفاظتی تدابیر اختیار کر لی جاتیں۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری ندوہ پنجاب کے بزرگ علماء میں شمار ہوتے تھے بڑے زیرک اور فعال عالم تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی ”براہین احمدیہ“ کی تیسری جلد ۱۸۸۳ء میں جب شائع ہو کر سامنے آئی تو ان کی نظر بصیرت نے فوراً مستقبل میں جھانک لیا اور اصلاح کے جذبے کے تحت کام شروع کر دیا اور ”تحقیقات دستگیر یہ دعوات براہینیہ“ کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا جس میں مرزا قادیانی سے ان کے کفریہ نظریات سے توبہ کا مطالبہ کیا پھر اس رسالہ پر مولانا غلام رسول امرتسری، مولانا احمد بخش امرتسری، مولانا نور الدین امرتسری، مولانا غلام محمد گوی خطیب شاہی مسجد لاہور، مولانا حافظ نور احمد خطیب انارکلی لاہور، مولانا نور احمد ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم اور مولانا عبداللہ ٹوکی جیسے افاضل روزگار حضرات سے اس کی تائیدی اور اپنے موقف کو اس طرح بھرپور انداز میں پیش کیا اور اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ پھر ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں تحقیقات دستگیر یہ کا عربی ترجمہ کیا اور اس کا نام ”وجہ الشیاطین برداخلوطات البراہین“ رکھا اور حرمین شریفین کے علمائے کرام سے تائیدات حاصل کیں۔ چنانچہ مکہ مکرمہ سے مبلغ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے آپ کی تائید کرتے ہوئے لکھا:

”هو عندی خارج من دائرة الاسلام“

یعنی مرزا قادیانی میرے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے اور حضرت مولانا

صدیق کمال خفی مفتی مکہ مکرمہ، حضرت مولانا محمد سعید بن محمد باہیل شافعی، حضرت مولانا محمد بن حسین مالکی، حضرت مولانا خلف بن ابراہیم حنبلی اور مدینہ منورہ کے حضرات علماء کرام میں سے حضرت مولانا عثمان بن عبدالسلام داعستانی خفی، حضرت مولانا سید احمد برزنجی شافعی اور حضرت مولانا محمد علی بن طاہر الوتری نے آپ کے موقف کی بھرپور تائید کی اسی طرح صوبہ بہار پٹنہ کے ایک معروف عالم دین محمد بن عبدالقادر باہو جو مدینہ منورہ میں مقیم تھے نے بھی تائید کی۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے تحریک قادیانیت کے خلاف سب سے پہلے ۱۸۸۳ء میں فتویٰ کفر جاری کر کے پہلی ضرب لگائی ہے۔ اور اس کے مکروفریب کی خانہ ساز نبوت کے تار و پود کھیر کے رکھ دیئے۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کی شروع کی اس تحریک کو حضرت مولانا غلام رسول امرتسری جو رسل بابا کے نام سے معروف تھے آگے بڑھایا اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت سید بیہر مہر علی شاہ مجدد گولڑوی، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی اور حضرت مولانا انوار اللہ حیدر آبادی قدس سرہ نے متحدہ ہندوستان میں اس تحریک کا بھرپور تعاقب کیا اور دلائل و براہین سے اس ”انگریزی نبوت“ اور اس کے داعی کو خائب و خاسر کر کے ختم نبوت کا علم لہرا کر و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین کی عملی تفسیر کر کے متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنے مرکز پر قائم رکھا اور ان کے دل و دماغ کے جریدہ پر ختم نبوت کے معانی و مفہیم کو نقشِ جگر کی طرح ثابت کر دیا اور اس کے بعد متحدہ ہندوستان میں جو کام بھی ہوا وہ انہی بزرگوں کا فیض تھا اور پھر پاکستان میں دونوں دفعہ جب تحریک ختم نبوت کو آگے بڑھایا گیا اور اس کے حقیقی ثمرات حاصل کرنے کی سعی کی گئی تو انہی صاحب بصیرت اور پاک طینت بزرگوں کے خمین آگے بڑھے اور اس تحریک کی قیادت

کی۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی جو ۱۹۷۷ء میں جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد تھے نے اسمبلی کے اندر اور باہر تحریک کو کامیابی سے ہمسار کرنے کیلئے بڑی جدوجہد کی اور اس طرح تحریک اپنے منطقی انجام کو اس طرح پہنچی کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کو پارلیمنٹ نے کافر و مرتد قرار دے دیا اور انہیں مسلمان کہلانے کا حق بھی نہیں دیا اور اس کی تعلیمات کی اشاعت کو پاکستان میں ممنوع قرار دے دیا اور پھر اس فیصلے کی تشہیر پورے عالم میں کی گئی جس سے قادیانی مکروفریب کی حقیقت آشکارا ہو گئی۔

اسی طرح حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری قدس سرہ نے جس کا رخیر کا آغاز کیا تھا اس طرح وہ اپنے حقیقی اختتام تک پہنچا۔ اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری قدس سرہ نے سب سے پہلے فتویٰ تکفیر جاری کر کے اس تحریک تحفظ عقیدہ ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔

آخر میں محترم جناب مفتی محمد امین قادری زیدہ کو میں صمیم قلب اور خلوص دل سے اس بات پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ سوچا کہ ”تحریک قادیانیت“ کے خلاف جو کچھ علمائے اہل سنت نے لکھا ہے اسے یکجا کر کے تاریخی ترتیب سے شائع کیا جائے تاکہ مستقبل میں آنے والوں کے لئے یہ کام مشعلِ راہ ہو اور اس ”شیعہ ہدایت“ کو پیش نظر رکھ کے وہ اپنے عقیدہ و عمل کی تعمیر کریں، اس طرح اسلاف کا نام اور کام بھی زندہ رہے گا اور آنے والوں کو روشنی بھی ملتی رہے گی۔

شاہ حسین گردیزی

مہتمم دارالعلوم مہر ویہ کراچی



## مُقَدِّمَةٌ

از مفتی محمد امین قادری حنفی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده اما بعد

(۱)

اللہ رب العالمین کے یہاں دین حق اسلام ہی ہے کہ فرمایا اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (پ ۳ آل عمران آیت ۱۹) اور اس دین کے علاوہ اس کے یہاں کوئی دین قبول نہیں چنانچہ فرمایا وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (پ ۳ آل عمران آیت ۸۵) نیز مومن وہی ہے جو اس دین اسلام پر سچے دل سے ایمان لائے اور اس کی تصدیق کرے جیسا کہ ارشاد ہوا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط اُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (پ ۱۲۶ بقرہ آیت ۱۷۷) ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔

ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین سے ہیں اور کسی ایک ضروری دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں اگرچہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ ضروریات دین وہ مسائل دینیہ ہیں جن کو ہر خاص و عام



جانتا ہے جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیاء کرام کی نبوت، جنت و نار، حشر و نشر وغیرہا مثلاً یہ اعتقاد کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں، حضور ﷺ کے زمانے میں یا آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ اللہ رب العالمین اپنی سچی اور آخری کتاب میں ارشاد فرماتا ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ ط وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۰) (اے لوگو) حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے (سب سے آخری نبی) ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ۔ ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے ہیں اس پر (اے حبیب ﷺ) جو اتارا گیا ہے آپ پر اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے اور نیز آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (پ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ (جو) مسلمان ہیں ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے (پ ۲ سورۃ النساء آیت ۱۶۴)

اخیر کی مذکورہ دونوں آیتیں بھی آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کی بین دلیل ہیں کیونکہ وحی جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یا تو حضور ﷺ پر نازل ہوئی یا آپ سے پہلے انبیاء کرام میں سے کسی نبی پر۔ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی سلسلہ نبوت جاری رہتا یا کسی نئے نبی کا ہونا ممکن ہوتا تو ایمان کا انحصار صرف حضور ﷺ اور انبیاء سابقین پر نازل شدہ وحی پر نہ ہوتا بلکہ عبارت مثلاً یوں ہوتی وما انزل من قبلک وما ينزل من بعدک۔ ان آیات کی مزید تفسیر احادیث مبارکہ سے واضح ہو جاتی ہے۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبْنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ يَتَعَجَّبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَذَا وَضَعْتُ هَذِهِ اللَّبْنَةَ فَقَالَ فَإِنَّا اللَّبْنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے گھر بنایا اور اس کے سجانے اور سنوارنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی مگر کسی گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد پھرتے اور تعجب سے کہتے، بھلا یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ فرمایا (ﷺ) وہ اینٹ میں ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب النصاب باب خاتم النبیین ﷺ ج ۱ ص ۵۰۱)

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین ج ۲ ص ۲۴۸)

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارَ فَأَتَمَّهَا وَأَكْمَلَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبْنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُونَهَا وَيَتَعَجَّبُونَ مِنْهَا وَيَقُولُونَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبْنَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَإِنَّا مَوْضِعُ اللَّبْنَةِ جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْأَنْبِيَاءَ۔ یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور انبیاء (سابقین) کی مثال ایسی ہے جیسے

کسی آدمی نے گھر بنایا اور اس کے مکمل اور کامل ہونے میں کوئی کمی نہ چھوڑی مگر کسی گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد پھرتے اور تعجب سے کہتے! بھلا یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس اینٹ کی جگہ آیا ہوں اور میں نے انبیاء (کی آمد) کو ختم کر دیا۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین ج ۲ صفحہ ۲۳۸)

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال..... اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخَيَّمَ بِي النَّبِيُّونَ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا..... مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔

(صحیح مسلم ج ۱ کتاب الساجدہ ورائع الصلوۃ ص ۹۹، جامع ترمذی ج ۱، باب اجابہ فی الغنم ص ۱۸۸)

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک رسالت و نبوت ختم ہوگئی تحقیق میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی نبی۔

(جامع ترمذی ج ۲، ابواب الردی عن رسول اللہ ﷺ ص ۵۱)

عن ابی امامۃ الباہلی قال خَطَبَنَا رسول اللہ ﷺ..... وَاَنَا اَخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتُمْ اَخِرُ الْاُمَمِ یعنی حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا.... اور میں

تمام انبیاء کے اخیر میں ہوں اور تم بھی آخری امت ہو۔

(سنن ابن ماجہ ابواب النسخ ص ۲۹۷)

عن عقبہ بن عامر قال قال رسول اللہ ﷺ لو كان نبی بعدی لكان عمر بن الخطاب حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔

(جامع ترمذی ج ۲، مناقب ابی حفص عمر بن خطاب ص ۲۰۹)

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ ﷺ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى اِلَّا اَنْهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(صحیح مسلم ج ۲ کتاب الفضائل باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

(جامع ترمذی ج ۲ مناقب علی بن ابی طالب روایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ)

عن سعد بن ابی وقاص... سمعت رسول اللہ ﷺ يقول لِعَلِيٍّ وَخَلَفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) تُخَلِّفُنِيْ مَعَ النِّسَاءِ وَ الصِّبْيَانِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَّا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنْهُ لَا نَبِيَّۃَ بَعْدِيْ یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے..... میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ

حضرت علیؓ سے گفتگو فرما رہے تھے آپ نے انہیں کسی غزوہ کے موقعہ پر اپنا نائب مقرر کیا حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے لیکن تحقیق میرے بعد نبوت نہیں۔

(جامع ترمذی ج ۲ باب مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام)

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسْتَوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْتُمُونَ لِيَعْنِي (راوی حضرت ابی ہریرہؓ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہوا اسرائیل میں حکومت پیغمبر کیا کرتے تھے جب ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا۔ لیکن یاد رکھو میرے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں ہے، ہاں عنقریب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ (صحیح البخاری ج ۱، کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن نبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۰)

(سنن ابن ماجہ ابواب الہدایہ باب ما ذکر عن نبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۰)

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں بھی بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر تاریخ پر نظر دوڑائیں تو کچھ نام ایسے ملتے ہیں جنہوں نے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اپنے آپ کو نبی سمجھا تو یہ کون لوگ ہیں؟ آئیں احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان لوگوں کا جائزہ لیتے ہیں چنانچہ نبی غیب داں عالم مایکون وماکان حضور ختم المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ سید العالمین محمد رسول اللہ

ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ... وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..... اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب (جھوٹے) ہوں گے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد ج ۲، کتاب الفتن ص ۲۳۲، جامع ترمذی ج ۲، ابواب الفتن ص ۴۵)

عن ابی ہریرۃ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَبْعَثَ ذُجَالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بہت جھوٹے دجال نکل آئیں جو تیس (۳۰) کے قریب ہوں گے ان میں سے ہر ایک رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرے گا۔

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب الفتن ص ۱۰۵، صحیح مسلم ج ۲، کتاب الفتن ص ۳۹۷)

(جامع ترمذی ج ۲، ابواب الفتن ص ۴۵)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَيَّ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَعَلَ يَقُولُ إِنْ جَعَلَ لِي مُحَمَّدٌ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ وَقَدِمْتُهَا فِي بَشَرٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ بْنُ شِمَاسٍ وَفِي

يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فُطِعَتْ جَرِيدٌ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالَ لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ الْقِطْعَةَ مَا عَظَّمْتُكُمْ وَلَنْ تَعْلَمُوا أَمْرَ اللَّهِ فِيكُمْ وَلَنْ أَذْبُرْتَ لِيَقْفِرَنَّكَ اللَّهُ وَإِنِّي لَأَرَاكَ الْبَدَى أُرِيتُ فِيكَ مَا رَأَيْتُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَيْنَمَا نَأْتِمُ رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سَوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهْمَنِي شَأْنُهُمَا فَأَوْحَى إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنْ انْفُخْهُمَا فَانْفُخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَلَّتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِي فَكَانَ أَحَدُهُمَا الْعَنَسِيُّ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابِ صَاحِبِ الْيَمَامَةِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد کرامت میں مسیلہ کذاب آکر کہنے لگا اگر محمد مجھے اپنا جانشین مقرر کر دیں تو میں ان کی پیروی کرنے کے لئے تیار ہوں اور اپنی قوم کے بہت سے آدمی لے آیا پس رسول اللہ ﷺ اس کی طرف گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے اور رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس میں ایک چھوٹی سے لکڑی تھی یہاں تک کہ آپ مسیلہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے اور فرمایا اگر تم مجھ سے اس لکڑی کے برابر بھی کوئی چیز مانگو تو تمہیں نہیں دوں گا تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا اگر تم نے پیٹھ پھیری (اسلام سے) تو اللہ تمہیں تباہ و برباد کر دے گا اور بے شک میں تمہیں وہی کچھ دیکھ رہا ہوں جو خواب میں دکھایا گیا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے حضرت ہریرہ رضی اللہ

نے بتایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو ٹکڑے دیکھے، انہیں دیکھ کر مجھے فکر لاحق ہوئی اس خواب میں میری طرف وحی فرمائی گئی کہ ان پر پھونک مارو۔ پس جب میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ پس میں نے اس خواب کی تعبیر دیکھی اب ٹھہرائے جو میرے بعد نکلیں گے۔ ان میں سے ایک عنسی (اسود) اور دوسرا یمامہ کا رہنے والا مسیلہ کذاب ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱، کتاب المناقب ص ۵۱۱)

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح البخاری میں مسیلہ کذاب اور اسود عنسی کے متعلق احادیث کتاب المغازی، کتاب التعمیر اور کتاب التوحید میں ذکر کی ہیں۔ اسود عنسی کو فیروز نے قتل کیا اور مسیلہ کذاب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو امیر المومنین خلیفہ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اس کے خلاف لشکر کشی کی اور تب چین کا سانس لیا جب اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بے شک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان شہید ہوئے جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن اور جلیل المرتبت صحابہ تھے لیکن امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنے کو کچلنا ضروری سمجھا۔ آپ نور صدیقیت سے دیکھ رہے تھے کہ اگر ذرا بھی تساہل برتا تو یہ امت سینکڑوں گروہوں میں نہیں سینکڑوں امتوں میں بٹ جائے گی ہر امت کا اپنا نبی ہوگا اور ہر امت اپنے اپنے نبی کی منہ بولی شریعت کو اپنائے گی۔ قارئین کو یہ بات بھی مد نظر رکھنی چاہئے کہ مسیلہ کذاب، آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ رضی اللہ عنہ کی نبوت کا منکر نہیں تھا بلکہ اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ وہ حضور ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھا۔ چنانچہ حضور خاتم الانبیاء والرسل کی ظاہر زندگی کے آخری ایام میں اس نے جو عریضہ ارسال



خدمت کیا تھا، اس کے الفاظ یہ ہیں:

”من مسیلمة الرسول الی محمد رسول الله“

کہ یہ خط مسیلہ کی طرف سے جو اللہ کا رسول ہے محمد رسول

اللہ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔

علامہ طبری نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اس کے ہاں جواذان مروج تھی

اس میں اشہد ان محمدا رسول بھی کہا جاتا تھا بایں ہمہ خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی اور اس کو واصل جہنم کر کے آرام کا سانس لیا۔

### جھوٹے مدعیان نبوت کا انجام

احادیث مبارکہ کی روشنی میں قیامت تک مختلف ادوار میں نبوت کا دعویٰ

کر نیوالے کذاب (جھوٹے) ظاہر ہوں گے۔ لہذا ہر دور میں ایسے کذاب پیدا ہوئے اور فدا یان ختم نبوت نے ان کذابوں کی گردنیں اڑا کر ان کو واصل جہنم کیا۔

اسود غسی (۱۱ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ فیروز دیلی نے محل میں گھس کر

اس کی گردن توڑ کر ہلاک کیا۔

مسیلہ کذاب (۱۲ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے جنگ

یرامہ میں اس کو نیزہ مار کر ہلاک کیا۔

مقتدر ثقفی (۶۷ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ حضرت مصعب بن زبیر رحمۃ اللہ

تایہ سے جنگ میں مارا گیا۔

حارث کذاب دمشقی (۶۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ عبدالملک مردان کے حکم پر ہلاک کیا گیا۔

مغیرہ عجمی (۱۱۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دور میں امیر عراق خالد بن عبداللہ قسری نے اسے زندہ جلا کر رکھ کر دیا۔

بیان بن سمان تمیمی (۱۱۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ امیر عراق خالد بن عبداللہ قسری نے اسے زندہ جلا کر رکھ کر دیا۔

بہافرید نیشاپوری نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، عبداللہ بن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے گرفتار کر کے ابو مسلم خراسانی کے دربار میں پیش کیا جنہوں نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔ اسحاق اخرس مغربی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کی فوج سے شکست کھا کر ہلاک ہوا۔

استاد سیس خراسانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے حکم پر خازم بن خزیمہ نے اس کی فوج کو شکست دی اور اس کو گرفتار کر کے اس کی گردن اڑادی۔

علی بن محمد خارجی (۲۰۷ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ معتد کے زمانے میں موفق نے اس کی فوج کو شکست دے کر اس کا سر کاٹ کر نیزوں پر چڑھایا۔

بابک بن عبداللہ (۲۲۲ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ خلیفہ معتصم کے حکم پر اس کا ایک ایک عضو کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔

علی بن فضل یمنی (۳۰۳ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ بغداد کے لوگوں نے اس کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔

عبدالعزیز یاسندی (۳۲۲ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ لشکر اسلامی نے محاصرہ کر کے شکست دی اور سر کاٹ کر خلیفہ المسلمین کو بھیجا دیا۔

حامیم مجلسی (۳۲۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ قبیلہ معمودہ سے احوال کے مقام پر ایک لڑائی میں مارا گیا۔

ابو منصور عسکری برغواطی (۳۶۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ بلکین بن زہری سے جنگ میں شکست ہوئی اور ہلاک ہوا۔

اصغر تغلبی (۴۳۹ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ حاکم نصر الدولہ بن مروان نے ایک دستہ بھیج کر اس کو گرفتار کر دیا اور جیل میں ڈال دیا جہاں یہ ہلاک ہوا۔

احمد بن قسی (۵۶۰ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ حاکم عبدالمومن نے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا جہاں یہ ہلاک ہوا۔

عبدالحق مرسی (۶۶۸ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اس نے ایک روز فصد کھلوایا۔ قہر الہی سے خون بہتا رہا۔ یہاں تک کہ ہلاک ہوا۔

عبدالعزیز طرابلسی (۷۱۷ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، حاکم طرابلس کے حکم پر ایک لشکر نے اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

سابقہ چاروں صدیوں میں سلاطین اسلام کے باہمی انتشار اور دین سے دوری کی بناء پر ممالک اسلامیہ میں فرنگیوں کا تسلط بڑھ گیا۔ اس وجہ سے بایزید روشن ۹۹۰ھ بہاء اللہ نور ۱۳۰۸ھ اور غلام احمد قادیانی ۱۳۳۶ھ وغیرہ کذاب (جھوٹے مدعی نبوت) سزائے موت سے بچے رہے البتہ قہر الہی سے بے نام و نشان مٹ گئے۔



انگریزوں نے سونے کی چڑیا دیکھ کر اپنے بھوکے ملک سے افلاس دور کرنے کی خاطر متحدہ ہندوستان کے خوشحال ترین صوبہ بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی۔ جب تجارت کے پردے میں یہاں خوب پاؤں جم گئے تو ملک پر لپٹائی ہوئی نگاہیں ڈالنے لگے۔ حصول مقصد کی خاطر جوڑ توڑ کا جال بچھنا شروع کیا اور اپنی عیاری سے بنگال پر قابض ہو گئے دیسی غداروں اور زرخیز کارندوں کے باعث یکے بعد دیگرے مختلف ریاستوں پر قبضہ جماتے ہوئے ایک روز سرزمین ہند کے واحد مالک بن بیٹھے۔

چونکہ متحدہ ہندوستان کی مرکزی حکومت یعنی دہلی کا تخت و تاج آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے چھینا تھا اور مسلمان ہی فقال نظر آتے تھے لہذا ملک کے فرمانروا جتنے ہی ملت اسلامیہ کو صلیب کا شیدائی بنانے کی سر توڑ کوشش کی اور انگلینڈ سے اس مقصد کی خاطر پادری صاحبان بلائے شروع کر دیے، جو آتے ہی اسلامی عقائد و نظریات اور بانی اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دیئے اور علمائے اسلام کو جگہ جگہ دعوت مناظرہ دیتے پھرتے۔ برساتی حشرات الارض کی طرح پادریوں کا جال پورے ملک میں بچھ چکا تھا۔

۱۸۵۳ء میں لندن سے اپنے مایہ ناز مناظر پادری فنڈر کو بھیجا گیا، جو عربی اور فارسی میں بھی خاصی مہارت رکھتا تھا۔ اس نے آتے ہی مختلف شہروں میں تقریریں کرتے ہوئے بلند بانگ دعوے کیے اور اسلام کی حقانیت کو چیلنج کرتے ہوئے مقابلے کیلئے علمائے کرام کو لالکارا۔ چنانچہ ”مدرسہ صولیہ“ واقع مکہ مکرمہ کے بانی پایہ حریم مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) نے ڈاکٹر وزیر خاں مرحوم کی معیت میں پادری فنڈر سے مناظرہ کیا اور آگرے کی سرزمین میں اس کا سارا علمی غرور ایسا خاک میں ملایا کہ روسیہ ہی کو چھپانے کی خاطر پادری صاحب کو متحدہ ہندوستان سے بھاگتے ہی بنی اور

کیرانوی صاحب نے رد نصاریٰ پر عربی میں ”اظہار الحق“ کتاب تصنیف فرمائی۔ اسی طرح مختلف پادریوں نے جگہ جگہ منہ کی کھائی۔

تقریر و تحریر اور مباحثہ و مناظرہ کے میدانوں میں جب پادری صاحبان منہ کی کھار ہے تھے تو ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنا منصوبہ زندہ درگور ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔ ان حالات میں پرانے شکاری ایک نیا جال لے کر نمودار ہوئے۔ چنانچہ ۱۸۵۵ء میں پادری ایڈمنڈ نے کلکتہ سے ہر تعلیم یافتہ مسلمان اور خصوصاً سرکاری ملازمین کے پاس ایک عسکتی مراسلہ بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا:

”اب ہندوستان میں ایک عملداری ہوگئی، تار برقی سے ہر جگہ کی خبر ایک ہوگئی، ریلوے اور سڑک سے ہر جگہ کی آمد و رفت ایک ہوگئی، مذہب بھی ایک چاہیئے اس لیے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہو جاؤ۔“

(۱۸۵۵ء مصنف غلام رسول مہر ص ۲۹)

انگریزوں کی ایسی عیار یوں کے خلاف لاوا پکٹا رہا اور دل و دماغ کھولتے رہے، جس کا نتیجہ ۱۸۵۷ء میں غلام و مظلوم اور حاکم و مظلوم کے درمیان فیصلہ کن تصادم کی صورت میں منظر عام پر آیا۔ اس تصادم کے بعد انگریز اگرچہ پورے ملک پر قابض ہو گئے لیکن اس معرکہ آرائی نے ان کی طاقت کا بھرم کھول کر رکھ دیا تھا۔ لہذا وہ حساس ہو گئے اور اپنی پالیسی کو ”پراسرار“ بنا لیا جو زہر جبراً کھلاتے تھے اب ایسی گولیوں کی صورت میں مسلمانوں کے حلق سے اتارنے لگے جو دیکھنے میں خوش نما اور دہن کو شیریں معلوم ہوتی تھیں۔ اپنے اس خالمانہ منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر اور منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے ایسے صاحبان جہ و دستار کی جستجو ہوئی جن سے تخریب دین اور افتراق بین المسلمین کا کام لیا جائے۔

(۳)

اس سلسلے میں پادری صاحبان کی ایک رپورٹ قارئین کی نظر کی جاتی ہے۔  
رپورٹ پادری صاحبان:

یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت چیری، مریدی کے رجحانات کی حامل ہے۔ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ”ظلی نبوت“ کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعویٰ کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ کام ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن اب جبکہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو گیا ہے تو ان حالات میں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔

(تحقیقات ص ۷-۱۲۵۶ رفیع الہندیشی شریف الحق، مجددی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری، ربک پور)

اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے انہیں ایک وفادار غلام کی تلاش تھی جو ان کے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے تو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا اور اس پر نظر انتخاب اس لئے بھی ٹھہری کہ اس کے باپ حکیم مرزا غلام مرتضیٰ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ میں پچاس گھوڑے، بیس سواروں کے مسلمانوں کے خلاف فراہم کئے تھے۔

دجال مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹-۳۰ء میں ضلع گورداس پور تحصیل بٹالہ کے گاؤں قادیان میں پیدا ہوا۔ اور ابتداءً غیر مقلد یعنی اہلحدیث تھا اس بات کی تائید خود مرزا قادیانی کا شیوا مرزا بشیر احمد ایم۔ اے کرتا ہے:

”آپ (قادیانی) نماز نہایت اطمینان سے پڑھتے ہاتھ سینے پر باندھتے۔ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو سہارا لیتے..... رفع یدین کرتے تھے..... تسبیح میں دو رکعت وتر جدا پڑھتے اور پھر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھتے تھے۔“

(سیرت الہدیٰ حصہ دوم صفحہ ۳۸ اشاعت اپریل ۱۹۳۹ء)

نیز مرزا بشیر احمد ایم۔ اے مزید لکھتا ہے:

”مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود بڑی سختی کے ساتھ اس بات پر زور دیتے تھے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔“

(سیرت الہدیٰ حصہ دوم صفحہ ۳۹، روایت ۳۵۹)

”عقائد و تعامل کے لحاظ سے دیکھیں تو آپ کا طریق

حقیوں کی نسبت اہل حدیث سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔“

(سیرت الہدیٰ حصہ دوم صفحہ ۳۹، روایت ۳۵۸)

جماعت اہلحدیث ہند کے سربراہ مولوی محمد حسین بٹالوی مرزا دجال کے بچپن کے دوست اور ہم سبق بھی تھے۔

مرزا بشیر احمد ایم۔ اے لکھتا ہے:

”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ میری شادی سے پہلے حضرت صاحب کو معلوم ہوا تھا کہ آپ کی دوسری شادی دلی میں ہوگی چنانچہ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس اس کا ذکر کیا۔ تو چونکہ اس وقت اس کے پاس تمام اہلحدیث لڑکیوں کی فہرست رہتی تھی اور میر صاحب (بشیر احمد ایم۔ اے کا نانا) بھی اہلحدیث تھے اور اس سے بہت میل ملاقات رکھتے تھے اس لئے اس نے حضرت صاحب کے پاس میر صاحب کا نام لیا۔ آپ نے میر صاحب کو لکھا۔ شروع میں میر صاحب نے اس تجویز کو بوجہ تفاوت عمر ناپسند کیا۔ مگر آخر رضامند ہو گئے اور پھر حضرت صاحب مجھے بیاہنے والی گئے۔ آپ کے ساتھ شیخ حامد علی اور لالہ ملا دامل بھی تھے نکاح مولوی نذیر حسین نے پڑھایا تھا۔ یہ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ بروز پیر کی بات ہے اس وقت میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ حضرت صاحب نے نکاح کے بعد مولوی نذیر حسین کو پانچ



روپے اور ایک مصلے نذر دیا تھا۔

(سیرت المہدی ص ۵۸، ۵۹، اشاعت دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۵ء)

اسی طرح کا مضمون ”سیرت المہدی“ کے دوسرے حصے میں بھی ہے

”مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ تمہارے

(مرزا بشیر احمد ایم۔ اے) ناناکے بہت تعلقات تھے انہوں

نے کئی دفعہ تمہارے ابا کیلئے سفارشی خط لکھا اور بہت

زور دیا کہ مرزا صاحب بڑے نیک اور شریف اور خاندانی

آدمی ہیں میری یہاں بھی تسلی نہ ہوئی کیونکہ ایک

تو عمر کا بہت فرق تھا..... (سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۱۱، سن

اشاعت ماہ دسمبر ۱۹۷۲ء)

یہ بات بھی واضح ہے کہ غیر مقلدین یعنی جماعت الہدیٰ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے تبعین میں سے ہے اور فرقہ قادیانی بھی وہابیہ کی ایک قسم ہے جیسا کہ حضرت مولانا حیدر اللہ خان درانی نقشبندی خفی لکھتے ہیں:

”اور انہی وہابیہ کا ایک صنف فرقہ نجدیہ اور فرقہ قادیانی

ہے جس کی نسبت حضرت عمر ؓ نے جو ترجمان غیب

تھے۔ اپنے ایک خطبہ میں پیش گوئی فرمائی۔ عن ابن

عباس قال خطبنا عمر فقال يا ايها الناس

سيكون قوم من هذه الامة يكذبون بالرجم

ويكذبون بالدجال ويكذبون بطلوع الشمس

من مغربها ويكذبون بعذاب القبر ويكذبون

بالشفاعة ويكذبون بقوم يخرجون من النار

بعدهما افنحشوا اے لوگو! اس امت سے ایک قوم

پیدا ہونے والی ہے جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال

معبود کا انکار کرے گی اور مغرب کی طرف سے آفتاب

کے طلوع ہونے کو باطل کہے گی اور عذاب قبر کو جھٹلائے

گی اور شفاعت کی منکر ہوگی اور اس قوم کے امر سے انکار

کرے گی جو آگ میں جلنے کے بعد دوزخ سے نکالی

جاوے گی۔ (زلہ الخامس ۱۸۱) پس حضرت عمر ؓ کی اس

پیش گوئی میں غور کیا جاوے اور اس کو واقعات خارجیہ

کے مطابق کر کے دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا اسی فرقہ قادیانی

اور نجدی نے امور خوارق عادات کا انکار کیا ہے اور علی

الخصوص دجال معبود کا انکار اسی قادیانی صاحب نے کیا

چنانچہ وہ اپنے ”ازالة الاحیاء“ صفحہ ۳۸۶ میں لکھتے ہیں۔

کہ ”دجال جس کا ذکر فاطمہ بنت قیس کی حدیث میں

زندہ موجود ہونے کا ہے وہ فوت ہو چکا ہے اور مراد اُس کا

مثیل ہے جو گر جائے فکل کر مشرق و مغارب میں پھیل

گیا یعنی گروہ پادریان“ اور اسی طرح آنحضرت ؐ

نے اُن تیس کذابوں کے وجود سے اطلاع دی جو کہ اپنے

کو نبی اللہ کہنا زعم کریں گے اور نیز ان تیس دجالوں کے

حدوث سے آگاہ فرمایا جو اپنے کو رسول اللہ کہنا زعم کریں گے

چنانچہ امرا ذل حدیث ثوبان سے ثابت ہے جو ابو داؤد اور

ترمذی سے مشکوٰۃ میں سے اور امر ثانی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے جو بخاری و مسلم میں مروی ہے۔

سیکون فی اُمّی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انه نبی اللہ۔ (ثوبان۔ ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ) لانقوم

الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلہم یزعم انه رسول اللہ (ابو ہریرہ متفق علیہ)

بس اس پیش گوئی کو بھی خارج میں مطابق کر کے

دیکھا جائے تو مسیلہ کذاب اور اسود عنسی

اور حمدان بن قریط اور محمد بن

عبدالوہاب کے بعد بھی قادیانی صاحب ہیں جنہوں

نے اپنے کو نبی ہونا کہا (ورۃ الدیانی علی المرتد القادیانی، مقدمہ ششم)

اس بات کی تائید فاتح قادیانیت حضرت پیر مرہ علی شاہ چشتی حنفی گوڑوی رحمۃ اللہ علیہ

رو قادیانیت پر اپنی مشہور تالیف ”سیف چشتیائی“ میں اس طرح فرماتے ہیں۔

”تو مسیلہ کذاب اور اسود عنسی اور

حمدان بن قریط اور محمد بن عبدالوہاب

کے بعد بھی قادیانی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے کو نبی

سمجھا“ (سیف چشتیائی صفحہ ۹۸ مطبوعہ راولپنڈی)

دجال مرزا نے ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۸ء تک بتدریج دعوے

کے پہلے پہل محدث، عالم، مجدد، مسیح موعود، مہدی اور پھر نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔

مرزا دجال کے عقائد

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ خود کو خدا

سمجھا اور اللہ رب العالمین، انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بے باکی کے ساتھ

گستاخیاں کیں خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ علیہ السلام جو بن باپ کے ہیں اور ان کی

والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ بی بی مریم کی شان جلیل میں طہارت کی گواہی پر قرآن ناطق

ہے اس قادیانی نے وہ بیہودہ کلمات استعمال کئے جن کے ذکر سے مسلمانوں کے دل دہل

جاتے ہیں مگر ضرورت زمانہ مجبور کر رہی ہے کہ لوگوں کے سامنے ان میں سے چند بطور نمونہ

ذکر کئے جائیں۔ یوں تو اس کا فقط مدعی نبوت بننا ہی اس کے کافر ہونے اور ابدالاً جہنم میں

رہنے کے لئے کافی تھا کہ اس کا یہ دعویٰ قرآن مجید کا انکار اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم

النبین نہ ماننا ہے مگر اس نے اتنی ہی بات پر اکتفا نہ کیا بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب

دو تین کا وبال بھی اپنے سر لیا اور یہ صد ہا کفر کا مجموعہ ہے کہ ہر نبی کی تکذیب مستقلاً کفر ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ وغیرہ آیات اس کی شاہد ہیں نیز

اس نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کی شان اقدس میں نازل شدہ آیات کو

اپنے اوپر جمایا اور اپنے کو نبی سے بہتر بتایا ایسے شخص اور اس کے قبیعین کے کافر ہونے میں

مسلمانوں کو ہرگز شک نہیں ہو سکتا بلکہ ایسے کی تکفیر میں اس کے اقوال پر مطلع ہو کر جو شک

کرے خود کافر۔

اب اس کے اقوال پر ہمیں تمام حوالہ جات مرزا قادیانی کی کتب سے دیئے گئے ہیں:

۱۔ وانت من ماء نا (اور تو ہمارے پانی سے ہے)

(اربعین نمبر ۲، ص ۳۳، روحانی خزائن ج ۱، ص ۳۸۵)

۲۔ انت منی بمنزلة اولادی، انت منی وانا منک (تو مجھ سے بمنزلہ میری اولاد کے ہے، تو مجھ سے اور میں تجھ سے)

(دافع البلاء ص ۶، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۷)

۳۔ انت منی بمنزلة ولدی (تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے)

(حقیقت الوحی باب چہارم ص ۸۶، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)

۴۔ ورايتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی هو (میں مرزا قادیانی) نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں، میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۶۴، روحانی خزائن ج ۵ ص ۵۶۴)

۵۔ دخل ربی علی وجودی

(آئینہ کمالات اسلام ص ۶۵، روحانی خزائن ج ۵ ص ۵۶۵)

۶۔ خلقت السموات والارض

(آئینہ کمالات اسلام ص ۶۵، روحانی خزائن ج ۵ ص ۵۶۵)

۷۔ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا

(دافع البلاء ص ۱۵، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱)

۸۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا مِنَ الْقَادِيَانِ، وبالحق انزلناه وبالحق نزل یعنی ہم نے نشانوں اور عجائبات کو نیز اس الہام پر از معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے اور بضرورت حقہ اترا ہے

(برائین احمدیہ بقیہ حاشیہ ص ۳۹۹، روحانی خزائن ج ۱ ص ۵۹۳)

۹۔ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام (متمی بھی رکھا اور نبی بھی

(ازلہ ادبام ص ۵۳۳، روحانی خزائن ج ۳ ص ۳۸۶)

۱۰۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر۔ اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پرنازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں

(حقیقت الوحی ص ۲۲۰، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۲۲۰)

۱۱۔ اے عزیز و اتم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کیلئے بہت پیغمبروں نے بھی خواہش کی ہے

(برائین نمبر ۴ ص ۱۰۰، روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۳۳۳)

۱۲۔ خدا نے آج سے تیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے

(ایک ظلی کا ازالہ ص ۱۰، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۶۱۶)

۱۳۔ یا احمد فاضلت الرحمة علی شفیتک اِنَّا اعطیک الکوثر فصل لربک وانحر واقم الصلوة لذكری. انت معی وانا معک، سرک سرى..... ورفعنا لک ذکرک اے احمد (مرزا قادیانی) تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی ہے ہم نے تجھ کو معارف کثیر عطا فرمائیں ہیں، سو اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے اور میری یاد کیلئے نماز کو قائم کر، تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں، تیرا بھید میرا بھید ہے اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ہے۔

(برائین احمدیہ حاشیہ ص ۵۱۸/۵۱۷، روحانی خزائن ج ۱ ص ۶۱۸/۶۱۷)

۱۴۔ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ ومطهرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعواک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القيمة ثلثة من الاولین وثلثة من الاخرین اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف

انٹھاؤں گا یعنی رفع درجات کروں گا یا دنیا سے اپنی طرف انٹھاؤں گا اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں دوں گا یعنی تیرے ہم عقیدہ اور ہم مشربوں کو حجت اور برہان اور برکات کے رو سے دوسرے لوگوں پر قیامت تک فائق رکھوں گا پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی یہی عاجز مراد ہے

(برائین احمد یہ حاشیہ ص ۵۵۸/۵۵۷، روحانی خزائن ج ۱ ص ۶۶۵)

۱۵۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صد بار دفعہ

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۲، روحانی خزائن ج ۱ ص ۱۸، ص ۲۰۶)

۱۶۔ هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و ذین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

(دیکھو برائین احمد یہ ص ۳۹۸)

اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، روحانی خزائن ج ۱ ص ۱۸، ص ۲۰۷)

۱۷۔ قل انما انا بشر مثکم یوحی الیّ

(کہہ میں صرف تمہارے جیسا آدمی ہوں، مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے)

(برائین احمد یہ ص ۵۱۳/۵۱۲، روحانی خزائن ج ۱ ص ۶۱۱/۶۱۰)

۱۸۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم

اس وحی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، روحانی خزائن ج ۱ ص ۱۸، ص ۲۰۷)

۱۹۔ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً وہ پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات

میں تجھے (مرزا کو) سیر کرادیا (حقیقت الوحی باب چہارم ص ۸، روحانی خزائن ج ۱ ص ۸۱)

۲۰۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین

اور ہم نے تجھے (اے مرزا) تمام دنیا پر رحمت کرنے کے لئے بھیجا ہے

(حقیقت الوحی باب چہارم ص ۸۲، روحانی خزائن ج ۱ ص ۲۲، ص ۸۵)

۲۱۔ انا اعطیناک الکوثر

ہم نے کثرت سے تجھے دیا ہے

(حقیقت الوحی باب چہارم ص ۱۰۲، روحانی خزائن ج ۱ ص ۲۲، ص ۱۰۵)

۲۲۔ یتس . انک لمن المرسلین

اے سردار تو خدا کا مرسل ہے

(حقیقت الوحی باب چہارم ص ۱۰۷، روحانی خزائن ج ۱ ص ۲۲، ص ۱۱۰)

۲۳۔ سلام علی ابراہیم

سلام ہے ابراہیم پر (یعنی اس عاجز پر) (اربعین نمبر ۳، ص ۸، روحانی خزائن ج ۱ ص ۳۲۰)

۲۴۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اٹحق ہوں، میں اسمعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں

(حقیقت الوحی حاشیہ ص ۷۳، روحانی خزائن ج ۱ ص ۲۲، ص ۷۶)

۲۵۔ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اٹحق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسمعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں

(تحریر حقیقت الوحی ص ۸۵/۸۳، روحانی خزائن ج ۱ ص ۲۲، ص ۵۲۱)

۲۶۔ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر

(اربعین نمبر ۳، ص ۱۹، روحانی خزائن ج ۱ ص ۷۷، ص ۳۵۳)



۲۷۔ خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے (تحدیث حقیقت الیقینی ص ۱۳۷، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۵) ۲۸۔ پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچا یا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا (برائین احمد یہ حصہ پنجم ص ۹۹، روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۹۹)

۲۹۔ کامل مہدی نہ ہوئی تھا..... اور نہ عیسیٰ

(اربعین نمبر ۲ ص ۱۸، روحانی خزائن ج ۷ ص ۳۶۰)

۳۰۔ ایک بادشاہ کے وقت میں چارسو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشین گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا

(ازالہ ابہام حصہ دوم ص ۶۲۹، روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۳۹)

۳۱۔ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں

(ازالہ ابہام حصہ اول ص ۳۰۳، روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۵۵/۲۵۴)

۳۲۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۰)

۳۳۔ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی، ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا، اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے، مگر میرے (قادیانی) نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ

بولنے کی بھی عادت تھی

(انجام آختم حاشیہ ص ۵، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

۳۴۔ جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہ نکل سکیں

(روحانی خزائن ج ۳ ص ۱۰۶)

۳۵۔ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے

(میسر سالہ انجام آختم ص ۷، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

۳۶۔ لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام ”حصوٰز رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے

(دافع البلاء حاشیہ ص ۳۰، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۰)

۳۷۔ نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں

کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔

(انجامِ مہتمم حاشیہ ص ۶، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

۳۸۔ عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد بٹھرایا، اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا

(انجامِ مہتمم حاشیہ ص ۶، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

۳۹۔ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے، اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے

(مکشی نور حاشیہ ص ۴۲، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۷۱)

۴۰۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا

(دائع البلاء ص ۱۱۳، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳)

(۴)

علماء و مشائخ اہل سنت کی علمی و عملی جدوجہد

مرزا قادیانی کے گمراہ کن دعووں اور ضلالت و کفریات کے رد و ابطال میں علماء و مشائخ اہلسنت اول روز ہی سے میدانِ عمل میں موجود تھے۔ جن میں مولینا غلام دستگیر نقشبندی حنفی قصوری، مفتی غلام قادر چشتی حنفی، بھیروی، مولینا فیض الحسن چشتی حنفی سہارنپوری، مولینا غلام دسول نقشبندی حنفی امرتسری، علامہ قاضی فضل احمد نقشبندی حنفی لدھیانوی، اعلیٰ حضرت مفتی احمد رضا

خان قادری حنفی بریلوی، فاتح قادیانیت حضرت پیر مہر علی شاہ چشتی حنفی گولڑوی، حضرت علامہ اصغر علی روحی حنفی لاہوری، مولانا نواب الدین رندای حنفی، حضرت مولانا کرم الدین دیر چشتی حنفی جہلمی، مولینا محمد حیدر اللہ خان نقشبندی حنفی، علامہ مولینا انوار اللہ صاحب فاروقی نقشبندی حنفی حیدرآباد دکن، مجتہد الاسلام علامہ حامد رضا خان صاحب قادری حنفی بریلوی، مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری حنفی بریلوی، مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھی رحمہ اللہ اس محاذ پر سرفہرست ہیں اور ان اکابر کے شب و روز دجال مرزا کی تردید، مناظرہ، مباحثہ اور مبالغہ میں بسر ہو رہے تھے۔ ان عظیم شخصیات میں خاص کر دو ہستیاں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہما اللہ ایسی ہیں کہ ان کے تلامذہ و خلفاء کی جماعت ہمیشہ ترید قادیانیت پر کمر بستہ رہی۔ شدت کا حال یہ تھا کہ حضرت علامہ مولانا مفتی غلام قادر بھیروی چشتی حنفی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی (۱۹۰۸ء) نے مسجد کی پیتھانی پر ایک پتھر نصب کروادیا تھا جس پر یہ عبارت درج ہے:

”باتفاق انجمن حنفیہ و حکم شرع شریف قرار پایا کہ کوئی

دہابی، رافضی، نیچری، مرزائی مسجد ہذا میں نہ آئے

اور خلاف مذہب حنفی کوئی بات نہ کرے“

فقیر غلام قادر غنی عہد متولی بیگم شاہی مسجد

واضح رہے مرزا قادیانی نے ابتداءً اپنے آپ کو ادیان باطلہ کے مقابل ایک مناظر اور اسلام کے محافظ کے طور پر متعارف کروایا اور مسیحی پادریوں اور آریا سماجیوں سے ہلکے پھلکے مباحثے بھی کیے جن کی بہت زیادہ تشہیر کی جس کے بعد مرزا نے اعلان کیا کہ وہ

حقانیت اسلام پر ایک بہت ضخیم کتاب بعنوان ”براہین احمدیہ“ شائع کرنا چاہتا ہے جس میں حقانیت اسلام پر بے شمار دلائل ہوں گے۔ اسی ”براہین احمدیہ“ کے پہلے دو حصے ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئے۔ تیسرا حصہ ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا تیسرے حصے کے شائع ہوتے ہی جس مدبر ملت اور دور اندیش عالم دین نے سب سے پہلے اپنے نور ایمانی سے اس فتنہ کو بھانپنا اور ”دفاع اسلام و حق“ کی آڑ میں دعویٰ نبوت و وحی کی گرفت کی وہ پنجاب کے شہر قصور سے تعلق رکھنے والے عظیم عالم دین شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی قریشی دائم الحضور نقشبندی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے اس فتنہ خبیثہ کی گرفت میں پہل فرمائی اور ”تحقیقات دستگیریہ فی ردہ ہفوات براہینیہ“ کے نام سے اردو میں رسالہ ۱۸۸۳ء تحریر فرمایا جس میں مرزا کی کفریہ عبارات کو جمع فرما کر پنجاب کے جید سنی حنفی علماء سے تصدیقات حاصل کیں پھر مرزا قادیانی کو رسالہ کی نقل بھجوا کر توبہ کا تقاضہ کیا۔ مگر ان شرعی دلائل کے مقابل مرزا قادیانی نے خاموشی اختیار کی۔ مرزا کی مسلسل خاموشی کے بعد ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں مولانا قصوری علیہ الرحمۃ نے ”تحقیقات دستگیریہ“ کا ترجمہ عربی زبان میں کیا اس کو بنام ”دجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین“ علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کیا جس کے جواب میں علمائے حرمین شریفین نے اس کتاب کو اپنی تصدیقات سے نوازا۔ ان تصدیقات حرمین شریفین کے حصول میں حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر کی اور حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہا مولانا قصوری علیہ الرحمۃ کے معاون و دست راست تھے اور یہ کتاب مرزا قادیانی کو کھٹکتی تھی جس کا اظہار خود قادیانی نے اس طرح کیا:

”مولوی غلام دستگیر قصوری وہ بزرگ تھے جنہوں نے

میرے کفر کے لئے مکہ معظمہ سے کفر کے فتوے منگوائے تھے“ (حقیقۃ الوحی ص ۲۵۹، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۲۵۹)

خیال رہے براہین احمدیہ حصہ سوئم ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی تو مولانا قصوری علیہ الرحمۃ نے ۱۸۸۳ء میں اردو زبان میں اس کی پہلی گرفت فرمائی جس کی تصدیق اس وقت کے جید حنفی علمائے اہلسنت نے فرمائی پھر آپ نے ۱۸۸۶ء میں ”تحقیقات دستگیریہ“ کا عربی ترجمہ کر کے علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کر کے ان سے تصدیقات حاصل کیں۔

جبکہ رد قادیانیت میں اولیت کے دعویدار علمائے غیر مقلدین یعنی اہلحدیث کے شیخ النکل میاں نذیر حسین دہلوی نومبر ۱۸۸۳ء میں دہلی میں مرزا قادیانی کا نکاح میرا اہلحدیث کی صاحبزادی سے پڑھا رہے ہیں اور اس رشتہ کو قائم کروانے والے اور اس کے لئے سفارشات کرنے میں مولوی محمد حسین بنالوی پیشوائے اہلحدیث ہند پیش پیش ہیں اور بنالوی صاحب نے ”براہین احمدیہ“ کی حمایت میں اپنے ماہواری ”اشاعت السنۃ“ میں ریویو اور رد و رد ارمضائین تحریر فرما رہے تھے۔

دوسری طرف بزعیم خویش رو قادیانیت میں اولیت کے دعویدار علمائے دیوبند کے مولوی رشید احمد گنگوہی ۱۸۸۳ء میں مرزا قادیانی کو ”مرد صالح“ کے لقب سے نواز رہے ہیں نیز موجودہ علمائے دیوبند میں سے مولوی اللہ وسایا ”احساب قادیانیت“ میں رقمطراز ہیں کہ:

”مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنے سے قبل از وقت

نور ایمانی سے اکابر دیوبند کو اللہ رب العزت نے اس

فتنہ کے خلاف متوجہ فرمادیا“ (احساب قادیانیت ج ۱ ص ۲۳۹)

حالانکہ اہل حق و تحقیق پر مذکورہ دعویٰ کی حقیقت چنداں مخفی نہیں جیسا کہ ہماری مندرجہ ذیل تحریر سے مدعی مذکور کے دعوے اور ان کے مدد و حامیوں کے دیوبند کے ”نور ایمانی“ کی حقیقت قارئین پر واضح دروٹن ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

علمائے لدھیانہ اور رشید احمد گنگوہی کی تحریری گفتگو جو فتاویٰ قادریہ میں موجود ہے پیش خدمت ہے۔ (واضح رہے کہ فتاویٰ قادریہ علمائے لدھیانہ کی تصنیف ہے اور ۱۹۰۰ء میں طبع ہوئی)

**قال** سے مراد رشید احمد گنگوہی اور **اقول** سے مراد مولوی محمد لدھیانوی ہے:

### تحریر در تکفیر مرزا غلام احمد قادیانی:

بعد الحمد والصلوة اہل اسلام کو معلوم ہو کہ اکثر جاہل اور نابلد مرزا غلام احمد قادیانی ملحد کو عیسائی مسیح گمان کرتے ہیں اور عوام کو بہکا کر بے ایمان بناتے ہیں لہذا اس کے کافر اور مرتد ہونے کا حال بطور اختصار تحریر میں لایا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدیانہ میں آکر ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں، عباس علی صوفی اور منشی احمد جان امجد مریدان، مولوی محمد حسن معصی پنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس کے دعویٰ کو تسلیم کر کے امداد برکمر باندھی۔

منشی احمد جان نے معہ مولوی شاہ دین و عبدالقادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اس شہر لدیانہ میں تشریف لائیں گے اس کی تعریف میں

۱۔ بعد میں رفتہ رفتہ سب نے قادیانی کے گمراہ ہونے پر اتفاق کیا صرف عبدالقادر ہی اس چاہ ضلالت میں غرق

رہا ۱۲۔

نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا کہ گویا وہ اول مسلمان ہوگا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم برادر م نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن جو بات خدا اہل شہد نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے بیان کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا۔ وہ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی جس کی تم تعریف کر رہے ہو بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اول کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کرے گا راقم الحروف نے مولوی عبداللہ صاحب کو بعد درخواست ہونے جلسہ کے کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامل کسی کے حق میں زبان طعن کی کھولنی مناسب نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخر الامریہ کلام خدا اہل شہد نے جو میرے لئے اس موقع پر سرزد کر لیا ہے خالی از الہام نہیں۔ اس روز مولوی عبداللہ صاحب بہت پریشان خاطر رہے۔ بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہ کیا۔ بوقت شب دو شخصوں سے استخارہ کروایا اور آپ بھی اسی فکر میں سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک مکان بلند پر معہ مولوی محمد صاحب و خواجہ احسن شاہ صاحب بیٹھا ہوں، تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے، جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آگے آتا تھا اس نے دھوتی کو کھول کر تہ بند کی طرح باندھ دیا۔ خواب ہی میں غیب سے یہ آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی ہے۔ اسی وقت خواب سے بیدار ہو گئے اور دل کی پراگندگی یکنخت دور ہو گئی اور یقین کلی حاصل ہوا کہ یہ شخص حیرانہ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ موافق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی معہ دو ہندوؤں کے لدھیانہ میں آیا۔ استخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہ شخص بے علم ہے اور دوسرے شخص نے خواب میں مرزا کو اس طرح دیکھا کہ ایک عورت برہمن کو اپنی گود میں لے کر اس کے بدن پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ جس کی تعبیر یہ ہے کہ مرزا دنیا کے جمع کرنے کے ورپے ہے،



دین کی کچھ پروا نہیں۔ فی الواقع ان دونوں خوابوں کی صداقت میں بھی کچھ شک نہیں۔ مرزا کو سوا انشاء پر دازی کے اور کچھ نہیں آتا۔ خصوصاً علوم دینیہ سے بالکل بے بہرہ ہے، ورنہ براہین احمدیہ کو قتل از تصنیف بلا تعین ضخامت کیوں فروخت کر کے مال حرام کو اپنے کھانے پینے میں صرف کرتا کیونکہ ایسی بیع شرعاً ناجائز ہے۔ پس جو لوگ اس کتاب کی ترویج میں عالم کہلا کر مثل عبدالقادر وغیرہ ساعی رہے ہیں، کمال درجہ کے نادان اور جاہل ہیں اور قادیانی کا صرف حطام دنیوی جمع کرنے کا مد نظر ہونا بھی اسی کتاب کے فروخت کرنے سے ظاہر ہے کیونکہ تین چار حصہ کتاب مذکور کے چند اجزاء میں طبع کر کے جو فی الواقع دو تین روپیہ کی مالیت ہے، دس دس اور پچیس پچیس روپیہ بایں وعدہ لوگوں سے مرزا اور اس کے دلال عبدالقادر نے وصول کئے ہیں کہ یہ کتاب بہت بڑی بنے گی اور باقی جلدیں طبع ہو کر وقتاً فوقتاً ہر خریدار کو پہنچتی رہیں گی۔ جب لوگوں سے روپیہ دم دے کر وصول کر چکے باقی کتاب کا طبع کروانا یکلفت موقوف کر دیا۔ کیونکہ اس میں کوئی صورت منافع کی نہیں۔ یعنی جس قدر مطبوع ہوگی جن سے پہلے روپیہ حاصل کر چکے ہیں ان کو بلا قیمت دینی پڑے گی۔ لہذا اس کے بقیہ کو ہم آشیانہ عنقا کرنا مناسب سمجھ کر نئی تالیفات شائع کر کے روپیہ جمع کرنا شروع کیا۔ جس روز قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا۔ راقم الحروف اٹنی محمد و مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسلمیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دو پہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور لحد ہے۔ مصرعہ

برعکس عہد نامہ زنگی کا فور

اور گرد و نواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کئے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اس کی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے۔ اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تحریک ترویج میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور

قادیانی کو مرد صالح قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی۔ چنانچہ شاہ دین نے برسر بازار رو برو میردان ونشی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہہ کر مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے یہ اس کے انکل پچو معنے کر کے زور و شور کے ساتھ سنایا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں لٹرائیں، مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوئی کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو مرد صالح کیسے لکھ دیا۔ جناب باری میں دعا کر کے سو گئے خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کاجاند بد شکل ہو کر لٹک پڑا غیب سے آواز اُسی کہ رشید احمد (گٹری) جی ہے اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط منافع یکے बाद بگڑے حیض وجود میں آئے لکھ اور تحریکی راقم الحروف نے یہ تردید لکھی۔

یظہر من هذا عدم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انطباق العنوانین علی المعنویین

بعد الحمد والصلوة بمکرمی و معظمی مولوی رشید احمد صاحب دام فیضہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام معروض آنکہ نواز شامہ آپ کا در باب تعدیل صاحب براہین احمدیہ بخواب تحریر ایجناب پہنچا چونکہ اکثر اقوال جناب میری سمجھ میں نہیں آئے اور نیز سکوت بحکم الساکت عن الحق شیطان اخروس نہیں کر سکتا۔ لہذا یہ عرض ہے کہ میرے خدشات کے جوابات تحریر فرمادیں یا بموجب انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال خدشات مذکورۃ الذیل کو مقالات حقہ قرار دیں۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر المفاہین۔

**قال** (گنگوہی): اگرچہ بعض اقوال میں دربادی الرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تادیل سے اس کی تصحیح ممکن ہے، لہذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امر تدار معافی کو دیکھ کر تکفیر وار تذاکم فرمایا اگر تادیل قلیل فرما کر اس کو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا۔

**اقول:** وبالله التوفیق توقف کرنا علماء کا ایسے مقام میں عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے کیونکہ تاویل کا وہ نام تک نہیں جانتے۔ دیکھئے علماء اہل شرع نے اسی جہت سے منصور کو مروا ڈالا ورنہ اس سے ایسا کلمہ نہیں صادر ہوا جو قائل تاویل نہ ہو لہذا آپ جیسے اہل فضل سے تعجب ہوا کہ جو کلمات صرف کفریہ ہیں ان کی تاویلات کے درپے ہوئے بیدیدہ دانستہ اس کو صالح مسلمان قرار دے کر عوام کو گمراہی میں ڈال دیا۔ دیکھئے صاحب طریقہ محمدیہ رحمۃ اللہ علیہ کیا لکھتے ہیں۔ یدعیہ بعض المتصرفۃ فی زماننا اذا انکر بعض امورہم المخالف للشرع ان حرمتہ ذالک فی العلم الظاہر وانا اصحاب العلم الباطن وانه حلال وانکم تاخذون من الکتاب وانا ناخذ من صاحبہ محمد علیہ الصلوۃ والسلام فاذا اشکل علینا مسئلته استفتیناھا فان حصل قناعته فیہا والاراجعنا الی اللہ تعالیٰ فناخذ منه ونحو ذالک من التوہمات کلہ الحاذ وضلال وازراء للشریعة الحنیفۃ وعدم الاعتماد علیہا العباد باللہ تعالیٰ من ذالک فالواجب علی کل من سمع مثل ہذہ الاقاویل الباطلۃ الانکار علی قائلہ والجزم بطلان مقالہ بلاشک ولا تردد ولا توقف ولا تلبث والافہر

بعض بناوی صوفیہ کا قول کہ ہمارے نزدیک حلال ہے جس کو تم حرام جانتے ہو اور ہم خدا تعالیٰ سے خود ریخت کر لیتے ہیں بالکل کفر ہے اور ایسے شخص کی تکفیر میں عالم کو دیر کرنا گناہ ہے۔ ۱۳

من جملتہم بحکم علیہ بالذندقة۔

**قال** (گنگوہی): تکفیر مسلم کے ایسا امر کب نہیں کہ اس طرح ذرا سی بات پر جھٹ پٹ کا فرکہ دیا جاوے خیال فرمادیں کہ فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کیا فرماتے ہیں مشکوٰۃ شریف کی کتاب الایمان میں ہے ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللہ لانکفرہ بذنب ولا تخرجه من الاسلام بعمل الحدیث دوسری حدیث ہے کہ جو کوئی تکفیر مسلمان کی کرتا ہے تو اس تکفیر میں دونوں میں سے ایک ٹھکانا لیتا ہے۔

**اقول:** وبالله التوفیق ظاہر معنی اس حدیث کے اگرچہ آپ کے کلام کو مؤید ہیں لیکن وہ معنی ہرگز کسی محدث نے مراد نہیں لئے ورنہ جو کفار موحد ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکاری ہیں کافر نہ ہوئے اور اسی طرح جو لوگ مدعی اسلام اولیاء اللہ کو حاضر و ناظر اور قبروں کو سجدہ کرنا اپنے اعتقاد میں درست جانتے ہیں کافر نہ ہوئے اور نیز جہاد خلیفہ اول کا منکرین زکوٰۃ پر باتفاق صحابہ اس تعلیم کو اٹھاتا ہے غرض آیات اور احادیث اس کی تعلیم کو در کرنے والی بکثرت ہیں آپ کو یاد دلانا گویا القمان کو حکمت سکھانا ہے سو مولانا صاحب اسلام ایسی شے ہے کہ ذرا سی بات کی بات میں انکار کرنے سے باقی نہیں رہتا جو شخص پردہ الہام اور مجردیت میں پیغمبروں سے بڑھ کر برملا دعویٰ کر رہا ہے اور صداہا آیات قطعیات کو اس ضمن میں پس پشت ڈال رہا ہے کیونکر کافر نہ ہو۔

**قال** (گنگوہی): اور صاحب مذہب سے منقول ہے لانکفر احداً من اهل القبلة کہ جس کے باعث علماء نے تکفیر معتزلہ وغیرہ اہل ہوا سے اجتناب کیا ہے اگرچہ ہفوات معتزلہ آپ کو معلوم ہیں کہ کس درجہ کے ہیں علیٰ ہذا شیخ کی تکفیر میں اکثر کوتاہی ہے۔

**اقول:** وبالله التوفیق معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ جب تک اہل قبلہ سے کوئی سو جبات کفر ثابت نہ ہو۔ تب تک اس کی تکفیر کرنی درست نہیں خود صاحب مذہب اپنی کتاب فقہ

اکبر میں فرماتے ہیں لانکفر مسلماً بذنب من الذنوب وان كانت كبيرة اذا لم يستحلها آئین بنظم۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة والجماعة انه لانكفر مالم يوجد شيء من امارات الكفر وعلاماته ولم يصدر شيء من موجباته شيء۔ اسی واسطے اہل اسلام نے فرقبائے اہل ہوا کو جو ضروریات دین سے منکر ہیں برہمہ کا فر کہا ہے صاحب موافق بعد نقل اقوال اہل ہوا معتزلہ شیعہ خوارج وغیرہ کی تکفیر اور تہلیل ان کے اہل سنت جماعت سے بلا خلاف صاف صاف نقل کرتا ہے۔ قال فی المواقف ناقلاً عن بعض المعتزلة الناس قادرون على مثل القرآن واحسن نظاماً وبلاغة ولادلالة في القرآن على حلال وحرام وللعالم الهان قديم ومحدث هو المسيح الذي يحاسب الناس في الآخرة واليهود والنصارى والمجوس والزنادقة يصيرون في الآخرة تراباً لا يدخلون الجنة ولا ناراً وعن بعض الشيعة انه كفر الصحابة بترك بيعة علي وكفر علي بترك طلب الحق وقال بالتناسخ الله تعالى جسم في صورة انسان بل رجل من نور على تاج من نور كان روح الله في آدم ثم في شيث ثم في الانبياء والائمة حتى انتهت الى علي واولاده الثلاثة ثم الى عبد الله والائمة النبياء وابوطالب نبي ففرض اطاعته والجنة نعيم الدنيا والنار آلامها والدنيا لايفنى واستباحوا المحرمات وتركوا الفرائض وعن بعد الخوارج كفر علي بالتحكيم وابن ملجم محق في قتله وعن بعضهم استبعث من العجم كتاب يكتب في السماء وينزل عليه جملة واحدة وعن بعض المرجية الايمان هو المعرفة بالله ورسوله وبما جاء من عند الله اجمالاً لا تفصيلاً قد فرض الله الحج

ولا ادري اين الكعبة ولعلها بغير مكة وبعث محمد ولا ادري اهو الذي بالمدينة ام غيره وحرم الخنزير ولا ادري اهو هذه الشاة ام غيرها وغسان كان يحكيه عن ابي حنيفة ويعد من المرجية وهو افتراء عليه وقال بعد ذكر الفرق الضالة عند اختتام عقائد اهل السنة والجماعة لا يكفر احد من اهل القبلة الا بما فيه نفى الصانع القادر العالم او شرك او انكار النبوة او انكار ما علم محبينه عليه الصلاة والسلام به ضرورة او انكار المجمع عليه كاستحلال المحرمات وامام اعاده فالقائل به مبتدع غير كافر وللفقهاء في معاملتهم خلاف هو خارج عن فتننا هذا انتهى ملخصاً۔

اب آپ نظر غور سے فرمائیے کہ ہم ان فرقہ بائے مذکورۃ الصدر کو صرف آپ کے مقلد ہو کر کافر نہ کہیں یہ آپ ہی کا منصب ہے کہ جو اہل قبلہ قرآن کے اعجاز کا قائل نہ ہو اور دوحدا ہونے کا اور کل صحابہ کے کفر کا اور ابوطالب کی پیغمبری کا اور کتاب مجسم اپنے پر نازل ہونے کا اور ترک عبادت اور ارتکاب محرمات کو مضرت نہ سمجھنے کا قائل ہو اس کو مسلمان قرار دینا، کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم۔

**قال (گنگوہی):** کون قول صاحب براہین کا ہے جو معتزلہ اور وائض کے کسی عقیدہ کے اور قول کے برابر بھی ہو اور تاویل صحت کی قبول نہ کر سکے کہ جس پر آپ نے ارتداد کا قائل کا فتویٰ دے دیا۔

**اقول:** وبالله التوفيق الارض والسماء معك كما هو معي خلقت لك ليلاً ونهاراً وغيره چند اقوال اس کے اس قبیل کے ہیں کہ تاویل صحت کی ہرگز قبول نہیں کر سکتے اور نیز درجہ دوم جلد ثالث کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص نے آیات قطعیات سے قطعی طور پر انکار ظاہر کیا ہے۔ البتہ اگر قرامط کی طرح دروازہ تاویلات

کا کھولا جائے جیسا کہ شارح موافق نے نقل کیا ہے حیث قال تحت قول المصنف وتاویل الشرائع کقولهم الوضوء عبارة من موالاة الامام والتيمم هو الاخذ من الماذون عند غيبة الامام الذي هو الحجة والصلوة عبارة عن الناطق الذي هو الرسول بدليل قوله تعالى الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر والاحتلام عن افشاء السر والغسل عن تجديد العهد والزكوة تزكية النفس والكعبة النبي والباب على الى غير ذلك من خرافاتهم انتهى توکوئی کلمہ کسی اہل ردت کا کفر کیا گناہ بھی نہیں بن سکے گا۔

**قال** (گنگوہی): مولانا بلکہ اس کے معتقدین کو بھی کافر کہہ دیا اگرچہ وہ لوگ فقط تائید مذہب اسلام کے معتقد ہیں۔

**اقول:** وباللہ التوفیق ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ کلمات کفریہ نقل کرنے کے بعد ان کے قائل اور معتقدین کو کافر کہنے سے یہ مراد لینی کہ اس کو مذہب اسلام سمجھتے ہیں اور اس کے ان کلمات پر اعتقاد نہیں رکھتے وہ بھی کافر ہیں آپ جیسے مادلوسے کمال بعید ہے۔

**قال** (گنگوہی): مولانا! اس صورت میں آپ کی تکفیر سے شاید کوئی اولین آخرین لوگ نجات نہ پائیں جب علماء متکلمین تکفیر معتزلہ کی نہیں کرتے اور خلق ان کی معتقد ہے۔

**اقول:** وباللہ التوفیق تحقیق ما تقدم سے صاف ظاہر ہے کہ علماء متکلمین تکفیر فرقیہ ضالہ کی کہ جو ضروریات دین سے منکر ہیں برابر کرتے چلے آئے ہیں اور کر رہے ہیں صرف آپ کے نزدیک فرقیہاء مقدمۃ الذکر سب کے سب دائر اسلام سے خارج نہیں ان هذا الاختلاف۔

**قال** (گنگوہی): مولانا! علماء محققین نے ان کلمات کفریہ میں جو اہل فتویٰ نے کفریہ نقل کئے ہیں بھی تاویل در باب تکفیر کیا ہے۔

**اقول:** وباللہ التوفیق بلکہ محققین نے تکفیر کو پایہ تحقیق پر پہنچا کر غیر محقق کو تاویل کا حکم فرمایا دیکھئے محقق دوانی شرح عقائد جلالی میں کیا لکھتے ہیں حیث قال لا یکفر احد من اهل القبلة الا بما علم فيه نفی المصانع القادر المختار او شرک او انکار النبوة او انکار ما علم مجبئ محمد ﷺ به ضرورة او انکار امر مجمع عليه قطعاه فان قلت نحن نرى الفقهاء يكفرون بكلمات ليس فيها شيء من الامور التي عدها المصنف من موجبات الكفر كما ذكرنا في باب الردة انه لو قال شخص اني ارى الله في الدنيا يكلمني شفاهها كفر قلت حكمهم بالردة في الكلمات مبني على انه يفهم منه احد الامور المذكورة والظاهر ان التكفير في المسئلة المذكورة بناء على دعوى المكاملة فانها منصب النبوة بل اعلى مراتبها وفيه مخالفتها ما هو من ضروریات الدین وهو انه ﷺ خاتم النبیین علیہ وعليہم افضل صلوٰۃ المصلین وقس علیہ البواقی من الکلمات وتامل فیہا لیظهر لک اشعارها باحد الامور التي فصلها المصنف غفر ذنوبه ايجی ملخصاً حاصل ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی فقہاء پر یہ اعتراض کرے کہ بعض کلمات کفریہ جو فتاویٰ میں درج ہیں کوئی وجہ کفر کی ان میں جو علماء متکلمین نے لکھی ہیں پائی نہیں جاتی جیسا کہ لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ میں نے خدا کو ظاہر دنیا میں دیکھا ہے اور میں نے اس سے کلام کیا ہے کافر ہو جاتا ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟ محقق دوانی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ قصور تمہاری سمجھ کا ہے دیکھو خدا تعالیٰ سے کلام کرنے کا دنیا میں روبرو ہو کر دعویٰ کرنا اعلیٰ درجہ تکفیری کا دعویٰ ہے جس سے آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا جو نص قرآن سے ثابت ہے باطل ہوتا ہے اسی طرح باقی کلمات کا حال ہے۔

**قال** (گنگوہی): مولانا دروی الطحاوی عن اصحابنا لا يخرج الرجل من



الایمان الاجہودنا ادخلہ فیہ ثم ما یقیق انہ ردۃ لا یحکم بہا وما یشک انہ ردۃ لا یحکم بہا آہ۔

**اقول:** وباللہ التوفیق اس کے یہ معنی ہیں کہ جس کلمہ کے معانی میں تردد پیدا ہو یعنی مفتی کو یہ معلوم نہ ہو کہ قائل کی کیا مراد ہے ایسے مقام میں فتویٰ کفر کا دینا درست نہیں لیکن جو کلمہ اوپر مراد قائل کے محکم ہو وہ ہرگز ماول نہیں بن سکتا آپ سے پوچھتا ہوں اگر آیت وما ارسلناک الا رحمة للعالمین حضرت کی شان میں محکم ہے تو قادیانی ماصدق علیہ اس آیت کا کیونکر ہو سکتا ہے اگر ایسی نصوص قطعیہ کو بزور تاویل کلیہ ٹھہرایا جائے تو آنحضرت ﷺ کی خاتمیت تو درکنار ربی نبوت کا ثبوت دینا اہل اسلام کو معذور بلکہ محال ہو جائے گا۔

**قال (گنگوہی):** مولانا سوادامت کا اتفاق ترادف وحی والہام پر ہے صاحب قاموس وحی کا ترجمہ الہام سے کرتا ہے اور بیضادی وغیرہ نے واوحینا الی ام موسیٰ کی تفسیر میں الہمنا فرمایا ہے۔

**اقول:** وباللہ التوفیق اصل عبارت کو آپ نے نقل نہیں کیا وہ یہ ہے سواد اعظم علماء کا الہام کو مرادف وحی قرار دینے میں متفق ہے سواس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے الہام اور وحی کو باعتبار اصطلاح علماء مرادف قرار دیا ہے چنانچہ خود اس نے اسی مقام میں صراحت لکھا ہے اور کس سے سن لیا ہے کہ لفظ الہام کی کتب دین میں وہی معنی کرنے چاہئیں کہ جو کتب لغت میں مندرج ہیں جبکہ سواد آہ حالانکہ سراسر غلط ہے دیکھئے امام غزالی کیا فرماتے ہیں قال فی الاحیاء ثم الواقع فی القلب بغير حيلة ینقسم الی مالایدری انہ کیف حصل والی ما یطلع علی السبب الذی منہ استفاد ذلک العلم وهو مشاہدۃ الملک الملقی فی القلب والاول سمي الہاما والثانی وحیا

یختص بہ الانبیاء والاول یختص بالاولیاء والاصغیاء انہی ملخص صاحب قاموس نے وحی کا ترجمہ صرف الہام سے نہیں کیا بلکہ الہام کو سلک معانی وحی میں منسلک کیا ہے۔ حیث قال الوحی الاشارة والکتابۃ والمکتوب والمسالۃ والالہام والکلام الملقى آہ اگر اس کا نام ترادف ہے تو اشارہ اور کتابت وغیرہ بھی مثل الہام کے مرادف ہوئے ان ہذا الاعجاب اور بیضادی وغیرہ کا اوحنی الی ام موسیٰ کی تفسیر میں الہمنا بیان کرنا دال اوپر ترادف کے نہیں بلکہ اس امر پر دال ہے کہ اس مقام میں وحی اپنے معنی متعارف میں مستعمل نہیں۔ دیکھئے صاحب بیضادی وحی متعارف کو مقابل الہام کے آیت وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا الایۃ کی تفسیر میں قرار دیتا ہے حیث قال قیل المراد بہ الالہام والالقاء او الوحی المنزل بہ الملک انہی۔

**قال (گنگوہی):** ایک عجیب بات ہے کہ خواہ خواہ کلام کو پھول پھل لگا کر تکلف کفریہ بنائی جاوے۔

**اقول:** وباللہ التوفیق مقدمات مسلمہ خصم سے نتیجہ نکالنے کا نام تو پھول پھل لگانا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ دلائل الزامیہ کے قیاسات کو عقیم سمجھنا چاہئے وہو کماتری البتہ جو شخص اصل عبارت کو چھوڑ کر اور اس کی تائید میں نقل غیر تام لا کر غلط کو تکلف صحیح بنا رہا ہے بڑی جانفشانی سے نو نہال نقل کو بجائے اصل پھول پھل لگا رہا ہے۔

**قال (گنگوہی):** الہام کو قطعی کہنا قطعیت اس کی کے یہ معنی ہیں کہ علم کے نزدیک جو بہت صاف طرح الہام ہوتا ہے قطعی ہوتا ہے نہ دیگر خلق کے نزدیک خلاف وحی۔ آہ

**اقول:** وباللہ التوفیق اصل عبارت صاحب کتاب کی یہ ہے اگر آپ کہیں کہ الہام اولیاء کا علم قطعی کا موجب نہیں تو یہ قول آپ کا صرف ایک دوسرے ہے قل بیان الہامات مصنوعہ کے قطعیت کو ثابت کرنا اور اپنے الہامات میں فاکتب ولیطیع ولیرسل فی الارض

اورانی راض منک اور فانی قد غفرت لک کا بیان کرنا صاف دال ہے اس امر پر کہ اپنے الہامات کی قطعیت بہ نسبت جمیع خلق اور جنتی ہونا اپنا قطعی طور پر بر ملا ثابت کر رہا ہے بلکہ ایک مقام میں اس شخص نے اس مضمون کو تصریحاً بیان کیا ہے وہو هذا اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو امر بذریعہ الہام الہی کسی پر نازل ہو وہ اس کے لئے اور ہر ایک کے لئے واجب التحیل ہے اسی ملخصاً۔ اب آپ کی اصلاحات پر تنزیہ کیف یصلح العطار ما افسده الدهر کا صادق آرہا ہے امام ربانی مجدد الف ثانی درمکتوبات دوصد و نیم جلد اول میفرماید در سالہ مبداء و معاد چند فقرہ نوشتہ است در بیان فضیلت انبیاء اولی العزم صلوات اللہ تعالیٰ والتسلیمات علیہم ومعنی فضیلت ایشان از بعض دیگر و چون بناء آن بر کشف والہام است کہ ظنی است از ان نوشتن و فقرہ نمودن در فضل نام و مستغفر است چہ در ان باب بحث کردن جز بدلیل قطعی جائز نیست استغفر اللہ والتوب الی اللہ من جمیع ما کبرہ اللہ قولاً و فعلاً انھی ایضاً درمکتوبات چہل و یکم فرق در میان این دو علوم است کہ در وحی قطع است و در الہام ظن زیرا کہ وحی بتوسط ملک است و ملائکہ معصوم اند۔ احتمال خطا در ایشان نیست والہام اگر چہ محل عالی دارد و آن قلب است و قلب از عالم امر است اما قلب را با عقل و نفس خواہ تعلق متحقق است و نفس ہر چند بہ ترکیبہ مطمئنہ گشتہ است

بیش ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز نہ صفت خود نہ گردد

پس خطا را در آن موطن مجال پیدا شد ہی

**قال** (گنگوہی): یا احمد یتیم اسمک ولا یتیم اسمی تمامی کے معنی انقضا و فنا لئے جاوید تو اس تاویل میں کیا حرج ہے دوسرے معنی لیکر کیوں تکفیر کی جائے کہ خدا تعالیٰ کے نام کو نام تمام لکھا اور اپنے نام کو تمام بنایا کیوں یہ معنی مقرر کرتے ہو علیٰ ہذا القیاس سب امور جو اپنے کہتا ہے اس کو ظلال کمالات انبیاء سمجھ کر۔ اہ

**اقول:** وبالله التوفیق دوسرے معنی اس واسطے لئے جاتے ہیں کہ یہ مقام در باب مدح ملہم کے ہے نہ در باب عظمت ملہم اور نیز آیت یتیم نعمتہ علیک و یہدیک صراطاً مستقیماً بر تقدیر فرض علاقہ اصلیت و ظلیت دوسرے معنوں کو مؤید ہے اور نیز اس شخص نے دوسرے مقام میں خود یہی معنی دوسرے کئے ہیں دیکھئے جلد چہارم صفحہ ۵۱۷ سطر ۱۷ یروضی عنک ربک و یتیم اسمک خدا تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے اسم کو پورا کرے گا۔ ابھی اب آپ انصاف فرمادیں کہ ہم باوجود فہم اور علم کے معنی بدل و مصرح کو کس طرح پس پشت ڈال کر معنی اول اختیار کریں۔ اگر صاحب براین آیات تالہ لقد ارسلنا الی اسم من قبلک، و مارمیت اذ رمیت ولكن الله رمی، و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین اور سورۃ انا اعطیناک الکوفہ فصل لربک وانحر وغیرہ کا ترجمہ حسب واقعہ کرتا یعنی ما صدق علیہ ان آیات کا آنحضرت ﷺ کو ٹھہراتا اور ان کے القا اور الہام کو بطور فال و شگون نیک سمجھتا تو ظلیت کی تاویل اپنے موقع پر ہوتی اس شخص نے تو ہر آیت کے ترجمہ میں بالذات اپنے آپ کو ما صدق علیہ ٹھہرایا ہے اگر اسی کا نام ظلیت ہے تو اگر کوئی منکر اسلام مع اعانت فیہد اہم اقتندہ، و اتبع علة ابرہیم الی غیر ذلک من الآیات خاتم النبیین کے کمالات کو ظلال انبیاء ماسبق قرار دے کر انکار نبوت کی دلیل پیش کرے تو پھر آپ کیا جواب دے سکو گے شاید اگر آپ یہ جواب دیں کہ بعض کمالات پیغمبر آخر الزماں کے اس قبیل کے ہیں کہ انبیاء ماسبق میں موجود نہیں تو پھر علی تقدیر التسلیم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس شخص کے پاس کمالات بھی اسی قسم کے ہیں کہ وہ انبیاء ماسبق اور خاتم النبیین میں نہیں پائے جاتے جیسا کہ انگریزی، فارسی، عربی، اردو زبان میں الہامات کا نازل ہونا اور الارض و السماء معک کما ہو معی و خلقت لک لیلاً و نهاراً الی غیر ذلک مما لم یخاطب بہ احد من الانبیاء فیما علم قطعیہ۔

**قال (گنگوہی):** مولانا بندہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صاحب اور سب لوگ ان کی ان مقالات کو حق تصور کرو یا ان کو ایسا ہی اعتقاد رکھو جیسا وہ کہتے ہیں یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ سب افترا کیا ہے یا ان کو یہ امور بطور القاء شیطانی پیش آئے ہوں یا حدیث انفس کی قسم کے خطرات ہوں یا واقعی الہامات من اللہ تعالیٰ ہوں مگر اس میں ان کی خلیہ اور ہوا جس کا اختلاط ہو گیا ہو یا اختلاط نہیں ہوا مگر ان کی تاویلات کچھ اور ہوں یا حق ہوں اور اس کے معنی درست اور صحیح ہوں کہ جس سے کوئی امر غیر مشروع مراد نہیں مگر بہر حال تکفیر کسی وجہ اور شق پر جائز نہیں اگر القاء شیطانی ہی ہو دے تاہم اس وقت تک کوئی وجہ ارتداد اور تکفیر کی نہیں پیدا ہو سکتی۔

**اقول:** وباللہ التوفیق اگر آپ کا یہ مطلب نہیں تھا تو آپ مولوی عبدالقادر و شاہ دین مریدوں اپنوں کو کتاب براہین کی ترویج سے کیوں مانع نہ آئے لہٰذا جو آپ نے احتمالات سے مقالات اس کے بیان فرمائے ہیں اگرچہ فی حد ذاتہ محتمل ہیں لیکن جب آپ نے اس کی ولایت سے انکار ظاہر کیا تو احتمالات ثلاثہ اخیر جو اقسام الہامات سے ہیں ہرگز اس مقام میں جاری نہیں ہو سکتے اور احتمال اول واقعی تصور کیا جائے تو صاحب مقالات کے کفر پر آیت ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او قال او حی المی ولم یوح الیہ شیء بوجہ اکمل دلالت کر رہی ہے باقی احتمال ثانی و ثالث اگرچہ فی حد ذاتہ مٹاؤی بہ تفسیق و تہلیل نہیں ہیں لیکن القاء شیطانی اور شہوات نفسانی کو قطعاً رحمانی قرار دینا کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے بہر حال کلیہ آپ کا تکفیر اس کی کسی وجہ اور شق میں جائز نہیں، جزئیہ کے مقام سے بھی گریزا۔

**قال (گنگوہی):** اور فرمانا کہ دعویٰ اس کا انبیاء سے بڑھ کر ہے اس عاجز کی فہم میں نہیں آتا۔

**اقول:** وباللہ التوفیق دعویٰ الارض والسماء معک کما ہو معی کا پیغمبروں سے بڑھ کر نہیں تو کوئی آیت اس مضمون کی جو کسی پیغمبر کی شان میں نازل ہوئی ہو پیش کریں۔

**قال (گنگوہی):** مولانا! کسی مسلمان کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ آخری سر پر لینا سخت نادانی و حماقت ہے۔

**اقول:** وباللہ التوفیق اسی طرح جو شخص اہل قبلہ ہو کر ضروریات دینی سے انکار ظاہر کرے یا اور کلمات کفریہ زبان پر لائے اس کی تہلیل و تفسیق و تکفیر سے اعراض کر کے مسلمان قرار دے کر اپنے پر بار جہالت و ضلالت لینا سخت حماقت ہے۔ اسی جہت سے علماء شریعت قدیم الایام سے اسی طریقہ پر چلے آتے ہیں کہ جب کسی شخص سے کوئی کلمہ خلاف شریعت سرزد ہوا، اسی وقت تکفیر و تہلیل کر کے لوگوں کو متنبہ کر دیا کرتے ہیں کیونکہ اس توقف اور سکوت میں عوام اہل اسلام کے عقائد کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ دیکھئے منصور کو علماء وقت نے ہاوجود غلبہ حال کے مرواڈالا اگر اسی کا نام نادانی اور حماقت ہے تو کل علماء امت ہو جب فرمانے آپ کے سخت نادان و احمق ہوئے اب زمانہ اعجاب کل ذی رانی یوافہ ولعن آخر الامۃ اولہا کا بموجب فرمان واجب الاذعان آنحضرت ﷺ کے آگیا اعاذنا اللہ۔

**قال (گنگوہی):** یہ بندہ جیسا اس بزرگ کو کافر فاسق نہیں کہتا ان کو مجدد ولی بھی نہیں کہہ سکتا صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔

**اقول:** وباللہ التوفیق جب آپ اپنی تحقیق و تقدم میں اس پر مغتری ہونے کا بھی احتمال جاری کر چکے ہیں تو اب آپ اس کو صالح مسلمان کس طرح قرار دیتے ہیں اگر بلحاظ بعض احتمال یہ حکم صادر فرماتے ہیں تو بلحاظ بعض آخر کافر اور مجدد اور ولی کے حکم نکالنے میں آپ کو

کیا تردید ہے۔

**قال** (گنگوہی): اور ان کے ان کلمات کو اگر کوئی پوچھے تاویل اور خود اس سے اعراض و سکوت ہے فقط والسلام۔

**اقول:** وبالله التوفیق جو تاویلات آپ بیان کر چکے ہیں ان پر جو خدشات میرے ذہن ناقص میں آئے عرض کر چکا ہوں اگر کوئی اور تاویل آپ کے ذہن میں ہے تو اس کو تحریر فرمادیں۔ اور واضح رہے کہ مقالات اس شخص کے قابل تاویل ہیں کہ جس شخص کی ولایت میں شک نہ ہو اور دنیا داروں سے ازہم متفر ہو۔ البتہ ایسے شخص سے اگر کوئی کلمہ احیاناً غلبہ حال میں خلاف شرع صادر ہو تو اس کی تاویل کے درپے ہونا یا اس کو معذور سمجھ کر سکوت کرنا اہل تصوف نے اختیار کیا ہے اور تقلید ان کلمات کی اہل تصوف کے نزدیک بھی ہرگز جائز نہیں امام ربانی مجدد الف ثانی صاحب جلد اول مکتوبات بست و سوم میں فرماتے ہیں۔ وما وقع من بعض المشائخ في السكر من مدح الكفر فمصرف عن الظاهر وانهم معذرون وغير السكاري غير معذور في تقليد هم لا عندهم ولا عند اهل الشرع انهم ايضا در مکتوبات جلد ۲ نوشتہ بودند کہ شیخ عبدالکریم یعنی گفتہ است کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عالم بغیب نیست بخدا! فقیر را تاب استماع امثال این بخان ہرگز نیست بے اختیار۔ رگ ناروقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجیہ آن نمیدہد قائل آن شیخ کبیر یعنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی در کار است نہ کلام محی الدین عربی و صدر الدین قونوی و عبدالرزاق کاشی مارا ہنس کار است نہ ہنس فتوحات مدینہ از فتوحات مکہ مستغنی ساختہ است حق تعالیٰ در کلام مجید خود را بعلم غیب خودی ستاید نفی علم غیب کردن از سبحانہ بسیار مستحب و مستکرہ است و فی الحقیقت تکذیب است بر حق سبحانہ غیب را معنی دیگر گفتن از شاعت نمی برآرد کبریت کلمۃ تخرج من افواہهم فیالبت شعری ما حملہم علی التنفوہ

بامثال هذه الكلمات الصريحة في خلاف الشريعة منصور اگرانا الحق گوید و بطنی سبحانی معذورند و مغلوب در غلبات احوال اما میں قسم کلام میں براحوال نیست تعلق بعلم دارو مستند تاویل است عبدالرحمنی شاید و بیچ تاویلے دریں مقام مقبول نیست فان کلام السکاری بحمل و بصرف عن الظاهر لا غیر و اگر متکلم میں کلام مقصود از اظہار میں کلام ملامت خلقت داشتہ باشد و نفرت اینہا آن نیز مستکرہ است و مستحسن از برائے تحصیل ملامت راہ ہا بسیار است بچہ ضرورت کسی را تا بسر حد کفر رساند انتہی۔ پس جب اہل تصوف غیر مغلوب الحال صوفی کے کلمات پر یہ تشدد فرما رہے ہیں تو علماء شرع ایسے شخص کے مقالات پر جو اہل کفر اور اہل رفض کی تعریف بسبب نفع دنیاوی اس قدر کر رہا ہے کہ ان کو اپنا مخدوم اور سید اور حضرت قرار دے رہا ہے اور جو اہل اسلام اس کی کتاب کے خریدنے سے اعراض کرتے ہیں ان کی مذمت اخبار نویسوں کی طرح اپنی کتاب میں کر رہا ہے کیونکہ تشدد نہ کریں آپ کی تحقیق مقتضی اس امر کی ہے کہ امام نیچر بھی معاذ اللہ صالح بلکہ صالح مسلمان قرار دیا جاوے کیونکہ ہفوات اس کی عقلی طور پر ہیں یعنی وہ اس شخص کی طرح اللہ تعالیٰ پر افتر نہیں کرتا کہ میرے پر یہ کلمات اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں بہر حال اس کو صالح مسلمان قرار دینا اور اس کی کتاب کی ترویج سے مانع نہ آنا آپ کا گویا عوام اہل اسلام کے واسطے جو تاویل کا نام تک نہیں جانتے آپ نے گمراہ کرنے کا سامان محقق طور پر از سر نو پیش کیا انا لله وانا الیہ راجعون دیکھئے صاحب در مختار نے مطالعہ کلمات ابن عربی سے کس قدر تہدید نقل کی ہے ان شاء اللہ العزیز حضرت احدیت میں ہم لوگ مکفرین مصنوعی پیغمبر و دجال اور جناب گردہ ماولین میں شمار کئے جاویں گے واللہ اعلم و علمہ اتم فقط والسلام رقیۃ محمد لود ہیانوی و عبداللہ واسطیل علیہم۔ (فتاویٰ قادریہ ص ۱۵ تا ۱۶، مطبوعہ ۱۹۰۱ء)



(۵)

آج تک علمائے دیوبند، مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ہمارے گنگوہی صاحب ”فتویٰ تکفیر“ کے معاملے میں بہت محتاط تھے اسی لئے تکفیر مرزا میں کف لسان فرماتے رہے۔

یہ بات کہاں تک درست ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب فتویٰ تکفیر کے معاملے میں بہت محتاط تھے؟ یہ تو فتاویٰ رشیدیہ کے مطالعے سے ہی جانی جاسکتی ہے کہ ان کی احتیاط صرف مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں تھی یا مسلمانوں کیلئے بھی؟

چنانچہ اگر کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب کا قائل ہے تو گنگوہی صاحب اپنے فتاویٰ میں اس مسلمان کو کن القابات سے نوازتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(الف) جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے..... وہ بیشک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول، محبت، مودت سب حرام ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۲۰)

(ب) اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۱۳)

(ج) اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۱۷)

(د) جو شخص رسول اللہ ﷺ کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے، ثابت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز نادرست (کیونکہ یہ کفر ہے) ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۱۳۵)

(۵) علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تکویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ مکمل مبوب ص ۹۲)

(۹) علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تکویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا

ایہام شرک سے خالی نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ مکمل مبوب ص ۹۹)

نوٹ: فتاویٰ رشیدیہ قدیم تین جلدوں میں تھا اور اب ایک جلد میں مکمل مبوب ہو کر دستیاب ہے۔

اللہ رب العالمین قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

(i) وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الاہود (سورۃ الانعام آیت ۵۹)

ترجمہ: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے۔

(ii) عالم الغیب والشہادۃ وہو الحکیم الخبیر۔ (سورۃ الانعام آیت ۷۳)

ترجمہ: ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا اور وہی ہے حکمت والا خبر دار۔

(iii) وللہ غیب السموات والارض۔ (الآیۃ) (سورۃ صافات آیت ۱۳)

ترجمہ: اور اللہ ہی کیلئے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب۔

(iv) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولكن اللہ یجتبیٰ من رسلہ من یشاء۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۷۹)

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں اسے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

(v) عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول الایۃ (سورۃ الجن آیت ۲۷-۲۸)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(vi) وما هو علی الغیب بضنین (سورۃ التورۃ آیت ۲۳)

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی۔ یہ علم غیب ان کو اللہ کے دیئے سے ہے لہذا ان کا علم عطائی ہوا اور اللہ رب العالمین کا علم ذاتی ہے۔ قرآن پاک میں نفی و اثبات ہر دو طرح کی آیتیں ہیں دونوں حق ہیں کہ انبیاء سے **نفی** علم ذاتی کی ہے کہ یہ خاصہ الوہیت ہے **اثبات** عطائی کا ہے یہ انبیاء ہی کے شایان شان ہے اور منافی الوہیت ہے۔ ان آیات مبارکہ کی روشنی میں اگر مسلمان انبیاء کے علم غیب کا قائل ہے تو کیا یہ قرآنی عقیدے کے خلاف ہے؟

جبکہ علمائے لدھیانہ مرزا کی براہین احمدیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”راقم الحروف اعمیٰ محمد و مولوی عبداللہ صاحب و مولوی

السلیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات

**کفریہ اخبار در اخبار پائے**۔“ (فتاویٰ قادر، ص ۳)

جس کی وجہ سے ان حضرات نے مرزا کی تکفیر فرمائی مگر اس کے باوجود مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب تاویل کے درپے رہے۔

ہم قارئین سے دعوت انصاف چاہنے کی غرض سے کچھ عبارات فتاویٰ قادر یہ سے دوبارہ پیش کر رہے ہیں۔

**قال (گنگوہی):** اگر بعض اقوال میں درباوی المرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی **تاویل** سے اس کی تصحیح ممکن ہے لہذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امر بتا دے معافی کو دیکھ کر تکفیر و ارتداد کا حکم فرمایا اگر **تاویل** **فقیل** فرما کر اس کو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا۔

**قال (گنگوہی):** **تکفیر مسلم** کہ ایسا امر سہل نہیں کہ اس طرح ذرا سی بات پر **جہت پٹ کافر** کہہ دیا جاوے..... الخ

**قال (گنگوہی):** ایک عجیب بات ہے کہ خواہ مخواہ کلام کو پھول پھل لگا کر **بنکلف کفریہ** بنائی جاوے۔

**قال (گنگوہی):** یا احمد یتیم اسمک ولا یتیم اسمی تمامی کے معنی انقضاء و فنا کے لئے جاویں تو اس **تاویل** میں کیا حرج ہے دوسرے معنی لیکر کیوں **تکفیر** کی جائے۔

**قال (گنگوہی):**..... بہر حال **تکفیر** کسی وجہ اور شوق پر جائز نہیں۔ الخ۔  
**قال (گنگوہی):** مولانا! کسی **مسلمان** کی **تکفیر** کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اخروی سر پر لینا سخت نادانی و حماقت ہے۔

افسوس صد افسوس! کہ ایک مرزا کے لئے تھوڑی سی **تاویل**، **تاویل**، **فقیل**، **جہت پٹ کافر** (نہ کہنا)، **بنکلف کفریہ**، **تکفیر** کسی وجہ پر جائز نہیں..... اور دوسری طرف کروڑوں مسلمانوں کیلئے **بیشک کافر**، **میل جول حرام**، **صریح شرک**، **شرک صریح** وغیرہ کہنے میں کوئی شرم محسوس نہ کی..... **فالی اللہ المشتکی**

مولوی رشید احمد گنگوہی کی کثیر اغلاط کی وجہ وہ خواب لدھیانہ تو نہیں؟ جس کو مولوی عبدالعزیز لدھیانوی نے بیان کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ

”مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو **مرد صالح** کیسے لکھ دیا۔ جناب باری میں دعا کر کے مجھے خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بد شکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔“

اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط منقض کیے  
بعد دیگرے چیز وجود میں آنے لگے.... (فتویٰ قادریہ ص ۴)  
مولوی رشید احمد گنگوہی کے غلط فتاویٰ کی مثالیں ”فتاویٰ قادریہ“ میں بھی موجود  
ہیں۔ قارئین کے لئے دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

علمائے لدھیانہ کی نظر میں گنگوہی

(الف)

فی بطلان کلام الفاضل الگنگوہی الذی  
وبدنه كذلك فی المسائل التي لاتدرک  
کنهها الا بعد تعمیق النظر فيها لعدم کونه من  
اهل النظر وبعدم توغله بالفقه ولذا تری اکثر  
فتاواه خالیا عن السند واتباعه کالاعمی  
بنطلقون خلفه فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا  
ولذا کونبذا من فتاواه التي ضل فيها عن طریق  
الحق وماذا بعد الحق الا الضلال اننی  
گنگوہی اولاً بکون القادیانی رجلاً صالحاً  
وثانیاً بکونه من اهل الهواء مع کونه قائلًا بان  
عبسني ابن مريم على نبينا وعليه الصلوة والسلام کان  
ابنالیوسف التجار نعوذ بالله منه ثم افتی بامکان  
الکذب لله تعالیٰ۔ تو ظاہر ہو گیا کہ فتویٰ مولوی

گنگوہی کا ان کے عشری ہونے پر ضرور باطل ہے اور یہ  
ان مولوی صاحب کی پہلی ہی خطا نہیں بلکہ ان کی عادت  
ہی ہے اس قسم کے مسائل میں جن کی حقیقت نہیں معلوم  
ہوتی مگر گہری نظر سے درحقیقت وہ مولوی صاحب اہل  
نظر نہیں ہیں کیونکہ پہلا فتویٰ یہ دے دیا تھا کہ  
مرزا قادیانی مرد صالح ہے وہ مرزا جس نے یہ دعویٰ کیا  
ہے کہ اس پر یہ حکم خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے (ہم  
نے اتارا اس کو قادیان کے قریب) اور پھر یہ فتویٰ دیا کہ  
مرزا اہل ہوا اور بدعت سے ہے باوجودیکہ مرزا صاحب  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف شہار کا بیٹا کہتا ہے (نعود باللہ منہ)  
(پھر مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ خدا جھوٹ بول سکتا  
ہے اور یہ مخالف ہے قول اللہ تعالیٰ (کہ اللہ سے زیادہ  
کوئی سچا نہیں)۔ (فتاویٰ قادریہ ص ۹۳-۹۴)

(ب)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ہمارے برخلاف  
بھی عدالت میں پیش کئے اگرچہ مقدمہ خود اسے پشیمان  
ہو کر باز دعویٰ داخل کیا لیکن چونکہ فتوے ہائے مشمولہ مثل  
کی تردید کرنی واسطے فائدہ اہل اسلام کے ضروری تھی لہذا  
ان کا رد بطور اختصار کے تحریر کیا جاتا ہے چونکہ مولوی رشید  
احمد صاحب نے کوئی سند تحریر نہیں کی، اس واسطے اس کی

تردید کی ضرورت نہیں۔ خود اس کا بے سند ہونا اس کی تردید کے واسطے کافی ہے۔ (فتاویٰ قاریہ صفحہ ۱۲۷-۱۲۸)

حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب کی نظر میں گنگوہی

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ مولانا دھکیہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”نقد یس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل“ عربی/اردو کو بالفصیل تقریظ و تصدیق سے نوازا جس میں یہ بھی ہے:

”سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو ”رشید“ سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے..... مولوی رشید احمد اس مردود (قادیانی) کو مرد صالح کہتے تھے، اور جو علماء اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے، اور کہتے تھے مرد صالح ہے۔“

(نقد یس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل عربی، اردو صفحہ ۳۰۷)

(۶)

دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولوی یعقوب نانوتوی کا ”نور ایمانی“ قادیانی کے بارے میں کیا تھا؟ علمائے لدھیانہ کے پیہم اصرار کے بعد جو تحریر مولوی یعقوب نانوتوی نے لکھی وہ پیش کی جاتی ہے۔

”یہ شخص (مرزا) میری دانست میں غیر مقلد معلوم

ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے.....“

(فتاویٰ قاریہ صفحہ ۱۷)

یاد رہے اس سے بہت پہلے معروف بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی اپنی کتاب ”تذریع الناس“ میں حضور ﷺ کی ”ختم نبوت“ کا انکار کر چکے تھے جس کی بناء پر علماء حرمین شریفین نے ان پر فتویٰ کفر دیا جس کی تفصیل ”حسام الحرمین“ از امام اہلسنت مفتی احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے۔

اب دیوبند کے پہلے مفتی عزیز الرحمن کا قادیانیت کے بارے میں فتویٰ ملاحظہ فرمائیے:

(سوال نمبر ۲۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت اور مہدیت سے واقف ہو کر بھی کوئی شخص مرزا کو مسلمان سمجھتا ہے تو کیا وہ شخص مومن کہلا سکتا ہے؟

الجواب:

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد و خیالات باطلہ اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ان سے واقف ہو کر کوئی مسلمان مرزا کو مسلمان نہیں کہہ سکتا البتہ جس کو علم اس کے عقائد باطلہ کا نہ ہو یا تاویل کرے تو ممکن ہے بہر حال بعد علم اس



کے عقائد باطلہ مرزا مذکور کو کافر کہنا اس کا ضروری ہے اس کے اور اس کے اتباع کو جنکا عقیدہ مثل اس کے ہو مسلمان نہ کہا جاوے۔ وہ مسلمان نہ تھا کہ جیسا کہ اس کی کتب سے ظاہر ہے باقی یہ کہ کوئی شخص بسبب کسی شبہ اور تاویل کے کافر نہ کہے اس کو بھی کافر نہ کہا جاوے کہ موقع تاویل میں احتیاط عدم تکفیر میں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاویٰ محبوب مکمل از مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن صاحب ج ۱ صفحہ ۱۰ کتاب ایمان و عقائد اثر دارالاشاعت کراچی)

کمال کی بات تو یہ ہے کہ مولوی عزیز الرحمن (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) کے مذکورہ فتویٰ کا سن ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۳ھ ہے، جبکہ مرزا قادیانی ۱۳۲۶ھ میں مرکز واصل پنجم ہو چکا اور اس کے خلاف عرب و عجم کے علماء کے فتاویٰ تکفیر بھی شائع ہو چکے تھے، عجم کے علماء میں خصوصاً قصور، لاہور، لدھیانہ، امرتسر، بریلی، گواڑہ، جہلم، بدایوں، بھیرہ، حیدر آباد کن، علی پور، سیالکوٹ، گجرات، پٹنہ کے اکابر علمائے اہلسنت مرزا کی کفریہ صریح متعین عبارتوں کی وجہ سے اس کی اور اس کے متبعین کی تکفیر کر چکے تھے اور مرزا کے رد میں ان کی تحریریں شائع ہو چکی تھیں، مگر صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مرزا کی کفریہ عبارات میں یہ سبب کسی شبہ اور تاویل کے مرزا کو کافر نہ کہنے والے شخص کی تکفیر میں کف لسان کرتے ہیں۔ کیا مولوی عزیز الرحمن دیوبندی کا یہ کہنا علمائے عرب و عجم کے اجماع کے مطابق ہے؟

۱۔ جیسا کہ "فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاویٰ محبوب مکمل" ناشر، دارالاشاعت کراچی کے عرض ناشرین سن کی صراحت موجود ہے۔

مولوی عبدالماجد دریا آبادی دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کی ایک خصوصی مجلس کا ذکر کرتے ہیں جس میں موضوع خن مرزا (قادیانی) کی ذات تھی۔ کسی ایک مجلس نے مرزا کے متعلق سخت الفاظ استعمال کئے تو تھانوی نے اس کو بہت محسوس کیا چنانچہ مولوی دریا آبادی لکھتے ہیں:

”حضرت نے معاملہ بدل کر ارشاد فرمایا کہ یہ زیادتی ہے توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدہ ختم رسالت میں۔ بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہیے جو شخص ایک جرم کا مجرم ہے یہ تو ضروری نہیں کہ وہ دوسرے جرائم کا بھی ہو“۔ (ج ۱ صفحہ ۲۱۳)

بحوالہ مطرقت: اللہ بدیع فتویٰ مولوی رشید صفحہ ۱۵۵ از محمد نجی گوندوی غیر مقلد

حضرت مولانا مفتی شاہ حسین گردیزی چشتی حنفی لکھتے ہیں

مولانا اشرف علی تھانوی جو دیوبندی مکتبہ فکر کے دوسرے درجہ کے اکابر میں آتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ اور پھر ان ہی کی وجہ سے ان کے خلیفہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی بھی قادیانیوں کو خارج از اسلام تصور نہیں کرتے تھے۔ مولانا تھانوی نے تو مرزا قادیانی کی مختلف کتابوں کی بعض عبارات اپنی کتابوں میں من و عن نقل کی ہیں۔ ہم مزید تحقیق تو اہل تحقیق کے سپرد کرتے ہیں۔ اس وقت مولانا تھانوی کی

ایک کتاب ”المصالح العقلیہ للاحکام العقلیہ“ زیر نظر ہے۔ ہم دونوں کے حوالے پیش کرتے ہیں۔ اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

خنزیر کی وجہ حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

### مرزا قادیانی

اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ نجاست خور اور تیز بے عزت اور دیوث ہے۔ اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانون قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہو کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بدکار بھی بدی پڑے گا۔ جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصہ حیا کی قوت کو کم کر دیتا

### مولانا تھانوی

اس بات کا کس کو علم نہیں یہ جانور اول درجہ نجاست خور بے غیرت و دیوث ہے۔ اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بدن، اور روح پر بھی پلیدی ہوگا۔ کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بدکار اثر بھی بدی ہوگا۔ جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصہ حیا کی قوت کو کم کر دیتا

جانور کا گوشت بالخاصہ حیا کی قوت کو کم کرتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب کشتی نوح میں پنج وقتہ نمازوں کے اوقات کے تعین کی وجہ بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھا مولانا تھانوی نے اس کی من و عن نقل اپنی مذکورہ بالا کتاب میں کی۔

ظہر کے وقت کے بارے میں ملاحظہ کیجئے۔

### مرزا قادیانی

پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا۔ یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی۔ جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے

### مولانا تھانوی

پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی کے زوال کے مقدور ہونے پر استدلال کیا جاسکتا ہے اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

۱۔ غلام احمد قادیانی مرزا اسلامی اصول کی فلاسفی ۱۳۲۴ م  
۲۔ اشرف علی تھانوی مولانا المصالح العقلیہ للاحکام العقلیہ ۱۳۶۹ م

اور عصر کے بارے میں دونوں رقمطراز ہیں

### مرزا قادیانی

دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا

ہے جب کہ بلا کے محل سے بہت  
نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جب کہ تم  
بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے  
سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے  
کہ جب خوف سے خون خشک ہو جاتا  
ہے۔ اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے  
کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہاری، اس  
وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب  
سے نور کم ہو جاتا ہے۔ اور نظر اس پر جم  
سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب  
اس کا غروب نزدیک ہے اس روحانی  
حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر  
ہوئی۔

اور نماز مغرب کے بارے میں دونوں کی یک رنگی ملاحظہ فرمائیے۔

مرزا قادیانی: تیسرا تغیر تم پر اس

مولانا تھانوی: تیسرا تغیر تم پر اس

### مولانا تھانوی

دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا

ہے جب کہ تم بلا کے محل سے بہت  
نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جب کہ تم  
بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے  
سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے  
کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک اور  
تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا  
ہے۔ سو یہ حالت تمہاری، اس وقت  
سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب سے نور کم  
ہو جاتا ہے اور نظر اس پر جم سکتی ہے۔ اور  
صریح نظر آتا ہے کہ اب غروب نزدیک  
ہے جس سے اپنے کمالات کے زوال  
کے احتمال قریب پر استدلال کرنا چاہئے  
اس روحانی حالت کے مقابل نماز عصر  
مقرر ہوئی ہے۔

وقت آتا ہے جب اس بلا سے رہائی

پانے کی ہلکی امید منقطع ہو جاتی ہے۔  
مثلاً تمہارے نام فرد قرار داد جرم لکھی  
جاتی ہے۔ اور مخالفانہ گواہ تمہاری  
ہلاکت کیلئے گزر جاتے ہیں۔ یہ وہ  
وقت ہے کہ جب تمہارے اوسان خطا  
ہو جاتے ہیں۔ اور تم اپنے تئیں ایک  
قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس  
وقت سے مشابہ ہے۔ جب کہ آفتاب  
غروب ہو جاتا ہے اور تمام ہوسناکی کی  
امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں  
اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز  
مغرب مقرر ہے۔

اب عشاء کی نماز کے بارے میں دونوں کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

### مرزا قادیانی

چوتھا تغیر تم پر اس وقت آتا

ہے جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور  
اس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے  
مثلاً جب فرد قرار داد جرم اور شہادتوں

وقت آتا ہے جب اس بلا سے رہائی  
پانے کی ہلکی امید منقطع ہو جاتی ہے۔  
مثلاً تمہارے نام فرد قرار داد جرم لکھی  
جاتی ہے۔ اور مخالفانہ گواہ تمہاری  
ہلاکت کیلئے گزر جاتے ہیں۔ یہ وہ  
وقت ہے کہ جب تمہارے اوسان خطا  
ہو جاتے ہیں۔ اور تم اپنے تئیں ایک  
قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس  
وقت سے مشابہ ہے۔ جب کہ آفتاب  
غروب ہو جاتا ہے اور تمام ہوسناکی کی  
امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں  
اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز  
مغرب مقرر ہے۔

### مولانا تھانوی

چوتھا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب بلا

تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور اس کی سخت  
تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے مثلاً جب  
فرد قرار داد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم

کے بعد حکم سزا تم کو سنا دیا جاتا ہے اور قید کیلئے ایک پولیس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے۔ جب کہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

اب نماز فجر کے بارے میں دونوں کی تحریریں ملاحظہ کیجئے۔

## مرزا قادیانی

پھر کہ جب تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔ سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر نماز مقرر ہے۔

## مولانا قادیانی

پھر جب کہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ اور تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔ سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر نماز مقرر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ”آریہ دھرم“ میں اسلامی نکاح کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے۔ مولانا قادیانی نے ”نقل مطابق اصل“ کے محاورے کے مطابق بالکل مطابق ہی لکھا ہے۔ دونوں کا کلام سامنے ہے اصل اور نقل کی تمیز کرنا قارئین کا کام ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

## مرزا قادیانی

مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے مہر اور تعہد نان و نفقہ اور اسلام اور حسن معاشرت شرط ہے۔ اور عورت کی طرف سے عفت و پاکدامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری ضروریہ میں سے ہے۔ اور جیسا کہ دوسرے تمام معاہدے شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابل فسخ ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹنے کے بعد قابل فسخ ہو جاتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اگر مرد کی طرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح توڑنے کی مجاز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود بخود نکاح

## مولانا قادیانی

واضح ہو کہ مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے اسلام اور مہر اور تعہد اور نان و نفقہ و حسن معاشرت شرط ہے اور عورت کی طرف سے عفت اور پاکدامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری کے عبود و شرائط ضروریہ ہیں اور جیسا کہ دوسرے تمام معاہدے شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابل فسخ ہو جاتے ہیں ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹ جانے کے بعد قابل فسخ ہو جاتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ اگر مرد کی طرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح توڑنے کی مجاز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود بخود نکاح

مرزا قادیانی

مرزا قادیانی

مرزا قادیانی

مرزا قادیانی

مرزا قادیانی

مرزا قادیانی

مرزا قادیانی

مرزا قادیانی

مرزا قادیانی



کی مجاز نہیں بلکہ حاکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑ سکتی ہے۔ اور یہ کمی اختیار اس کی فطرتی شتاب کاری اور نقصان عقل کی وجہ سے ہے لیکن مرد جیسا کہ اپنے اختیار سے معاہدہ نکاح کا باندھ سکتا ہے۔ ایسا ہی عورت کی طرف سے شرائط ٹوٹنے کے وقت طلاق دینے میں بھی خود مختار ہے۔ سو یہ قانون فطرتی قانون سے ایسی مناسبت رکھتا ہے گویا کہ اس کی عکس تصویر ہے۔ کیونکہ فطرتی قانون نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک معاہدہ شرائط قرار دادہ کے فوت ہونے سے قابل فسخ ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو تو وہ اس فریق پر ظلم کر رہا ہے جو فقدان شرائط کی وجہ سے فسخ عہد کا حق رکھتا ہے جب ہم سوچیں کہ نکاح کیا چیز ہے تو بجز اس کے اور کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ایک پاک معاہدہ کی شرائط کے نیچے دو انسانوں کی زندگی بسر کرنا ہے اور جو شخص

شرائط شکنی کا مرتکب ہو وہ عدالت کی رو سے معاہدہ کے حقوق سے محروم رہنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ اور محرومی کا نام دوسرے لفظوں میں طلاق ہے۔ لہذا طلاق ایک پوری جدائی ہے۔ جس سے مطلقہ کی حرکات سے شخص طلاق دہندہ پر کوئی بد اثر نہیں پہنچتا یا دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک عورت کسی کی منکوحہ ہو کر نکاح کے معاہدہ کو کسی اپنی بد چلتی سے توڑ دے تو وہ اس عضو کی طرح ہے جو گندہ ہو گیا، اور سڑ گیا اس دانت کی طرح ہے جس کو کیڑے نے کھالیا اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت تمام بدن کو ستاتا اور دکھ دیتا ہے تو اب حقیقت میں وہ دانت نہیں ہے اور نہ وہ متعفن عضو حقیقت میں عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس کو اکھیڑ دیا جائے یہ سب کاروائی قانون قدرت کے موافق ہے عورت کا مرد سے ایسا تعلق نہیں جیسے اپنے ہاتھ اور پیر کا، لیکن تاہم اگر کسی کا ہاتھ یا پیر کسی ایسی آفت

درندہ کھائے تو اس کو اس سے کیا کام  
کیونکہ وہ جسم تو اس وقت سے تیرا جسم  
نہیں رہا جبکہ اس نے اس کو کاٹ کر  
پھینک دیا۔

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ”نسیم دعوت“ میں اسلام کا فلسفہ اخلاق بیان کرتے  
ہوئے جو کچھ تحریر کیا ہے، دارالعلوم دیوبند کے مقتدر عالم مولانا قاضی نے دیوبند مکتبہ فکر کی  
تعلیم و تربیت کیلئے کئی کئی دفعہ اس کو نقل کر دیا۔ ملاحظہ ہو۔

#### مولانا قاضی

انسان کی فطرت پر نظر

کر کے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مختلف

قوی اس غرض سے دیئے گئے ہیں تاکہ

وہ مختلف وقتوں میں حسب تقاضائے محل

اور موقع قوی کو استعمال کرے گا انسان

میں جملہ اور خلقتوں کے ایک خلق بکری

کی فطرت سے مشابہ ہے اور دوسرا خلق

شیر کی صفت سے مشابہت رکھتا ہے پس

خدا تعالیٰ انسان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ

بکری بننے کے محل میں بکری بن جائے

#### مولانا قاضی

انسان کی فطرت پر نظر

کر کے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مختلف

قوی اس غرض سے دیئے گئے ہیں تاکہ

وہ مختلف وقتوں میں حسب تقاضائے محل

موقع کے ان قوی کو استعمال کرے۔

مثلاً انسان میں جملہ اور خلقتوں کے

ایک خلق بکری کی فطرت سے مشابہ ہے

اور دوسرا خلق شیر کی صفت سے مشابہ

ہے۔ پس خدا تعالیٰ انسان سے یہ

چاہتا ہے کہ وہ بکری بننے کے محل میں

میں مبتلا ہو جائے کہ اطباء اور ڈاکٹروں  
کی رائے اس پر اتفاق کرے کہ زندگی  
اس کی کاٹ دینے میں ہے تو بھلا تم میں  
سے کون ہے کہ ایک جان بچانے کیلئے  
کاٹ دینے پر راضی نہ ہو۔ پس ایسا ہی  
اگر تیری شکوہ اپنی بوجھائی اور کسی ہواں  
پاپ سے تیرے پر دہال لائے تو وہ ایسا  
عضو ہے کہ بگڑ گیا اور مر گیا اور اب وہ  
تیرا عضو نہیں ہے۔ اس کو جلد کاٹ دے  
اور گھر سے باہر پھینک دے ایسا نہ ہو کہ  
اس کی زہر تیرے سارے بدن میں پھیل  
جائے اور تجھے ہلاک کرے۔ پھر اگر  
اس کاٹے ہوئے اور زہر دینے جسم کو کوئی  
پرندہ یا درندہ کھالے تو تجھے اس سے کیا کام  
کیونکہ وہ جسم تو اسی وقت سے تیرا جسم  
نہیں رہا جب کہ تو نے اس کو کاٹ کر  
پھینک دیا۔

1 اشرف علی تھانوی مولانا الصالح العقیلی ۱۹۱۸ء

1 غلام احمد قادیانی مرزا آریہ صمد ۱۹۳۲ء

بکری بن جائے اور شیر بننے کے محل میں وہ شیر بن جائے۔ اور خدا تعالیٰ ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ نہیں چاہتا کہ ہر وقت انسان سوتا ہی رہے۔ یا ہر وقت جاگتا ہی رہے یا ہر دم کھاتا ہی رہے۔ یا ہمیشہ کھانے سے منہ بند رکھے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انسان اپنی اندرونی قوتوں میں سے صرف ایک قوت پر زور ڈال دے اور دوسری قوتیں جو خدا کی طرف سے اس کو ملی ہیں۔ اس کو لغو سمجھے اگر انسان میں خدا نے ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوت غضب بھی رکھی اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے پس کیا مناسب ہے کہ ایک خدا داد قوت کو تو حد سے زیادہ استعمال کیا جائے اور دوسری قوت کو اپنی فطرت میں سے بھلی کاٹ کر پھینک دیا جائے اس سے تو خدا پر اعتراض آتا ہے کہ گویا اس نے بعض قوتیں انسان کو ایسی دی ہیں کہ جو

اور شیر بننے کے محل میں وہ شیر بن جائے۔ اور خدا تعالیٰ ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ ہر وقت ہر محل میں بکری ہی بنا رہے اور نہ یہ کہ ہر جگہ وہ شیر ہی بنا رہے۔ اور جیسا کہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ ہر وقت انسان سوتا ہی رہے یا ہر وقت جاگتا ہی رہے۔ یا ہر وقت کھاتا ہی رہے۔ یا ہمیشہ سے منہ بند رکھے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انسان اپنی اندرونی قوتوں میں سے صرف ایک قوت پر زور ڈال دے اور دوسری قوتیں جو خدا کی طرف سے اس کو ملی ہیں۔ ان کو لغو سمجھے۔ اگر خدا نے انسان میں ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوت غضب اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے پس کیا مناسب ہے کہ ایک خدا داد قوت کو تو حد سے زیادہ استعمال کیا جائے اور دوسری قوت کو اپنے میں سے تو

استعمال کے لائق نہیں۔ کیونکہ یہ مختلف قوتیں اسی نے تو انسان میں پیدا کی ہیں۔ پس یاد رہے کہ انسان میں کوئی بھی قوت بری نہیں ہے بلکہ ان کی بد استعمالی بری ہے۔ سو انجیل کی تعلیم نہایت ناقص ہے۔ جس میں ایک ہی پہلو پر زور دیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے دعویٰ تو ایسی تعلیم کا ہے کہ ایک طرف طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیں مگر اس دعویٰ کے موافق عمل نہیں ہے۔ مثلاً ایک پادری صاحب کو کوئی طمانچہ مار کر دیکھے کہ پھر عدالت کے ذریعہ سے وہ کیا کاروائی کراتے ہیں۔ پس یہ تعلیم کس کام کی ہے۔ جس پر نہ عدالتیں چل سکتی ہیں نہ پادری چل سکتے ہیں۔ اصل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو حکمت اور موقعہ شناسی پر مبنی ہے مثلاً انجیل نے تو یہ کہا کہ ہر وقت تم لوگوں کے طمانچے کھاؤ اور کسی حالت میں شر کا مقابلہ نہ کرو مگر قرآن شریف اس کے مقابل پر یہ کہتا ہے۔

خدا پر اعتراض آتا ہے۔ گویا اس نے بعض قوتیں انسان کو ایسی دی ہیں جو استعمال کے لائق نہیں کیونکہ یہ مختلف قوتیں اسی نے تو انسان میں پیدا کی ہیں۔ پس یاد رہے کہ انسان میں کوئی بھی قوت بری نہیں بلکہ ان کی بد استعمالی بری ہے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجره علی اللہ (یعنی تو اگر تمہیں کوئی ذکھ پہنچا دے تو مثلاً دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس کی سزا اسی قدر بد ہے جو اس نے کی۔ (لیکن اگر تم ایسی صورت میں) گناہ معاف کر دو (کہ اس معافی کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو اور اس سے کوئی اصلاح ہو سکے (یعنی مثلاً مجرم آئندہ اس عادت سے باز آجائے۔) تو (اس صورت میں معاف کرنا ہی بہتر ہے اور) اس معاف کرنے کا خدا سے اجر ملے گا۔

جزاء سینه سینه مثلها فمن عفا  
واصلح فاجره على الله یعنی اگر  
کوئی تمہیں دُکھ پہنچا دے مثلاً دانت توڑ  
دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس کی سزا اسی  
قدر بدی ہے جو اس نے کی لیکن اگر تم  
ایسی صورت میں گناہ معاف کر دو کہ اس  
معافی کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو اور اس  
سے کوئی اصلاح ہو سکے یعنی مثلاً مجرم  
آئندہ اس عادت سے باز آجائے تو  
اس صورت میں معاف کرنا بھی بہتر  
ہے اور اس معاف کرنے کا خدا سے اجر  
ملے گا۔

اب دیکھو اس آیت میں  
دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے اور غفو  
اور انتقام کو مصلحتِ وقت سے وابستہ  
کر دیا گیا سو یہی حکیمانہ مسلک ہے جس  
پر نظامِ عالم چل رہا ہے رعایتِ محل اور  
وقت سے گرم اور سرد دونوں کا استعمال  
کرنا یہی عظمندی ہے جیسا تم دیکھتے ہو  
کہ ہم ایک ہی قسم کی غذا پر ہمیشہ زور

نہیں ڈال سکتے۔ بلکہ حسبِ موقع گرم  
اور سرد غذا کیں بدلتے رہتے ہیں۔ اور  
جاڑے اور گرمی کے وقتوں میں کپڑے  
بھی بدلتے رہتے ہیں۔ پس اسی طرح  
ہماری اخلاقی حالت بھی حسبِ موقع  
تبدیلی کو چاہتی ہے ایک وقت رعب  
دکھلانے کا مقام ہوتا ہے وہاں نرمی اور  
درگزر سے کام لگتا ہے اور دوسرے  
وقت نرمی اور تواضع کا موقع ہوتا ہے۔  
اور وہاں رعب دکھلانا سفلہ پن سمجھا جاتا  
ہے۔ غرض ہر ایک وقت اور ہر ایک  
مقام ایک بات کو چاہتا ہے۔ پس جو  
شخص رعایتِ مصالحِ اوقات نہیں کرتا وہ  
حیوان ہے نہ انسان اور وہ وحشی ہے نہ  
مہذب۔

قارئین کرام! یہ چند طویل اقتباسات آپ کی خدمت میں اس لئے پیش کئے کہ  
آپ کو حقیقتِ واقعہ کا اندازہ ہو جائے۔ یہ کوئی الزام نہیں ہر شخص چشمِ عبرت سے ان حوالہ  
جات کو ملاحظہ کر سکتا ہے۔ مرزا قادیانی کی کتاب "آریہ دھرم" ۱۸۹۵ء، اسلامی اصول کی

۱۔ غلام احمد قادیانی مرزا نسیم دعوت ص ۷۲، ۷۱  
۲۔ اشرف علی تھانوی مولانا المصالح العقلمیہ ص ۳۰۳، ۳۰۵



فلاسفی، ۱۸۹۲ء، "کشتی نوح"، ۱۹۰۲ء، اور "نسیم دعوت"، ۱۹۰۵ء میں شائع ہو چکی تھیں۔ اس کے برعکس مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب "المصالح العقلیہ للاحکام العقلیہ" ان کی اپنی تحریر کے مطابق یکم رجب بروز جمعرات ۱۳۳۴ھ کو ختم ہوئی جو ۱۹۱۶ عیسوی تاریخ ہوتی ہے۔ ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ مولانا تھانوی نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے طویل اقتباس نقل کئے اور کوئی حوالہ نہیں دیا یا انہوں نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ہماری غرض صرف اور صرف یہ بتانا ہے کہ دیوبندی مکتبہ فکر ختم نبوت کے سلسلہ میں مشکوک تھا اور یہ رازداریاں اس کا بین ثبوت ہیں۔ (مہر انور ۵۵۲ سے ۵۶۷)

کیا یہی ہے اکابر دیوبند کا نور ایمانی ۶۶۶

(۷)

ابتداءً غیر مقلدین (اہلحدیث) کس منہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت دیکھ کر کرتے کہ مرزا دجال تو خدا کے گھر کا آدمی یعنی غیر مقلد تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی پیشوائے اہلحدیث ہند اور دجال مرزا بچپن کے گہرے دوست اور ہم سبق تھے یہی مولوی محمد حسین بٹالوی ہیں جنہیں حکومت برطانیہ نے انکی خدمات سے خوش ہو کر "مٹس العلماء" کا خطاب دیا۔ یہ مسلم آمر ہے کہ دجال مرزا کی دکان چکانے میں بٹالوی صاحب نے بڑی مدد کی اور مولوی بٹالوی نے اپنے ماہواری رسالہ "اشاعت السنۃ" میں مرزا کی حمایت میں وہ بے پناہ پردہ بگیندہ کیا کہ خدا کی پناہ اور دجال مرزا کچھ ہی دنوں میں بٹالوی صاحب کی تعریف و توصیف کی وجہ سے ہندوستان کے غیر مقلدین میں مشہور و معروف ہو گیا اس بات کے ثبوت میں ہم ارباب فکر و نظر کے سامنے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں کہ مولوی بٹالوی

صاحب رسالہ "اشاعت السنۃ" میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی تالیف براہین احمدیہ کے متعلق کیا لکھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"اب ہم اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانے میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔"

(اشاعت السنۃ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹ بحوالہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۲)

یہی وجہ ہے کہ جب مولانا غلام دستگیر ہاشمی نقشبندی حنفی قصوری فتنہ مرزائیت کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے "براہین احمدیہ" کی کفریات کی گرفت فرمائی اور اس کی عبارات پر علماء حرمین شریفین زادما اللہ ثناءً و تعظیماً سے فتاویٰ جات حاصل فرمائے تو ان فتاویٰ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ ساتھ اس کے سب سے بڑے حمایتی پیشوائے اہلحدیث ہند مولوی محمد حسین بٹالوی کی بھی شدید گرفت کی۔ مولانا غلام دستگیر قصوری نے جب مرزا غلام احمد کو دعوت مناظرہ و اسلام دی تو بٹالوی صاحب کو بھی مناظرہ کی دعوت دی جس کو بٹالوی صاحب نے مشروط قبول کیا کہ وہ بند کمرے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں مگر شیر اسلام علامہ غلام دستگیر ہاشمی قصوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء کی موجودگی میں گفتگو پر زور دیا جس پر بٹالوی صاحب آمادہ نہ ہوئے جب چہار طرف سے دجال مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر و مخالفت

شروع ہوئی تو بٹالوی صاحب نے بھی مناسب جانا کہ اس کی حمایت نامدار سے دستبردار ہو کر اسکی تکفیر پر کمر باندھوں۔ جبکہ قادیانیت کے ابتدائی ستون حکیم نور الدین بھیروی، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، مولوی محمد علی لاہوری، خواجہ کمال الدین لاہوری، عبداللہ سنوری اور ان جیسے اور بہت سے دوسرے مسلک الحمد یت سے وابستہ تھے اور بعد میں یہ سب قادیانی مرتد ہو گئے۔

(۸)

موت مرزا

بسبب اسہال بروز منگل

مرزا ۲۶ مئی بروز منگل ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ھ کو لاہور میں ہیضہ (اسہال) کی بیماری سے مرکرواصل جنم ہوا اور قادیان میں دفنایا گیا۔ جبکہ مرزا منگل کے دن کو اچھا نہیں سمجھتا تھا جیسا کہ اس کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم۔ اے کہتا ہے:

”منگل ایک مخوس دن ہے“۔ (سیرت الہدی حصہ دوم صفحہ ۱۶)

”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعودوں میں سے منگل کے دن کو اچھا نہیں سمجھتے تھے..... اور فوت ہوئے منگل کے دن“۔

(سیرت الہدی حصہ اول صفحہ ۸)

”ڈاکٹر میر محمد اسلمعلیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ

حضرت مسیح موعود کو اپنی وفات سے قبل ساہل سال اسہال کا عارضہ تھا چنانچہ حضور اسی مرض میں فوت ہوئے“ (سیرت الہدی حصہ دوم صفحہ ۵۸، روایت ۳۷۶)

مرزا بشیر احمد ایم۔ اے لکھتا ہے:

”۲۵ مئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے..... تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پٹنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے، میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا۔ یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور ادھر ادھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں، جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعود کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے“۔ (سیرت الہدی حصہ اول صفحہ ۹، روایت ۱۲)

پھر آگے اپنی ماں کا بیان لکھتا ہے:

”کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا..... اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا

مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جاسکتے تھے اس لئے میں نے چار پائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دہاتی رہی مگر ضعف بہت ہو گیا تھا اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چار پائی پر گر گئے اور آپ کا سر چار پائی کی ٹکڑی سے ٹکرایا اور حالت دیگر گوں ہو گئی..... حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر ہو جایا کرتی تھی جس سے بعض اوقات بہت کمزوری ہو جاتی تھی..... اور آپ اسی بیماری پر فوت ہوئے۔

(سیرت الہدی حصہ اول صفحہ ۱۳ تا ۱۴، روایت ۱۶)

(اسی طرح کا مضمون سیرت الہدی حصہ دوم صفحہ ۵۸ روایت ۲۷ پر بھی ہے۔)

مرزا کی موت کے بارے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری (غیر مقلد) سے مباہلے کی وجہ سے مرزا کی ہلاکت ہوئی۔ حقیقت کیا ہے؟ اس کیلئے حضرت علامہ عالم آسی چشتی امرتسری کی کتاب ”الکاویہ علی الغاویہ“ حصہ دوم سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

اول:

مولوی ثناء اللہ صاحب (امرتسری) کے متعلق یوں گزارش ہے کہ جب کتاب ”قادیان کے آریہ اور ہم“

شائع ہوئی تو مولوی صاحب نے لکھا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے ہیں اور ان کے الہام سراسر کذب ہیں تو ان کو لکھا گیا کہ حقیقتہً الوحی تیار کر کے آپ کو بھیج دی جائے گی اس پر یہ لفظ لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ ”اے میرے خدا اگر میں اس بات پر جھوٹا ہوں تو میری دعا ہے کہ تیرا عذاب مجھ پر نازل ہو“۔ اس عبارت کے بعد مرزا صاحب بھی شائع کر دیں گے کہ ”یہ تمام الہامات خدا کی طرف سے ہیں اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میری دعا ہے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین“ مگر مولوی صاحب نے لکھا کہ عذاب کی تعیین کر دو مباہلہ کر دوں گا۔

دوم:

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے اشتہار دے دیا کہ ”مولوی ثناء اللہ صاحب مجھے مفتری جانتا ہے یا اللہ تو جھوٹے سچے میں فرق کر، تاکہ دنیا گمراہی سے بچ جائے تو ایسا کر کہ اگر میں سچا ہوں تو میری زندگی میں ہی مولوی ثناء اللہ کو کسی مہلک مرض میں مبتلا کر، یا میرے سامنے ہی اسے موت دے، اگر میں جھوٹا ہوں تو اس کی زندگی میں ہی مجھے دنیا سے اٹھالے، یہ الہام نہیں دعا ہے۔ مولوی صاحب جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔“

مگر مولوی صاحب نے اہل حدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھ دیا کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں اور کوئی وانا اسے مان بھی نہیں سکتا۔ اب مرزا جی کے مرنے کے بعد خود جاہل و نادان بن گئے اور کہنے لگ گئے کہ مرزا صاحب اسی فیصلے کے مطابق مر گئے۔

سوم:

نبی اصلاح کے لئے آتے ہیں نہ افساد کے لئے۔ مرزا صاحب بھی اس لئے نہیں آئے تھے کہ آئندہ مرے طاعون پڑے اور زلزلے وغیرہ آئیں، مولوی صاحب نے جب دعا سے انکار کر دیا تو اب اگر مر جاتے تو اس کے تابع ہوا کہہ دیتے کہ وہ انکاری تھے، اس لئے دعا کے اثر سے نہیں مرے تو اصلاح کی بجائے افساد ہو جاتا، اس لئے وہ معاملہ التواء میں ڈال دیا گیا ورنہ ان کو خوف تھا کہ کہیں سزا نہ مل جائے چنانچہ مرقع قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں کہ مجھ پر مباہلے کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ ایک سال میعاد مباہلہ گزر چکی ہے اور چند دن وفات مرزا سے پہلے مرقع جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۸ میں لکھا تھا کہ مرزائی جماعت کے جو شیخ ممبر و اب کس وقت کا انتظار ہے۔ تمہارے پیروں کی میعاد کا زمانہ تو گزر گیا درحقیقت وہ دھوکہ دیتے تھے کیونکہ وہ مباہلہ اس لئے منسوخ ہو چکا

تھا کہ انہوں نے منظوری نہ دی تھی۔

چہارم:

الہحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھ چکے تھے کہ مفتی کی رسی دراز ہوتی ہے تو خدا نے اسی اصول پر فیصلہ کر دیا کہ مرزا صاحب مفتی نہ تھے اور مولوی صاحب مفتی تھے اس لئے جھوٹا زندہ رہا اور سچا مر گیا۔

پنجم:

الہحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ میں مولوی صاحب لکھ چکے ہیں کہ مباہلہ اور چیز ہے اور قسم اور چیز ہے اور قسم کو مباہلہ کہنا آپ جیسے (مرزائیوں) کا ہی کام ہے۔ مگر پھر بار بار لکھ رہے ہیں کہ مرزا صاحب نے مباہلہ میں ہار کھائی ہے۔

ششم:

مولوی صاحب کو تسلیم ہے کہ مباہلہ کی میعاد مرزا صاحب کی وفات سے پہلے ختم ہو چکی ہے تو اب وفات مرزا کو مباہلہ میں داخل کرنا بالکل غلط ہوگا۔

(الکادری علی اللہاد یہ حصہ دوم صفحہ ۸۷)



ہلاکت مرزا اور پیر سید جماعت علی صاحب علی پوری علیہ الرحمہ

”مئی ۱۹۰۸ء میں دجال مرزا اپنے ہمواؤں کے ساتھ لاہور بسلسلہ تبلیغ آیا۔ احمدیہ بلڈنگس کے سفید میدان میں بسر کردگی حکیم نور الدین بھیردی روزانہ نشر و تبلیغ مرزائیت میں تقاریر ہوتی تھیں اور خیال تھا کہ لاہور سے فراغت کے بعد یہ تبلیغی دورہ سیالکوٹ تک کیا جائے گا۔ دوسری طرف کچھ فاصلے پر دوسروں کے مغربی تقاطع پر جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ علی پوری کا خیمہ تردید لگا ہوا تھا۔ علمائے اسلام تردیدی مضامین سے مرزائیت کا بیج اُدھیرتے چلے جاتے تھے۔ پیر صاحب سرگرم مدافعت تھے اور تقدس باطنی سے ہلاکت مرزا کی خواستگاری بجناب باری جلسہ گاہ کا مطلع و مقطع بنا ہوا تھا۔ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو شاہی مسجد لاہور میں پیر صاحب نے ہلاکت مرزا کی بددعا بڑی شد و مد سے کرائی جس میں ہزاروں مسلمان شریک تھے اور یک زبان ہو کر التجا کرتے تھے کہ یا اللہ اس ابتلائے قادیانی سے اسلام کو رہائی بخش اور مسلمانوں کو راہ راست پر قائم رکھ۔ آمین کی صدا آئیں بلند ہوتی تھیں۔ اس دعا کے بعد جلسہ گاہ میں

متواتر دعائیں ہوتی رہیں آخر ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو ہر روز پیر صاحب قبلہ نے بڑے زور سے خبر دی کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مرزا صاحب دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ جیسا کہ نازیبا نہ نقشبندی نمبر ۲ اطاعت مرید و مرشد صادق صفحہ ۵۰ مطبوعہ گلزار ہند پریس لاہور بفرمائش ایم حسام الدین ایڈیٹر رسالہ خدام الصوفیہ میں مذکور ہے کہ مرزا بعد اسٹاف کے لاہور آیا، شاہ صاحب نے بھی تردیدی جلسہ بالمقابل قائم کیا۔ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو شاہی مسجد میں اثنائے وعظ میں آپ نے فرمایا کہ میری عادت پیشین گوئی کرنے کی نہیں مگر مجبوراً کہتا ہوں کہ اگر مرزا کو سیالکوٹ جانے کی طاقت ہے تو وہاں جا کر دکھلائے میں کہتا ہوں کہ وہ وہاں کبھی نہیں جاسکتا کیونکہ خدا تعالیٰ اس کو توفیق ہی نہیں دے گا کہ سیالکوٹ جاسکے۔ اس سے پہلے ۱۹۰۴ء میں عبدالکریم کی موت سے وہ اپنی رسوائی دیکھ چکا ہے۔ اب سب لوگ گواہ رہو کہ مرزا بہت جلد ذلت اور عذاب کی موت سے مارا جائے گا اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ مرزا کو لاہور سے نکال کر جاؤں گا کیونکہ یہ محمدیوں کے ایمانوں کا ڈاکو ہے۔ آپ نے ہر روز یہ لفظ دہرائے۔

آخر ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی شب کو نہایت جوش سے

کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہم کئی روز سے مرزا کے مقابلہ میں آئے ہوئے ہیں۔ پانچ ہزار روپے کا انعام بھی مقرر کیا ہوا ہے کہ جس طرح چاہے وہ ہم سے مناظرہ کرے یا مقابلہ کرے اور اپنی کرامتیں اور معجزے دکھائے لیکن اب وہ مقابلہ میں نہیں آتا لیکن آج میں مجبوراً کہتا ہوں کہ آپ صاحبان سب دیکھ لیں کہ کل ۲۴ گھنٹے میں کیا ہوتا ہے۔ آپ اتنے ہی الفاظ کہہ کر بیٹھ گئے۔ پھر رات کو مرزا ہیضہ سے بیمار ہو گیا اور دو پہر تک مر گیا۔ مفتی عبداللہ صاحب پروفیسر اور نیشنل کالج لاہور نے فرمایا کہ ہم پہلے تو اس پیشین گوئی کو معمولی سمجھتے تھے، آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی۔

ایک مخالف نے کہا کہ یہ پیشین گوئی حدیث انفس ہے۔ مگر اس کو یاد رہے کہ وہ بھی تو بین آل رسول کر کے خیر نہ منائے۔ مرزا کی تاریخ وفات ہے لفقہ دخل فی فقہ جہنم ۱۳۲۶ھ۔

ناظرین! آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کی صداقت نے ۲۴ گھنٹے کے اندر ہی تمام پیشین گوئیوں اور الہاموں سے بڑھ کر نمبر لئے ہیں۔ نہ ڈاکٹر کی پیشین گوئی نے تعیین وقت پر جرات کی، نہ مرزا صاحب کے اپنے الہامات نے کوئی ہفتہ یا عشرہ مخصوص کیا بلکہ جیسا کہ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کا ارادہ تھا کہ لاہور میں تبلیغی جلسوں کے بعد سیالکوٹ جائے گا مگر آل رسول ﷺ کی زبان سیف و سنان کی طرح کاٹتی ہوئی آپ کی تمام امیدوں پر پانی پھیر گئی اور دنیائے دیکھ لیا کہ ”پیشین گوئی یوں ہوتی ہے“ جس میں نہ تاویل کی ضرورت ہے نہ شرائط لگائے گئے ہیں اور نہ فریق مخالف کی منظوری یا عدم منظوری کو دخل ہے اور استجاب دعا کا بھی اصل مصداق یہی ہے کہ جس میں فریق مخالف کی کسی تلخ مزاجی کو داخل نہیں سمجھا گیا اور نہ یہ عذر کرنے کا موقع پیش آیا تھا کہ چونکہ فریق مخالف اندر سے ڈر گیا تھا اس لئے یہ دعا معرض التواء میں ڈال دی گئی اور مزید لطف یہ کہ مرزائیوں نے ہر ایک امر پر بحث کی ہے مگر یہ پیشین گوئی ابھی تک ویسی ہی پڑی ہوئی ہے جیسی کہ پیدا ہوئی تھی۔ کسی کو جرات نہیں ہے کہ اس پر اثر خالی یا خامہ فرسائی کر کے اپنے ہذیان کا ثبوت دے۔ اس لئے ہم کہیں گے کہ موت مرزا کا فوری سبب یہی پیشین گوئی اور دعا ہے اور بس۔“

(الکادری علی الفاویہ حصہ دوم صفحہ ۲۸۵ سن طباعت ۱۹۳۳ء)

فتنہ قادیانیت کے خلاف آئینی و قانونی جدوجہد

علماء و مشائخ اہلسنت کی اس بھرپور علمی و عملی جدوجہد کی وجہ سے نہ صرف عوام اس دجالی فتنے سے محفوظ رہے بلکہ حکومتی و ریاستی سطح پر اس باطل فرقہ پر پابندی لگانا شروع ہو گئی۔

قادیانیت پر مسلم ممالک میں قانوناً پابندی

**افغانستان:** افغانستان میں ۱۹۲۵ء میں قادیانیوں کو اپنے باطل نظریات پھیلانے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔ اور اس فرقہ پر پابندی عائد ہے۔

**موریشس:** موریشس (افریقہ) میں ۱۹۳۶ء میں وہاں کے سپریم کورٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا اور مسجد میں داخلہ پر پابندی لگا دی۔

**مصر:** مصر میں ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے لئے ملک میں داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی اور جماعت احمدیہ کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔

**سعودی عرب:** سعودی عرب میں قادیانی فرقہ پر مکمل پابندی ہے اور ۱۹۶۷ء میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں داخلے کے جرم میں قادیانیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

**شام:** شام میں قادیانی فرقہ پر مکمل پابندی ہے۔

**لبنان:** لبنان نے ان کے باطل اور طحانہ نظریات کی وجہ سے انہیں غیر مسلم قرار دے دیا ہے اور وہاں اس فرقہ پر سخت پابندی عائد ہے۔

**عراق:** عراقی حکومت نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ ان کی ترویج و اشاعت پر پابندی عائد ہے۔

**انڈونیشیا:** جمہوریہ انڈونیشیا میں قادیانی فرقہ پر اور اس کے باطل نظریات کی

تشہیر پر پابندی ہے۔

**آزاد کشمیر:** آزاد کشمیر میں ۱۲۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہوئی اور ۲۵ مئی ۱۹۷۳ء کو صدر سردار عبدالقیوم نے اس قرارداد کی توثیق کی۔

**بنگلہ دیش:** بنگلہ دیش میں اس فرقہ پر پابندی عائد ہے۔ حکومت نے اتفاق رائے سے اس کے ماننے والوں کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔

رابطہ عالم اسلامی

۱۹۷۳ء میں رابطہ عالم اسلامی کا ایک اجلاس اپریل میں منعقد ہوا جس میں اسلامی ممالک کی سو سے زائد تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت فرمائی اس اجلاس میں قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

**پاکستان:** ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء قائد اہلسنت سالار تحفظ ختم نبوت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر دو ماہ کے مباحثہ کے بعد پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ قومی اسمبلی کے اس تاریخی مباحثے میں شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے کلیدی کردار ادا کیا۔

قادیانیت کے مقابل علمائے اہلسنت و جماعت کی علمی و عملی جدوجہد کا عملی نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ قادیانیت پوری دنیا کے سامنے برہنہ ہے اور اسلامی دنیا میں اس پر پابندی ہے نیز اس کی حیثیت ”انگریز کے خود کاشٹہ پودے“ اور ”سامراجی ایجنٹ“ سے

زیادہ نہیں۔

عرصہ دراز سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اکابر علماء کی علمی و تحقیقاتی خدمات جو کہ انہوں نے تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے سلسلے میں سرانجام دیں، انہیں از سر نو نئی نسل کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وہ قادیانیت کی تاریخ اور اس کے عزائم نیز اس کے مقابل اپنے اسلاف کے علمی کارناموں سے روشناس ہو سکیں۔ چنانچہ فقیر راقم الحروف نے اس وسیع و عریض میدان میں اپنی استطاعت کے مطابق کام کا آغاز کیا۔ اللہ رب العالمین نے حضور خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل بہت کامیابی عطا فرمائی۔ اور پاکستان کے مختلف کتب خانوں سے اسلاف کی نایاب کتب کا ایک ذخیرہ جمع ہو گیا۔ پھر اس ذخیرے میں سے منتخب کتب کے شائع کرنے کے ایک بڑے منصوبے کا آغاز کیا گیا۔ بحمد اللہ اس منصوبے کی پہلی کڑی چھ جلدوں کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ان مجلدات میں ۱۸۸۳ء سے ۱۹۲۹ء تک اکابر اہل سنت کی رد قادیانیت پر تالیف کی جانے والی کتب کا انتخاب شامل ہے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ عزوجل۔

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی داماد اچھنوی  
قریشی صدیقی نقشبندی حنفی چھنوی رحمۃ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی  
○ رد قادیانیت



## حالات زندگی

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی قریشی صدیقی نقشبندی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ محلہ چلہ بیہیاں اندرون موچی گیٹ لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی مولانا حسن بخش صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کے ایک بڑے بھائی مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ مسجد "ملامجید" لاہور میں ایک عرصہ تک خطابت اور تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دایم الحضور خلیفہ شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمہما اللہ کی ہمیشہ تھیں۔ اس طرح مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت غلام محی الدین قصوری کا شاگرد، خواہر زادہ، داماد، مرید باخفا اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

جب مولانا قصوری سن شعور کو پہنچے تو حضرت مخدوم غلام مرتضیٰ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ روحانی درس گاہ اور علمی مکتب مغربی پاکستان کے اولیاء و علماء کی روحانی اور علمی تربیت گاہ کی حیثیت سے مرجع خلائق بن چکا تھا۔ اور اس وقت مولانا غلام محی الدین قصوری دایم الحضور کے فیضان کا شہرہ اطراف و اکناف پاک و ہند تک پھیل چکا تھا، ترجمان حقیقت سید وارث شاہ اور سید بلھے شاہ رحمہما اللہ جیسے نامور صوفیاء اسی درس گاہ کے فیضان سے مالا مال ہو کر آسمان شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے تھے۔ ان بزرگان دین کی ضیاء پاشیوں سے قلوب و اذہان کے تاریک خانے بقعہ نور بن چکے تھے۔ حضرت مولانا غلام مرتضیٰ پیر بلوی اور حضرت غلام نبی لکھ شریف رحمہما اللہ ان دنوں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کی شاگردی میں روحانی دولت سے دامن مراد بھرنے میں مصروف تھے۔ مولانا قصوری

۱۔ سن ولادت معلوم نہ ہو سکا۔ ۱۳۰۱ھ

کو اس درس گاہ کی کشش نے لاہور سے دعوت تربیت دی۔ آپ نے وقت کے اس جلیل القدر استاد کے سامنے زانوئے ادب طے کیا، جس کے کمالات کا ایک کرشمہ یہ بھی تھا۔

ستارہ می شکند آفتاب می سازند

آپ نے منقولات و معقولات میں کمال حاصل کیا۔ زمانہ طالب علمی میں اپنی ذہانت اور محنت کی بدولت اپنے اساتذہ سے خراج تحسین حاصل کیا۔ آپ ابتدا ہی سے فکری اور نظریاتی مباحث میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ اس چیز کو اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ درس گاہوں کے باہر کی دنیا فکر و نظر کے اختلافات میں کھو گئی ہے اور ملک کی سیاست پر انگریز قابض ہو چکا ہے جس نے مسلمانوں کی وحدت فکر کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ہزاروں اعتقادی فتنوں کو بیدار کر دیا تھا۔ آپ کے استاد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمہ اللہ علیہ نے مستقبل کے ایسے ہی اعتقادی فتنوں کے سد باب کے لئے اپنے لائق اور ذہین شاگرد کو خاص انداز میں تربیت دے کر تیار کیا۔

## اہل اللہ سے عقیدت

مولانا قصوری رحمہ اللہ علیہ اپنی بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود اہل اللہ سے بڑی عقیدت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے جہاں کوئی صاحب نظر دیکھا یا برہنہ پہنچے اور زانوئے ادب طے کیا۔ حضرت مخدوم علی الجویری داتا گنج بخش رحمہ اللہ علیہ، بابا فرید شکر گنج پاک پٹن رحمہ اللہ علیہ، دربار عالیہ چاچڑاں شریف، اوج شریف اور ملک کے دوسرے مزارات پر آپ اہتمام سے حاضری دیتے۔ آپ نے اپنی کتاب ”تجددِ شکر یہ“ کے صفحہ نمبر ۱۳۳ پر خواجہ فرید شکر گنج رحمہ اللہ علیہ کے عرس پاک پر زائرین کے بے پناہ جھوم کا منظر یوں کھینچا ہے:

”فقیر مزار پر انوار حضرت شیخ فرید شکر گنج رحمہ اللہ علیہ پاک

پٹن شریف گیا۔ وہاں حضرت مولانا مولوی دادار بخش مرحوم مجھے ایک بلند مقام پر لے گئے، جہاں سے زائرین کا ہجوم صاف دکھائی دیتا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ہزاروں لوگ صف بستہ رواں دواں بہشتی دروازے کو جارہے ہیں اور کئی لوگ ان زائرین کے سر پر پاؤں رکھ کر بڑی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ دروازے کے قریب جا کر وہ انسانوں کے جم غفیر میں غوطہ لگاتے اور دروازے سے گزرتے ہیں۔ جن لوگوں کے سراور کندھوں پر سے یہ لوگ گزر رہے تھے وہ نہ تو شکایت کرتے اور نہ ہی کسی تکلیف کا اظہار کرتے۔ ان محبت کیش عوام کی عقیدت و محبت کی محویت کا یہ منظر میرے لئے حیران کن تھا۔ اور جن بزرگانِ دین کی کرامات کا میں علمی طور پر قائل تھا اپنی آنکھوں دیکھ کر یقین کے رتبہ کو پہنچا۔“

از کرامت خارقش مے شود

دیدہ بے نور روشن مے شود

(تجددِ شکر یہ صفحہ ۱۳۳ بحوالہ کلامائے اہلسنت و جماعت لاہور از صاحبزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب)

آپ نے قرآن پاک کی تفاسیر اور احادیث کی تشریحات کا وقت نظر سے مطالعہ لیا۔ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اعتقادی نشو و نما کا کام کرنے لگے۔ انگریزی حکومت نے ملای معاشرے کو مسموم کرنے کے لئے کئی قسم کے اعتقادی زہر پھیلا دیئے۔ بد اعتقاد علماء

## تصانیف

آپ کی مشہور تصانیف کے اسماء ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اپنے ذوق کے پیش نظر ان موضوعات کا تفصیلی مطالعہ کر سکیں اور مصنف کی علمی کاوشوں کا صحیح اندازہ کر سکیں۔

۱. ”عمدة البیان فی اعلان مناقب النعمان“: (۱۲۸۵ھ)

یہ کتاب دہلیوں کے شیخ الکل جناب میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی مشہور تصنیف ”معیار الحق“ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ پہلے یہ کتاب فارسی میں چھپوائی گئی، بعد میں اس کی مقبولیت کے پیش نظر اردو میں بھی اشاعت کی گئی۔

۲. ”تحفہ دستگیر بہ جواب اثنا عشریہ“: (۱۲۸۵ھ)

اس کتاب میں مولوی غلام علی قصوری شمر امرتسری کے احناف پر دس اعتراضوں کے جواب ہیں۔

۳. ”تحقیق صلوٰۃ الجمعة“: (۱۲۸۸ھ)

تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

۴. ”مخرج عقائد نوری بجواب نغمہ طنہوری پادری عماد الدین“: (۱۲۹۳ھ)

رسوائے پنجاب پادری عماد الدین نے ”نغمہ طنہوری“ میں اسلام پر بڑے رکیک حملے کئے تھے۔ مولانا قصوری نے اس کتاب میں ان خیالات کی پرزور تردید کی اور ساتھ ہی لودھیانہ میں ایک مناظرہ میں پادری عماد الدین کو شکست فاش دی۔

۵. ”ہدیۃ الشیعین منقبت چار یار معہ حسنین رضی اللہ عنہم“ (۱۲۹۵ھ)

یہ کتاب فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوئی اس میں شیعہ اور خوارج کے نظریات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔

کی پیڑھ ٹھوکی جاتی، فتنہ پرور عناصر کو فتنہ سامانیوں کی پوری مراعات بہم پہنچائی جاتیں، ان نظریات کو خاص طور پر پھیلا دیا جاتا جس سے ملت اسلامیہ کی وحدت فکر کو پارہ پارہ کیا جاسکتا تھا، عوامی ذہن کو شکوک و شبہات کی نذر کر دیا جاتا۔ اس وقت کی معاشرتی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزائیت، وہابیت، چکرا الویت، نیچریت اور پھر دیوبندیت جیسے محسوسہ اور غیر محسوسہ فرقے ریگتے ہوئے آگے بڑھے اور حشرات الارض کی طرح اسلامی زندگی کی تمام راہوں کو متعفن کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ہر مسجد، ہر مجلس، ہر جلسہ گاہ، ہر درس گاہ، غرضیکہ ہر گھرانہ فتنوں کی آماجگاہ بنا دیا گیا۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان فرقوں کے داعیان اپنے آپ کو اسلام اور دین کا اولین ”خادم“ اور ”حق پرست“ کہتے نہ تھکتے۔

ان نامساعد حالات میں مولانا قصوری اللہ کا نام لے کر میدان عمل میں آئے اور ان طوفانوں کے سامنے ڈٹ گئے۔ لاہور کی علمی دنیا آپ کی ہمت مردانہ اور فاتحانہ انداز تکلم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ ہند کے مشاہیر نے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا۔ عرب و عجم کے دینی حلقوں نے آپ کی علمی اور اعتقادی خدمات کو بڑا سراہا۔ آپ نے وقت کے اس چیلنج کا نہایت پامردی سے مقابلہ کیا۔ برصغیر پاک و ہند کے ہر شہر، ہر قصبہ، ہر میدان اور ہر جلسہ میں پہنچے اور بد اعتقاد علماء کے کھوکھلے دعوؤں کے تار و پود بکھیر دیئے۔ آپ کے زور استدلال اور انداز بیان کے سامنے ان فتنہ پردازوں کا پندار ٹوٹ جاتا اور اکثر میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرتے۔ مولانا قصوری تمام زندگی علمی تحریری میدان میں تحفظ دین کے لئے مصروف چہرہ رہے اور یوں سینوں کا یہ بطل عظیم ۱۸۹۷ء، ۱۳۱۵ھ میں واصل حق ہوا۔

## ۶. "توضیح دلائل وتصریح ابحاث فرید کوٹ"

ریاست فرید کوٹ کے راجہ نے اپنے اہتمام میں علمائے اہل سنت اور غیر مقلدین کے درمیان بڑے مناظرے کرائے۔ ان تمام مناظروں میں ملک کے بڑے بڑے جید علماء شریک ہوتے تھے۔ مولانا قصوری نے ان مباحث کو یکجا جمع کر کے ترتیب دیا اور آخر میں مہاراجہ فرید کوٹ نے فیصلہ بھی دیا۔ یہ کتاب نظریاتی اختلافات کی ایک تاریخی روئیداد ہے اور خاص کر مسئلہ تقلید میں بڑا ہی مواد جمع کیا گیا ہے۔

## ۷. "عروة المقلدین بالهام القوی المبین" (۱۳۰۰ھ)

مسئلہ تقلید اس زمانے کے علمائے دین میں مابہ نزاع بن گیا تھا اور ہر سطح پر اس موضوع پر گفتگو ہوتی تھی۔ مولانا قصوری نے اس کتاب میں تقلید پر بڑے پرزور دلائل دیے ہیں۔

## ۸. "ظفر المقلدین" (۱۳۰۲ھ)

یہ کتاب مولوی محی الدین لکھوی کی کتاب "ظفر المبین" کے جواب میں لکھی گئی اور مسئلہ تقلید پر بڑے پختہ دلائل دیے گئے۔

## ۹. "جواهر مضیہ رد نیچرہ" (سن ۱۳۰۴ھ)

اس کتاب میں سرسید احمد خان کے ایک خط کا جواب مفصل دیا گیا ہے اس خط میں سرسید احمد خان نے اپنے نیچری عقائد اور خاص کر اللہ کی ذات پر اپنا نظریہ پیش کیا تھا۔ مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اس خط کا جواب دیا بلکہ اسے کتابی شکل میں شائع بھی کروایا۔

## ۱۰. "ظہور اللامعہ فی ظہر الجمعہ" (۱۳۰۳ھ)

مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فتح رحمانی" کے حاشیہ میں اس کتاب

کا ذکر فرمایا ہے مگر تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

## ۱۱. "کشف السطور عن مسئلہ طواف قبور" (۱۳۰۵ھ)

تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

## ۱۲. "نصرة الابرار فی جواب الاشتہار" (۱۳۰۵ھ)

یہ رسالہ گوجرانوالہ کے بعض غیر مقلدین کے اس اشتہار کے جواب میں لکھا گیا جس میں انہوں نے صلوٰۃ و سلام پر اعتراض کیا۔ آپ نے گوجرانوالہ کے عوام کی دعوت پر ان اشتہار والے علماء کا سخت تعاقب کیا اور گوجرانوالہ پہنچ کر کوٹ بھوانیداس میں مولوی عبدالعزیز اور مولوی عبدالقادر سے مناظرہ کیا اور اس مناظرے کو آپ نے کتابی شکل میں شائع کرا کے تقسیم کیا۔

## ۱۳. "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" (۱۳۰۷ھ)

یہ کتاب آپ کی اعتقادی اور فکری اختلافات میں مفاہمت کے لئے ایک اہم کوشش ہے۔ اس کتاب کو ان تمام اختلافات کی اصلاح میں ایک بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل ہو گئی ہے جو آج تک بعض حلقوں میں وجہ نزاع بن گئے ہیں۔ سب سے پہلے دیوبندی مکتبہ فکر کے ان علمائے ہند نے جن میں سے بعض حضرات حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بھی تھے ان مسائل سے اختلاف کیا جو سنی مکتبہ فکر میں مسلمہ حیثیت رکھتے تھے۔ ان مسائل پر ان سے پہلے ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، محمد بن عبدالوہاب نجدی اور پھر اسماعیل دہلوی اپنی تحریروں میں اعتراضات کر چکے تھے۔ علمائے دیوبند نے ان حضرات کی تحریروں سے متاثر ہو کر سواد اعظم اہلسنت کے معتقدات کو غلط قرار دینا شروع کر دیا تو علمائے ربانی نے ان کی تحریروں کا ٹوٹ لیا، مگر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں علمائے اہل سنت پر جو مصائب ٹوٹے ان سے ان بدعقیدہ علماء کے حوصلے بلند ہو گئے اور ان کی یہ حرکتیں



باقاعدہ ایک فتنے کی شکل اختیار کر گئیں۔ بعض صلح جو حضرات نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا اور ان کی رائے لی تو آپ نے ”فیصلہ مفت مسئلہ“ کی صورت میں ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر بات سلیجھنے کی بجائے بگڑتی چلی گئی۔ مولانا عبدالسیع بیدل رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”انوار ساطعہ“ کے رد میں مولوی خلیل احمد انیسٹھوی (جو ان دنوں بہاولپور میں مدرس تھے) نے ”براہین قاطعہ“ لکھی۔ اس کتاب میں وہ علمائے اہل سنت پر خوب برسا، اس کتاب کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی مکمل تائید حاصل تھی بلکہ بقول مصنف ذمہ الخواطر کے یہ کتاب مولوی گنگوہی ہی کی ہے۔

مولوی انیسٹھوی، مولانا قصوری کے مخلص احباب میں سے تھے اور علمائے اہل سنت کی ان تمام تحریروں پر تائیدی اور تصدیقی مہریں ثبت کرتے تھے جو اعتقادی مسائل پر سامنے آتے۔ ”ابحاث فرید کوٹ“ میں مولوی انیسٹھوی ان تمام اعتقادی مسائل میں تصدیقی مہریں ثبت کر چکے تھے جو علمائے اہل سنت کے اعتقادی نظریات پر مبنی تھے۔ ”براہین قاطعہ“ کی تحریر سے مولانا قصوری کو بڑا صدمہ ہوا وہ بنفس نفیس بہاولپور پہنچے اپنے دوست سے بالمشافہ گفتگو کر کے صورت حال معلوم کرنے کی سعی بلیغ فرمائی مگر صاحب ”براہین قاطعہ“ کو اپنی ہٹ پر قائم پا کر حیرت زدہ رہ گئے۔ اندریں حالات مولانا قصوری کے سامنے اس کے بغیر چارہ کار نہ تھا کہ ان مسائل کو عوام کے سامنے پیش کر کے مولوی انیسٹھوی اور ان کے ہم خیال علماء کو بحث کا موقعہ دیا جائے۔ چنانچہ شوال ۱۳۰۶ھ بمقام بہاولپور ان اعتقادی مسائل پر مفاہمت کی ایک بھرپور کوشش کی۔ مولوی انیسٹھوی اپنے چھ دیوبندی علماء لے کر فروکش ہوئے اور مولانا قصوری نے اپنے چھ ساتھیوں سمیت نواب آف بہاولپور کی نگرانی میں ان مسائل پر گفتگو کا آغاز کیا جو ”انوار ساطعہ“ اور ”براہین قاطعہ“ میں زیر بحث آچکے تھے اس اعتقادی مفاہمت کی مجلسی بحث کے حکم حضرت شیخ المصباح خواجہ

غلام فرید چشتی خفی چاچا اہل شریف رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے۔ مناظرے میں مولوی خلیل احمد انیسٹھوی کو شکست فاش ہوئی اور حکم مناظرہ نے لکھ دیا کہ ان دیوبندی حضرات کے اعتقاد ان وہابی علماء سے ملتے ہیں جو اس برصغیر میں **اعتقادی خلفشار** کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس فیصلے کے بعد مولوی خلیل احمد انیسٹھوی کو ریاست سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔

علمائے دیوبند نے بعض اشتہارات میں اپنے ہم خیال عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ نظریات تو محض علمائے برصغیر کے ہاں ہی پائے جاتے ہیں علمائے حرمین شریفین تو ان کے ہمنوا نہیں۔ مولانا قصوری علیہ الرحمۃ ۱۳۰۷ھ میں اس کتاب کو لے کر عازم بیت اللہ ہوئے اور دوران سفر اس کتاب کا عربی ترجمہ بھی کرتے رہے۔ چنانچہ وقت کے جید علمائے دین نے اس کتاب کی مکمل تائید فرمائی۔ علمائے حرمین شریفین کے کچھ نام یہ ہیں جنہوں نے مولانا قصوری علیہ الرحمۃ کی خدمت کو سراہا۔ مفتی محمد صالح کمال خفی کی صاحب، مفتی محمد سعید شافعی کی صاحب، مفتی محمد عابد بن حسین مالکی کی صاحب، مفتی خلف بن ابراہیم ضنبلی کی صاحب اور مفتی عثمان بن عبدالسلام خفی مدنی صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ۔

بعض دیوبند حضرات کا یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ علمائے حرمین چونکہ اردو نہیں جانتے تھے مولانا قصوری کی ہاں میں ہاں ملا کر تصدیق کر دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان علماء میں مولانا عبدالحق مہاجر مکی بھی ہیں۔ یہ ضلع الہ آباد و قصبہ نارہ کے باشندے تھے یہ تو اردو جانتے تھے۔ گنگوہی صاحب کے سوانح نگار عاشق الہی میرٹھی کے بقول گنگوہی صاحب کو بھی جانتے تھے (تذکرہ ارشد صد اول صفحہ ۹۲ بحوالہ تحقیقات صفحہ ۲۳۶) انہوں نے کیسے تصدیق کر دی؟ ان علماء میں حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکی صاحب بھی ہیں جو کہ گنگوہی صاحب کے پیر ہیں کیا انہوں نے بھی ایسے ہی تصدیق فرمادی؟ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب مہاجر مکی نے

بالفصل تقریظ و تصدیق سے نوازا جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے:

”سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کور شید بھٹتا تھا مگر

میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے.....

مولوی رشید احمد اس مردود (قادیانی) کو مرد صالح کہتے

تھے، اور جو علماء اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے مولوی

رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے، اور کہتے تھے

مرد صالح ہے۔“

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل عربی، اردو صفحہ ۳۰۷)

حضرت علامہ مولانا انوار اللہ صاحب مصنف ”اقادۃ الافہام“ جو مشاہیر علمائے

ریاست حیدر آباد کن ہیں انہوں نے بھی اس کتاب کی تصدیق فرمائی۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مفتی احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۲۰ھ

میں ”المعتمد المستند“ تصنیف فرمائی جس میں مولوی رشید احمد لکھوئی اور مولوی خلیل

احمد ایٹھوی کے براہین قاطعہ کی کفری عبارت کی بنا پر تکفیر فرمائی پھر آپ ۱۳۲۲ھ میں حج

وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تو اسی فتویٰ کی تائید و تقویت کیلئے ”المعتمد

المستند“ کا وہ حصہ جس میں ان لوگوں کی نام بنام تکفیر تھی علمائے حرمین شریفین کی

خدمات عالیہ میں پیش فرمایا اور دونوں حرم کے اجلہ علمائے کرام مفتیان عظام نے اس کی

تصدیقیں فرمائیں۔ حج و زیارت سے واپسی کے بعد ان تمام تصدیقات کو ”حسام الحرمین“

کے نام سے چھپوا دیا۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ رئیس العلماء مفتی محمد صالح کمال خفئی مکی اور مولانا

عبدالحق مہاجر کی تصدیقات بھی اس کتاب میں موجود ہیں جو کہ مولانا قصوری علیہ الرحمہ کی

کتاب تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل میں ہے۔

ہاں اگر کوئی اعتراض کرے کہ امام اہلسنت علیہ الرحمہ کی کتاب پر علامہ مولانا رحمت

اللہ کیرانوی صاحب مہاجر کی اور حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہا کی تقریظات

و تصدیقات کیوں نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رحمت اللہ کیرانوی صاحب کا سن

وصال ۱۳۰۸ھ اور حضرت امداد اللہ مہاجر کی صاحب کا سن وصال ۱۳۱۷ھ ہے اور امام

اہلسنت ۱۳۲۲ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے لہذا یہ اعتراض درست نہیں۔

#### ۱۴. ”تحقیق تقدیس الوکیل“: (۱۳۰۸ھ)

اس کتاب میں آپ نے بڑی تحقیق و تفصیل سے حضرت باری تعالیٰ کی تقدیس کو

پیش کیا ہے اور ابن تیمیہ کے مقلدین کے عقائد کی بے راہ روی کی نشاندہی کر کے ان

اعتراضات کا جواب دیا ہے جو وہ آئے دن اٹھاتے رہتے تھے۔

#### رد قادیانیت

براہین احمدیہ کی ابتدائی اشاعت کے وقت سے ہی مولانا قصوری رحمۃ اللہ نے اپنی

مومنانہ فراست سے یہ بھانپ لیا تھا کہ یہ بڑا فتنہ ہے چنانچہ اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے اولیٰ روز

سے ہی میدان عمل میں آگئے اور رد قادیانیت میں اولیت کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے آپ

اپنی تحاریر و تقاریر میں براہ راست مرزا و جال کو مخاطب کرتے رہے اور وہ بھی اپنی کتابوں

واشتہارات میں مولانا قصوری کو مخاطب کرتا رہا۔

#### ۱. تحقیقات دستگیر یہ فی رد ہفوات براہینیہ: (۱۸۸۳ء)

مولانا قصوری علیہ الرحمہ کی یہ رد قادیانیت میں پہلی تصنیف ہے جس میں علمائے

ا۔ تلاش بسیار کے بعد حضرت علیہ الرحمہ کی کتاب تحقیقات و تفسیر اور رحمہ الدیالین قدیم نسخے کی نو کاپی ملی اور اس

کا ناٹکل پیج ہاتھ کا لکھا ہوا تھا رحمہ الدیالین اور تحقیقات و تفسیر یہ ایک طرف عربی اور دوسری طرف اردو ہے اردو

ہند خصوصاً لاہور و امرتسر کے علماء کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔

#### ۲۔ رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین: (۱۸۵۶ء)

یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس کو مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”تحقیقات دہلیگیر“ سے مختص کیا اور علمائے حرمین شریفین زادہ اللہ شرفاً و تقیاً سے تصدیقات حاصل کیں جس میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تصدیق موجود ہے۔ اسی کتاب کے ذریعے علمائے حرمین شریفین فتنہ قادیانیت سے واقف ہوئے۔ اور یہ کتاب مرزا قادیانی کو کھٹکتی تھی جس کا اظہار خود قادیانی نے اس طرح کیا ”مولوی غلام دہلیگیر قصوری وہ بزرگ تھے جنہوں نے میرے کفر کیلئے مکہ معظمہ سے کفر کے فتوے منگوائے تھے“۔

(ہفتہ المومنین ص ۲۵۹، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۲۵۹)

#### ۳۔ فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی: (۱۳۱۴ھ)

مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب قادیانیوں کے ایک اشتہار کے جواب میں معمول کی ایک تصنیف ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کذاب کی ایک معرکتہ الاراء کذب بیانی نے ہمارے اور قادیانیوں کے لیے اس کتاب کو ایک تاریخی معرکتہ الاراء کتاب بنا دیا ہے۔

#### مرزا دجال کا ایک اور جھوٹ

مولانا قصوری علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۸۹۷ء میں ہوا، اس وقت مرزا زندہ تھا۔ مولانا قصوری علیہ الرحمۃ فتنہ قادیانیت کے استیصال میں اول روز سے ہی مصروف عمل تھے اور دجال مرزا آپ کی حیات میں آپ کے مقابل ہونے سے گریز کرتا رہا جیسا کہ آپ نے اپنی سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ رجم الشیاطین کا ترجمہ یا تقریباً خلاصہ ہے تحقیقات دہلیگیر کا اصل نسخہ یا اس کی نقل دستیاب نہ ہو سکی حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس اصل کتاب یا اس کی نقل موجود ہو اور رد قادیانیت پر حضرت علیہ الرحمۃ کی اور کتب ہوں تو ہمیں اطلاع کریں۔

کتاب ”فتح رحمانی“ میں حمد و صلوة کے بعد رقمطراز ہیں۔ ”عبدہ الحقیر محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دہلیگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ لہ برادران دین اسلام کی خدمت میں اعلام کرتا ہے کہ فقیر ابتداً ۱۳۰۲ ہجری مقدسہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے چنانچہ محض ابتغاء لمرضات اللہ اس کی تردید میں حتی الامکان مصروفیت کر کے حضرات علماء حرمین محترمین زادہما اللہ تعالیٰ حرمة و شرفاً سے اس کی کتاب ”براہین احمدیہ“ اور رسالہ ”اشاعت السنہ“ ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ و محرم ۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تاویلیں تھیں بھیج کر استفتاء کیا تھا کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مرادف وحی انبیاء یعنی قطعی و یقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر حضرت مولانا مولوی محمد رحمت اللہ (کیرانوی) علیہ الرحمۃ نے (جو منجانب حضرت سلطان روم تجویز حضرت شیخ الاسلام کے مکتبہ منخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ ”رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین“ کی نقول کو مطابق اصل براہین کر کے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان حرمین شریفین نے بھی اس کے بارہ میں قادیانی شیطانی اور مسیلمہ کذاب ثانی وغیرہما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی جو ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے انتظار کے ۱۳۱۲ھ کے صفر میں شائع کر کے اپنی سبکدوشی حاصل کر لی تھی پھر آخر رجب ۱۳۱۴ھ میں مرزا جی نے رسائل اربعہ فقیر کو بھیج کر بشمولیت بہت سے علماء دین متین کے فقیر کو بھی مباہلہ کے واسطے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ نہ کرینوالے کو ملعون بنایا فقیر نے بنظر صیانت عقائد عوام اہل اسلام مرزا جی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر ۱۵ شعبان تاریخ مقرر کر کے مع اپنے دونوں فرزند زادوں کے ۲ شعبان کو وارد لاہور ہوئے، جس پر مرزا جی کی طرف سے حکیم فضل الدین لاہور میں آیا اور ایک مجمع عظیم کر کے مسجد ”لما مجید“ میں فقیر پر معرض ہوا کہ

حضرت اقدس مرزا صاحب نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآنی میں صیغہ جمع ہے آپ تنہا کیونکر مباہلہ کر سکتے ہیں؟ فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کیا بلکہ اس وقت دونوں کو رو برو دکھلا دیا۔ جس پر مدعی مسیح موعود اور اس کے حواریوں کی غلطی مانی گئی تھی پھر ظہور اثر مباہلہ کے لئے جو مرزاجی نے ایک برس کی میعاد رکھی تھی اس کو فقیر نے بدلیل قرآن وحدیث اٹھانا چاہا اس پر حکیم مذکور اور مرزاجی نے ہٹ کیا۔ جس پر فقیر نے ۱۶ شعبان کو اشتہار شائع کر کے میعاد ۲۵ شعبان ایراد کی اور آخر شعبان تک منتظر ہا بلکہ پانچ روز امرتسر میں جا کر مرزاجی کو بلا یا وہ مباہلہ کے لئے نہ آئے اور اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان بجواب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی میعاد ایک سال ثابت ہے اور میں مدعی نبوت پر اذیت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں ارغ۔ اس کے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علمائے اہل سنت لاہور و قصور و امرتسر سے بدلیل قرآن وحدیث تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی میعاد سال وغیرہ نہیں ہے مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جو اس کا جبلی وطیرہ ہے قید ایک سال لگائی ہے ارغ اور فقیر نے رمضان مبارک میں اس کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعویٰ نبوت کے اور نیز توہین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا ثابت کر دیئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم بنام ”تصدیق المرام بتلذیب قادیانی و لکھرام“ میں شائع ہوں گے جس سے سب پر ظاہر و باہر ہو جائے گا کہ مرزاجی باوصف ان دعویٰ نبوت و توہین انبیاء کے ہرگز ہرگز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں ہیں نعوذ باللہ من المحور بعد الکور۔

آپ کے وصال کے بعد اپنی سچائی ظاہر کرنے کیلئے مرزا دجال نے آپ پر یہ

جھوٹا الزام لگایا کہ

”مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب فتح روحانی میں اپنے طور پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کر دے۔“ (پیکر لاہور ص ۷۷، روحانی خزائن ج ۲ ص ۱۹۳)

ایک اور جگہ لکھتا ہے

”مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے۔“

(ضمیمہ صفحہ ۱۰۷ ص ۹، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۴۵)

مرزا دجال نے اس الزام کو اپنی ان تالیفات میں بھی ذکر کیا ہے۔

- ۱۔ (چشمہ معرفت ص ۳، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۳)، ۲۔ (اربعین نمبر ۴ ص ۹۹، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۴۴)، ۳۔ (رسالہ تحفۃ الندوہ ص ۱۰، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۹۸)، ۴۔ (ہقیقۃ الوحی ص ۳۴۴، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۳۴۴)، ۵۔ (نزول المسیح ص ۸۵، ۸۶، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۶۱، ۶۲)۔

دجال مرزا جس نے اللہ رب العالمین پر جھوٹ باندھا، اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرمان انا خاتم النبیین لانی بعدی کو جھٹلایا، حضرت بی بی مریم صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی پاکدامنی کی گواہی اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید نے دی،



ان پر تہمت باندھی۔ تو اگر کذاب قادیانی اپنے ایسے مخالف (قصور) جس کے شب و روز اس کی تردید و تکذیب میں صرف ہوتے تھے، ایسے پر جھوٹ باندھے تو کوئی بڑی بات نہیں، کیونکہ اس کے تمام دعووں کی عمارت ہی جھوٹ اور کذب پر مبنی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا اس لئے اس نے ”فتح رحمانی“ کو ”فتح رحمان“ لکھا (پتھر لاہور ص ۲۷، روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۱۹۳) اور کہیں ”فیض رحمانی“ لکھا (پتھر معرفت ص ۲، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۳)

آپ پوری کتاب ”فتح رحمانی“ چھان ماریے ایک ایک سطر کو عرق ریزی سے پڑھ لیجئے پوری کتاب میں آپ کو یہ الفاظ: ”یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کر دے“ اور یہ الفاظ ”اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے“ کہیں بھی نہیں ملیں گے۔ صبح قیامت تک مرزا غلام کی ذریت یہ الفاظ اس کتاب ”فتح رحمانی“ میں نہیں دکھا سکتی۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا دجال غلام قادیانی اپنے وقت کا کذاب اعظم تھا کتاب فتح رحمانی کا وجود ہی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے دعووں کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔

۴. تصدیق المرام بتکذیب قادیانی و لیکھرام:

اس کتاب کا ذکر مولانا قسوری علیہ الرحمۃ نے فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی میں

ذکر فرمایا، اس کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

محمد امین قادری حنفی



# تحقیقات دستگیر بہ فی رد ہفوات براہینہ

(تہ تصنیف: ۱۸۸۳ / ۱۳۰۱ھ)

تصنیف لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی دہلوی  
قریشی صدیقی نقشبندی حنفی چشتی رحیمی مدظلہ العالی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و صلوة و سلام! کے بعد واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی پنجابی جو علماء غیر مقلدین سے ہے غیر اسلامی فرقوں پر دین اسلام کی حقیقت کے ظاہر کرنے کی غرض سے اردو زبان میں ایک کتاب تالیف کی اور اس کا نام ”براہین احمدیہ علی حقیقت کتاب اللہ القرآن والنبوة المحمدیہ“ رکھا اور چاروں حصے اس کے شہر امرتسر میں چھپوائے اور اس کے تیسرے حصے میں دعویٰ کیا کہ کامل ولیوں کا الہام قطع اور یقین کا مفید ہوتا ہے اور باتفاق سواد اعظم علماء کے وحی اصل رسالت کا مترادف ہے۔ چنانچہ اصلی عبارت اس کی رسالہ عربیہ میں منقول ہے۔ پھر بیس ہزار قطعہ اشتہار کا بدیں مضمون چھپوا کر شائع کیا کہ ”کتاب براہین احمدیہ“ کو خدا کی طرف سے مؤلف (یعنی مرزا غلام احمد) نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے اور اس نے اپنے الہامات و خوارق و کرامات و اخبار غیبیہ و اسرار لدنیہ و کشف صادقہ و دعائیں مستجابہ راست ہونے سے دین اسلام کی راستی و صدق ظاہر کیا ہے اور ان خوارق و غیرہ پر آریہ و غیرہ شاہد ہیں۔ جس کا ذکر تفصیل وار کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے اور مصنف کو علم دیا گیا ہے کہ وہ نجد و دوقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے بشدت مشابہ ہیں اور اس کو خواص انبیاء و رسل کا نمونہ بنا کر برکت متابعت آنحضرت ﷺ کے بہت سے اکابر اولیاء و ما تقدم پر فضیلت دی گئی ہے اور مصنف کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت ہے اور اس کی مخالفت سبب بعد و حرمان کا ہے (یعنی حق تعالیٰ کی رحمت سے) ثبوت اور

دلائل اس کے براہین احمدیہ کے چاروں حصص مطبوعہ کے پڑھنے سے جو ۳۷ جزو ہے ظاہر ہوتے ہیں (اور ادنیٰ قیمت اس کی پچیس روپیہ مقرر ہے) پھر اسی اشتہار میں درج ہے کہ اور اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے۔ جس کا خدا تعالیٰ کے روبرو اس کو جواب دینا پڑے گا۔ "الخ" اشتہار خاکسار مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب ابھی ملخصاً۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۵۲) پس اس اشتہار کی ترغیب کے سبب صد ہا اہل اسلام نے اس کی کتاب خریدی۔ چنانچہ پنجاب و ہندوستان وغیرہا میں وہ کتاب بہت مشہور ہوئی۔

اس کے تیسرے، چوتھے حصہ میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی و عبارات عربیہ اس پر الہام ہوتی ہیں۔ جیسا کہ صفحہ ۴۸۵ میں لکھا ہے اور یہ بھی صاف دعویٰ کیا ہے کہ اکثر آیات فضائل انبیاء اس پر نازل ہوتی ہیں۔ اور ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے اس کو مخاطب کیا ہے۔ اور ان خطابات سے وہی مراد ہے۔ اور اکثر الہامی باتیں بلکہ سب کی سب جو اس پر وحی ہوتی ہے۔ پر لے درجے کی اس کی تعریف ہے۔ جس سے نبیوں کے مرتبہ کو اس کا پہنچ جانا نکلتا ہے۔ بلکہ بعض ملہمات سے اس کی انبیاء سے ترقی اور تعالیٰ سمجھ میں آتی ہے۔ والعباد باللہ من ذالک جیسا کہ دونوں قسم کے ملہمات کا ہم نمونہ ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور جناب رسول خدا ﷺ کے راضی کرنے کی نیت سے ہم ان کا رد لکھتے ہیں۔ پہلے قسم کے الہامات کا نمونہ جس کو براہین احمدیہ کا مؤلف کامل الہام اور وحی رسالت کی مانند جانتا ہے یہ ہے ان آیات اور عربی فقرات کا ترجمہ:

(۱)..... اے احمد! اللہ نے تجھ میں برکت دی۔ (۲)..... تم نے کنکر نہیں پھینکے۔ جب پھینک دیئے تھے لیکن خدا نے پھینکے تھے۔ (۳)..... تو ڈراوے ان لوگوں کو جن کے باپ وادائیں ڈرائے گئے۔ (۴)..... اور تاکہ ظاہر ہو کہ گنہگاروں کا راستہ۔ (۵)..... تو کہہ دے میں مامور ہوں اور اول ایمان لاتا ہوں ان الہاموں پر۔ (۶)..... تو کہہ حق آگیا اور جھوٹ نابود ہوا۔ جھوٹ نابود ہی ہونے والا ہے۔ (۷)..... تو کہہ اگر میں افتراء کرتا ہوں یعنی خدا پر پس مجھ پر گناہ ہے۔ (۸)..... اور تو اپنے رب کی نعمت سے دیوانہ نہیں۔ (۹)..... تو کہہ دے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ خدا تم سے محبت کرے گا۔ (براہین احمدیہ ص ۲۳۸، ۲۳۹۔ سے یہ نو الہام منقول ہوئے ہیں۔ (۱۰)..... ہم مخڑی کرنے والوں سے تیرے لیے کافی ہیں۔ پھر ص ۲۴۰ میں یہ پانچ الہام درج ہیں۔ (۱۱)..... اور تو کہہ دے تم اپنی جگہ عمل کرو میں بھی عمل کرتا ہوں۔ جلد تم معلوم کر لو گے۔ (۱۲)..... وہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ اگر چہ کافر نہ پسند کریں۔ (۱۳)..... جب آگئی نصرت اور فتح خدا کی۔ (۱۴)۔ یہ میری پہلی خواب کی تاویل ہے خدا نے اس کو سچ کر دیا ہے۔ پھر ص ۲۴۱ یہ پانچ الہام لکھے ہیں: (۱۵)..... تو خدا کا نام لے۔ پھر ان کو چھوڑ دے ان کو اپنی بک بک میں کھینچا کریں۔ (۱۶)..... اور ہرگز نہ راضی ہوں تجھ سے یہود اور نصاریٰ۔ اور تو کہہ خدا دندہ مجھے راستی کی جگہ داخل کر۔ (۱۸)..... ہم نے تیری فتح کر دی ہے۔ ظاہر فتح۔ (۱۹)..... اور تجھے گمراہ پا کر راستہ دکھلایا۔ پھر ص ۲۴۲ میں تین الہام ہیں: (۲۰)..... ہم نے کہا اے آگ تو خشنودی اور سلامتی ہو جا ابراہیم پر۔ (۲۱)..... اے لحاف پوش کھڑا ہو جا اور ڈرا اپنے رب کی

تکبیر کہہ۔ (۲۲)..... اور نیکی کا حکم کر اور گناہ سے روک۔ پھر ص ۲۸۶ پر کہا ہے کہ مجھ پر یہ الہام بھی نازل ہوئے ہیں: (۲۳)..... اے احمد! تجھ کو خداوند کریم نے برکت دی جو تیرا حق تھا۔ پھر ص ۲۸۹ براہین میں لکھتا ہے کہ: (۲۴)..... مجھ کہا تو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے مرتبہ میں ہے۔ مولانا فیض الحسن مرحوم سہارنپوری نے اپنے عربی اخبار شفاء الصدور میں لکھا ہے کہ مؤلف براہین (مرزا قادیانی) نے اس الہام میں دعویٰ کیا ہے کہ میرا مگر خدا کی توحید کا منکر ہے۔ انہی مترجمہ۔ پھر ص ۲۸۱ صفحہ میں براہین میں یہ الہام لکھا ہے کہ: (۲۵)..... ”جب خدا کی مدد آگئی اور فتح اور تیرے رب کی بات پوری ہوگئی۔ یہ وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے۔“ اور ان فقرات آیات کا ترجمہ براہین کے ص ۴۹۱ کی سطر ۱۸ اور ۱۹ میں یوں لکھا ہے کہ: ”جب مدد اور فتح الہی آئے گی اور تیرے رب کی بات پوری ہو جائے گی تو کفار اس خطاب کے لائق ٹھہریں گے کہ یہ وہی بات ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے۔“ انہی ص ۴۹۳ میں براہین والے نے اپنے لئے یہ الہام لکھا ہے: (۲۶)..... ”دنئی فعدلی“ پھر نزدیک ہوا اور لک ”فکان قاب قوسین او ادنی“ پس ہوا قدر دو کمانوں کا یا اس سے بہت نزدیک۔“ پھر ص ۴۹۶ میں اپنے لئے ان الہامات کا دعویٰ کیا ہے کہ: (۲۷)..... ”اے آدم! تو اپنی زوجہ سمیت بہشت میں رہ۔ اے احمد! تو اپنی زوجہ کے ساتھ بہشت میں مکان پکڑ۔ پھر مراد اس کی یوں لکھتا ہے۔ اے آدم! اے مریم! اے احمد! تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔“ انہی ص ۵۰۳ پھر ص ۵۰۳ اپنے لئے یہ الہام درج کئے ہیں: (۲۸)..... ”بے شک تو صراطِ مستقیم پر ہے۔“ (۲۹)..... خدا کے حکم کو ظاہر پہنچا اور جاہلوں سے روگردانی کر۔ پھر ص

۵۰۳ آیت کا الہام لکھا ہے اور ترجمہ اس کا خود کیا ہے: (۳۰)..... ”ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے امت محمدیہ میں کئی اولیاء کامل بھیجے۔ پر شیطان نے ان کی توابع کی راہ کو بگاڑ دیا۔“ انہی ص ۵۰۳ پر ظاہر ہے کہ کاف خطاب جو آنحضرت ﷺ کی طرف راجع تھا۔ اسی براہین والے نے اپنا نفس مراد رکھا ہے اور رسولوں سے اولیاء امت ارادہ کئے ہیں۔ اور اسی صفحہ میں اپنے لئے آیت کا الہام بھی لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ کیا کرتا ہے کہ: (۳۱)..... ”پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کورات کے وقت میں سفر کرایا۔ یعنی ضلالت اور گمراہی کے زمانہ میں جورات سے مشابہ ہے۔ مقامات معرفت اور یقین تک لدنی طور سے پہنچایا۔“ انہی ص ۵۰۶ میں ان دونوں آیتوں کا اپنی طرف الہام ہونا ظاہر کیا ہے جن کا ترجمہ خود یہ لکھتا ہے کہ: (۳۲)..... اور جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کے۔ دعا قبول کرتا ہوں۔“ (۳۳)..... ”اور میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے تاکہ سب لوگوں کے لئے رحمت کا سامان پیش کروں۔“ انہی ص ۵۱۰ میں چند آیات قرآنی اپنے حق میں نازل کر کے ان کا خود ترجمہ یوں لکھتا ہے: (۳۴)..... ”کیا تو اسی غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ کیوں نہیں ایمان لاتے۔“ (۳۵)..... اور ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر۔ وہ غرق کئے جائیں گے۔“ (۳۶)..... اے ابراہیم! اس سے کنارہ کر۔ یہ صالح آدمی نہیں۔“ (۳۷)..... تو صرف نصیحت دہندہ ہے۔“ (۳۸)..... اور نہ تو ان پر نگہبان ہے۔ چند آیات جو بطور الہام القاء ہوئی ہیں بعض خاص لوگوں کے حق میں ہیں۔ انہی ص ۵۱۰ یعنی مراد غرق کئے گئے اور غیر صالح سے بعض خاص لوگ



ہیں۔“ پھر صفحہ ۵۱ میں بعض آیات قرآنی کا اپنے لئے نازل ہونا قرار دے کر ترجمہ ان کا یوں لکھا ہے: (۳۹).... اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی۔ (۴۰).... ہم نے تجھ کو معارف کثیرہ عطا فرمائے ہیں۔ ۴۱..... اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے۔ ۴۲.... اور ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا۔ جو تیری کمر توڑ دے اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ہے۔“

ابھی بلفظ! پھر صفحہ ۵۵۶ میں ایک آیت اپنے لئے وارد کر کے صفحہ ۵۵ میں اس کا یوں ترجمہ کیا ہے: (۴۳).... ”اے عیسیٰ! میں تجھے کامل اجر بخشوں گا۔ یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں قیامت تک فائق رکھوں گا۔ اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی عاجز مراد ہے۔“ ابھی ملخصاً۔ نیز صفحہ ۵۵۵ میں فقرہ عربیہ کا الہام لکھ کر اس کا ترجمہ صفحہ ۵۵۶ میں یوں کرتا ہے کہ: (۴۴).... ”میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم ایمان نہیں لاتے۔ یعنی خدا تعالیٰ کا تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور بخشش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الہیہ سے اطلاع بخشنا یہ سب خدا کی شہادت ہے۔ جس کو قبول کرنا ایمان داروں کا فرض ہے۔“ ابھی بلفظ! پھر صفحہ ۵۶۱ میں آیت قرآنی اپنے لئے نازل کر کے ترجمہ اس کا صفحہ نمبر ۴۶۲ میں یوں لکھتا ہے کہ: (۴۵).... ”کہہ خدا کی طرف سے نور اترا ہے۔ سو تم اگر مومن ہو تو انکار مت کرو۔“ ابھی بلفظ! پھر صفحہ ۵۶۱ میں حضرت سلیمان و حضرت ابراہیم علی نبیہما السلام کے حق کی آیات اپنے لئے نازل کر کے صفحہ ۵۶۲ میں تصریح کرتا ہے کہ مراد ان سے میں ہوں۔ چنانچہ اصل عبارت اس کی یہ ہے کہ: (۴۶).... ”وہ نشان سلیمان کو سمجھائے یعنی اس عاجز کو۔ (۴۷).... سو تم ابراہیم کے نقش قدم پر چلو۔ یعنی رسول کریم ﷺ کا یہ طریقہ حقہ

کہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز بندہ سے دریافت کر لیں اور اس پر چلیں۔“ ابھی بلفظ! یہ خاتمہ اس کی کتاب یعنی چوتھے حصے کا ہے۔ پس ان سینتالیس ۴۷ الہامات سے جو اکثر آیات قرآنی اور بعض فقرات عربیہ ہیں جن کو مؤلف براہین احمدیہ نے اپنے لئے الہام اور وحی قرار دیا ہے۔ بخوبی ظاہر ہے کہ اس شخص نے لوازم رسالت اور خواص نبوت اپنے لئے ثابت کئے ہیں۔

کیونکہ اول اس نے برخلاف اہل سنت اس پر یقین کیا ہے کہ اولیاء کا الہام اور وحی رسالت دونوں ایک معنی رکھتے ہیں۔ اور الہام بھی قطعی و یقینی ہوتا ہے۔ پھر اس نے بڑے استحکام سے ثابت کیا ہے کہ جو مضامین اس پر نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ واجب ہے۔ اور وہ ڈرانے، خوشخبری سنانے پر مامور ہے کہ جس نے خدا کا دوست بننا ہو اس کی متابعت کرے۔ خدا اس سے محبت کرے گا۔ اور یہ کہ اس کے ملامت کا قبول کرنا لوگوں پر فرض ہے اور ان کا انکار منع ہے۔ پس جو اس پر ایمان لایا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافروں سے ہے۔ جیسا کہ ۴۴ اور ۴۵ ویں الہام کے ترجمہ اردو میں اس نے خود تصریح کی ہے اور رسالت و نبوت کے معنی یہی ہیں کہ ایسی فضیلت عظمیٰ حاصل ہوا اور نبیوں کے ساتھ شرکت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے بڑے رتبہ پر مشرف ہو۔ علاوہ ازیں جن خطابات سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سرور و عالم ﷺ کو مخاطب کیا ہے۔ صاحب براہین اب

الانبیاء سے اپنا مراد ہونا اور اپنی تصدیق کو ایمان اور اپنے انکار کو کفر سے تعبیر کرنا وغیرہ ذالک جو ان الہامات سے صراحتاً ظاہر ہے۔

ان خطابات سے اپنے نفس کو مراد رکھتا ہے تو یہ صراحتاً الحاقی الایات نہیں تو اور کیا ہے؟ اور قرآن شریف کی تحریف معنوی میں کون سا دقیقہ فروغ گزار چھوڑا ہے۔ اگر کسی کو شبہ گذرے کہ مؤلف براہین کا اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا تابع جانتا ہے اور اپنے لئے ان فضائل عظیمہ کا حاصل ہونا آپ ﷺ کی مطابعت سے بطور ظلیت مانتا ہے۔ جیسا کہ اس نے اشتہار منقولہ بالا میں تصریح کی ہے اور نیز کئی جگہ براہین میں اقرار کرتا ہے کہ وہ مورد حدیث: ”علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل۔“ کا ہے تو اس حالت میں کیونکر مصدور ہو کہ وہ رسالت اور نبوت کو اپنے لئے ثابت کرتا ہے؟۔ دیکھو وہ اپنی فضیلت اولیاء پر ثابت کر رہا ہے اور یہ اس نے ہرگز نہیں کہا کہ میں انبیاء سے ہوں تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صریح ثابت ہے کہ مؤلف براہین نے اپنی کتاب نصاریٰ اور یہود اور بت پرستوں کے مقابلہ میں واسطے ظاہر کرنے حقیقت دین اسلام کے تالیف کی ہے۔ تو اس کتاب میں یہ درج کرنا کہ میں نبیوں کی صفاتوں سے جو قرآن میں مذکور ہیں موصوف ہوں اور آیات قرآنی جن میں رسولوں کے خاصے مسطور ہیں۔ مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ ان کا مورد میں ہوں۔ کیا فائدہ رکھتا ہے؟۔ کیونکہ جن کو قرآن پر ایمان ہی نہیں وہ ان باتوں پر کیونکر تصدیق کریں گے اور مؤلف براہین کی عظمت شان پر ایمان لائیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ اصلی غرض براہین والے کی ان الہامات کے بیان اور وحی کے عیان سے مسلمان سے باور کرانا ہے کہ میں سب ولیوں سے افضل ہوں اور نبیوں کا نمونہ ہوں اور اس کے قادیان میں مکہ معظمہ کی طرح وحی اترتی ہے اور اب خدا کا حکم ہے کہ سب لوگ قریب و بعید ہر طرف سے قادیان آویں۔ اور ہدایت پائیں اور جو نہ حاضر ہوگا خدا

تعالیٰ اس سے حساب لے گا۔ جیسا کہ اشتہار سے نقل اس کی اوپر منقول ہو چکی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے دعوے اکابر صحابہ، خلفائے راشدین و امامان اہل بیت و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو افضل ہیں ساری امت سے صادر نہیں ہوئے۔

پس صاحب براہین کے یہ دعوے صریح مساوات کا اظہار ہے انبیاء و مرسلین سے۔ اگرچہ وہ اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے صاف اقرار نہیں کرتا کہ میں رسول ہوں۔ لیکن یہ تو اس پر نازل ہو رہا ہے: قل انی امرت وانا اول المؤمنین۔ فاصدع بما تؤمر واعرض عن الجاہلین۔ لعلک باعع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین۔ قل جاءکم نور من اللہ فلا تکفروا ان کنتم مؤمنین۔ “جن کا ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے۔ پس یہ دعویٰ نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟۔ مع ہذا اس نے اشتہار میں صراحتاً لکھا ہے کہ میں انبیاء و مرسل کا نمونہ ہوں۔ جس کی نقل اوپر ہو چکی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ نمونہ شے کا عین وہ شے ہوتی ہے جیسا کہ فارسی کی نثر مشہور ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ یعنی گیبوں کے انبار سے۔ مثلاً ایک مٹھی اس کا نمونہ ہے تو اس اقرار اشتہار سے ثابت ہے کہ صاحب براہین اپنے آپ کو انبیاء و مرسلین سے جانتا ہے۔ پس صاف یہ مشیت ہے کہ نہ ظلیت اور نیز اس نے براہین کے صفحہ ۵۰۴ میں یہ فقرہ اپنا الہام لکھا ہے: ”جری اللہ فی حلل الانبیاء۔“ اور اس کا ترجمہ اور تفسیر یوں کرتا ہے کہ اس فقرہ الہامی کے یہ معنی ہیں کہ: ”منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الہی ہونے کا دراصل خلتہ انبیاء ہیں اور ان کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے اور یہ خلتہ انبیاء امت محمدیہ کے بعض افراد کو بغرض تکمیل ناقصین عطا ہوتا ہے۔“ اہی بقدر الحاجۃ!

پس براہین دالے کی خود تصریح سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا مورد ہونا نبیوں کا خاصہ ہے تو اس کو اپنے لئے ثابت کرنا نبوت کا اثبات ہے اور یہ کہنا کہ غیر انبیاء کو بطور مستعار، یہ حلقہ ملتا ہے باطل ہے۔ کیونکہ منصب وردِ وحی رسالت غیر انبیاء کو ہرگز نہیں ملتا اور ولیوں کا الہام رسالت سے مترادف نہیں۔ اس لئے کہ وحی رسالت ملائکہ کی حفاظت سے محفوظ ہوتی ہے اور اس کی اطلاع میں ہرگز کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہوتا اور نہ اس میں احتمال خطا کا ہوتا ہے۔ اسی واسطے مکلفین پر اس کا قبول واجب ہے۔ جس نے اس کو مانا وہ مومن ہے جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ برخلاف الہام اولیاء کے کیونکہ الہام سے اگرچہ بعضے حقائق ذات و صفات الہی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یا بعضے وقائع دنیا کا بھی یقین ہو جاتا ہے۔ مگر بجمیع الوجوہ شک و شبہ سے زائل نہیں ہوتا اور احتمال خطا اس میں باقی رہتا ہے۔ اسی لئے لوگوں پر اس کا ماننا لازم نہیں ہوتا جیسا کہ تفسیر فتح العزیز میں آیت ”عالم الغیب“ کے نیچے اس پر تصریح ہے اور یہ بھی اعتقاد اہل سنت ہے۔

لہذا نبیوں کے اخبار غیب پر ایمان واجب ہے اور کافران و نجوی وغیرہما جو غیب کی خبر خردیں۔ اس کی تصدیق کفر ہے اور علیٰ ہذا مدعی الہام جو بعد الانبیاء اپنے الہامات کی خبر دے۔ اس کی تصدیق بھی ناجائز ہے۔ جیسا کہ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر کی شرح کی ملحقات میں تصریح کی ہے۔ اکابر اہل سنت کا اتفاق تو اسی پر ہے اور غیر مقلدین اور ان کا امام صاحب براہین جو الہام اولیاء کو حجت قطعی وحی رسالت کی طرح بتاتے ہیں۔ ان کی غلطی کا منشاء حضرت خضر علیہ السلام کے الہام کا ذکر اور واقعہ الہام ام موسیٰ علی نبینا علیہم السلام ہے۔ جو منصوص قرآنی ہے۔ جیسا کہ براہین کے صفحہ ۵۴۸ میں لکھا ہے۔ اور نیز ”خضر جن میں سے

کوئی نبی نہ تھا۔ اہی۔ یہ اس شخص کا جہل عظیم ہے۔ کیونکہ علماء عقائد حقہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت خضر جمہور علماء کے نزدیک نبی ہیں اور قرآن مجید صاف ناظر ہے۔ اختلاف حال و مال وحی موسیٰ اور الہام مادر موسیٰ ہیں۔ کیونکہ ہر چند ان کو الہام منجانب اللہ تعالیٰ ہوا تھا کہ اپنے فرزند کو دریا میں ڈال دے۔ وہ سلامتی سے تیرے پاس آجائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمان ہے کہ جب موسیٰ کے معاملے میں خائف ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور خوف و غم نہ کرنا۔ ہم تیری طرف اس کو لوٹا دیں گے اور اس کو رسول بنادیں گے۔ یہ ترجمہ ہے آیات کا، تو اس الہام پر مادر موسیٰ کو خود بھی اطمینان نہ ہوا تھا۔ ورنہ اس کی ایسی حالت نہ ہوتی۔ جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے: ”واصبح فواد ام موسیٰ طارغا۔“ یعنی ”اور ہو گیا دل ماں موسیٰ کا خالی صبر سے“۔ تحقیق نزدیک تھا کہ البتہ ظاہر کر دے اس کو اگر نہ باندھ رکھتے ہم اوپر دل اس کے ہمت، تو کہہ ہوا ایمان والوں میں سے اور بے شک حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام اس وحی میں مطمئن تھے کہ: ”لا تخاف در کأولنا نخشی“ یعنی فرعونوں کے پکڑ لینے سے مت ڈر۔ اسی لئے جب آپ کے اصحاب متحیر ہوئے اور تو فرعون کے لشکر کو دیکھ کر بولے۔ جیسا کہ قرآن میں خبر دی گئی ہے کہ بے شک پکڑے گئے۔ تب حضرت موسیٰ کے جواب کو قرآن نے یوں حکایت کیا کہ ہرگز نہیں پکڑے جانے میرے ساتھی۔ میرا رب ہے مجھے راستہ دکھا دے گا۔

پس بشہادت قرآن میں وحی رسالت و الہام اولیاء میں فرق آسمان و زمین پیدا ہو گیا اور جو ان دونوں کو ایک ہی جانتا ہے وہ بالکل باطل پر ہے بالیقین اور حدیث: ”علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل“ بے اصل ہے۔ چنانچہ میری اور زرکشی اور عسقلانی تینوں

نے کہا ہے۔ علامہ قاری نے رسالہ ”المصنوع فی احادیث الموضوع“ میں اس پر تصریح کی ہے۔ مطبوعہ لاہور کے ص ۱۶ سطر ۱۹ میں دیکھو۔ رہا دعویٰ صاحب براہین کہ میں تابع ہوں آنحضرت ﷺ کی شریعت کا۔ سو ہر چند یہ دعویٰ محض زبانی ہے دل سے نہیں۔ جیسا کہ اس کی کتاب اس پر شاہد ہے اور عنقریب اس کا بیان ہوگا۔ تاہم دعویٰ اتباع فی النبوۃ ورسالت نہیں ہے۔ کیونکہ براہین کے صفحہ ۴۹۹ میں ہے کہ: ”مسح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے۔“ اسی پس جیسا کہ بموجب دہم براہین والے کے اتباع اور خادمیت حضرت موسیٰ نے حضرت مسیح کی نبوت میں کچھ خلل اندازی نہیں کی۔ ویسا ہی یہ شخص باوجود اتباع آنحضرت ﷺ کے اپنے آپ کو خالص نبوت ورسالت سے موصوف کر رہا ہے اور نیز انبیاء اگرچہ بحسب مراتب و قرب عند اللہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ چنانچہ تیسرے سپارہ کی ابتدائی آیت کا یہ ترجمہ ہے کہ وہ رسول ہم نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے مگر مؤمن بہ ہونے میں سب انبیاء برابر ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مؤمنین سے حکایت فرمائی ہے کہ ہم نہیں فرق کرتے ہیں۔ یعنی ایمان لانے میں رسولوں کے درمیان۔ الحاصل غور کرنے والا عالم جب سلہبات صاحب براہین میں تدبر اور تعمیل فرماتا ہے تو یقیناً معلوم کر جاتا ہے کہ براہین والے نے صاف دعویٰ برابری کا انبیاء سے کیا ہے۔ دیکھو صاحب براہین احمدیہ ص ۵۱۱ میں آیت: ”قل انما انا بشر“ کو اپنے حق میں نازل کر کے صفحہ ۵۱۲ کی سطر ۱۶، ۱۷ میں اس کا ترجمہ یوں لکھتا ہے: ”پھر فرمایا ہے کہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں۔ مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ وہی اکیلا معبود ہے۔ جس کے ساتھ کسی چیز

کو شریک کرنا نہیں چاہئے۔“ اسی بلطف اور براہین کے ص ۲۲۲ میں آیت: ”وانزل علیہم“ کو اپنے حق میں نازل کر لیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے اور پڑھان پر جو وحی کی جاتی ہے تیری طرف تیرے رب سے۔“ پس یہ صریح مقابلہ ہے صاحب براہین کا سید المرسلین ﷺ سے۔ الغرض براہین کا مؤلف ہر چند اپنی زبان سے صریح دعوے نہیں کرتا کہ میں نبی ہوں۔ تا کہ اہل اسلام خواص و عوام بلوئی نہ کر دیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ کوئی خاص الخاص انبیاء سے باقی نہیں چھوڑا۔ جس کو اس نے اپنے لئے ثابت نہ کر لیا ہو۔ بلاشبہ اس کی مثال علی گڑھ والے نیچری (سید احمد خان) کی ہے جس طرح اس نے اسلام کے فرائض کو اٹھا دیا اور کبیرہ گناہوں کو حلال بنا دیا ہے۔ جس پر اس کی تفسیر قرآن اور اخبار ”تہذیب الاخلاق“ شاہد ہے اور فقیر راقم الحروف کان اللہ لہ نے اس کے بغوات کے رد میں ایک رسالہ مستقلہ جس کا نام ”جوہر مضیہ رد نیچریہ“ ہے شائع کیا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک! پس یہ نیچری باوصف تنبیخ اپنے آپ کو خواص اولیاء اور دین کے تائید کرنے والوں سے جان رہا ہے۔ ایسا ہی حال ہے صاحب براہین کا علماء راہنہ کی نظروں میں۔ چنانچہ مولانا فیض الحسن مرحوم سہارنپوری نے اپنے اخبار ”شفاء الصدور“ میں صاف لکھ دیا ہے کہ مرزا قادیانی مثل علی گڑھی نیچری کے ہے۔ یعنی اختلاف دین اسلام و اضلال خواص و عوام میں رہا۔ یہ اذکار براہین والے کا کہ میں اکثر اکابر اولیاء ما تقدم سے افضل ہوں۔ سو یہ بھی مثل دعویٰ نمونہ انبیاء کے سراسر باطل ہے۔ کیونکہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت ساری امت پر حکم قرآن شریف اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ جیسا کہ دینی کتابوں میں مرقوم ہے اور باقی حال فضیلت اس مدعی کا آئندہ ظاہر ہو جائے گا۔ اس تحریر کو یاد رکھ کر سنئے کہ عجائب



ملہمات مرزا قادیانی سے وہ بھی ہیں جو ۳۹۸ء میں انا انزلناہ قریباً من القادیان لکھ کر اس کا ترجمہ خود یوں کرتا ہے کہ یعنی ہم نے (یعنی خدا فرماتا ہے) ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پر از معارف و تحقیق کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔ اور ضرورتِ حق کے ساتھ اتارا ہے۔ اور بضرورتِ حق اترتا ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی کہ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہ ہوتا ہی تھا۔ یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کے لئے حضرت نبی کریم ﷺ اپنی حدیث متذکرہ بالا میں اشارہ فرما چکے ہیں۔ (یعنی ص ۳۹۷ء میں حدیث: ”لو کان الایمان معلقاً بالشرب لنالہ“ کا اشارہ قادیانی کی طرف ہے۔ اور خدا تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرما چکا ہے۔ چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے: ”هو الذی ارسل رسولہ“ یعنی خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس سچے دین کو سب دینوں پر غالب کر دے۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست مکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام جج آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔ اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی تشابہ واقع ہوئی ہے۔ گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل ہیں۔ اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی

باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل تو ریت کی فرغ ہے۔ اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سر تاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تائید ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کے ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معنوی طور پر اس کا مکمل اور مورد ہے۔ یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حق قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے۔ اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے۔ گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔ ”اتنی لفظ!

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ انزال اور تنزیل قرآن کی اصطلاح میں آسمانی کتابوں کے اتارنے میں مستعمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسولوں پر نازل کی گئی ہیں۔ جیسا کہ ابتدائے سورۃ بقرہ میں قرآن اور اس سے پہلے آسمانی کتابوں کے اترنے کو انزال کے لفظ سے ادا فرمایا ہے۔ پھر سورۃ آل عمران میں قرآن مجید کے اتارنے کو تنزیل اور انزال اور انجیل تو ریت کے بھیجے کو انزال کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور علیٰ ہذا القیاس بہت سی آیات قرآنیہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔ پس جب براہین والے نے اپنے ملہمات کو: ”انا انزلناہ“ سے تعبیر کیا اور بعد ازاں آیت: ”وبالحق انزلناہ۔“ سے جو صرف قرآن مجید کی صفت تھی اپنی ملہمات کی صفت قرار دیا تو یہ تصریح ہے اس پر کہ وہ اپنی ملہمات کو مثل قرآن جانتا ہے۔ پھر لفظ حق جو دونوں جگہ قرآن کی راستی کے بیان میں تھا اس کو ضرورتِ حق سے

ترجمہ کرنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ان مہمات کا انزال واجب ٹھہرانا ہے۔ حالانکہ یہ مخالفت صریح ہے عقائد اہل سنت سے۔ کہ شرح فقہ اکبر و شرح عقائد نسفی وغیرہما جمیع کتب عقائد میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور نیز اس کلام سے اشارہ ہے اس پر کہ دین ساری دنیا سے کیا عرب کیا عجم گم ہو گیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مقام قادیان کو انزال مہمات کے واسطے اختیار فرمایا۔ چنانچہ چوتھے حصے کتاب کے اخیر اس نے تصریح کی ہے کہ طریقہ حقہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز بندے سے دریافت کر لیں اور اس پر چلیں۔ اور اس سے اوپر لکھتا ہے کہ: ”فَاتَّخَذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيمَ مَصَلًی“ میں مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم بنایا ہے اور ساری خلقت کو میری اتباع کے واسطے فرمایا ہے۔ جیسا کہ اوپر ص ۵۶۱، سے منقول ہو چکا ہے۔ پس بے شک اس نے اپنے قادیان کو مکہ معظمہ کی مثال نزول وحی میں بنایا جیسا کہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوا تھا: ”وَكَذٰلِكَ اَوْحٰی اِلَیْهِ“ یعنی اور ایسا ہی وحی بھیجی ہم نے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو ڈرائے مکہ والوں کو جو اس کے گرد گرد ہیں اور دراصل قرآن مجید کے نزول کے بعد کسی چیز کے نزول کی کچھ بھی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے اور شرع محمدی میں قیامت تک امت مرحومہ کے واسطے کفایت ہے۔ پس یہ ادعا کہ حق تعالیٰ نے ضرورت حقہ کے واسطے قادیان پر معارف والہامات نازل کئے ہیں۔ حق سبحانہ پر محض افتراء اور بالکل تقول فی دین اللہ ہے اور اس افتراء کی دلیلوں سے یہ بھی کہ مؤلف براہین نے اس کے ترجمہ میں انزالناہ کی ضمیر مذکر کو مرجع

مؤنث کی طرف راجع کیا ہے۔ یعنی مرجع اس کا خوارق اور امور معجزہ بتاویل جماعت قرار دیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ واحد مذکر کی ضمیر جمع کی طرف راجع نہیں ہو سکتی ہے۔ پس ان معنوں سے صحیح کلام یوں تھا۔ انا انزل لہا تو ایسی غلط صریح کلام کو خدا نے سبحانہ کی جانب منسوب کرنا زرا بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر قرآنی آیات جو آنحضرت ﷺ پر صد ہا سال سے نازل ہو چکی ہیں اب ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے؟ بلکہ لاطائل اور تحصیل حاصل ہے۔ اس جگہ اگر کسی کو شبہ گذرے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا ہے ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے جس میں تمہارا ذکر ہے۔ پس تم کیوں نہیں سمجھتے اور یہ بھی فرمایا اور بے شک ہم نے اتاریں تمہاری طرف آیتیں جس سے ثابت ہوا کہ قرآن مسلمانوں کی طرف اتارا گیا ہے تو کیا مانع ہے۔ اگر خوارق وغیرہ بہ تو سل آیات قرآنی براہین والے پر نازل ہوں؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ قرآن عظیم صرف رسول کریم ﷺ پر ہی اترا ہے۔ لیکن جبکہ قرآن میں ایسے احکام بھی بہ کثرت ہیں جن کی تبلیغ کے لئے آپ ﷺ مامور تھے۔ خواہ مومنین کو خواہ جمیع بنی آدم کو تو اس نظر سے مجاز یوں بھی کہنا صحیح ہو گیا کہ قرآن لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے۔ اور اصل میں معاملہ یہی ہے جو ارشاد ہوا ہے۔ ”وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْمَذْکُورَ“ یعنی اور ہم نے تیری طرف نصیحت اتاری تاکہ لوگوں سے بیان کر دے اور وہ فکر کریں۔ علاوہ ازیں وقت نزول قرآن کے مومنین کی طرف قرآن کا نزول کی اسناد باوصف اس یقین کے کہ آنحضرت ﷺ کہ اب حیرہ سو برس کے بعد صاحب براہین آیات قرآنی کا منزل علیہ بن جائے اور اس کے حق میں راست آئے انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ پس یقیناً یہ بہتان اور ہڈیان ہی ہے اور یہ ادعا براہین والے کا کہ اللہ تعالیٰ نے

اس کی خبر قرآن مجید میں دی ہے اور ایسا ہی آنحضرت ﷺ نے حدیث میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ بھی بالکل باطل ہے۔ کیونکہ اس حدیث صحیح کا مشارالیه امام اعظم رحمہ اللہ علیہ ہے۔ جیسا کہ بہت سے محدثین اور فقہانے اس پر تصریح کی ہے جس کا شہ فقیر نے رسالہ ”تصریح بحاث فرید کوٹ“ اور رسالہ ”عمدة البیان فی اعلان مناقب النعمان“ میں بیان کیا ہے اور ایسا ہی آیت: ”هو الذي ارسل رسوله“ نہ حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور نہ براہین والے کی طرف اس میں اشارہ ہے۔ بلکہ بالیقین باتفاق جمیع مفسرین بل بشہادت قرآن مبین سید المرسلین ﷺ و عنونہ اجمعین کے حق میں نازل ہے۔ دیکھو اس کے اخیر: ”و كفى بالله شهيدا“ کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ ﷺ قرآن شریف میں مرقوم و مرسوم ہے۔ اور مکی السنۃ اپنی تفسیر میں تصریح کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر کلام ختم ہوتا ہے۔ یعنی جس رسول کے بھیجے کی حق سبحانہ نے خبر دی ہے وہ محمد رسول اللہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حبر امت اور اعلم بتفسیر قرآن سے یہ روایت ہے پھر: ”والذين معه“ دوسری کلام شروع ہوئی۔ ترجمہ ہے۔ تفسیر معالم التنزیل کا۔ پس اس آیت کو آنحضرت ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے حق میں وارد کرنا قرآن مجید اور تفسیروں کے صریح مخالف ہونا ہے۔

انفوس اس شخص کی سخت نادانی پر جو اس آیت کو بطور جسمانی حضرت مسیح ﷺ کے حق میں اور بطور روحانی اپنے لئے پیشین گوئی بنا رہا ہے اور اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس کی ابتداء میں لفظ ماضی ہے جس سے صریح ثابت ہے کہ وہ رسول اللہ بھیجا گیا ہے تو اس سے آئندہ میں رسول کا آنا، مراد رکھنا قرآن مجید کی تحریف ہے۔ اور پھر اس آیت میں جو لفظ

رسول کا ہے تو اس سے بے نفس کی مراد رکھنی اور حضرت مسیح ﷺ کے ساتھ اپنی شرکت ابتدائی ثابت کرنی یہ دعویٰ رسالت کا نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اس آیت کے غلبہ موعود کو بوسیلہ حضرت مسیح ظہور میں آنے کا دعویٰ کرنا بموجب قول جمہور مفسرین کے باطل ہے۔ کیونکہ یہ غلبہ سرور عالم ﷺ کے ظہور پر نور سے حاصل ہو گیا اور آپ ﷺ پر نعت الہی تمام ہو چکی۔ جیسا کہ آیت: ”اليوم اكملت“ آیت۔ اس پر شاہد ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر وغیرہ میں اس پر تصریح ہے اور فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ فتح مکہ سے بڑھ کر جو کسی بشر کو نصیب نہیں ہوئی ہے کون سا غلبہ دین اسلام کا ہوگا؟ اور بیت اللہ کو بتوں کی پلیدیوں سے پاک کرنے سے کون سا ظہور دین متین مقابل ہو سکے گا؟ اور دوسرا قول ضعیف کہ غلبہ وقت نزول حضرت مسیح ﷺ کے آسمان سے ہوگا۔ اس پر ہرگز دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ آیت حضرت مسیح علی نبیہا السلام وغیرہ کے حق میں پیشگوئی ہے اور: ”رسوله“ سے آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور مراد ہے۔ حاشا وکلا! بلکہ مراد اس قول ضعیف سے یہ ہے کہ حضرت مسیح علی نبیہا السلام جب آسمان سے اتریں گے تو شرع محمدی کے تابع ہو کر دین اسلام کی تائید کریں گے۔ تو یہ بھی سرور عالم ﷺ کے ہی غلبہ کی فرع ہوئی۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فقہ اکبر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علی نبیہا السلام حضرت مہدی سے جب اتر کر ملاقی ہوں گے تو نماز کی تکبیر ہو چکی ہوگی۔ حضرت مہدی ان کو امامت کے لئے اشارہ کریں گے۔ تب حضرت مسیح امامت نہ کریں گے۔ بدیں عذر کہ یہ تکبیر آپ کے لئے ہوئی ہے۔ آپ کی امامت اولیٰ ہے۔ تب حضرت مسیح مقتدی ہوں گے۔ تاکہ ان کی متابعت سرور عالم و اخوانہ و عنونہ وسلم سے ظاہر ہو جائے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے حدیث: ”لو کان موسیٰ حیاً“ میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی

اب اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اس کو بجز میرے متابعت کے کوئی اور چارہ نہ ہوتا۔ پھر مولینا قاری لکھتے ہیں کہ اس اتباع کی وجہ ہم نے شرح شفاء وغیرہ میں آیت: "وَإِذَا اخذَ اللَّهُ مِنَّا الْقَاسِمَ" کے نیچے بیان کی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔ اور ایسا ہی عامہ تفاسیر میں درج ہے کہ آنحضرت ﷺ متبوع جمع انبیاء ہیں۔ بلکہ مواہب لہ میو دیگر کتب سیر میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں۔ الغرض آیت: "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ" الآية سرور عالم ﷺ کے حق میں ہے۔ کوئی دوسرا اس کا مورد نہیں ہے۔ براہین والے کا دعویٰ سراپا باطل اور جھوٹ ہے۔ پھر یہ دعویٰ اس کا کہ میں آیات و انوار تو کل وایثار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور فطرت میں باہم نہایت تشابہ گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل: "کما مر نقلہ علی المصدر" سو یہ دعویٰ بھی مساوات کا ہے۔ مسیح علی نبیہ وعلیہ السلام سے۔ جیسا کہ نمونہ کا لفظ اور گویا کلمہ تشبیہ کا مفاد ہے تفسیر اتقان میں منقول ہے کہ گویا یعنی ترجمہ کائن کا وہاں مستعمل ہوتا ہے جہاں بہت قوی مشابہت ہو۔ یہاں تک کہ دیکھنے والا مشبہ اور مشبہ بہ میں فرق نہ کر سکے اس لئے بلیقیں کے قول سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ گویا یہ تخت وہی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت اتقان کا۔

اب فقیر کہتا ہے کہ براہین والا اس دعویٰ میں بے شک کا ذب ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرت مسیح تو مادر زاد اندھے، کوڑھی کو تندرست اور مردہ کو بحکم خدا زندہ کر دیتے تھے اور جب انہوں نے کہا کہ تائید دین میں میرا کون مددگار ہے؟ تو حواری بول اٹھے کہ ہم خدا کے دین کے مددگار ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مکرر ارشاد ہے اور براہین والے سے اب تک کوئی ایسا خارق نہیں ہوا۔ اور نہ نصرانی وہنود سے کسی نے اس پر ایمان قبول کیا ہے۔ بلکہ وہ

نصرانی جس کے مطبع میں اس نے تین حصے اپنی کتاب چھپوائی ہے وہ بھی مسلمان نہ ہوا اور اس کی مدد میں اس نے مصروفیت نہ کی۔ بادصف یہ کہ براہین والے نے کمال تضرع اور خلوص قلب سے جمیع نصاریٰ کے ایمان کے واسطے دعائیں مانگی ہیں اور وہ دعا اخیر میں اس اشتہار کے مدت اڑھائی برس سے چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ وہو ہذا ابلاخر اس اشتہار کو اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے۔ "اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش۔ بالخصوص قوم انگریز جن کی شائستہ اور مہذب اور با رحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملت سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کی دنیا و دین کے لئے دلی جوش سے بہودی و سلامتی چاہیں۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے ان کی دنیاوی اور اخروی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ بار خدا یا ان کو ہدایت کر اور اپنی روح سے ان کی تائید کر اور ان کو اپنے دین میں وافر حصہ دے اور ان کو اپنی طاقت اور قوت سے اپنی طرف کھینچ تاکہ تیری کتاب اور تیرے رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور فوج در فوج خدا عزوجل کے دین میں داخل ہوں۔ آمین ثم آمین والحمد للہ رب العالمین! المشہر مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور، ریاض ہند پر لیس امرتسر میں بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے۔ و انہی ملخصاً باللفظ و مترجمًا۔

پس یہ دعا جو بکمال حضور باطن براہین والے نے نصاریٰ کی قوم کے واسطے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قوت اور طاقت سے ان کو دین اسلام میں کھینچے اور وہ فوج در فوج مسلمان ہوں۔ اس رسالہ کی تالیف تک ان سے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر کوئی بھی ایمان ہدایت تالیف رسالہ عربیہ تک ڈھائی سال گزر چکے ہیں اور اب ان کے ترجمہ کے وقت ساڑھے تین سال اور گزر کر تمام مدت چھ سال۔ ۱۴۱۲ھ



نہیں لایا۔ چہ جائیکہ سب انگریز ایمان لاتے اور فوج در فوج مسلمان ہوتے۔ پس صریح ثابت ہوا کہ براہین والے کو حضرت مسیح علی نبیہ والہ وسلم سے آیات و انوار وغیرہا میں کوئی ادنیٰ مشابہت بھی نہیں اور علیٰ ہذا القیاس فطرتی مشابہت کا دعویٰ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علی نبیہ والہ وسلم تو بن باپ روح کے پھونکنے سے پیدا ہوئے تھے جس پر قرآن مجید شاہد ہے اور براہین والا حکیم غلام مرتضیٰ قادیانی کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے خود والد سے ایام بلوہ میں حکام وقت کی امداد کا تذکرہ لکھا ہے۔ دیکھو تیسرے حصے کے دوسرے ورق کی سطر ۱۸ اور ۱۹۔ پس کیوں کر مشابہ ہو وہ شخص جس کی خلقت ماء مہین سے ہو۔ اس ذات پاک سے جس کو اللہ تعالیٰ آیت للعالمین فرمائے؟ اور یہ جو براہین والے نے اپنی مشابہت کی دلیل میں حضرت مسیح علی نبیہ والہ وسلم سے یوں لکھا ہے وہ تابع دین موسوی تھے اور ان کی انجیل توریت کی شرح تھی اور میں احقر خاد میں سید المرسلین سے ہوں۔ سو یہ بھی بالیقین باطل ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرت مسیح علی نبیہ والہ وسلم جناب موسیٰ علیہ السلام کے تابع دین نہ تھے۔ بلکہ وہ تو اولوالعزم رسولوں سے تھے جن کی شریعت مستقلہ ہوتی ہے اور آپ کی انجیل، توریت کی فرع نہ تھی۔ بلکہ انجیل بعض احکام توریت کی ناسخ ہے۔ پہلے دعویٰ کی دلیل یہ ہے جو اخیر سورہ اہتاف میں ارشاد ہے کہ: ”صبر کر جیسے اولوالعزم نے رسولوں سے صبر کیا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اولوالعزم کے معنی صاحب عزم لکھتے ہیں اور ضحاک نے صاحب جد و صبر لکھ کر پھر دونوں اولوالعزم کے شمار میں حضرت نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علی نبیہم السلام چاروں اصحاب شرائع کا ذکر کر کے پانچویں آنحضرت ﷺ کو شامل ان کے جانتے ہیں۔ پھر صاحب معالم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص کر کے اس آیت میں پانچویں کا ذکر کیا ہے۔

جو سورۃ احزاب کے ابتداء میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ”اور یاد کر جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ مریم کے بیٹے۔“ اور اس آیت سورۃ شوریٰ کی ابتداء میں بھی ان پانچوں کا ذکر ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ”راہ ذال دی تم کو دین میں وہی جو کچھ دی تھی نوح کو اور جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور وہ جو کچھ دیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ اور عیسیٰ کو۔“ یہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے اور ایسا ہی عائدہ تفسیر میں درج ہے اور مولینا قاری نے بھی شرح فقہ اکبر میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اب دوسرے دعوے کی دلیل سنو کہ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ”ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت اور روشنی اس پر حکم کرتے ہوئے جو فرمانبردار تھے۔ سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور مت خرید و میری آیتوں پر مول تھوڑا اور جو حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر۔ سو وہی لوگ ہیں منکر۔“ پھر ایک آیت بعد اس کے شرع عیسوی کی بابت ارشاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ”اور بچھاڑی میں بھیجا ہم نے انہیں کے قدموں پر عیسیٰ مریم کا پناہ بٹاتا توریت کو جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچا کرتی اپنی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت ڈروالوں کو اور چاہئے کہ حکم کریں انجیل والے اس پر جو اللہ نے اتارا اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے حکم۔“ اب دونوں قرآنی آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ شریعت موسوی و عیسوی دونوں علیحدہ علیحدہ شریعتیں ہیں جو انجیل کو توریت کی فرع بناتا ہے قرآن مجید اس کو جھٹلاتا ہے۔ پھر سورۃ آل عمران میں حضرت مسیح سے حکایت

ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ”اور کچھ بتاتا ہوں تو ریت کو جو مجھ سے پہلے کی ہے اور اسی واسطے کہ حلال کر دوں تم کو بعض چیز جو حرام تھی تم پر۔“ یعنی شریعت موسوی میں جو چربی اور مچھلی اور ان کا گوشت اور شنبہ کے دن میں کام کاج کرنا حرام تھا۔ اس کو شرع عیسوی نے حلال کر دیا۔ یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ شرع عیسوی ناسخ شرع موسوی ہے۔ یہ تفسیر بیضاوی کی عبارت کا ترجمہ ہے اور تفسیر مدارک و جلالین و معالم و غیرہ میں بھی ایسا ہی تحریر ہے۔ پس قرآن مجید سے بخوبی تکذیب براہین والے کی ہو گئی۔ ثانیاً براہین والے کا یہ دعویٰ کہ میں آنحضرت ﷺ کے احقر خادمین سے ہوں سراسر باطل ہے۔ کیونکہ وہ آپ ﷺ کے کمالات میں اپنی مساوات کر رہا ہے اور آپ ﷺ کی خصوصیات کو جو منصوص قرآنی ہیں۔ آپ ﷺ کے غیر کی طرف منسوب کرتا ہے۔

دیکھو فضیلت رسالت جو اللہ تعالیٰ نے آیت: ”هو الذي ارسل رسوله الابه“ میں آپ ﷺ کے ہی لئے ثابت فرمائی ہے۔ براہین والے نے اولاً اس کو حضرت مسیح کے حق میں متفق کیا ہے۔ شاید تالیف قلوب حکام وقت اور ان سے اظہار محبت کے واسطے ایسا کیا ہوگا؟۔ ثانیاً اس رسالت کو اپنے لئے ثابت کر لیا کہ روحانی اور باطنی طور سے مورد اس آیت کا خود بن بیٹھا۔ تاکہ عوام اہل اسلام اس کو رئیس الاولیاء اور نمونہ انبیاء جان کر اس کی کتاب کو گراں قیمت سے خریدیں اور عین فاحش میں پڑیں اور اس کو بہت سے دراہم و دینار حاصل ہوں۔ پس سارا مدار دنیا پر ہے جیسا کہ دانشمندیوں پر مخفی نہیں اور ہم اس امر کو زیادہ تر وضاحت سے ثابت کر دیں گے۔ الحاصل اگلی جھجکی تحریروں سے متحقق ہے کہ براہین والا قرآن مجید کی آیات میں تحریف معنوی کر رہا ہے اور اس کو کسی کے مومن سے مشابہت

نہیں چہ جائیکہ ولیوں پر اس کو فضیلت ہو اور نبیوں کا نمونہ بن سکے تو اس کے ایسے دعوؤں سے پناہ بخدا ولا یزال اور یہ بھی مخفی نہ ہے کہ اس شخص نے قرآن مجید میں صرف تحریف معنوی ہی نہیں کی۔ بلکہ بہت سی آیات قرآنی میں تحریف لفظی بھی کر دی ہے۔ دیکھو اوپر کے مہمات میں آیت قل انی امرت ان اکون اول من اسلم اور آیت: ”المبک وانا اول المؤمنین“۔ ان دونوں کو توڑ پھوڑ کر یہ آیت تیسری بنائی کہ: ”قل انی امرت وانا اول المؤمنین“ اور آیت: ”انه عمل غیر صالح“ کو: ”انه عبد غیر صالح“ سے بدل دیا ہے۔ اور آیت: ”ما انت بنعمت ربک بمجنون“ کے ابتداء میں حرف واؤ بڑھا دیا ہے۔ اور: ”زهق الباطل“ بھاء ہوز کو زحق الباطل بجائے ٹھکی نازل کر لیا ہے اور: ”واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی“ کے واؤ کو فا سے تبدیل کر دیا ہے اور آیت: ”یا عیسیٰ انی متوفیک“ کے درمیان سے: ”ومطہرک من الذین کفروا“ کو منقطع کر دیا ہے۔ جیسا کہ یہ آیت ص ۵۵۶ سے اوپر منقول ہو گئی ہے اور ایسا ہی اس آیت کو ص ۵۱۹ میں جو اپنے لئے نازل ہونا لکھا ہے تو وہاں بھی اس کے درمیان سے یہی فقرہ اڑا دیا ہے اور علی ہذا بہت سی آیات قرآنی میں لفظی تحریف بھی کر دی ہے۔ جس کو حافظ قرآن تامل سے معلوم کر سکتا ہے۔ پھر باوصف اس تحریف کے آیات قرآنی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اور یہ تو اس کے مہمات میں اس کثرت سے ہے جس کا شمار دشوار ہے۔ یہاں پر یہ خیال نہ کیا جائے کہ تحریف آیات کا تب کی غلطی سے ہو گئی۔ کیونکہ براہین والے نے اپنی تصحیح سے وہ کتاب چھپوائی ہے۔ جیسا کہ ص ۵۱۶ میں اس پر تصریح کرتا ہے اور نیز ان آیات کا ترجمہ موافق اس تحریف ہی کے کیا ہے۔ اس کو یاد رکھ کر آگے سنئے کہ ص ۵۱۴ میں آیت: ”وما کان

اللہ لیعذبہم وانت فیہم وماکان اللہ لیعذبہم وہم یستغفرون“ کو جو اپنے حق میں نازل ہونا لکھا ہے تو اس میں دوسرے: ”وماکان اللہ“ کے پیچھے سے جو لفظ معذبہم قرآن مجید میں ہے اس کو لیعذبہم سے بدل دیا ہے۔ پھر ص ۵۵۵ میں جو آیت: ”وکذا لک مننا علی یوسف لنصرف عنہ السوء والفحشاء“ کو اپنے حق میں نازل لکھ کر اخیر اس کے ترجمہ کے لکھتا ہے کہ اس جگہ یوسف کے لفظ سے یہی عاجز مراد ہے۔ اہل بلنظہ اور اس آیت میں لفظ مکنا کو مننا سے تحریف کر دیا ہے اور اسی محرف لفظ کا ترجمہ کیا ہے کہ ہم نے یوسف پر احسان کیا۔ اہل بلنظہ! پھر ص ۴۹۸، ۴۹۷ میں واپسی وصف اور اپنی کتاب کی تعریف میں یہ آیت نازل کی ہے کہ۔ ”ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ رد علیہم رجل من فارس شکو اللہ سبعہ“ تو علاوہ تحریف قرآن کے اس کے ترجمہ میں اپنے لئے اللہ تعالیٰ کو شاکر یعنی اپنا شکر گزار لکھ دیا ہے۔ اور بعد ازاں یہ الہام لکھا ہے دلی کی کتاب علی کی تلواری طرح ہے۔ یعنی مخالف کو نیست و نابود کرنے والی ہے اور یہ ایک پیشگوئی ہے کہ جو کتاب کی تاثیرات عظیم اور برکات عظیم پر دلالت کرتی ہے۔ پھر بعد اس کے فرمایا: ”اگر ایمان ثریا سے لگتا ہوتا یعنی زمین سے بالکل اٹھ جاتا تب بھی شخص مقدم الذکر یعنی (فارسی الاصل) اس کو پالیتا۔“ اہل بلنظہ! پھر آیت: ”یکاد زینہ“ کو اپنی کتاب کی تعریف میں وارد کر کے ترجمہ یوں لکھتا ہے کہ: ”عنقریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے۔“ اگرچہ اہل بلنظہ! پھر یہ آیت سورۃ قمر و سورۃ ص و سورۃ آل عمران و سورۃ رعد اپنے اور اپنی کتاب کے حق میں نازل کر کے ان کا ترجمہ یوں تحریر کیا ہے کہ: ”کیا کہتے ہیں کہ ہم ایک قوی جماعت ہیں جو جواب دینے پر قادر ہیں۔ عنقریب یہ ساری

جماعت بھاگ جائے گی اور پیٹھ پھیر لیں گے اور جب یہ لوگ کوئی نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ایک معمولی اور قدیمی سحر ہے۔ حالانکہ ان کے دل ان نشانوں پر یقین کر گئے ہیں اور دلوں میں انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ اب گریز کی جگہ نہیں اور یہ خدا کی رحمت ہے کہ تو ان پر نرم ہوا اور اگر تو سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے نزدیک نہ آتے اور تجھ سے الگ ہو جاتے۔ اگرچہ قرآنی معجزات ایسے دیکھتے جن سے پہاڑ جنبش میں آ جاتے۔ یہ آیات ان بعض لوگوں کے حق میں بطور الہام القاء ہوئیں جن کا ایسا ہی خیال اور حال تھا اور شاید ایسے ہی اور لوگ بھی نکل آئیں۔“ اہل بلنظہ! (براہین ص ۴۹۸)۔

اب فقیر کا تب الحروف کان اللہ کہتا ہے کہ ان میں براہین والے نے تحریف لفظی بھی بدرجہ کمال کی ہے اور بہتان عظیم کو اسی میں شامل کر دیا ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح متفق علیہ کے الفاظ یہ ہیں: ”لو کان الایمان معلقاً بالشربا لتناوله رجال او رجل من فارس“ پس اسی حدیث کے ابتداء میں براہین والے نے حرف واؤ زائد کر دیا ہے اور لتناوله کو لئناؤ سے بدل دیا ہے اور اس کے فاعل کو بالکل حذف کیا ہے جو محض ناروا ہے۔ پھر قرآن مجید کے لفظ زینہا کو کلمہ زینہ سے تحریف کیا ہے۔ تاکہ کتاب مرجع مذکر کی رعایت رہے اور آیت: ”فنادوا لات حین مناص“ کو ”وقالوا لات حین مناص“ بنا کر تین تحریف کر دیں۔ یعنی فا کی جگہ واؤ لکھ دی ہے۔ اور نادو کو قالوا سے بدلا ہے اور لات کے سر سے واؤ حذف کر دی۔ پھر اس کو تین جگہ اسی تحریف سے لکھا ہے۔ ایک تو یہ مقام دوسرا ص ۴۹۰ کی سطر ۱۸ میں تیسرا ص ۴۹۷ کی سطر ۱۳ میں اور ان تینوں ہی جگہ میں بموجب اس تحریف کے ترجمہ کیا ہے۔ پھر آیت: ”ولو ان قرآنا مسرت بہ الجبال“ کو

”ولوان القرآن سیر بہ الجبال“ بنا کر قرآن پر الف لام بڑھا دیا ہے اور سیرت کی تا کو حذف کر دیا ہے اور معہذا سورۃ قمر کی آیات میں ترتیب بدلا دی ہے۔ کیا معنی کہ دو آیت اخیر سورۃ یعنی ”ام یقولون سے المدبر“ تک ابتداء میں لکھ دی ہیں اور آیت ابتداء سورۃ قمر یعنی ”وان یروا آیتہ“ کو ان کے اخیر میں تحریر کر دیا ہے اور اسی ترتیب پر ترجمہ کیا ہے۔ پس یہ ایک سورۃ کی آیات میں تبدیل ترتیب ہے اور شرع میں مقرر ہے کہ ہر سورۃ کی آیات میں ترتیب بامر شارع توفیقی ہے۔ بدلیل احادیث صحیحہ و اجماع امت مرحومہ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر اتقان میں اس مسئلہ کے بیان میں ایک فصل مستقل بربط مناسب کر کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فارسی اور عربی دونوں شرح مشکوٰۃ میں اس امر کو تفصیل وار لکھا ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہی تفسیر فتح العزیز کے ابتداء سورۃ بقرہ میں اس مسئلہ کی تحقیق کے بعد ترتیب آیات کی مخالفت کو حرام اور بدعت شنیعہ کہا ہے جس نے اصل عبارات دیکھنی ہوں تو ان کتابوں میں دیکھے۔ الفرض یہ الہامات جن میں آیات قرآنی کی تحریف اور نیز آیات کی ترتیب کی تبدیل اور نیز ان کا پارہ پارہ کرنا شائع ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہرگز القاء نہیں ہیں اور بالیقین تلخیص ابلیس اور مکائد نفس خبیث سے ہیں۔ اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین عن ذالک۔

اس جگہ پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ تحریف اور تبدیل وغیرہ اگر کسی بندے کی طرف سے ہو تو اس کی حرمت وغیرہ میں کیا شک ہے؟ لیکن جب خدائے کریم کی طرف سے ایسا ہو رہا ہے جیسا کہ براہین والے کا دعویٰ ہے تو اس میں اس کا کیا تصور ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے تو اس کا جواب یوں ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ”ولا تبدل

للكلمات اللہ“ اور نَمَت کلمۃ ربک الایہ“ ارشاد ہے۔ یعنی قرآن مجید کی آیات کو جو راست تر اور اعدل ہیں کوئی نہیں بدل سکتا۔ یا کوئی قادر نہیں کہ آیات قرآنی الٹا پلٹا کر دے۔ جیسا کہ توریت میں واقع ہوا ہے۔ یعنی کہ تحریف نے تاثیر کردی اور کسی نے اس امت سے تعاقب نہ کیا۔ یا قرآن سے پیچھے نہ کوئی کتاب ہوگی جو اس کو نسخ کر سکے۔ اور اس کے احکام تبدیل کرے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر بیضاوی وغیرہ کا اور یہ بھی قرآن کا فرمان ہے کہ بے شک قرآن کتاب عزیز ہے یعنی بہت منفعت والی ہے نظیر یا محکم جس کا ابطال اور تحریف غیر ممکن ہے۔ باطل کسی طرف سے اس کو شامل نہیں ہو سکتا۔ اس حکم نے اتاری ہے جس کی ساری مخلوقات حمد کرتی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر بیضاوی و معالم التنزیل کا۔ پس ایسی آیات قرآنی سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور خواہش نہیں ہے کہ آیات قرآن کی تبدیل ہو۔ بلکہ اس نے قرآن مجید کو راستی اور عدل سے پورا کر دیا ہے۔ اور تحریف و تبدیل سے محفوظ رکھا ہے اور اس کی نظم اور ترتیب اعلیٰ درجوں کی فصاحت و بلاغت پر شامل ہے۔ پس کوئی کلام کلام الہی سے نظم اور ترتیب کے رو سے احسن متصور نہیں اور اس کی تبدیل و تحریف بھی غیر ممکن ہے۔ نہ کسی نبی کی طرف اور نہ خدا تعالیٰ کی کسی کتاب سے۔ کیونکہ یہ خلاف وعدہ ہے باری تعالیٰ اور باری تعالیٰ وعدہ کا خلاف ہرگز نہیں کرتا ہے۔ پس متحقق ہوا کہ یہ الہامات قرآن کی تحریف و تبدیل کرنے والے حق سبحانہ کی جانب سے نہیں ہیں۔ بلکہ نفسانیت صاحب براہین یا اس کے شیطان قرین کی طرف سے ہیں۔ ایسے الحاد فی القرآن سے پناہ بخدا لایزال سورۃ فصلت میں ارشاد ہے: ”ان الذین یلحدون الایہ“ یعنی جو لوگ استقامت سے برطرف ہو کر ہماری آیتوں میں طعن اور تحریف اور تاویل وغیرہ سے



پیش آئے وہ ہم پر پوشیدہ نہیں۔ یعنی ان کو اس الحاد کا بدلہ دیں گے۔ کیا پس جو شخص آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا جو قیامت کے دن امن سے آوے جو چاہو کرلو۔ یہ تہدید شدید ہے۔ بے شک خدا تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے۔ یعنی ان کی سزا دے گا۔ یہ بیضادی و مدارک وغیرہ کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اور قرآن مجید کی سورۃ انعام میں ارشاد ہے: ”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ“ یعنی اور اس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یہ کہے مجھ کو وحی آئی اور اس کو وحی کچھ نہیں آئی اور سورۃ ہود میں یوں فرمان ہے۔ جس کا ترجمہ اور مراد یہ ہے کہ: ”کون بہت ظالم ہے خدا پر جھوٹا افتراء کرنے والے سے۔“ یعنی جس نے کسی اور کی بات کو اللہ کی اتاری بنا دیا یا اللہ کی اتاری کا انکار کیا وہ لوگ روبرو آئیں گے اپنے رب کے۔ یعنی قیامت کے دن روبرو کھڑے کئے جا دیں گے یا ان کے اعمال پیش کئے جائیں گے اور کہیں گے گواہی دینے والے یعنی فرشتوں اور نبیوں اور اعضاء سے بھی ہیں۔ جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر سن لو پھٹکار ہے اللہ کی بے انصاف لوگوں پر۔ یہ عظیم دہشت دینا ہے ان کے ظلم پر جو خدا پر جھوٹ باندھا۔ یہ ترجمہ ہے بیضادی وغیرہ تفاسیر کی عبارتوں کا اور شاہ عبدالقادر دہلوی اس کے فائدہ لکھتے ہیں کہ ”خدا پر جھوٹ بولنا کئی طرح ہے۔ علم میں غلط نقل کرنی یا خواب بنا لینا یا عقل سے حکم کرنا دین کی بات میں یعنی شریعت کے مخالف یا دعویٰ کرنا کشف رکھتا ہوں یا اللہ کا مقرب ہوں۔“ اجماعی بلفظ

مولانا قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے مخالف کام کرنے والے لوگ بہت قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان میں سے فریبی اور جھوٹے اور مکار ہیں جن سے کوئی دعویٰ جن کے قید کر لینے کا کرتا ہے یا مدعی حالت کا ہوتا۔ جیسے جھوٹے

مشائخ اور فقراء۔ پس یہ لوگ سخت عذاب کے مستحق ہیں۔ جس سے ایسے لوگ جھوٹ اور فریب سے بعض آئیں اور بعض ان لوگوں سے مستحق قتل ہیں۔ جو فریب دکھا کر دعویٰ نبوت کرتا ہے یا شریعت کے بدلانے کے درپے ہوتا ہے اور مانند اس کے یہاں تک ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ براہین والے نے ص ۵۲۰، ۵۲۱ میں اپنے الہام کا قصہ یوں لکھا ہے کہ: ”۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں ایک عجیب الہام اردو میں ہوا تھا جس کی تقریب یہ پیش آئی تھی کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بنالوی جوادوں سے میرے ہم مکتب تھے جب نئے نئے مولوی ہو کر پٹالہ میں آئے اور بنالویوں کو ان کے خیالات گراں گذرے تو تب ایک شخص نے مولوی صاحب ممدوح سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے سے یہ عاجز شام کے وقت اس کے ہمراہ مولوی صاحب ممدوح کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو مع ان کے والد کے مسجد میں پایا۔ پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی صاحب موصوف کی اس وقت تقریر سن کر معلوم کر لیا کہ ان کی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو۔ اس لئے خاص اللہ کے لئے بحث کو ترک کیا گیا۔ رات کو خداوند کریم نے اپنے الہام اور مخاطبت میں اسی ترک بحث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔“ اجماعی بلفظ اور یہ مولوی محمد حسین شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی کے ہیں جو غیر مقلدین کے رئیس اور ابتداء میں مقلدین سے سخت مکابرہ سے پیش آکر ان کو مشرک جانتے تھے اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کو

شرک و کفر مانتے تھے۔ چنانچہ اس بارہ میں رسالے واشتہار چھپواتے رہے۔ پھر جب علماء مقلدین نے ان کے خیالات کی بواقعی تردید کی تو اس شدت مجادلہ سے کسی قدر لوٹے اور جب ان کے استاذ مولوی نذیر حسین دہلوی بسبب ظاہر ہونے ان کی سخت مخالفت شرع کے واقعہ ۱۳۰۱ھ ہجری مکہ معظمہ میں قید ہوئے تو اپنے استاذ کی نصرت کے واسطے یہ مولوی محمد حسین اہل حرمین محترمین کو ظالم مشہور کرنے لگے اور حکام وقت اس دیار کے پاس ان کا شکوہ شکایت کرنی شروع کر دی جیسا کہ رسالہ اشاعت السنۃ نمبر ۹ جلد ۷ کے ص ۲۵۰، ۶ وغیرہا سے ظاہر ہے۔ پس ان مولوی محمد حسین صاحب نے بھی گویا صاحب براہین کی تعریف کے شکریہ میں اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں ان کی اور ان کی براہین کی کمال تعریف کرنی شروع کر کے اخیر میں یہ لکھ دیا ہے۔ مؤلف براہین احمدیہ نے یہ منادی اکثر زمین پر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت ہمارے الہامات و خوارق سے پچھم خود دیکھے۔ پھر کیا اس احسان کے بدلے مسلمانوں پر یہ حق نہیں ہے کہ کہ فی کس نہ سہی فی گھر ایک ایک نسخہ کتاب اس کی ادنیٰ قیمت دے کر خرید کریں اور اس پر یہ شعر پڑھیں:

جمادی چند دوام جاں خریدم

بجھاندا! عجب ارزاں خریدم

اسی حاشیہ میں ادنیٰ قیمت ۲۵ روپے درج ہیں جیسا کہ ص ۳۲۸ نمبر ۱۱ جلد ۷ اشاعت السنۃ ذی قعدہ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ اور محرم ۱۳۰۲ھ سے یہ عبارت منقول ہوئی ہے اور ان رسائل میں صاحب اشاعت السنۃ نے براہین والے کے کلام کی تاویلات فاسدہ سے بہت ہی تائید کی

ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیات قرآنی جب آنحضرت ﷺ یا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے خطاب میں نازل ہوئی تھیں تو ان کا نام قرآن تھا اور جب انہیں بعینہ آیات سے اللہ نے غیر انبیاء کو مثل صاحب براہین کے مخاطب فرمایا تو اس کا نام قرآن نہیں رکھا جاتا اور غرض اس ہذیان سے صاحب براہین کا تحریف قرآن اور الحاد آیات فرقان سے بچانا ہے۔ بھر صاف صاف اس قبیح مضمون کو اشاعت السنۃ مذکورہ بالا کے ص ۲۶۳..... ۲۶۶ میں لکھا ہے جس کے قول کو فقیر راقم الحروف نقل کر کے قرآن وحدیث واجماع کی سند سے تردید کرتا ہے۔ تاکہ قرآن مبین اور دین متین کی تائید سے کوئی دقیقہ فروگزار نہ رہے۔ دنا تقبل منا انک انت الصبح العلیم!

فولہ ”اور ایک ہی کلام کو ایک ہی وقت میں مخاطب یا متکلم کے لحاظ سے قرآن اور غیر قرآن کہنا اہل علم کے نزدیک مستبعد اور کل اعتراض نہیں۔“ اسی لحاظ! فقیر کہتا ہے کہ اس پر تین اعتراض وارد ہیں۔ پہلا یہ کہ مخاطب یا متکلم کا اختلاف ایک ہی کلام میں ایک ہی وقت میں غیر متصور ہے۔ اس لئے کہ پہلے متکلم نے جب کچھ کلام کی تو صرف اس کے بولنے سے وہ وقت گزر گیا پھر دوسرے متکلم کا اسی کلام کو اسی وقت بولنا کیونکر متصور ہوا؟۔ اور ایسا ہی حال ہے باعتبار اختلاف مخاطب کے جیسا کہ اہل علم پر ظاہر ہے۔ دوسرا یہ کہ اختلاف متکلم یا مخاطب کا کلام واحد وقت واحد میں اگر مانا جائے تو ایک ہی کلام کا ایک ہی وقت میں عقلاً ناجائز ہے۔ تیسرا یہ کہ قرآن مجید ازل سے ابد تک قرآن ہے۔ پس اس کو غیر قرآن کہنا شرعاً ناجائز ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آیات فرقانی کا نام قرآن رکھا ہے۔ جیسا کہ سورۃ زمر میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی طرف اشارہ فرما کے قرآن عربی اس کا نام رکھا۔ پس

جس نے ان آیات بعینہا کو غیر قرآن کہا بے شک قرآن کا مخالف ہوا۔

تو کہ! کبھی ایک کلام جبکہ اس کا متکلم مثلاً خدائے تعالیٰ ٹھہرایا جائے کلام رحمانی کہلاتا ہے۔ کبھی وہی کلام جبکہ اس کا متکلم شیطان یا فرعون ٹھہرایا جائے۔ شیطانی یا فرعونی کلام سے منقول ہے: "انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین" اور ایک یہ کلام فرعون سے: "انا ربکم الاعلیٰ" ان دونوں کو اگر یوں خیال کریں کہ یہ الٹیں و فرعون کی کہی ہوئی ہیں خواہ کسی زبان میں انہوں نے کہی ہوں۔ تو یہ کلام شیطانی و فرعونی کہلاتے ہیں۔ "ابھی بظاہر اور اسی صفحہ کے حاشیہ میں درج ہے: "انا ربکم الاعلیٰ" جبکہ کلام فرعون ٹھہرایا جائے۔ خواہ وہ کسی زبان میں ہو قرآن نہیں کہلاتا۔" ابھی بظاہر فقیر کہتا ہے کہ متکلم کے اختلاف سے کلام مختلف نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ کلام اسی کی کہلاتی ہے جس نے اول بولی ہو۔ دیکھو جو شخص: "الحمد للہ رب العالمین" اور "قل ھو اللہ احد" پڑھے گا تو یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ اس کی کلام ہے۔ بلکہ مومن بھی کہے گا کہ یہ دونوں آیتیں باری تعالیٰ کی کلام ہے اور جو "انما الاعمال بالنیات" کہے گا تو یہی کہا جائے گا کہ یہ سرور عالم ﷺ کی حدیث ہے۔ اور جو "کفایک من ذکری حبیب و منزل" زبان پر لائے گا تو کہیں گے کہ یہ مصرع امرء القیس کے شعر کا ہے جیسا کہ مولانا قاری نے شرح فقہ اکبر میں یہ لکھا ہے۔ پس قرآن مجید کی آیات کو غیر خدا کی طرف منسوب کرنا اور کلام شیطانی و فرعونی کہنا ظلم والے مومن کا کام نہیں۔ بلکہ سچا مومن اس کے مقابلہ میں یوں کہے گا کہ خدا پاک ہے۔ یہ سخت بہتان ہے۔ کیونکہ جو کچھ قرآن شریف میں الحمد للہ سے والناس تک ہے وہ حق تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور زمین و آسمان اور ارواح کے پیدا ہونے

سے پہلے سے لوح محفوظ میں لکھی گئی تھی جس کو جبرائیل امین نے آنحضرت ﷺ پر اتارا ہے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید میں سورۃ بروج کی اخیر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: "بلکہ وہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔" تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں۔ بلکہ وہ قصہ قرآن قدیم کا ایسا ہے جو اس کے وقوع سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے جس پر شیطانوں اور جنوں اور آدمیوں کو دسترس نہیں ہے۔ امام بغوی نے تفسیر معالم میں اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ لوح محفوظ ایک تختی ہے سفید موتی سی جس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیان کے برابر ہے اور چوڑائی اس کی مشرق سے مغرب تک کی ہے اور کنارے اس کے موتی اور یاقوت کے ہیں اور دفتر بنے اس کے سرخ یاقوت کے ہیں۔ نور کی قلم سے اس میں قرآن لکھا ہے۔ اوپر سے عرش مجید سے لٹکی ہے اور نیچے سے فرشتہ کی گود میں ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا اور مدارک و جلالین وغیرہا میں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر اتقان میں بسند طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو مرفوع روایت کیا ہے۔ تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ اور نیز حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یا محمد ﷺ قرآن کے ساتھ اپنی زبان مت ہلا۔ تاکہ جلدی سے اسے یاد کر لے اور تجھے آنحضرت ﷺ کہ شروع کرتے تھے پڑھنا آیات قرآن کا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی فراغت سے پہلے اس لئے کہ کچھ بھول نہ جائے۔ پس آپ ﷺ کو کہا گیا کہ مت ہلا اپنی زبان کو وحی کے پڑھنے میں۔ جب تک جبرائیل پڑھتا رہے تاکہ تو جلدی سے اسے یاد کر لے اور کچھ فروگزاشت نہ ہو جائے۔ پھر اس جلدی سے روکنے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ بے شک ہمارا ذمہ ہے قرآن کا جمع کرنا تیرے سینے میں اور اس کا یاد کرنا تیری

زبان پر اور مست جلدی کر قرآن پڑھنے میں اس کی وحی کے ختم ہونے سے پہلے۔ پس جب ہم پڑھیں قرآن کو یعنی جبرائیل تجھ پر پڑھے تو اس کے پڑھنے کی متابعت کر پھر ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کرنا جب تجھ پر اس کے معنی میں کچھ مشکل پڑ جائے یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر مدارک کا اور اکثر تفاسیر میں ایسا ہی ہے۔ پھر پہلی آیت جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی قرآن مجید سے وہ بالاتفاق ابتداء سورۃ علق کا ہے۔ عالم یعلم تک تفسیر فتح العزیز میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن غسل کے واسطے غار حراء سے باہر تشریف لا کر پانی کے کنارے پر کھڑے ہوئے کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے ہوا سے پکارا کہ یا محمد ﷺ پس آنحضرت ﷺ نے اوپر کود دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ پس تین مرتبہ آپ ﷺ کو پکارا اور آپ ﷺ دائیں بائیں دیکھ رہے تھے کہ ایک سورج کی طرح نورانی شخص آدمی کی شکل میں دیکھا جس کے سر پر نور کا تاج ہے اور سبز ریشمی پوشاک پہنی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ پڑھ اور بعض روایتوں میں ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے ہنزدریائی کے قطعہ میں کچھ لکھا ہوا آپ ﷺ کو دیا اور کہا کہ پڑھو آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا مجھے حرفوں کی شناس نہیں اور ان پڑھ ہوں۔ اخیر حدیث تک یہ ترجمہ ہے۔ عبارت تفسیر عزیزی کا۔ اور مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر کے ملحقات میں لکھتے ہیں کہ شارح عقیدہ طحاوی نے شیخ حافظ الدین نسفی کی منار سے ذکر کیا ہے کہ قرآن نام ہے نظم اور معنی دونوں کا اور ایسا ہی دوسرے اصولیوں نے کہا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو منسوب کرتے ہیں کہ جس نے نماز میں قرآن کا ترجمہ فارسی پڑھا تو روا ہے تو آپ کا اس سے رجوع ثابت ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ باوجود قدرت عربی کے غیر عربی روا نہیں ہے اور یہ بھی آپ نے کہا ہے کہ جو شخص بغیر

عربی کے قرأت پڑھتا ہے یا تو وہ دیوانہ ہے معالجہ کیا جائے یا زندیق ہے قتل کیا جائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے عربی میں کلام کی ہے اور معجزہ ہونا قرآن کا نظم اور معنی دونوں سے حاصل ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔ پس قرآن وحدیث اور کتب عقائد اہل سنت سے تحقیق ہوا کہ تمام عربی آیات جن کا نام قرآن ہے وہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہیں اور انہیں حروف و کلمات سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی تھیں۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں اور علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علی نبیاء علیہم السلام سے بطور اخبار یا حکایت کے جو ذکر کیا۔ اور فرعون و شیطان وغیرہا سے بھی جو بیان کیا ہے بے شک یہ دونوں قسم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی کلام قدیم ہیں جو ان سے خبر دی گئی ہے۔ یعنی موافق اس کے جو کلمات معانی پر دلالت کرنے والی لوح محفوظ میں لکھے گئے ہیں۔ آسمان و زمین اور ارواح کے پیدا کرنے سے پہلے کی۔ نہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء علی نبیاء علیہم السلام سے اور فرعون و شیطان اور دوسرے کفار سے سن کر اللہ تعالیٰ نے ان سے نقل کیا ہے۔ پس اب کچھ فرق نہیں ہے درمیان خبر دینے حق تعالیٰ کے ان کے اخبار و احوال و اسرار سے جیسا کہ سورۃ: ”نبت بدلاً“ و آیت قتال وغیرہا میں ہے اور نہ درمیان ظاہر فرمانے باری تعالیٰ کے اپنی صفات و افعال و خلق مصنوعات میں جیسا کہ آیت الکرسی سورۃ اخلاص وغیرہا میں ہے اور نہ درمیان آیات افاقہ و انفسیہ کے۔ کہ یہ سب کے سب باری تعالیٰ کی کلام ہے اور اس کی صفت پاکہ حاصل الکلام، کلام اللہ شریف حادث نہیں غیر مخلوق ہے اور موسیٰ علی نبیاء علیہم السلام کی کلام اگرچہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہوا اور ایسا ہی کلام دوسرے انبیاء و مرسلین سلوۃ اللہ علیہم اجمعین و ملائکہ مقررین کی



مخلوق ہے جو ان کی پیدائش کے بعد حادث ہوئی اور قرآن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی کلام ہے نہ مجازاً اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح قدیم ہے۔ مخلوق کی کلام کی طرح نہیں۔ کیونکہ ان کی ذات اور کلام دونوں حادث ہیں۔ اس لئے کہ صفت موصوف کے تابع ہوتی ہے اور یوں ہی کہا جائے گا کہ نظم عبرانی جو توریت ہے اور نظم عربی جو قرآن ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کلام ہے۔ اس لئے کہ ان کے کلمات و آیات کلام الہی کی دلیلیں اور علامات ہیں اور اس لئے کہ ان کی نظم کا ابتداء اللہ تعالیٰ سے ہی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی حدیث حدیثوں سے پڑھو گے تو یہی کہو گے کہ یہ جو میں نے پڑھا ہے اور ذکر کیا ہے میری کلام نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی کلام ہے۔ کیونکہ ابتداء اس کلام کی نظم کا رسول اکرم ﷺ ہی سے ہوا تھا اور اسی قبیل سے ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے آیت "وان احد من المشركين استعجزك" میں آیت قرآن مجید کو کلام اللہ فرمایا ہے یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا اور مشکوٰۃ المصابیح میں سنن داری و جامع ترمذی سے بروایت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ لایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھوائی جس میں سے دو آیتیں خاتمہ سورۃ بقرہ کی نازل فرمائیں اور سنن داری سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لایا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش سے ایک ہزار برس پہلے سورۃ طہ و یسین کی تلاوت فرمائی تھی۔ یہ ترجمہ ہے مشکوٰۃ کی حدیثوں کا۔ اب قرآن مجید اور حدیث اور عقائد اہل سنت کی کتابوں سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید کی ساری آیتیں اللہ تعالیٰ کی ہی کلام ہے۔ کسی مخلوق کی کلام کو اس میں دخل نہیں ہے اور جو کچھ اس میں نبیوں کے قصے اور صدیقیوں کی باتیں اور کافروں کے حالات اور بد بختوں

کے مقالات ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی ہی کلام ہے جو اس پاک ذات نے ان لوگوں کے پیدا ہونے سے پہلے بموجب اپنے علم ازلی کے ان سے خبر دی ہے۔

پس صاحب رسالہ اشاعت السنۃ کا یہ قول کہ آیت "انا خیر منہ" کلام شیطانی ہے اور آیت "انا ربکم الاعلیٰ" کلام فرعون ہے اور قرآن نہیں کہلاتا جیسا کہ اشاعت السنۃ سے اوپر منقول ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کی صدہا آیات کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ اور مجمع قصص قرآنی اور حکایات فرقانی کو کلام مخلوق بنادینا نہیں تو اور کیا ہے؟ اعادنا اللہ سبحانہ و جمیع المسلمین عن ذالک مولانا قاری رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رحمہ اللہ کی فقہ اکبر کے اس قول کے نیچے کہ کلام اللہ شریف غیر مخلوق ہے لکھتے ہیں کہ کلام اللہ بالذات قدیم ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن مجید کو کون کر خیال کیا کہ یہ آدمی کا کلام ہے تو ضرور وہ کافر ہوا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی ہے اور اس کو عذاب و دوزخ سے ڈرایا ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا، اور یہ بھی اسی کتاب میں ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن رسول کریم کی بات ہے۔ اس نے دلالت کی کہ قرآن رسول کریم کی کلام جبریل یا محمد ﷺ کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ رسول بتا رہا ہے کہ اس نے قرآن کو اپنے بھیجنے والے سے پہنچایا ہے۔ اس لئے یوں نہیں فرمایا کہ یہ کلام فرشتہ یا نبی کی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ رسول نے اپنے بھیجنے والے یعنی حق تعالیٰ سے پہنچایا نہ یہ کہ اس نے اپنی ذات سے یہ کلام پیدا کی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ مراد رسول سے ایک آیت میں جبرائیل ہے اور دوسری آیت میں محمد ﷺ ہیں۔ پس دونوں کی طرف سے اس کلام کی نسبت کرنے سے ظاہر ہو گیا کہ یہ نسبت صرف پہنچانے کے واسطے ہے۔ کیونکہ ایک شخص

نے جس کلام کو پیدا کیا ہو تو منع ہے کہ دوسرا اس کو پیدا کر سکے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے قرآن کو آدمی کی کلام بنانے والے کی تکفیر کی ہے۔ پس جس نے قرآن کو آنحضرت ﷺ کی کلام بنایا کہ آپ ﷺ نے از خود یہ کلام بنائی ہے تو وہ کافر ہوا۔ اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ قرآن کو آدمی کی یا جن کی یا فرشتہ کی کلام کہے۔ (یعنی ان تینوں صورتوں میں سزا اس کی دوزخ ہے) اس لئے کہ کلام اس کی ہوتی ہے جس نے اول کہی ہو۔ نہ اس کی جس نے پیغام پہنچایا ہو۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فقہ اکبر کا۔ کیا خوش کہا ہے کہنے والے نے کہ:

اگرچہ قرآن از لب پیغمبر است

ہر کہ گوید حق نہ گفتہ او کا فر است

ان معتبر سندوں سے اگر صاحب اشاعت السنہ کی تسلی نہ ہو کہ یہ علماء مقلدین کے حوالی ہیں۔ شاید ان کو پسند نہ ہوں تو اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ شرح فقہ اکبر سے اسی اشاعت السنہ کے ص ۲۹۲..... ۲۹۳ میں بھی سند لی ہے اور نیز ص ۳۱۲، اشاعت السنہ میں بھی حضرت شاہ عبدالعزیز کی کمال تعریف کر کے ان سے سند لی ہے۔ اور ثانیاً یہ جواب ہے کہ علماء غیر مقلدین بھی اسی اعتقاد پر ہیں جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ جیسا کہ سند ان کی بھی بعض کتابوں سے منقول ہوتا ہے۔ تاکہ ظاہر ہو کہ اشاعت السنہ والا نے اپنی قوم سے بھی سخت مخالفت کی ہے۔ "نہج مقبول من شرائع الرسول" جو تالیف ہے بڑے بیٹے مولوی صدیق حسن بھوپالی کی اور خود مولوی مسطور نے اس کی تصحیح کر کے بھوپال میں چھپوائی ہے اور یہ باپ بیٹا مشاہیر علماء غیر مقلدین سے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کلام ہے۔ اسی سے ابتداء ہوا اور اسی کی طرف رجوع ہوگا اور قرآن کے لفظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ سے

ہیں جبرائیل امین صرف ناقل ہیں آنحضرت ﷺ فقط پہنچانے والے ہیں اور جتنا لوگوں نے قرآن مجید پڑھا اور پڑھیں گے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کلام فرمائی اور بے شک حضرت جبرائیل نے ان سے سنی اور بالیقین آنحضرت ﷺ پر اتاری جو کوئی کہے کہ وہ کلام فرشتہ کی یا آدمی کی ہے تو اس کا مکان دوزخ ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی نچ مقبول کا، اور یہ عبارت اس کے ص ۵ میں ہے۔

قولہ یعنی اشاعت السنہ میں لکھا ہے اور اگر بعینہ ان دونوں کی نسبت یہ خیال کریں کہ یہ ضمن حکایت الیئس و فرعون یہ کلام خدا میں پائی گئی ہیں تو یہ کلام رحمانی اور جزو قرآن کہلاتے ہیں۔ اسی بلطف فقیر کہتا ہے کہ آیت "انا خیر منہ" اور آیت "انا ربکم الاعلیٰ" کو اللہ تعالیٰ کی کلام اور جزو قرآن بنانے میں کسی کے خیال کرنے کی کیا حاجت؟ یہ دونوں آیتیں فی الحقیقت اور دراصل حق تعالیٰ کی کلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا ہے اور شیطان فرعون کے پیدا ہونے سے ہزار ہا برس پہلے حق تعالیٰ نے ان کو لوح محفوظ میں لکھوایا جیسا کہ قرآن وحدیث وعقائد اہل سنت سے اوپر مبرہن ہو چکا ہے۔ پس اس کلام عربی معجز نظام کو شیطان و فرعون کی کلام بنانا اور قرآن میں ان سے نقل کا اعتبار و خیال کرنا محض ہڈیان اور بہتان ہے۔ خدائے سبحانہ و تعالیٰ جمیع اہل ایمان کو اس اعتقاد و خیال سے بچائے اور عاقبت بخیر فرمائے۔ واضح رہے کہ یہ اقوال صاحب اشاعت السنہ کے جن کا بنائے اختلاف مشکلم پر ہے صاحب براہین احمدیہ کی تائید کی تمہید میں تھے جس میں صاحب اشاعت السنہ نے اس کی محبت میں اپنا ایمان قربان کر دیا جیسا کہ شرعاً متحقق ہو چکا ہے۔ اب فقیر کاتب الحروف اس کے وہ اقوال جو اصل تائید صاحب براہین میں ہیں جن کا مدار اختلاف

مخاطب پر ہے نقل کر کے اولہ شرعیہ سے ان کی تردید لکھتا ہے۔ واللہ هو المحین

قولہ! ”ایسا ہی اختلاف مخاطب کے سبب اختلاف کلام کو سمجھنا چاہئے۔“ اسی بلطف فقیر کہتا ہے کہ ایک نقص اس پر اوپر لکھا گیا ہے دوم علماء بدیع ومعانی وغیرہم نے تصریح کی ہے کہ کلام یا خبر ہے یا انشاء اور ان دونوں کے معنی میں کسی نے اختلاف مخاطب کا کچھ بھی اعتبار نہیں کیا نہ معلوم کہ اس نئے مولوی نے یہ اقسام کلام کہاں سے نکالی ہیں۔

قولہ! ”جو کلام خدائے تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے خطاب میں فرمایا ہے اور وہ ایک کتاب معروف میں درج ہو کر مسلمانوں میں پڑھا جاتا ہے۔ وہ قرآن کہلاتا ہے۔“ اسی بلطف فقیر کہتا ہے کہ خطاب کلام میں بصدیہ حاضر ہوتا ہے۔ تخصیص الفتح، مطول کے متن میں لکھا ہے کہ تکلم سے خطاب کی طرف آیت و مالی لا اعبد الذی میں اور خطاب سے غیبت کی طرف آیت ”حتی اذا کنتم“ نے ”الفلک“ میں اور غیبت سے خطاب کی طرف آیت ”ملک يوم الدين . ایاک نعبد“ میں التفات ہے۔ یہ ترجمہ ہے اس عبارت عربی کا جس سے ثابت ہوا کہ خطاب مخاطب کر کے بات کرنے کا نام ہے۔ پس معلوم رہے کہ یہ تعریف قرآن مجید کی جو صاحب اشاعت السنہ نے بیان کی ہے اس سے ہزار ہا آیات قرآن کی قرآن ہونے سے خارج ہو گئیں۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ قرآن مجید کی تمام آیات سے مخاطب نہیں ہیں۔ یعنی سارے قرآن مجید میں آپ ﷺ کو خطاب نہیں کیا گیا۔ بلکہ وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو خطاب ہوا ہے مثل اور علم دیا آپ ﷺ کو اس کا جو آپ ﷺ کو معلوم نہ تھا اور کہہ دے یا محمد ﷺ اگر تم خدا سے محبت کرنی چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اور یہ بے شک ہم نے بخشا آپ ﷺ کو کوثر یہ ترجمہ ہے آیات و خطاب کا، اور

ایسی آیات خطاب تھوڑا سا حصہ ہیں قرآن مجید کا اور نیز آنحضرت ﷺ کے قرآن شریف کی بہت سی آیات میں مخاطب ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل اور اس امت مرحومہ کے مومن اور کفار اور جن وغیرہم، اور نیز صد ہا آیات قرآنی ایسی ہیں جن میں کسی کو خطاب نہیں کیا گیا۔ پس اس تفسیر کی رو سے صد ہا آیات قرآن مجید ہونے سے خارج ہو گئیں۔ مرزا قادیانی کے اس مؤید پر سخت افسوس ہے جس نے تقاضائے محبت اور ان کی لگمی دوستی میں ہزار ہا آیات قرآنی کو کلام اللہ شریف سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا منتقم کافی ہے۔ سبحان اللہ عوام اہل اسلام ایسے لوگوں کو علماء دین سے جانتے ہیں اور وہ اپنے رسالہ کا نام اشاعت السنہ مشہور کر کے آپ کو اکابر مصنفین سے اور صاحب براہین احمدیہ کو کالمین مکملین سے مانتے ہیں اور فی الاصل یہ دونوں صاحب سارے غیر مقلدین کی طرح دنیا کی سخت محبت میں گرفتار ہیں اور مال حرام و حلال کے جمع کرنے کی کوشش میں سرشار ہیں۔ چنانچہ اپنے رسالوں کے حق تصنیف بیچ کر بہت سے روپے جمع کر لیتے ہیں اور خود رسالہ اشاعت السنہ جو سال تمام میں چوبیس جزو ہوتا ہے ایک یا دو روپیہ اس کی قیمت میں عمدہ منفعت ہے اور صاحب اشاعت السنہ نوابوں سے تیس روپیہ سالانہ اور دوسرے غنیوں سے پندرہ روپیہ اور متوسط گزارہ والوں سے سات روپیہ اور کم وسعت والوں سے تین روپے بارہ آنہ سالانہ لیتے ہیں اور براہین احمدیہ جو تینتیس جزو کی کتاب ہے۔ بازاری قیمت دو یا تین روپے رکھتی ہے۔ مرزا قادیانی نے ادنیٰ قیمت اس کی پچیس روپیہ اور اعلیٰ قیمت ایک سو روپیہ تک مقرر کی ہے جو اس کی کتاب خریدے خواہ وہ رافضی ہو یا بت پرست ہی ہو ان کی بہت مبالغہ اور غلو سے تعریف کرتا ہے اور جو اس کی کتاب کوئی نہ خریدے۔ اگرچہ نواب مسلمان ہی ہو۔ اس کی پرلے درجہ کی

توہین کر کے قارون سے اس کو تشبیہ دیتا اور دنیا پرستوں سے بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ اس کی کتاب کے پہلے اور دوسرے اور چوتھے حصہ کے ابتدائی اوراق ملاحظہ کرنے سے یہ حال معلوم ہو جاتا ہے اور نیز جب بہت سے روپیہ آنے کا اس کو الہام ہوتا ہے تو کمال ہی خوشحال ہوتا ہے اور جب معلوم ہو کہ وہ تھوڑا سا روپیہ ہے تو سخت غم کا پامال ہوتا ہے۔ جیسا کہ براہین کے ص ۵۲۲ سے ۵۲۳ تک کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہے۔

پس یہ سارا مدار دنیا کی سخت محبت اور روپیہ پیسہ جمع کرنے پر ہے جس کو دانشمند بخوبی جانتے ہیں اور پورا علم حق تعالیٰ کو ہے۔ الحاصل قرآن مجید کی جامع مانع تعریف وہ ہے جو علماء اسلام کی کتابوں میں درج ہے۔ چنانچہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کی فقہ اکبر اور مولانا قاری رحمہ اللہ علیہ کی شرح میں لکھا ہے قرآن مجید حضرت ﷺ پر تیس برس کی مدت میں آیت آیت اتارا گیا ہے اور مصحفوں میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی جو دفتین میں مکتوب ہے وہ سب کلام اللہ ہے پر دوسری جگہ فقہ اکبر اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ قرآن مجید مصحفوں میں لکھا ہوا اور دلوں میں یاد اور زبانوں پر پڑھا گیا اور آنحضرت ﷺ پر بالترتیب اتارا گیا ہے۔ بواسطہ حروف، مفردات و مرکبات مختلف حالتوں میں یہ ترجمہ ہے عبارت عربی کا۔ اب دانشمند لوگ اس نہایت عجیب و غریب آدمی کو دیکھیں جو تنزیل اور خطاب میں امتیاز نہیں رکھتا اور قرآن مجید کی آیات کو فرعون و شیطان کی کلام بنا دیتا ہے اور اس مایہ علمی پر اس کو یہ اذعا ہے کہ مجتہدین دین غلطی پر تھے اور میں دین متین کی تائید کر رہا ہوں۔ پس یقیناً یہ رعوت اور جہل مرکب کا شعبہ ہے پھر اشاعت السنہ میں لکھتے ہیں۔ قوله "وہی کلام" (یعنی جس کا نام قرآن ہے) اگر کسی غیر نبی کے خطاب میں اور پہلے توریت انجیل وغیرہ میں یا کسی ولی کے

الہام میں خدا نے فرمایا ہے تو وہ قرآن نہیں کہلاتا۔ گو حقیقت میں وہ بعینہ وہی کلام ہے جو قرآن میں پایا جاتا ہے۔ "اتھی حفظ فقیر کہتا ہے کہ اس عبارت میں ہر چند بہت سی غلطیاں ہیں مگر جن کا بیان یہاں ضروری ہے وہ یہ ہیں اور پر لکھا گیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو قرآن بنانے میں خطاب کو کوئی دخل نہیں۔ قرآن وہ ہے جو سرور عالم ﷺ پر اتارا گیا اور آپ ﷺ کی طرف کلام الہی سے دئی ہوا۔ اور قرآن اس اترنے سے پہلے بھی قرآن تھا اور اس سے پیچھے بھی قیامت تک قرآن ہی کہلاتا ہے اور کسی ولی پر کوئی آیت قرآن کی الہام ہو جائے تو وہ قرآن سے خارج نہیں ہوتی ہے بلکہ قرآن مجید ازل سے ابد تک قرآن ہی ہے۔ معنی اس کے کلام نفسی قدیم ہے اور اس کی نظم بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور بے شک خدائے پاک نے اس کا نام قرآن حکیم رکھا ہے۔ پس غیر ممکن ہے کہ قرآن غیر قرآن بن جائے اور عقائد اہل سنت میں مقرر ہو چکا ہے کہ حق سبحانہ کی صفات پر بھی تغیر نہیں آتا ہے۔ جیسا کہ اس کی ذات پر بدلنا نہیں ہے اور خود غیر مقلدین کی "منج مقبول" میں ہے و "برذات و صفات الہی تغیر نمی رود" ص ۱۰، ص ۱۶ میں دیکھو۔ پر تعجب یہ ہے کہ خود صاحب براہین جس جس آیت قرآن کی اپنی طرف الہام ہونے کا مدعی ہے۔ ان کا آیات قرآنی ہی نام رکھتا ہے۔ جیسا کہ اوپر براہین کے ص ۳۸۵، ۳۹۸ سے منقول ہو چکا ہے اور یہ صاحب اشاعت السنہ اس کی تائید میں قرآن کو غیر قرآن اور بعض آیات قرآنی کلمات فرعون و شیطان بنا رہا ہے۔ خدا جانے یہ شخص اگر قرآن کی بے ادبی میں غضب الہی سے پروا نہیں رکھتا تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ خلاف مرضی قائل فیصلہ کے اس کے قول کی توجیہ کر رہا ہے۔ الہی ایسی نادانی سے پناہ دے۔ ہمارے اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر۔ پھر اشاعت السنہ کے ص ۳۰۴ میں جو



لکھا ہے کہ: بقولہ! ”شیطان بجز برائی گمراہی کے اور کچھ القا نہیں کرتا ہے اور ان الہامات میں سراسر ہدایت تسلیم کی گئی ہے۔ گمراہی کی کوئی بات ان میں مانی نہیں گئی پھر یہ القاء شیطانی کیوں کر ہو سکتا ہے۔“..... الخ اہل لفظ!

فقیر کہتا ہے کہ اد پر متحقق ہو چکا ہے کہ مرزا قادیانی نے براہین کے الہامات میں حق تعالیٰ پر انشاء کیا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں لفظی معنوی تحریف کی ہے اور اپنی خود ستائی یہاں تک کی ہے کہ انبیاء سے برابری کر دی ہے تو یہ سب برائیوں سے بڑھ کر برائی اور سخت بے حیائی ہے جس کو دیدہ حق میں اور دل حقیقت گزیز عطاء نہ ہو تو وہ ان باتوں کو کب دیکھتا ہے اور کیوں پروا کرے ان باتوں کی جو خود سوادِ اعظم سے نکل جائے اور صاحبِ براہین احمدیہ اس کی کمال مدح کرے۔ یہاں تک کہ باذعاء الہام رب العالمین اس کو کالمین مکملین میں داخل کر دے اور غیر مقلدین وغیرہم کو اس کے کمال حال و حال پر آگاہی بخشنے تو یہ صاحبِ اشاعت السنہ اس کے اقوال باطلہ کو نہایت اہانت قرآن کریم سے کیوں نہ تائید کرے۔ خدا ہی اپنے دین کا حافظ ہو رہا ہے یہ کہ اشاعت السنہ کے ص ۲۵۹ میں تحریر ہے عربی فقرہ انا انزلناہ قریبنا من القادیان!، ”وبالحق انزلناہ وبالحق نزل“ اس میں کسی کو لفظ نزول سے نزول قرآن یا وحی رسالت کا شبہ گزرے تو اس کو یوں دفع کر سکتا ہے کہ یہ لفظ (نزول) وحی رسالت یا قرآن سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ لفظ بخشش و عطا کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ آیت زمر میں فرمایا ہے خدا نے تمہارے لئے آٹھ جوڑی مواشی اتاری۔ یعنی عطا فرمائی ہیں۔ پس ایسا ہی عطاء الہام معارف صاحبِ قادیان کے نزول سے تعبیر فرمایا ہے۔“ اہل لفظ! مستحق!

فقیر کہتا ہے کہ یہ تاویل کئی وجہ سے باطل ہے پہلی وجہ یہ کہ صاحبِ براہین نے اس الہام کے بیان میں لفظ نزول کا اتارنے سے تینوں جگہ میں ترجمہ کیا ہے اور صاحبِ اشاعت السنہ نے اسی ص ۲۵۹ کی آٹھویں سطر میں اس کو نقل کیا ہے تو اب برخلاف مراد قائل اس کے قول کی تاویل کرنی سراسر بے جا ہے۔ دوسری وجہ قادیان کے قریب انزال معارف والہام کو جب آیت ”وبالحق انزلناہ وبالحق نزل“ سے جو صرف قرآن مجید کے اتارنے اور اترنے کے بیان میں ہے۔ ملا کر لکھا ہے تو یہ طرز کلام اور مقتضائے مقام اس تاویل کو باہزار زبان باطل کر رہا ہے۔ تیسری وجہ آیت ”وانزل لکم من الانعام“ میں لفظ انزال بھی اکثر مفسرین کے نزدیک اپنے حقیقی معنوں یعنی اتارنے میں مستعمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبیہ السلام کے ساتھ بہشتوں سے مواشی اتارے تھے۔ جیسا کہ تفسیر مدارک و تفسیر کبیر و میثاق پوری و خازن و حسنی و لباب وغیرہا میں درج ہیں اور نیز انہیں تفاسیر میں ہے کہ مواشی کی زندگی نباتات سے ہے اور نباتات کا توام پانی سے ہے اور پانی آسمان سے اتارا جاتا ہے۔ پس گویا مواشی بھی آسمان سے اتارے گئے۔ علاوہ مذکورہ بالا تفاسیر کے تفسیر ابو سعود و بیضاوی میں بھی ایسا لکھا ہے۔ پس ان دونوں وجوہ میں انزال کے معنی عطا کے نہ ہوئے اور جمہور مفسرین نے آیات شریفہ کے معنی یوں کئے ہیں کہ خدا نے تمہارے لئے مواشی پیدا کئے تو یہ آیت مثل آیت سورۃ النمل اور سورۃ النہل کے ہوئی جن میں مواشی کے پیدا کرنے کا ذکر ہے تو ان معنوں کی رو سے بھی انزال کو عطا پر حمل کرنا نارہ و اٹھبر اور یہ جو کسی مفسر نے اس آیت میں مواشی کے اتارنے کو غیر ظاہر المراد خیال کر کے عطا کے معنی بھی لئے ہیں تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید کے اتارنے اور اترنے کو عطا کے

ساتھ تفسیر کیا جائے۔ کیونکہ وقت معذور ہونے حقیقت کے مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس ”وبالحق انزلناہ“ کو انزال انعام پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

الفرض صاحب اشاعت السنۃ صاحب براہین کی تائید نہیں کر رہا بلکہ اس کی ضلال و اضلال کو بڑھا کر درپے اس کی توہین کے ہے۔ برسولان بلاغ باشند پس اور وہ جو صاحب اشاعت السنۃ نے ”یا مریم اسکن انت و زوجک الجنة“ کی تاویل ص ۲۸۰ میں لکھا ہے صاحب براہین کو روحانی مناسبت کے سبب مریم سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے حضرت مریم علیہا السلام بلا شوہر حامل ہوئی ہیں ایسے ہی مؤلف براہین کو بلا تربیت و صحبت کسی پیرو فقیر و دل مرشد کے ربوبیت نہیں سے تربیت پا کر مورد الہامات غیبیہ و علوم لدنیہ ہوئی ہیں۔ اس تشبیہ کی ایک ادنیٰ مثال نظامی کا یہ شعر ہے۔

ضمیرم نہ زن بلکه آتش زنت

کہ مریم صفت بکرو آہستن ست

یعنی بظنہ! بقدر الحاح!

فقیر کہتا ہے کہ یہ تاویل باطل ہے کہ ارکان تشبیہ چار ہیں۔ مشبہ، مشبہ بہ، وجہ شبہ، حرف تشبیہ لفظی ہو یا تقریری جیسا کہ مطول وغیرہ میں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ فقرہ ”یا مریم اسکن... الخ“ میں مشبہ کا تو ذکر ہی نہیں تشبیہ کیونکر پائی گئی؟ بلکہ صاحب براہین کا اذعان ہے کہ اس کو یا آدم یا عیسیٰ یا مریم وغیرہم اسماء انبیاء سے خطاب ہو رہے ہیں۔ پس صریح محال ہے کہ ایک ہی شخص باپ بیٹا مائی سب کچھ بن جائے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ جس کو فیضان الہی ہو وہ قرآن میں تحریف کرے اور انبیاء سے برابری کا دعویٰ کرے اور وغیرہ امور سخت مخالف

شرع عمل میں لائے۔ پس یقیناً صاحب براہین حدود و شریعہ سے نکل کر طغیان اور عصیان کے پرلے درجے تک پہنچا ہے۔ یہاں تک پہلی قسم کے الہامات مع جواب تاویلات صاحب اشاعت السنۃ کے ذکر سے فراغت حاصل ہوئی ہے۔

اب دوسری قسم کے الہامات کا یعنی جن میں صاحب براہین نے انبیاء پر اپنی فضیلت جتائی ہے بطور نمونہ ذکر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ براہین کے ص ۲۳۰ میں عربی الہام حمد کا دعویٰ کر کے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے کہ ”خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔“ ”یعنی بظنہ! فقیر کان اللہ کہتا ہے کہ ”حمد“ احسان کے بعد ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر و نیشاپوری دفع العزیز وغیرہ میں درج ہے اور مجمع البحار میں حدیث لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حمد شکر کا سر ہے۔ اس لئے کہ اس میں نعمت کا اظہار ہے اور عام تر ہے۔ پس حمد میں شکر اور زیادتى ہے ابھی اور رد المحتار میں ہے کہ عرفا حمد وہ فعل ہے جو منعم کے انعام دینے کی تعظیم سے خبردار کرے الی قولہ اور حمد جہاں مطلق ہو تو عربی ہی مراد ہوتی ہے۔ سید شریف نے حواشی مطالع میں یہ لکھا ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت رد المحتار کا۔ پس محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی حمد کرے۔ اس لئے کہ منعم حقیقی تو حق تعالیٰ ہی ہے اور باوصف اس کے قرآن اور صحیح احادیث میں کہیں بھی صراحۃً نہیں آیا کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب محمد ﷺ یا کسی اور نبی کی انبیاء علیہم السلام سے حمد کر رہا ہو۔ بلکہ حق تعالیٰ نے سب خواص و عوام کو ارشاد کیا ہے کہ تم سب کہو ”الحمد لله رب العالمین“ پس کیونکر متصور ہو کہ باری تعالیٰ مرزا قادیانی کی عرش سے حمد کر رہا ہے؟ یعنی اس کو سب اپنے مقبول بندوں پر جن میں انبیاء بھی داخل ہیں فضیلت دے رہا ہے۔ خدا جانے صاحب براہین نے رب العالمین پر کونسا

انعام کیا ہے جس کے بدلے وہ سب کے محمود کی حمد کا مستحق ٹھہر گیا ہے؟ یہ نرا بہتان عظیم، نہایت تکبر اور حق دروغت اور جھوٹ و فریب سے پیدا ہوا ہے علاوہ ازیں اس فقرہ الہامیہ عربیہ کی رکاکت لفظی علماء اسلام سے مخفی نہیں ہے اور قرآن مجید میں جو لفظ حمید کا باری تعالیٰ کی صفت میں واقع ہوا ہے تو وہ لفظ غنی و عزیز و غیر ہما سے نزدیک کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے کہ حق تعالیٰ حمد کیا گیا ہے نہ حمد کرنے والا۔ جیسا کہ مشہور تفاسیر اور ترجموں میں درج ہے۔ اور اگر فرض کریں کہ حمید بمعنی حامد ہے تو وہ سبحانہ اپنی ذات و صفات کا حمد کرنے والا ہے۔ مجمع البحار میں نہایت سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو حمید ہے تو وہ ہر حال محمود ہے اٹنی اور قرآن میں جو حق تعالیٰ کا شاکر و شکور ہونا مذکور ہے تو اس سے بھی یہی مراد ہے کہ باری تعالیٰ تھوڑے عمل پر بہت ثواب عطا فرماتا ہے جیسا کہ اکثر تفاسیر میں لکھا ہے اور محی السنہ معالم میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ استحقاق سے زائد عطا کرتا ہے اٹنی اور مجمع البحار میں ہے کہ حق تعالیٰ شکور وہ ہے جو تھوڑے عمل کو بڑھا کر مضاعف بدلادیتا ہے۔ پس اس کا شکر بندوں کا بخشنا ہے اٹنی اور قاموس میں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر بدلہ دینا اور ثناء نیک کرنا ہے اٹنی اور حمد و مدح یعنی ثناء جمیل میں فرق ظاہر ہے۔ پھر بہت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں خود حاضر ہوئے تھے۔ جیسا کہ قرآن و حدیث میں آیا ہے اور یہاں حق تعالیٰ مرزا قادیانی کے پاس خود چل کر آ رہا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کی صفت لبس کمثلہ شیء وارد ہے۔ پھر براہین کے ص ۵۵۸ پر الہام عربی درج ہے جس میں مرزا صاحب کے بیت الفکر اور بیت الذکر کے حق میں ومن دخلہ کان آمنا واقع ہوا ہے جس کا ترجمہ انہوں نے خود کیا ہے ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا۔ ہم

نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الفکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور ”ومن دخلہ کان آمنا“ اس مسجد کی صفت بیان فرمائی ہے۔ اٹنی بلطف!

فقیر کہتا ہے کہ آیت ”ومن دخلہ کان آمنا“ قرآن شریف میں بیت اللہ شریف کے ہی حق میں وارد ہے۔ مسجد نبوی شریف کے اور نہ مسجد قطیف (جس کی تعریف سورۃ بنی اسرائیل کے ابتداء میں ہے اور وہ قبلہ انبیاء ہے) کے حق میں وارد ہے۔ پس یہ اذعاً صاحب براہین کا کہ اس کی خانگی مسجد کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ”ومن دخلہ کان آمنا“ نازل کیا ہے۔ یہاں اپنی مسجد کو ان دونوں مسجدوں پر فضیلت دی ہے۔ ان مناقب سے ایک اور امر ظاہر ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ابتداء براہین احمدیہ کے اشتہار میں درج کیا ہے کہ ان کی جائیداد دس ہزار روپیہ کی ہے۔ پھر اذعاً کیا ہے کہ ہم کو ایک الہام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مخاطبت یعنی ہم کو امی کا منصب حاصل ہے۔ پس باوجود اس کے اب تک وہ حج کو نہیں گئے۔ اس لئے کہ حج گناہ کے بخشوانے اور قیامت کے امن کے واسطے ہے اور یہ دونوں مرزا صاحب کو حاصل ہیں۔ کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جو حج چاہے سو کر بے شک ہم نے تجھے بخش چھوڑا ہے جیسا کہ براہین کے ص ۵۶۰ میں درج ہے اور امن تو ان کی مسجد کے نمازیوں کو حاصل ہے۔ مرزا قادیانی تو خود اس کے امام اور بانی ہیں اور نیز اوپر براہین کے ص ۵۶۲ سے منقول ہو چکا ہے کہ ”دین اسلام سب پر مشتبہ ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب کو حکم کیا ہے کہ طریقہ مرزا قادیانی سے حاصل کریں۔“ اٹنی منکھ

پس اب بحسب اقرار ان کے قادیان خود مکہ معظمہ ہوگئی اور ان کو حج کرنے کی کیا حاجت رہی؟ اس شرارت سے پناہ بخدا۔ جمیع انبیاء اور سید المرسلین علیہم السلام بیت اللہ کا حج اور طواف کرتے گئے۔ البتہ جس کے پاس رب البیت خود تشریف لائے اور اس کی حمد کرے تو وہ حج کو کیوں جائے؟ پھر براہین ص ۵۶۰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقرات عربی مرزا قادیانی کو الہام کی ہیں جن کا ترجمہ وہ خود یوں کرتے ہیں کہ ”تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرے لئے میں نے رات دن پیدا کیا۔ تو مجھ سے وہ منزلت رکھتا ہے جس کی لوگوں کو خبر نہیں۔“ اسی لفظ!

فقیر کہتا ہے کہ قرآن میں فرمان ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کا رتبہ قرآن مجید سے لوگوں کو معلوم ہو گیا۔ اور سب مسلمان شاہد ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ساری خدائی سے افضل۔ اور صاحب براہین کا اذعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرزا صاحب کی منزلت کی لوگوں کو خبر نہیں۔ پس اس کلام سے مرزا قادیانی کی جمیع انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کا ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ اور یقیناً ان دعوؤں میں صاحب براہین کا ذب ہے۔ پھر مرزا قادیانی ضمیمہ اخبار ریاض ہند مجریہ امرتسریم مارچ ۱۸۸۶ء مطبوعہ ہوشیار پور میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ ”انت منی وانا منک“ ص ۱۳۸ سطر ۲ کالم ۱۲ اور ان کے بیٹے کے حق میں جس کی بشارت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اول آخر کے پاک کرنے والا حق اور بلندی کو ظاہر کرنے والا کائن اللہ نزل من السماء ص ۱۳۷ سطر ۲ کالم ۲، اسی فقیر کان اللہ کہتا ہے کہ پہلا الہام صحیح حدیث کا ایک فقرہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے اپنے عم زاد بھائی حضرت علی

المرتضیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا تھا ”انت منی وانا منک“ یعنی تو نسب اور پیوند سرال اور ابتداء ایمان و محبت وغیرہا میں مجھ سے متصل ہے۔ جیسا کہ قسطلانی اور کرمانی رحمہما اللہ دونوں شرح بخاری میں درج ہے۔ یعنی فیما میں میری اور تیری برادری اور قرابت اور اتحاد اور کمال اتصال ہے۔ جیسا کہ مرقات اور لغات دونوں شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے اور کرمانی شرح بخاری میں ہے کہ اس من کو اتصالیہ کہتے ہیں۔ اسی امر کا پس بہ یقین ثابت ہوا کہ ایسی کلام دو قریبوں میں جن کو نسبتاً واخوۃ وغیرہما اتصال ہو واقع ہوتی۔ لیکن خدائے تبارک و تعالیٰ جس کا نہ کوئی ولد ہے نہ کوئی والد اور نہ اس کا کوئی کفو اور جس کی یہ صفت ہے کہ کسی سے متصل نہیں ہوتا اور نہ کسی سے متحد ہوتا ہے نہ کسی سے مشابہ ہے۔ جیسا کہ عقائد کی کتابوں میں اس پر تصریح ہے۔ ہرگز متصور نہیں کہ وہ پاک ذات کسی کو فرمائے ”انت منی وانا منک“ یعنی تو مجھ سے متصل ہے اور میں تجھ سے متصل ہوں۔ پس بالیقین یہ صاحب براہین نے انبیاء اور مرسلین پر اپنی فضیلت ثابت کرنے کو حق تعالیٰ پر یہ بہتان باندھا ہے اور دوسرا الہام جس میں اس کے زعمی بیٹے کو ”کائن اللہ نزل من السماء“ کہا ہے وہ بھی صرف افتراء اور بہتان ہی ہے۔ اس لئے کہ جو مشابہت لفظ کائن سے بیان کی جاتی ہے وہ نہایت سخت مشابہت ہوتی ہے۔ جیسا کہ تفسیر اتقان سے اوپر بیان کیا گیا ہے۔ پس جب مرزا صاحب کا بیٹا حق تعالیٰ سے بہت ہی مشابہ ٹھہرا اور وہ پاک ظالموں کی باتوں سے برتر ہے تو خود مرزا صاحب بہت ہی اونچا چڑھ گئے۔ معاذ اللہ! حق تعالیٰ کے برابر ہو گئے اور دراصل حق سبحانہ لمحدوں کی وصفوں سے پاک اور منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب اور برے بندوں کی شرارت اور شیطانوں کی ایذا اور حاضری سے پناہ بخدا۔ یہاں پر ختم ہوا



یہ رسالہ جس کا نام ”زجم الشیاطین برد اغلو طات البراہین“ ہے اور جمع حمد میں خاص خدائے پروردگار جہانوں کے واسطے ہیں اور ورود ہوا اللہ تعالیٰ کا ساری مخلوقات کے برگزیدہ اور اس کے حبیب محمد ﷺ اور اس کی آل و اہل بیت و اصحاب پر جب تک اس کو یاد کرنے والے یاد کریں اور جب تک غافل اس کی یاد سے غفلت کریں اور بعد ختم۔ اس رسالہ کے اللہ تعالیٰ کے دافر کرم کا مشتاق محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دستگیر ہاشمی خفی قصوری اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں ہو۔ حضرات علماء حق ملت شریفین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ فقیر نے صفر ۱۳۰۲ ہجری میں صاحب براہین کا وہ اشتہار دیکھا جس کا ذکر ابتداء اس رسالہ میں درج ہوا ہے اور اس کو مشتہر نے بیس ہزار قطعہ چھپوا کر دور دراز ملکوں میں شائع کیا ہے۔ جب فقیر نے اس میں دیکھا کہ مرزا قادیانی نے کتاب براہین احمدیہ کا بنانا اللہ تعالیٰ کے حکم اور الہام سے دعویٰ کیا ہے اور اپنی تعریفوں میں حدود الہی سے تجاوز کر گیا ہے۔ ان باتوں سے دل بہت ناخوش ہوا۔ پھر اس کی کتاب براہین احمدیہ دیکھی تو تیسرے چوتھے حصہ کے حاشیہ در حاشیہ میں جو اس نے اپنے الہامات درج کیے ہیں وہ اکثر مخالف شرع پائے اور آیات قرآن کی تحریف لفظی و معنوی وغیرہ قباحتیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان میں دیکھیں تو حق براری اسلام کے ادا کرنے کے واسطے مرزا صاحب کو لکھا کہ ان مخالف شرع باتوں سے باز آؤ اور غیر دین والوں کے مقابلہ میں کتاب لکھو چھپو اور فروخت کرو کچھ مضائقہ نہیں تو اس کو نہ مانا اور تائب نہ ہوئے بعد ازاں فقیر نے بعض مجالس وعظ میں ذکر کیا کہ مرزا صاحب کے الہامات میں قرآن مجید کی تحریف ہو گئی ہے اور انہوں نے انبیاء کی برابری کے مدعی ہو کر قرآن شریف کو پارہ پارہ بھی کر دیا۔ اس پر ان کے مؤید مؤلف رسالہ اشاعت السنہ نے

خلوت میں در باب الہامات کے فقیر سے مناظرہ کرنا چاہا۔ جب کہ فقیر کو معلوم تھا کہ صاحب براہین اور مؤلف اشاعت السنہ باہم ایک دوسرے کے کمال ثناء خواہ ہیں اور اپنی تالیفات میں ایک دوسرے کی حقانیت کو کما حقہ ظاہر کیا ہے۔ اس پر اکثر علماء اور سب عوام غیر مقلدین سے اور بعض علماء اور عوام مقلدین کے صاحب براہین کی حقیقت کو مان گئے ہیں۔ اور قادیان مثل بیت اللہ کے مرجع انام ہو گئی ہے تو فقیر نے خلوت میں مناظرہ کو پسند نہ کیا بلکہ علماء دین کے روبرو گفتگو کے واسطے کہا تو اس کے قبول سے درگزر صاحب اشاعت السنہ نے کیا۔ اس کا جواب تک نہ دیا تو بعد ازاں فقیر نے جمادی الاولیٰ سنہ رواں میں بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ صاحب براہین کے اکثر الہامات اصول دین اسلام کے مخالف ہیں۔ اس پر فقیر مرزا صاحب اور ان کے مؤید صاحب اشاعت السنہ سے علماء اسلام کے روبرو یہ کام کرنے کا خواستگار ہے تاکہ حق ظاہر ہو جائے اور خواص عوام اہل اسلام کے عقائد میں خلل نہ آئے تو اس کا جواب بھی ان کی طرف سے کچھ نہ ملا۔ پھر فقیر نے اسی سال کے رمضان المبارک میں صاحب براہین کے الہامات اور صاحب اشاعت السنہ کی تاویلات کے رد میں اردو میں رسالہ لکھ کر کئی علماء ہندوستان و پنجاب کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے بھی اس بارہ میں کہ صاحب براہین و اشاعت السنہ دونوں مخالفت شرع کر رہے ہیں۔ فقیر سے موافقت فرمائی۔ امر تر کے علماء کی تصدیق کے بعد وہاں کے ایک رئیس نے فقیر سے کہا کہ مصلحت یہ ہے کہ آپ اول مرزا قادیانی سے اظہار حق کے لئے مناظرہ کرو۔ پھر جو حق ظاہر ہو اس کو اشتہار دو۔ اس کو فقیر نے قبول کیا اور ان سے کہا کہ ڈیڑھ سال اس انتظار میں بسر کیا ہے مرزا صاحب مناظرہ کو قبول نہیں کرتے۔ اس رئیس نے جواب دیا کہ ہم سماعی ہو کر

مرزا صاحب کو لکھتے ہیں پھر چند ماہ کے بعد ان کا خط فقیر کے نام آیا کہ صاحب براہین لکھتے ہیں کہ میری کتاب میں تصوف ہے تین علماء صوفیہ کے نام لکھے کہ ان کے روبرو مناظرہ کرنا چاہتا ہوں فقیر نے اس کے جواب میں اس امر کو مان لیا اور لکھا کہ تین خاندانی علماء ہوں جو وہ لاہور سے ان کے ساتھ شامل کر کے تاریخ مناظرہ معین کرو اور فقیر کو اطلاع دو کہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو جاؤں۔

پس اب تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا اور نہ وہ رسالہ شائع ہوا۔ اب اس امید پر فقیر نے شوال ۱۳۰۳ھ میں اس رسالہ کو عربی میں ترجمہ کیا کہ حضرات علماء حرمین محترمین کی تصحیح سے بھی مزین ہو جائے تاکہ اہل اسلام کے نزدیک نہایت معتد ٹھہرے اور بعض علماء مقلدین جو صاحب براہین کے مصدق ہیں وہ بھی حق کی طرف رجوع کریں اور فقیر نے یہ جو کچھ کیا ہے صرف قرآن مجید کی حمایت اور حقوق انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی رعایت اور عقائد مسلمین کی صیانت کے لئے کیا ہے۔ اب اس رسالہ عربیہ مع چاروں حصہ مجلد براہین احمدیہ اور رسالہ اثبات السنہ کی جس میں مرزا صاحب کی تعریف اور ان کے اقوال کی تاویلیں ہیں مع دونوں اشتہار صاحب براہین کے جن میں بیٹے کی پیشین گوئی اور اپنی تعریف درج کی ہے آپ صاحبوں کی خدمت مبارک میں بھیج کر بتائی ہوں کہ آپ اس عربی رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں اور اس کے حوالوں کی اصل کے ساتھ مطابقت کرا کر فقیر کی تحریر کو قرآن و حدیث و اجماع امت سے موافق پائیں تو اسکی تصحیح فرمائیں اور اگر اس میں کوئی خطا و سہو ہو تو اس کی اصلاح کریں اور بیان شافی و شرح کافی سے اہر دانی حاصل فرمانے کی نیت سے صاحب براہین اور اس کے مؤید اور ان کے معتقدین کا حکم اور ان کی

کتابوں کے پڑھنے کا حکم ظاہر کریں کہ شریعت و طریقت میں ان کا کیا حال ہے؟ تاکہ اہل اسلام کو اطمینان ہو اور سب کا حق کی طرف میلان ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور عاقبت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور دین متین کی تائید کے لئے آپ کو سلامت باعز و کرامت رکھے اور آپ کے علم اور جسم میں بسطیت بخشنے۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں قیامت تک اہل علم حرمین محترمین پر ہی مدار ہے۔ خدائے مجیب الدعوات ہمیں آپ کی زیارت امن و امان و سلامت و اسلام سے نصیب کرے کہ یہ سعادت عظمیٰ اور برکات کبریٰ کی طرف پہنچانے والی بات ہے۔ سب حمد پروردگار عالمین کے واسطے خاص ہے۔ اور درود و سلام اس کے مظہر جمال اور نور کمال پر اور اس کی آل و اصحاب پر ہو مقدار اس کی بخشش کے اور بے شمار معلومات عالم الغیب والشہادت کے۔

**یہ رسالہ تمام ہوا۔**

مولانا مولوی مفتی مہاجر حاجی محمد رحمت اللہ صاحب (کیرانوی) رحمۃ اللہ علیہ

(مکہ معظمہ)

مولانا مولوی مہاجر حاجی محمد رحمت اللہ کیرانوی جن کو حضرت سلطان روم (مصنف اظہار الحق) زید عیسائیت نے بصوابہ دید شیخ الاسلام روم خطاب ”پائے حریم شریفین“ عطا کیا اور فرمان شاہی میں اقصیٰ قضات المسلمین واولیٰ ولات الموحدین وارث علوم سید المرسلین وغیرہا القاب سے ملقب فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اور صلوة کے بعد بے شک میں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک سنا۔ اس کی عبارت اور مضمون دونوں صحیح پائے۔ حضرت مولف اس رسالہ نے خدا اس کو اچھا بدلہ دے جو نقلیں درج کی ہیں وہ سب اصل کے مطابق ہیں۔ میں نے اس سے پہلے بھی معتبروں کی زبانی مرزا قادیانی کا حال سنا ہے۔ سو وہ میرے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کی فرمانبرداری کسی کو جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے بنانے والوں کو نیک بدلہ دے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے بہت لوگ صاحب براہین احمدیہ کی پیروی سے بچ جائیں گے۔ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ شیطانوں کے اغوا اور مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔ میں فقیر! خدا کی رحمت کا امیدوار رحمت اللہ بن خلیل الرحمن ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مومنوں کو بخشے۔ آمین!

محمد رحمت اللہ

محمد صالح بن صدیق کمال (حنفی) رحمۃ اللہ علیہ

سب حمد اس کے لئے جو اس کے لائق ہے اور اسی سے میں توفیق کی استمداد کرتا ہوں۔ سب تعریف اس خدا کی ہے جس کی بلند ذات غفلت اور نسیان سے پاک ہے اور اس کے نام اور صفات زوال اور نقصان کے لائق ہونے سے پاک ہیں اور اس نے ہر زمانہ میں ایسے علماء پیدا کئے ہیں جو شرع شریف کی محافظت پر قائم ہیں اور ان کو حق کے ظاہر کرنے اور باطل کے نابود کرنے پر طاقت دی ہے کہ کچھ سستی نہیں کرتے اور اس پر ان کو بہت ثواب اور بہت نیکیاں دی ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے صواب اور خطا فاحش کو بیان کر دیا اور درود و سلام ہمارے سردار پر ہوں جن کا نام نامی محمد ﷺ ہے جن میں حق تعالیٰ نے سب فضیلتیں جمع کی ہیں اور ان کی آل و اصحاب پر جن کے نفس خدائے تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ بعد اس کے بے شک میں مطلع ہوا اس بزرگ رسالے اور لطیف حوالوں پر۔ پس میں نے دیکھا ان کو ایسی عمدہ جن کے دیکھنے سے آنکھیں سر دھوتی ہیں اور بے شک شیطان نے غلام احمد قادیانی کو ہلاکت اور نقصان کی وادیوں میں گرا دیا ہے۔ پس حق تعالیٰ اس رسالے کے مولف کو جزائے خیر عطا کرے اور اس کو زیادہ اجر دے اور قیامت کے دن ہم کو اور اس کو اچھا مکان عطا کرے۔ آمین! اور حق تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ اور اس کی آل و اصحاب سب پر درود بھیجے۔ اس تحریر کے لکھنے کا حکم کیا شریعت کے خادم الطاف الہی کے امیدوار محمد صالح بن مرحوم صدیق کمال حنفی نے جو ان دنوں میں مکہ مکرمہ کا مفتی ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مدد میں ہو۔

محمد صالح کمال

## شافعیوں کے مفتی (مکہ معظمہ)

محمد سعید بن محمد باہیل شافعی رحمۃ اللہ علیہ

سب تعریفیں اس خدا کو ہیں جس نے اس دین اسلام کے خلل و زلل بندہ ہوں گمراہوں کے دور کرنے کے لئے کچھ لوگ پیدا کئے ہیں۔ جو بندہ ہوں گمراہ کنندوں کی سرکوبی کرتے رہتے ہیں۔ اور جس نے ہر عالم راہنما سیدھی راہ کے چلنے والے کی مدد کی ہے۔ بعد اس کے بے شک میں نے دیکھا ان باتوں کو جو غلام احمد قادیانی پنجابی کی طرف منسوب ہیں۔ پس اگر اس نے کہا ہے تو وہ گمراہوں گمراہ کنندوں و سخت بندہ ہوں سے ہے اور ایسا ہی محمد حسین ہے جس نے رسالہ اشاعت السنہ میں اس کی تائید کی ہے۔ پس حاکم اسلام پر اللہ تعالیٰ اس کو نیک توفیق دے۔ واجب ہے کہ ان دونوں کو ایسی سخت تعزیر دی جائے جس سے یہ اور ان کے ہم مشرب ایسی باتوں سے باز آ دیں اور جو رسالہ امام فاضل بزرگ کامل شیخ محمد ابو عبد الرحمن غلام دہلوی ہاشمی حنفی قصوری نے ان دونوں کی گمراہی کے بیان اور ان کے رد میں لکھا اور اس کا نام ”رحمہما علیہم برادخلوطات براہین“ رکھا ہے۔ وہ ایسا حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے اس کو نیک بدلہ دے اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کا اعتبار بڑھائے اور خدا بہت دانا ہے۔ یہ تحریر اپنی زبان سے کہی اور اپنے قلم سے لکھی۔ اللہ تعالیٰ سے کمال کامیابی کے امیدوار محمد سعید بن محمد باہیل نے جو مکہ معظمہ میں شافعیوں کا مفتی ہے۔ خدا اس کو اور اس کے والدین و جمیع مؤمنین کو بخشے۔

محمد سعید باہیل

## مالکیوں کے مفتی (مکہ معظمہ)

محمد بن حسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ

سب تعریفیں پروردگار عالم کو خاص ہیں۔ خداوند اچھے علم وے اور سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کر جس کو خدا راہنمائی کرے کوئی اسے گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کی راہنمائی کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن ایسی باتیں کرنے والا بے شک شیطانی خطر اور وساوس نفسانی کے دریاؤں میں ڈوب گیا ہے۔ اس کے جھوٹ اور بد بختی سے تعجب ہے۔ اس لئے کہ مدعی ہوا ہے اس بغاوت کا جو حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں سخت جھوٹے دجال ہوں گے۔ تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہوں گی اور رسالہ اشاعت السنہ سے جس نے اس کی تائید کی ہے وہ سخت بد بخت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گناہ اور حدوں سے درگزر کرنے میں تائید نہ کرو۔ پس حاکم اسلام پر واجب ہے کہ ان دونوں کو سخت تعزیر کرے۔ اور وہ رسالہ جو فاضل علامہ شیخ محمد ابو عبد الرحمن غلام دہلوی ہاشمی حنفی قصوری نے ان دونوں کی گمراہی کے بیان اور ان کی باتوں کی تردید میں لکھا ہے۔ بے شک اس میں بہت درست لکھا ہے۔ اس لئے کہ سچے دین کی اتباع کی جائے۔ بہت عمدہ ترغیب ذکر کی ہے۔ خدا بہت دانا ہے۔ بار خدا یا ہم کو ہوائے نفس کے پیچھے چلنے والوں اور شیطان کی راہ میں گمراہ ہونے والوں اور بری باتوں کو اچھا جان کر ہلاک ہونے والوں سے نہ کر۔ آمین بجاہ سید المرسلین ایہ تحریر اللہ تعالیٰ کی بخشش کے امیدوار محمد بن شیخ حسین مرحوم نے لکھی ہے جو مکہ معظمہ میں مالکیوں کا مفتی ہے۔

محمد بن حسین مفتی مالکیہ



## حنبلوں کے مفتی (مکہ معظمہ)

خلف بن ابراہیم حنبلی رحمہ اللہ علیہ

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن مجید اتارا، جو اپنی بات میں سچا ہے جس میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اور یہ میرا راہ سیدھا ہے۔ اس کی پیروی کرو اور بہت راستوں کی پیروی نہ کرو جو تمہیں اس کے راہ سے جدا کر دیں گے اور درود و سلام ہمارے سردار محمد ﷺ پر جو خدا کا نبی اور دوست و خلیل ہے اور اس کی آل و اصحاب و مددگاروں پر۔ پھر بعد ازاں بے شک میں نے اس بزرگ رسالہ کا مطالعہ کیا جو صحیح صاف محکم روایات پر مشتمل ہے۔ پس میں نے اس رسالہ کو بروئے دلائل محکم مضبوط شافی کافی فائدہ رساں دیکھا جس کے پڑھنے سے موحدین اہل سنت و جماعت کی آنکھیں خشک ہوتی ہیں اور معتزلہ و خارجیوں و بد مذہبوں اور بدعتیوں کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں۔ وہ بد مذہب جو دین سے یوں نکلے ہیں جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اور یہ مبارک رسالہ وہ ہے جس نے غلام احمد قادیانی کی گئی کو ظاہر کیا اور بے شک یہ قادیانی مسلمان کذاب ثانی ہے اور نیز اس کے مؤید کے دھوکے کے ظاہر کئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے لکھنے والے کو اہل اسلام کی طرف سے بہت نیک بدلہ دے۔ اور بہت سا اجر عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ نبیوں اور رسولوں کے ختم کرنے والے پر رحمت پہنچا اور اس کی آل و اصحاب سب پر۔ اس تحریر کے لکھنے کا عاجز خلف بن ابراہیم نے جو مکہ شریف میں حنبلیوں کے فتویٰ دینے کا بافضل خادم ہے۔ حکم کیا۔ حمد و درود و سلام ادا کرتے ہوئے۔

خلف بن ابراہیم

## حنفیوں کے مفتی (مدینہ منورہ)

عثمان بن عبد السلام حنفی رحمہ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و درود و سلام ادا کرتے ہوئے میں خدائے پاک مولیٰ کریم قادر سے اپنے ہر کام اور ہر بات میں توفیق و مدد کا سائل ہوں۔ سب تعریف خدائے یگانہ بے نیاز شریک اور اولاد سے پاک کے لئے خاص ہے جس نے بزرگ رسولوں کو روشن دلیلوں اور ظاہر نشانیوں سے بھیجا ہے اور ان کی قبل از نبوت خوارق اور معجزات سے تائید کی ہے۔ اپنے خاتم الانبیاء اور سید الاصفیاء پر جس نے قرآن مجید بیان اتارا ہے اور اس جل و علیٰ نے اس میں فرمایا ہے کہ آج میں نے پورا کیا تمہارے لئے دین اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور اسلام تمہارے لئے دین پسند کیا۔ وہ کتاب جو سیدھی راہ کی طرف راہنما ہے اور ہر اچھا کام فرماتی ہے۔ جھوٹ اس کے آگے پیچھے سے نہیں آتا۔ وانا ستودہ کی اتاری ہوئی ہے اور دائمی درود و پورا سلام نبی پر ہو جو خلاصی اور سیدھی راہ کی طرف بلانے والا ہے اور قیامت تک ہر جھوٹے اور ہلاک کرنے والے کا حال بتلانے والا ہے جس کی حدیث صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آخر زمانہ میں دجال سخت جھوٹے ہوں گے۔ تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہوں گی۔ پس ان سے ڈرو تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں اور نیز صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جو کوئی بھی ہدایت کی طرف بلانے گا تو اس کے حجج پیروں کا ثواب اس کو دیا جائے گا اور ان کے ثواب سے بھی کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جو کوئی گمراہی کی طرف بلانے گا تو اس کو بھی سب پیروں کا گناہ اس پر ہوگا اور ان

کے بھی گناہ سے کچھ کم نہ کیا جائے گا۔ اور نیز امام احمد و نسائی و دارمی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خط بھیج کر فرمایا کہ یہ خدا کا راہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں اور خط کھینچے اور فرمایا کہ ان راستوں سے ہر راہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے اور یہ آیت پڑھی ”هَذَا صِرَاطُ الْمُسْتَقِيمِ فَاتَّبِعُوهُ“ اور بے شک یہ میرا سیدھا راہ ہے۔ اس کی پیروی کرنا۔ آخر آیت تک اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث لکھی کہ بڑی جماعت کی پیروی کرنا بے شک جو اس سے نکلا دوزخ میں پڑا اور نیز امام احمد نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے۔ بکریوں کے بھیڑیے کی طرح الگ ہونے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے۔ پر آگندہ ہونے سے بچنا اور جماعت سے ملنا اور نیز یہ حدیث امام مالک کے مؤطا میں مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں تم لوگوں میں دو کام چھوڑتا ہوں۔ جب تک ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ قرآن مجید اور حدیث اور نیز صحیح مسلم میں محمود ابن لبید رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے کہ قرآن سے کھیل کئے جاتے ہیں اور میں موجود ہوں اور نیز ابو یعلیٰ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میرا بہت پیارا اور نزدیک تر وہ ہے جو مجھ سے ملے۔ اس عہد پر میں نے اسے چھوڑا ہے اور نیز بیہقی کی شعب الایمان میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ تم اسلام میں حیران ہوتے ہو۔ جیسے یہود و نصاریٰ متحیر ہیں تمہارے لئے شرع روشن پاکیزہ لایا ہوں۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری ہی پیروی کرتے اور نیز حدیث متفق علیہ اور سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ جس نے ہماری شریعت کے برخلاف کوئی کام نکالا وہ مردود ہے۔ اور نیز امام احمد و مسلم اور چاروں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے

حدیث لکھی ہے کہ کوئی تم سے برا کام دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر یہ طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے۔ اگر یہ طاقت نہ ہو تو اس کو اپنے دل سے اور یہ بہت ضعیف ایمان ہے۔ اور درود آپ ﷺ کی آل و اصحاب پر ہو جو سیدھے راہ کے ستارے ہیں اور آپ ﷺ کے خوشامدندوں و جماعت پر جو خلقت کے رہنما ہیں۔ بعد ازاں بے شک میں نے اس پیارے رسالہ کے کاغذات کے باغوں میں ان کے اکیلے گھوڑوں کو چرایا اور اس عمدہ تالیف کی سطروں کے گلزاروں کی پاکیزہ زمین میں اپنی ست فکر کے اونٹ کو دوڑایا۔ پس میں نے اس کو یقینی دلوں سے تروید کا ذمہ دار پایا جس نے اس دین سے نکلنے والے بد بخت ناکس فریبی (مرزا قادیانی) کے جھوٹ کو نابود کر دیا۔ اس کی باتوں کے جوہر ناقص عقل کے گمراہ کرنے کا سبب ہیں۔ کھوٹ ظاہر کرنے میں یہ رسالہ کافی ہے۔ پس بے شک اس کے مؤلف نے اچھا لکھا۔ یہاں تک کہ نہایت نشانہ اور مقصود عمرگی کو پہنچا اور فائدہ پہنچایا۔ خدا اس کو بہت ثواب اور بہشت اور اپنا دیدار عطاء کرے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے سردار محمد ﷺ اور اس کی آل و اصحاب پر درود و سلام پہنچے۔ اس تحریر کو پروردگار کی بخشش کے محتاج عثمان بن عبدالسلام داعستانی جو مدینہ منورہ میں خفی مفتی ہیں لکھا۔ خدا اس کو بخشے۔

مورخ ۵ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ

عثمان بن عبدالسلام داعستانی

## شافعیوں کے مفتیان (مدینہ منورہ)

سید جعفر بن سید اسماعیل برزنجی و مفتی سید احمد برزنجی رحمہما اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو ہدایت اور دین کے ساتھ بھیجا اور ان پر ایسا قرآن اتارا جو ظہن کا معجزہ ہے اور ہمیشہ کے لئے نصہن کمال و ہمت کی دلیل ہے اور آپ ﷺ کو نبیوں کا ختم کرنے والا اور رسولوں کا سردار اور جہانوں کی رحمت بنایا اور آپ ﷺ کی نبوت کو قیامت تک جن اور آدمیوں کے لئے عام کیا اور ان کی شرع نے تو سب دینوں کو منسوخ کیا اور ان کی شرع اور حکم منسوخ نہیں ہوتا اور آپ کے درگاہ الہی میں پہنچنے سے قیامت تک پیغمبری کا دروازہ بند ہو گیا۔ پس آپ کے پیچھے آپ کی روشن اور مضبوط شرع کی ہی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر جو ہدایت کے امام اور تارکی میں روشنی کے چراغ اور ان کے پیروں پر درود بھیجے جب تک دنیا قائم ہے بعد ازاں ہم دونوں نے اس رسالہ میں خوب تامل کیا تو اس کو مقصود پر روشن دلیل پایا۔ اس کی دلیلیں بندہ نبیوں کے شبہوں کی گردنیں کاٹ دیتی ہیں اور اس کے نور شیطانون کے دھوکوں کے اندھیروں کو نابود کر دیتے ہیں۔ اس نے بہت عمدہ فیصلہ کیا اور حق کا راستہ ظاہر کر دیا۔ اور یہ رسالہ صراحتاً دین کی یقینی دلیلوں پر شامل ہے اور غلام احمد قادیانی کے فریبوں اور جھوٹ کو اس نے رسوا کر دیا ہے۔ اور بے شک یہ قادیانی اپنے شیطان بھائیوں کے نزدیک احمد یعنی قابل تعریف ہے اور اہل ایمان و یقین کے نزدیک یہ آذم یعنی لائق بہت مذمت کے ہے اور بے شک اس کی بیہودہ باتیں ظاہر گمراہی ہیں اور جس الہام کا یہ

مدعی ہے وہ شیطانوں کی وحی ہے۔ نبیوں اور رسولوں کی وحی نہیں ہے اور جب تو اس کی بناوٹ اور گمراہی میں تامل کرے گا تو اس آیت کا مصداق پائے گا جس کا ترجمہ یہ ہے اور اسی طرح کہنے ہیں ہم نے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن سکھاتے ہیں ایک دوسرے کو طبع باتیں فریب کی اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نہ کرتے۔ سو چھوڑ دے وہ جانے پسند کریں اور تا کہ مرتکب ہو جائیں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ کوئی بدلے والا نہیں اس کے کلام کو اور وہی ہے سنتا جانتا اور دراصل یہ قادیانی مسلمانوں کی طرح گمراہی اور شک میں ہے بلکہ یہ قادیانی شیطان سے اس کا مکرو فریب بہت مضمر ہے۔ اس لئے کہ شیطان کا معاملہ ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آدم کو اس کے فریب سے ڈرایا ہے اور یہ قادیانی اس نے جھوٹ کو بچ بنا دکھایا ہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت سے شہروں اور بندوں کو فساد سے راحت دے۔ پس ہر مومن پر واجب ہے کہ اس رسالہ کے مضمون سے تمسک کرے اور قادیانی کی براہین احمدیہ کے بناوٹوں سے بچیں اور اس کے افتراء سے جو کینگی اور گمراہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد خاتم النبیین ﷺ پر درود بھیجے جس پر قرآن میں شیطانوں کی دساؤں سے محفوظ اتارا گیا ہے اور اس کی آل و اصحاب پر اور سلام سب پر۔ اس تحریر کے لکھنے کا سید جعفر بن سید اسماعیل برزنجی مدینہ منورہ میں شافعیوں کے مفتی نے حکم کیا ہے اور دکیل مفتی شافعیوں کے جو حرم شریف نبوی میں مدرس ہے۔ سید احمد برزنجی اس نے بھی تحریر کی ہے۔

سید احمد البرزنجی

سید جعفر البرزنجی

## مدرس مسجد نبوی (مدینہ منورہ)

محمد علی السید بن طاہر السید الوتری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے سارے اپنے بندوں کو اپنی پہچان اور توحید کیلئے پیدا کیا ہے اور تاکہ وہی سب اپنے وجود اور خدا کے وجود میں فرق کریں اور اس کے انعام و بخشش کو جانیں۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اس پر کہ ہمارے لئے اس نے دین کے نشان قائم کئے اور ہدایت پانے والوں کے لئے اس کا راہ روشن کیا اور میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں اس پر کہ ہماری طرف ایسا نبی بھیجا جس پر پیغمبری ختم کی اور شہادت و گمراہی کے دروازے اس کے ساتھ بند کئے روشن معجزوں سے اس کی مدد کی اور اس کے دین سے سب دین اور حکم منسوخ کئے اور اس کی شرع کو قیامت تک باقی رکھا اور اس پر ایسا قرآن اتارا جو عمدہ نصیحت اور سیدھا راہ ظاہر کرنے والا نور اور محکم عہد ہے اور خود حق تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے کہ جھوٹے اس کو بدل نہ سکیں گے اور دین سے پھرنے والے اس میں کچی نہ کر سکیں گے۔ یعنی دیندار لوگ ان کی تردید کر کے ظاہر کر دیں گے۔ سو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر رحمت کرے اور آپ کی آل و اصحاب پر بھی جس نے ان کی پیروی کی خود آپ ﷺ کی پیروی کی اور جو ان کی راہ سے پھرے بے شک اس نے ظلم کیا اور حد سے گزرا۔ بعد ازاں جب میں نے اپنی آنکھوں سے اصل گھوڑوں کو ایسے روشن رسالے کے میدانوں میں جولان دیا جو سچے دین کی پیروی پر عمدہ برائیگت پر شامل ہے اور اس کی طرف بلارہا اور حرص دلارہا اور اس پر ترغیب دے رہا ہے اور یہ دیکھنا اس کا جلدی کی حالت میں تھا باوصف

از حد کثرت اشتغال اور دل پر ہجوم غموں کے حال میں تو اس رسالہ پر میں نے تحقیق کی نور ظاہر پائی اور اس کی دلیلیں روشن مضبوط ظاہر پائیں۔ یہ رسالہ دین کی یقینی باتوں کو جمع کرنے والا ہے۔ بے دینوں گمراہ کرنے والوں کی شبہوں کی تردید کا ذمہ دار ہے۔ اس بد مذہب جھوٹے دعویٰ کرنے والے کے عیب کو رسوا کرنے والا ہے جس کا نام غلام احمد قادیانی ہے شیطان کا پوتا جو گمراہی اور بد راہ کرنے میں اپنے دادے شیطان سے ہزار درجہ بڑھ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے بنانے والے کو عمدہ ثواب دے۔ اس لئے کہ دین اسلام کی حدوں کی محافظت کی ہے۔ سخت جھوٹے گمراہ کنندے سے باطل کر کے جس سے اس نے عوام جاہلوں اور غافلوں کے دلوں میں شک داخل کر دیے تھے۔ پس ہر مسلمان پر جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی کتابوں و رسولوں کو سچا جانتا ہے واجب ہے کہ یہ اعتقاد اور یقین کرے کہ صاحب اس رسالہ نے جو دکھا ہے وہی سچ اور موافق قواعد ایمان کے ہے اور بے شک جو براہین احمدیہ والے اور اشاعت السنہ والے نے کہا ہے وہ خرا جھوٹ اور بہتان ہے۔ پس سچ کے پیچھے گمراہی ہی ہوتی ہے اور جو مسلمانی کے سوا دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص قیامت میں نقصان والوں سے ہوگا۔ تیرا رب راستہ بھولنے والوں کو جانتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے۔ بے شک تمہارے رب کی طرف سے نصیحتیں آئی ہیں جس نے دیکھا اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا ان سے ہوا اپنا نقصان کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو سیدھے اور ہدایت کے راستہ پر قائم رکھے اور ہم سب کو گمراہی کے راستوں سے بچائے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے اور دعا قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار اور آقا محمد ﷺ پر رحمت کرے جس نے فرمایا ہے کہ جس کو خدا راہ دکھائے کو



اس کو رو براہ کرنے والا نہیں اور جس کو گمراہ کرے اس کا راہنما نہیں۔ اس کی آل اصحاب اور تابعین اور ہم سب پر رحمت کرے۔ آمین۔

یہ تحریر اپنی زبان سے کہی اور قلم سے لکھی ہے۔ عاجز بندے محمد علی بن طاہر دتھی جسنی حنفی مدنی نے جو مسجد شریف مدینہ منورہ میں علم دین وحدیث کا مدرس ہے۔

۲۱ ذیقعدہ ۱۳۰۴ ہجری

محمد علی السید بن طاہر السید الوتری

اہلسنت وغیرہم، اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات پالیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے مؤلف کو اونچی بہشت بدلہ دے۔ اس تحریر کو عاجز محمد بن عبدالقادر باشہ پٹنہ کے باشندے حنفی نے لکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو بخشے اور ان سب سے احسان کرے۔ فقط۔

محمد بن عبدالقادر باشہ

### تمام ہوئی تقریظات حضرات علماء حرمین محترمین کی

واضح رہے کہ فقیر کا تب الحروف نے اول جو اردو میں رسالہ بنام تحقیقات و تنقیحات دیکھ کر یہ فی رد ہنوات براہین لکھ کر مشاہیر علماء پنجاب وغیرہ کو ملاحظہ کرایا تھا جس پر ان حضرات نے تقاریظ لکھیں تھیں۔ ہر چند پھر اس کے اکثر مضامین کو لباس عربی پہنا کر حرمین شریفین بھیجا گیا تھا جو وہاں کے مفتیان عظام و مدرسان کرام وغیرہم کی تصدیق و تعریف سے مزین ہوا جو اوپر ہو چکی ہیں اور یہ امر موجب اس کے زیادہ اعتبار و اسناد کا ہوا۔ مگر تاہم ان تقاریظ علماء وغیرہ کا بھی یہاں پر درج کر دینا مناسب نظر آیا اور وہ یہ ہیں۔ چونکہ اختتام اس رسالہ کا شہر امرتسر میں ہوا تھا۔ اس لئے اول ان کے مشاہیر علماء نے اس کو ملاحظہ کر کے تقریظات لکھی تھیں جو پہلے درج ہوتی ہیں۔

مفتی محمد بن عبدالقادر باشہ

(مشہور علماء پٹنہ سے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے قرآن مجید آدمیوں اور جنوں کے سردار پر اتارا اور اس سے جھوٹ اور شرک اور سرکشی کو نابود کیا اور دود و سلام اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر اور اس کی آل و اصحاب اور نیکی سے ان کے پیروں پر ہمیشہ ہو۔ بعد ازاں میں نے غلام احمد قادیانی کی براہین احمدیہ و اشتہار سے اس کی بعض لغزشوں کا مطالعہ کیا۔ پس ان کو شیطانی بناؤں سے پایا۔ وہ رحمانی الہام نہیں ہیں بلکہ نرا بہتان اور بیہود گوئی۔ پس جس نے اس کی پیروی کی وہ نقصان والوں سے ہے اور اس رسالہ کی عمدہ تر ویدات کو بھی میں نے دیکھا ہے پس ان سے دل کو آرام آیا ہے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے بہت سے مجان

## (مشہور علماء امرتسر سے)

مولوی غلام رسول امام مسجد میاں محمد جان رحمۃ اللہ علیہ

باسمہ العلی الاعلی والصلوة علی نبیہ المصطفی وآلہ المجتبی

مخفی نہ رہے کہ اس احقر نے نسخہ متبرکہ کی تحقیقات و تفسیر جو ہفوات صاحب

براہین احمدیہ کے رد میں تالیف حضرت بلند ہمت شریف النسب عالی حسب جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کا ہے حرف بحرف ابتداء سے آخر تک مطالعہ کیا نسخہ شریفہ مذکورہ کو مطابق مذہب اہل سنت و جماعت کے پایا اور جناب مولوی صاحب موصوف نے جو الہامات اس کتاب میں براہین احمدیہ سے نقل کئے ہیں وہ بعینہ میں نے براہین احمدیہ میں درج پائے ہیں۔ مجھے ظن غالب ہے کہ مصنف براہین احمدیہ مرض الملوخا میں گرفتار ہیں۔ اسی سبب سے صورت متخلیہ مہموہ کو امور مدعہ الہامیہ قرار دینے میں لاچار ہیں۔ ورنہ باوجود سلامت عقل و حواس اور باوجود اذعان اسلام ایسے الہامات و احیہ کے مدعی نہ ہوتے۔ اللہم اکرمننا بکرمۃ العلم ونور قلوبنا بنور العلم هذا و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ رقمہ ۱ احقر العباد اللہ الغنی غلام رسول الحنفی بقلم خود۔

مولوی احمد بخش مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر کی تقریظ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ بعدہ این کس رسالہ ہذا را از اول تا آخر

بلفظ دیدہ موارد و اعتراضات را از براہین ہم مشاہدہ نمود فی الحقیقہ

بعض مزخرفاتش رابطہ طور نمونہ جواب دادہ آمد تا بفحوائے قیاس کن ز گلستان من بہار مرا باطل باقید بر آن قیاس نمودہ شود خداوند کریم مولانا مصنف را (کہ ہمیشہ کمر ہمت بحمایت دین بستہ دارند در استیصال خلاف مخالفین بمساعی جمیلہ خود۔ مشکور اسلامیان اند و چرا نباشد کہ کمالات حسبی ونسبی ضمیمہ خوبیہا کسی و وہی از حق سبحانہ در اند) جزائے خیر دہد کہ در چنین وقت کہ با غربت اسلام ہمقرانست این چنین احسان بر زمروہ اہل سنت گذاشت اند۔ فقط حررہ ابو عبید اللہ احمد بخش عفاء اللہ عنہ والقاء بالہش بقلم خود!

مولوی نور الدین مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر کی تقریظ

جو کچھ مولوی صاحبان غلام رسول اور مولوی احمد بخش صاحب نے رسالہ ہذا کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے وہ عین صواب ہے اور اس سے میرا اتفاق رائے ہے۔ فی الواقع رسالہ ہذا جمیع متبعین سنت کے لئے وسادہ شیطانی و ہوا جس نفسانی کے خطرات سے محفوظ رکھنے کی سپر قوی ہے اور سبحانہ تعالیٰ جناب مولوی صاحب مؤلف رسالہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حررہ عبد اللہ المسلمین نور الدین عفی عنہ بقلم خود۔

نور الدین

مولوی غلام محمد (بگوی) (امام شاہی مسجد لاہور) و مولوی نور احمد (امام جامع مسجد انارکلی)

ظاہر اقوال الہامیہ مؤلف براہین احمدیہ مع تاویلات فاسدہ صاحب اشاعۃ السنہ مخالف عقائد اہل السنۃ والجماعۃ وغیر مستند ست اہل اسلام والازم کہ از اتباع این چنین اشخاص ومطالعہ این چنین الہامات واهیات برکنار باشد واین تحقیقات وتردید الہامات مستند اند بکتب مقبولہ اہل السنۃ الحق احق ان یتبع فقیر غلام محمد بگی والا عفی عنہ بکرمہ ومنہ بقلم خود اصاب من اجاب فقیر نور احمد امام مسجد انارکلی بقلم خود۔

نور احمد

غلام محمد

مولانا مفتی حافظ محمد عبداللہ ٹوکی مدرس اعلیٰ مدرسہ یونیورسٹی لاہور

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد وآلہ وصحبہ اہل البیت!

تحیف نے اس رسالہ کو اکثر مقاموں سے دیکھا۔ جن میں حضرت مؤلف نے صاحب براہین اور ان کے اعوان کو معقول الزام دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف کو اس حسن کوشش کی جزائے خیر دے۔ حضرت مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ نے مؤلف براہین احمدیہ پر مدعی نبوت ہونے کا بھی الزام لگایا ہے۔ میری رائے میں یہ الزام بھی صحیح اور درست ہے۔

اس لئے کہ قطعی اور یقینی طریق سے من جانب اللہ ایسے مضامین کا منزل علیہ ہونا جن کی تبلیغ ضروری ہو عرف شرع میں خواص رسالت یا نبوت سے ہے اور مؤلف براہین کو اس منصب کے حصول کا دعویٰ ہے۔ پس اس کے مدعی ہونے میں کیا اشتباہ ہے؟ پہلے مقدمے کا ثبوت یہ ہے کہ رسالت کے مفہوم لغوی اور ان آیات واحادیث میں غور کرنے سے جن میں انبیاء علیہم السلام کے اوصاف اور حالات بیان ہوئے ہیں، بخوبی معلوم ہوتا ہے اور دوسرا مقدمہ یوں ثابت ہے کہ مؤلف براہین کو من جانب اللہ قطعی اور یقینی طریق سے اپنے منزل علیہ ہونے کا تو صریح دعویٰ ہی ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ مضامین علی العموم واجب التلیغ بھی ہیں۔ اس پر یہ الہامی فقرے (مصنوعی) شاہد ہیں۔ ”واتل علیہم.... ما اوحی الیک من ربک..... قل انما انا بشر مثکم یوحی الی انما الہکم اللہ واحد..... قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ..... قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتم مومنون“ اس پچھلے فقرے (مصنوعی) کی تشریح میں مؤلف براہین نے لکھا ہے کہ ”میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم ایمان نہیں لائے یعنی خدائے تعالیٰ کی تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الہیہ سے اطلاع بخشنا۔ یہ سب خدا کی شہادت ہے۔ جس کو قبول کرنا ایمانداروں کا فرض ہے۔“ انہی۔ اس بیان میں مؤلف براہین نے اور لوگوں پر بھی اپنے الہامات کے حجت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر ان کا کرنا ایمانداروں پر حجت نہ ہو تو ان کو قبول کرنا ایمانداروں پر فرض کیوں ہو۔ کیا غیر حجت کا بھی قبول کرنا ایمانداروں کا فرض ہوتا ہے؟ اس بیان سے مدعی نبوت ہونے

کے الزام کی پہلی دلیل تمام ہوئی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مؤلف براہین نے اپنے بنائے ہوئے الہامی فقرے جوری اللہ فی حلال الانبیاء کی تشریح میں لکھا ہے کہ ”اس فقرہ الہامی کے یہ معنی ہیں کہ منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الہی ہونے کا دراصل حلقہ انبیاء ہے اور ان کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے“ ابھی اس لئے کہ جب منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الہی ہونا حلقہ انبیاء ہوا تو جو شخص اپنے سے اس منصب شریف کے حصول کا مدعی ہو اس کے مدعی نبوت ہونے میں کیا کلام ہے۔ رہا یہ فقرہ کہ غیر نبی کو بطور مستعار ملتا ہے۔ اس کا مطلب کما حقہ ذہن نشین نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ غیر نبی کو کسی دوسرے نبی کی اتباع کے ذریعے سے یہ منصب حاصل ہوتا ہے اور نبی کو بلا توسط اتباع دوسرے کے، یا یہ کہ نبی بعد حصول منصب مذکور دوسرے نبی کا تابع نہیں رہتا اور غیر نبی بعد حصول منصب مذکور بھی کسی نبی کا تابع رہتا ہے تو یہ تفریق غلط ہے۔ اس لئے کہ نبی کے نبی ہونے میں نبوت سے پہلے یا نبوت سے بعد دوسرے نبی کا تابع نہ ہونا لغت یا شرع سے مفہوم نہیں ہوتا بلکہ بہت سے انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام موسوی شریعت کے تابع نے، خود جناب رسول مقبول ﷺ کو جا بجا اتباع ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہوتا ہے بلکہ مؤلف براہین تو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی موسوی شریعت کا خادم اور تابع قرار دیتے ہیں اور جو یہ غرض ہے کہ نبی سے یہ منصب مسلوب نہیں ہو سکتا اور غیر نبی سے مسلوب ہو سکتا ہے۔ پس یہ تفریق بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ نبوت کی حقیقت میں یہ شرط بھی لغتاً یا شرعاً مفہوم نہیں ہوتی بلکہ بعض آیتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ خود انبیاء علیہم السلام سے بھی اس منصب شریف کا مسلوب ہو سکتا مقدور جناب ایزدی ہے۔ گو اس امر کا وقوع نہیں ہوتا۔ اللہ اعلم حیث یجعل

و رسالہ اور جو یہ عرض ہے کہ غیر نبی وحی کی تصدیق یا اس پر عمل کرنے میں شریعت پر عرض کا کرنے کا محتاج ہے اور نبی کو اس عرض کی حاجت نہیں تو اس سے کیا لازم آیا کہ غیر نبی کے وحی یا الہام قطعی اور یقینی نہ ہو۔ اولاً اس لئے کہ شریعت کا اس لئے اتباع ضروری ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے جس کا من جانب اللہ ہونا بھی بالواسطہ معلوم ہوتا ہے اور جب اس غیر نبی کو بھی اپنی وحی کے من جانب اللہ ہونے کا بلا توسط ظاہری قطعی اور یقینی طریق سے انکشاف تام ہو گیا تو اب اس کو اپنی وحی کی تصدیق یا اس پر عمل کرنے میں عرض شریعت کی حاجت کیا ہے؟ ثانیاً اس لئے کہ احکام شریعہ کا جزو اعظم احادیث صحیحہ ظنی الثبوت اور آیات قرآنیہ ظنی الدلالة سے ثابت ہوا ہے۔ پس چاہئے کہ بالخصوص ان احکام پر عرض کرنے کے ملہم غیر نبی کو اصلاً ضرورت نہ ہو کیا یقینی الثبوت الدلالة کا عملاً یا اعتقاداً تسلیم کرنا کسی ظنی الثبوت یا ظنی الدلالة کی شہادت پر موقوف ہو سکتا ہے بلکہ اور صورت عرض پر تقدیر مخالف اس حدیث صحیحہ اور اس آیت کے مدلول ظاہری کو ملہم غیر نبی کے حق میں ترک کرنا ضروری ہو۔ اس لئے کہ یقینی الثبوت والدلالة کے مقابل میں ظنی الثبوت یا ظنی الدلالة کو کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس مقام میں یہ کہنا کہ نہ الہام قطعی شریعت کے مخالف ہوتا ہی نہیں غلط ہے اس لئے کہ الہام قطعی کا واقع نہ ہونا تو بے شک مسلم ہے۔ لیکن مذکورہ بالا احادیث سے جن کے موضوع اور خلاف واقع ہونے کا بھی احتمال ہے الہام قطعی کا مخالف نہ ہو سکتا غیر مسلم و من یدی فعلیہ البیان اور جو مذکورۃ الصدور فقرہ سے یہ غرض ہے ہی کہ نبی کو اپنے الہام کے فہم مطلب میں اشتباہ اور التباس نہیں ہوتا۔ برخلاف غیر نبی کے کہ اس کو اپنی وحی کے فہم مضمون میں اشتباہ اور التباس رہتا ہے تو یہ تو جہہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ جب اس وحی کے معانی خود منزل



علیہ پر مشتبہ ہوئے تو اس الہام کے الہام ہدایت یا الہام ضلالت ہونے میں اس کی بھی امتیاز ہو اور اس کے من جانب اللہ ہونے کا کیونکر یقین کیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا فقرہ نبی اور غیر نبی میں واقعی اور حقیقی امتیاز نہیں پیدا کرتا۔ صرف عوام کی لغوش کھا جانے کے لئے بڑھا دیا گیا ہے اور اس لئے صریح لفظ نبی یا رسول کے اطلاق سے ہی مؤلف نے کس قدر احتیاط کی ہے۔ ورنہ خواص نبوت یا رسالت کے اپنے لئے ثابت کرنے میں میری رائے میں کوئی فروگزاشت نہیں کی ہے۔ هذا ما يحظر بالبال واللہ اعلم بحقیقة الحال رقمہ العبد الضعیف المفتی محمد عبداللہ عفاء اللہ عنہ المدرس الاول بالمدرسة العالیة فی لاہور

مشہور علماء جہلم سے

مولوی نور احمد صاحب ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم

الہامات صاحب براہین احمدیہ و تاویلات صاحب اشاعت السنہ بالکل مخالف شرع اندو مضمون و عبارات رسالہ شریفہ ہذا صحیح بلکہ اسحیح و ہدایت کنندہ گمراہان براہ حق جزاء اللہ سبحانہ مؤلف خیر الجزاء فقیر نور احمد ساکن کھائی کوٹلی جہلم بقلم خود۔

نور احمد

(عرض مصنف)

باسمہ سبحانہ اس فتویٰ حریمین محترمین زادہم اللہ تعالیٰ رحمۃ سے جمیع اہل اسلام خاص و عام پر بخوبی روشن ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کی براہین احمدیہ والی بلند پروازیوں نے ہی ان کو ہشامدت مفتیان عرب و عجم دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے۔ وہ ہرگز الہام ربانی کے مورد نہیں۔ یقیناً القائے شیطان کے مصدر ہیں۔ ہر چند فقیر مؤلف مکان اللہ لہ نے ابتداء ۱۳۰۲ھ سے اولاً بذریعہ خط و کتابت ثانیاً بوسیلہ اشتہارات بہت کوشش کی کہ مرزا مناظرہ سے تحقیق حق کر کے اسلام میں رخنہ اندازی سے باز آجائیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی تائید پر غرہ نہ ہو جائیں۔ مگر بقضائے الہی موثر نہ ہوا۔ تب فقیر نے رسالہ مرقومہ بالا ۱۳۰۳ھ میں حریمین شریفین زادہم اللہ میں بھیج کر فتویٰ لیا۔ ۱۳۰۵ھ ہجری میں جب یہ فتویٰ آیا تب راقم نے امر ترس جا کر مرزا صاحب کے دوستوں کو دکھلایا اور ان کی معرفت مرزا صاحب کو بلوایا کہ وہ پچشم خود اس کو ملاحظہ کر کے تائب ہو جائیں تو اس کو شائع کرنے میں تاخیر کی شاید مرزا صاحب دوبارہ ہو جائیں۔ پھر مرزا صاحب نے جب ضروری اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اپنے مثل مسیح ہونے کے دعویٰ میں کئی علماء دین سے مباحثہ کے واسطے ان کے نام درج کئے اور اخیر میں فقیر کا نام بھی تحریر کیا تو اس کے جواب میں فقیر نے رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ میں دو ورقہ اشتہار شائع کر کے مختصر حال اس فتویٰ کا اور اپنی مستعدی مناظرہ کے لئے ظاہر کی اور اذعانے مثل مسیح کو بھی باطل کیا۔ ان کی طرف سے اس کا جواب نہ آیا بعد ازاں رمضان شریف ۱۳۱۰ھ ہجری میں حافظ محمد یوسف ضلعدار نے مرزا صاحب یا ان کے نائب سے مناظرہ کے واسطے تحریک کی فقیر نے تحریر کر دی کہ میں

حاضر ہوں۔ تاریخ مقررہ پر نہ مرزا صاحب آیا نہ کوئی نائب ان کا مختار نامہ لے کر آیا۔ برعکس محمد احسن امر وہی نے فقیر کے فرار کا اشتہار بنام اتمام الحجہ شائع کر دیا۔ اس کے جواب میں ایک مدرسہ قصور نے اولاً اس کی تکلیف میں اشتہار شائع کیا۔ ثانیاً فقیر نے ۱۳۱۱ ہجری میں دوسرا اشتہار چھپوا دیا۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ مرزا صاحب کی پہلی رخنہ اندازی اسلام کے علاوہ جس پر حرمین مکرمین زادہ اللہ تعالیٰ سے ان کے بارہ میں فتویٰ آچکا ہے جو انہوں نے دعویٰ مخترمہ مسیحیت میں رسالہ فتح الاسلام و توضیح المرام، ازالہ اوہام شائع کئے ہیں ان میں نبوت و رسالت کا کھلا کھلا دعویٰ کر دیا ہے۔ جس سے مولوی محمد حسین بنالوی جیسے ان کے مؤید اور شاخو اس بھی ان کے سخت مخالف ہو کر واشگاف اور صاف صاف ان کی تکفیر کر رہے ہیں اور مرزا صاحب اور محمد احسن امر وہی جیسے ان کے مریدوں کو ذرہ بھی غیرت نہیں کہ مجمع علماء میں اپنی بریت ظاہر دکھائیں۔ صرف دھوکہ بازیوں سے کام چلارہے ہیں۔ ان کی طرف سے جب اس کا جواب بھی کچھ نہ ملا تو فقیر نے آخر صفر ۱۳۱۱ ہجری میں اور اشتہار جاری کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اب مرزا صاحب کے راہ راست پر آنے سے مایوس ہو کر وہ فتویٰ حرمین شریفین شائع کیا جاتا ہے۔ جس سے مرزا صاحب کی ضلالت و بطلان ظاہر ہو جائے گی۔ اور نیز ان کے پچھلے رسالوں کے نمبر صفحہ کے حوالوں سے درج کیا گیا۔ چنانچہ ۱۸ توضیح المرام اور صفحہ ۱۹۲، ۱۹۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰ رسالہ ازالہ اوہام سے صاف صاف ان کا دعویٰ نبوت و رسالت حقیقی ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی اکثر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کو غلط لکھا ہے۔ ۷، ۸ صفحہ ازالہ میں دیکھو اور حضرت مسیح و سلیمان علیہما السلام کے معجزوں کو شعبہ بازی اور بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے درج کیا ہے۔

اسی ازالہ کے ص ۳۰۲، میں دیکھو اور چار سو نبی کو جھوٹا لکھ دیا اور ان کی وحی میں دخل شیطان ثابت کیا ہے۔ اسی ازالہ اوہام کے ص ۶۲۷ سے ۶۲۹ دیکھو اور حضرت مسیح کی وفات کے ادعا میں قرآن مجید کی آیتوں میں تحریف کر کے کمال دھوکہ دہی کی ہے۔ جدول مندرجہ صفحہ ۳۳۰ سے ۳۳۲ میں اسی ازالہ کو دیکھو۔ اس اشتہار پر بھی نہ خود مدعی مسیحیت کو، نہ ان کے کسی مرید کو غیرت دامن گیر ہوئی کہ محض علماء میں اپنی بریت کرتے یا اس کا جواب ثانی دیتے۔ سچ ہے الحیاء من الایمان پھر ربیع آخر ۱۳۱۱ ہجری میں جو مرزا صاحب اپنے جدید سرال کے ہاں چھاونی فیروز پور میں آئے تو کئی مسلمانوں نے ان سے دعویٰ مسیحیت کا ثبوت طلب کیا۔ اس پر مرزا صاحب نے مختصر تقریر کے بعد جواب دیا کہ کسی عالم کو ہمارے پاس لے آؤ۔ ہم ان کی تسلی کروں گے۔ پھر جلدی سے قادیان کو سدھارے۔ دوسری مرتبہ ۱۲ جمادی الاولیٰ کو جب وہاں آئے تو فقیر کو وہاں ان کا دعویٰ نبوت تو ہیں انبیاء وغیرہ کے لئے بلایا۔ فقیر نے وہاں جا کر ان کی مذکورہ بالا تصانیف سے ان کا دعویٰ نبوت تو ہیں انبیاء وغیرہ ہا سب کو دکھلایا۔ چنانچہ ان کے بھیجے میں آیا۔ اس پر انہوں نے مرزا صاحب سے فقیر کے ساتھ تقریر کرنے کی درخواست کی جس پر جواب ملا ہم کو الجہم ہوا ہے کہ مولویوں سے مباحثہ نہ کریں تب لوگوں نے کہا کہ آپ کے کہنے سے ہم نے باوایا تھا۔ آخر بعد تکرار بسیار مرزا صاحب نے بذات خود مناظرہ سے اور اپنے شاگرد و مرید حکیم نور الدین و محمد احسن امر وہی سے بھی درمیان میں بیٹھ کر مباحثہ کرنے سے انکار کیا۔ اس پر چھاونی فیروز پور کے پچیس معتبر اہل اسلام کی شہادت سے مطیع صدیقی فیروز پور میں اشتہار شائع ہوا کہ دافقی مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور انبیاء کرام کے تو ہیں کنندہ اور جواب دینے سے صریح

گریز ہے۔ اس پر جب ان کے سخت مخلص حافظ محمد یوسف مذکور کو یہ شکست فاش ناگوار معلوم ہوئی تو پھر وہاں جا کر دوسری مرتبہ مرزا صاحب کو مناظرہ میں شامل ہونے کے لئے آمادہ کیا اور امرتسر سے بنام مولوی محمد احسن امروہی اشتہار جاری کیا کہ مکفرین مرزا صاحب دسمبر کی تعطیلات میں لاہور آکر مناظرہ کریں۔ میں مشتہر یا حکیم نور الدین مناظرہ کریں گے۔ اس پر فقیر نے مرزا صاحب سے اقرار تحریری شمول جلسہ مناظرے کا بذریعہ خط رجسٹری لے کر دو روز قبل از تاریخ مقررہ وارد لاہور ہو کر دس دن برابر لاہور میں رہا۔ نہ مرزا صاحب آئے نہ دونوں مناظرہ حاضر پائے۔ حکیم نور الدین دیر بان الدین مناظرہ کو آئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ مرزا قادیانی کا مختار نامہ لے آئیں۔ فقیر حاضر ہے۔ پھر آج تک ان کی طرف سے صدائے برخواست۔

اب اللہ تعالیٰ سے سرخرو ہونے کو یہ رسالہ شائع کیا گیا ہے۔ عنقریب اس کا دوسرا حصہ فتح اسلام و توضیح المرام و ازالۃ الاوبام کی بعض سخت قباحتوں کی تردید جن کا ذکر اوپر گزرا ہے شائع ہوگا۔ و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔

المرقوم ۱۸ صفر ۱۳۱۲ھ

محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری



# حَجْمُ الشَّاطِلِینِ بِرِّ اُغْلُوْطِ الْبُرْهَیْنِ

(سن تصنیف: ۱۳۰۳/۱۸۸۶ء)

تصنیف لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی دہلوی  
قریشی صدیقی نقشبندی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده وعلى اله  
وصحبه الذين راعوا عهده اما بعد فان مرزا غلام احمد القادياني الفنجابي  
من العلماء الغير المقلدين الف كتابا باللغة الهندية في اظهار حقيقة  
الاسلام لفرق غير الاسلامية وسماه بالبراهين الاحمدية على حقيقة  
كتاب الله القرآن والنبوة المحمدية وطبع حصه الاربعة في بلدة امرتسر  
وادعى في الحصه الثالثة منه ان الهام الكامل من الاولياء يكون مفيدا  
للقطع واليقين و مرادفاً لوحى بالرسالة باتفاق السواد الاعظم من العلماء  
كما ان اصل عبارته الهندية هذه علماء اسلام - وحى كوخاه وحى رسالت هو يا كسى  
دوسرے مومن پر وحى اعلام نازل ہو، الهام تعبیر کرتے ہیں (صفحہ ۲۲۰)۔ جب کہ سواد اعظم  
علماء کا الهام کو وحى کا مترادف قرار دینے میں متفق ہیں (صفحہ ۲۲۱)۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ  
الهام یقینی اور قطعی ایک واقعی صداقت ہے جس کا وجود افراد امت محمدیہ میں ثابت  
ہے (صفحہ ۲۳۲)۔

ثم اعلن في الاشتهار المطبوع عشرين الفا انه الف هذا الكتاب  
بالهام الله تعالى وبامره لغرض اصلاح الدين وتجديده وانه ظهر صدق  
الدين الاسلام بصدق الهامات والخوارق وكرامات والاخبار عن الغيبات  
والاسرار وللذين والكسوف الصادقات والادعية المستجابات التي  
اشهد عليها اكثر اكفار الهند وغيره يتبع ادرجها..... كتابه البراهين  
الاحمدية وانه يقيناً وان لكمالاته شدة مشابهة بكمالات مسيح بن مريم  
وانه نموذج الخواص من الرسل والانبياء وله فضيلة على اكثر اكابر  
الاولياء الماضين ببركة متابعة سيد المرسلين ﷺ واتباع اثاره موجب



للنجاة والسعادة والبركة ومخالفته سبب البعد والحرمان يعنى من رحمة الرحمن ودلائل هذه الدعاوى تظهر بتلاوة كتابه البراهين الذى طبع خمس وثلاثون جزءا منه يعنى الحصاص الاربعة التى ادنى قيمتها خمس وعشرون ربية ثم قال وان احد من الناس لا يحضر عندنا لحل عقده بصدق طلبه وقلبه بعد هذا الاشتهار فاتمنا الحجة عليه وهو عند الله مسئول منه هذه ترجمة عبارات ذالك الاشتهار وكتب فى اخره المشتهر خا كسار مرزا غلام احمد از قاديان ضلع گورداسپور ملك پنجاب مطبوعه رياض هند پريس امرتسر پنجاب - انتهى فبسببه هذا الترغيب اشترى كتابه كثير من الناس وشاع واشتهر فى اكناف الفتنجباب الهند شيوعاً كثيراً وهو ادعى فى ذالك الكتاب انه يلهم عليه آيات القرآن كثيرة ومتواترة من الله تعالى والعبارات العربية ايضا كما صرح به فى صفحه ٢٨٥. وصرح بان اكثر آيات فضائل الانبياء انزل عليه يخاطبه الله تعالى وهو المراد منها وغالب الملهمات بل جميع ما يوحى اليه غاية نعتة التى تشرح منها ووصوله الى درجة الانبياء والمرسلين بل يفهم ويلزم ترقيه فى بعض ما انزل اليه من النبيين فتعوذ منه برب العلمين كما سندكر نبذا من القسمين ههنا هدية للناظرين ونردهما ابتغاء لمرضات ملك يوم الدين وارضاء لجنا ب سيد المرسلين صلوات الله عليه وعليهم اجمعين اما نموذج القسم الاول من الالهامات التى يزعمها مولف البراهين الهامات كاملة ومثل وحى الرسالة فهذه (١) يا احمد بارك الله فيك (٢) ما زميت اذ رميت ولكن الله رمى (٣) لتندر قوما ما اندر اباؤهم (٤) ولتستبين سبيل المجرمين (٥) قل انى

امرت وانا اول المؤمنين (٦) قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا (٧) قل ان افتريته فعلى اجرامى (٨) وما انت بنعمة ربك بمجنون (٩) قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله (ص ٢٣٨ و ٢٣٩) (١٠) انا كفيهاك المستهزين (١١) وقل اعملوا على مكانتكم انى عامل فسوف تعلمون (١٢) يريدون ان يطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون (١٣) اذا جاء نصر الله والفتح (١٤) هذا تاويل رؤياى من قبل قد جعلها ربي حقا (ص ٢٣٠) (١٥) قل الله ثم ذرهم فى خوضهم يلعبون (١٦) ولن ترضى عنك اليهود ولا النصارى (١٧) وقل رب ادخلنى مدخل صدق (١٨) انا فتحنا لك فتحا مبينا (١٩) ووجدك ضالا فهدى (ص ٢٣١) (٢٠) قلنا يا نار كونى برذا وسلاماً على ابراهيم (٢١) يا ايها المدثر قم فانذر وربك فكبر (٢٢) وامر بالمعروف وانه عن المنكر (ص ٢٣٢ ثم قال فى ص ٣٨٦) نزل على هذه الالهامات (٢٣) بوركت يا احمد وكان مبارك الله فيك حقا فيك وفى ص ٣٨٩ (٢٤) انت منى بمنزلة توحيدى وتفريدى وقال فى ترجمة ان الله تعالى قال له هذا وقال المولى فيض الحسن السهار نفورى احد مشاهير علماء الهندان مولف البراهين ادعى ان منكره منكر التوحيد انتهى وفى ص ٣٩١ (٢٥) اذا جاء نصر الله والفتح وتمت كلمة ربك هذا الذى كنتم به تستعجلون وقال فى ترجمته خاصبى الله تعالى بانه اذا يجيئ المدد و فتر الله تعالى ويتم كلام ربك يخاطب الكفار بهذا الخطاب اى هذا الذى كنتم به تستعجلون انتهى بترجمة كلامه وفى ٣٩٣، ادعى انه

الهم اليه (٢٢) دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى وفي ص ٢٩٦  
 صرح بانه خطب بهذه الفقرات يا ادم اسكن انت وزوجك الجنة يا  
 مريم اسكن انت وزوجك الجنة يا احمد اسكن انت وزوجك الجنة  
 نفخت فيك من لدنى روح الصديق وقال فى ترجمتها ان المراد من ادم  
 ومريم واحمد نفسه ومن الزوج رفقائه ومن الجنة وسائل النجاة انتهى ثم  
 قال فى (ص ٥٠٣) انه الهم اليه (٢٨) انك على صراط مستقيم  
 (٢٩) فاصدع بما تؤمر واعرض عن الجاهلين وفى (ص ٥٠٣) (٣٠) تالله  
 لقد ارسلنا الى امم من قبلك فزين لهم الشيطان وقال فى ترجمته ان  
 المراد من كاف الخطاب نفسه والمراد من المرسلين اولياء الامة انتهى  
 وفى هذه الصفحة ادعى انه اهم اليه (٣١) سبحان الذى اسرى بعده ليلاً  
 وفى (ص ٥٠٢) صرح بانه الهم اليه (٣٢) واذا سنلك عبادى عنى فاني  
 قريب الآية (٣٣) وما ارسلناك الا رحمة للعالمين وفى (ص ٥١٠)  
 (٣٣) لعلك باخع نفسك الا يكونوا مؤمنين (٣٥) ولا تخاطبنى فى  
 الذين ظلموا انهم مغرقون (٣٦) يا ابراهيم اعرض عن هذا (٣٤) انه عبد  
 غير صالح (٣٨) انما انت مذكر وما انت عليهم بمسيطر وادعى فى  
 ترجمة هذه الملهمات ان المخاطب هذه الآيات نفسه انتهى وفى (ص  
 ٥١٤) ادعى انه الهم اليه (٣٩) يا احمد فاضت الرحمة على شفيتك  
 (٤٠) انا اعطيناك الكوثر فصل لربك وانحر (٤٢) وضعنا عنك  
 وزرك الذى انقض ظهرك ورفعنا لك ذكرك وصرح بان هذه  
 الايات انزلت عليه مثل السابقات ثم قال فى (ص ٥٥٦) انه الهم اليه

(٣٣) يا عيسى انى متوفيك ورافعك الى وجاعل الذين اتبعوك فوق  
 الذين كفروا الى يوم القيامة وادعى بعد ترجمة هذه الآية انه هو المراد  
 من لفظ عيسى ايضاً وايضاً فى (ص ٥٥٦) (٣٣) قل عندى شهادة من الله  
 فهل انتم مؤمنون وادعى فى ترجمة هذا الالهام ان المراد من الشهادة من  
 الله هى التأييدت الالهية والاطلاع على المعارف والحقائق الالهية  
 والاسرار الغيبية والاعلام على الوقائع الالهية قبل وقرعها واجابة الادعية  
 والالهام فى اللسان المختلفة له فان كل هذه شهادة الله فى حقه فتجب  
 على المؤمنين قبوله وتصديقه انتهى بترجمة كلامه وفى (ص ٥٦١)  
 (٥٦٢). (٣٥) قل جاءكم نور من الله فلا تكفروا ان كنتم مؤمنين وعنى  
 ان لمهمات نور من الله ففى انكارها زوال الايمان انتهى وايضاً فى هذين  
 الصفحتين (٣٦) ففهمناها سليمان (٣٤) فاتخذوا من مقام ابراهيم مصلى  
 وعنى من سليمان وابراهيم فى هذين الايتين نفسه كما صرح بان الله  
 تعالى امر الناس باتباع اثر قدم ابراهيم يعنى مؤلف البراهين لان طريقه  
 المحمدية فى هذه الايام اشبه على اكثر الناس وبعضهم يتبعون محض  
 الظاهر مثل اليهود وبعضهم وصلوا الى عبادة المخلوق مثل المشركين  
 فعليهم ان يعلموا الطريقة الحققة منه اى من مؤلف البراهين ويتخذوه سبيلاً  
 هذه ترجمة كلامه و آخر كتابه وملخص مرامه فظهر من هذه سبع واربعين  
 الآيات القرآنية والفقرات العربية التى ادعى صاحب البراهين انها الهمت  
 عليه واوحيت اليه ان هذا المدعى اثبت لوازم الرسالة وخواص النبوة  
 لنفسه لانه ايقن اولاً بخلاف اهل السنة ان الهم الاولياء ووحى الرسالة

مترادفان والالهام يكون قطعياً واتقن ثانياً بان المضامين التي تجب تبليغها انزلت عليه وهو مأمور بالانذار والابشار للناس بان من كان يحب الله فيتبعه يحبه الله وان قبول ملهوماته فرض عليهم وانكارها منهي عنه فمن امن به فهو مؤمن ومن انكره فهو من الكافرين كما هو مفاد الالهام الاربع والاربعين والخامس والاربعين اعنى قل عندي شهادة من الله فهل انتم مؤمنون وقل جاءكم نور من الله فلا تكفروا ان كنتم مؤمنين وما معنى الرسالة والنبوة الا الاتصاف بهذه الفضيلة العظيمة وما مفاد الشركة بالانبياء في خصائصهم الا التشرف بهذه المزية الكريمة على انه اراد نفسه من الخطابات التي خاطب بها الله سبحانه في القرآن المبين بانياته من سيد المرسلين وسائر النبيين صلوات الله عليهم اجمعين فليس هذا الا الإلحاد في آيات الله بدهاءة والتحريف المعنوي لكلام الله صراحة فانقلت انه يعد نفسه من تابعي الرسول الكريم عليه الصلوة والسلام ويثبت هذه الفضائل لنفسه ببركة تلك المتابعة بالظلية كما صرح به في الاشتهار المذكور نقله فيما سبق وايضاً اقر في عدة مواضع من كتابه انه مورد حديث علماء امتي كانباء بنى اسرائيل فكيف يظن في حقه يثبت الرسالة والنبوة لنفسه الا ترى انه يدعى بفضيلته على الاولياء وما قال قط انه من الانبياء قلت من المعلوم ان صاحب البراهين الف كتابه في مقابلة النصراني واليهود وغيرهما من عبدة الاصنام ليظهر عليهم صداقة الدين الاسلام فما ذكر فيه من انه منعوت بنعوت الانبياء في آيات القرآن وموصوف بخصائص الرسل على لسان الفرقان وينزل عليه الآيات

البيانات لا فائدة في هذه الحكايات لان من لم يؤمن بالقرآن فكيف يصدق بهذا البيان ويعدده من عظيم الشأن فعلم ان غرضه الاصلى من هذا اظهاره على المسلمين بانه افضل الاولياء ونموذج الانبياء وان قاديانه مهبط الروحى كبيت العتيق والله تعالى امر الناس بان يقصدوه من كل فج عميق ومن لم يحضره بعد هذا الاشتهار المبين فيسئله يوم القيامة اسرع الحاسنين كما مر نقله وامثال هذه الدعاوى ما صدرت من اكابر الصحابة سيما الخلفاء الراشدين واهل البيت والتابعين الذين هم الفضل الامة باليقين فهل هذا الاثبات مساواة صاحب البراهين بالانبياء والمرسلين وان لم يقل بلسانه انه من المرسلين خوفاً من بلوى المسلمين لكن ينزل عليه فاصدع بما تؤمر واعرض عن الجاهلين لعلك باخع نفسك ان لا يكونوا مؤمنين قل انى امرت وانا اول المؤمنين . قل جاءكم نور من الله فلا تكفروا ان كنتم مؤمنين ومع هذا قد صرح في ذلك الاشتهار انه نموذج الانبياء والرسل كما نقل سابقاً من اشتهاره والظاهر ان نموذج الشئ يكون عين ذلك الشئ لانه معرب نمونه ويقال في الفارسية شئ نمونه خردار يعنى ان قليلاً من البر مثلاً نموذج الكرفثيت من هذا الدعوى كون صاحب البراهين من الرسل والانبياء باقراره في اشتهاره فليس هذا الا المثلثة لا الظلية وايضاً قال ص ٥٠٣ من براهينه انه الهم اليه هذه الفقرة جرى الله في حلال الانبياء وفسرها بان منصب الارشاد والهداية وكون مورد وحى الالهية يكون في الاصل حلة الانبياء ويحصل لغيرهم بالطريق المستعار انتهى فتحقق بتصريحه ان ورود الروحى من الله تعالى من خواص

الانبياء فلما اثبت هذه الخاصة لنفسه فقد اثبت النبوة لها بوصفه واما قوله وهذه الحجة يستعار لغيرهم فباطل لان منصب ورود وحى الرسالة لا يحصل لغير الرسل والانبياء والهام الاولياء لا يكون ترادفاً بروحى الرسالة فانه يكون محفوظاً بحفاظة الملائكة بحيث يحصل منه الاطلاع الذى لايجرى فيه الالتباس والاشتباه قطعاً ولا يكون فيه احتمال الخطاء اصلاً فمن ثم يجب على المكلفين قبوله والايمان به ومن انكره فقد كفر بخلاف الهام الاولياء فانه وان كان يحصل منه العلم ببعض حقائق الذات والصفات والوقائع الكونية ولكن لا يرتفع منه الالتباس والاشتباه بجميع الوجوه فيبقى احتمال الخطاء فيه ولهذا لا يتحقق التكليف العام عليه كما صرح به فى تفسير فتح العزيز وغيره تحت قوله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضى من رسول فانه يسلك من بين يديه ومن خلفه رصداً على ما هو اعتقاد اهل السنة والجماعة ومنشاء غلط صاحب البراهين وغيره من غير المقلدين فى جعل الالهام حجة قطعية مثل وحى الرسالة قصة الهام خضر مع موسى وواقعة الهام أم موسى على نبياء عليهم السلام بابقائه فى اليم كما هو منصوص القرآن الكريم وقوله ان خضر لم يكن نبيا كما فى (ص ٥٢٨) من كتابه السقيم جهل عظيم لتصريح علماء العقائد وغيرهم بان خضر كان نبيا عند الجمهور من العلماء الربانيين والقران ينطق باختلاف حال و مال وحى موسى والهام امه فان ام موسى مع كونها المهلمة من الله تعالى بسلامة ولدها ورده اليها كما قال عز من قائل فاذا خفت عليه فالقيه فى اليم ولا تخافى

ولا تحزننى ان ارادوه اليك وجاعلوه من المرسلين لم تكن مطمئنة على ذلك الالهام والا لما كانت حالتها مثل الحالة المنصوصة فى كلام الملك العالم كما قال تعالى واصبح فزاد ام موسى فارغا ان كادت لتبدي به لولا ان ربطنا على قلبها لتكون من المؤمنين وان سيدنا موسى كان مطمئنا وموقنا بوحيه تعالى لا تخاف دركا ولا تخشى فمن ثم لما تحير اصحاب موسى وقالوا وقت رؤية قوم فرعون كما اخبر عنهم الله تعالى انا لمدركون قال فى جوابهم ما حكى الله سبحانه عنه كلا ان معى ربى سيهدين فاتضح الفرق بينها باليقين بشهادة القرآن المبين فالقول مترادفهما باطل عند المسلمين واما حديث علماء امتى كانبيا بنى اسرائيل لا اصل له كما قاله الدميرى والزرخشى والعسقلانى كذا فى المصنوع فى احاديث الموضوع لمولانا القارى عليه رحمة البرى ودعوى صاحب البراهين باتباع سيد المرسلين صلوات الله عليه واخوانه وغتره اجمعين مع انه بمحض اللسان وما صدر من الجنان كما يشهد عليه كتابه و سيجى فى معرض البيان لا ينافى النبوة والرسالة لانه قال فى (ص ٣٩٩) من كتابه ان المسيح كان تابعا وخادما لدين نبي كامل وعظيم الشأن يعنى موسى وكان انجيله فرع التوراة انبى ترجماً فكما زعم صاحب البراهين ان المسيح مع متابعة موسى على نبياء وعليهما السلام كان نبياً فكذلك يعد نفسه موصوفاً بخصائص الرسالة والنبوة مع ادعاء الاتباع وايضا الانبياء وان كانوا يتفاضلون فيما بينهم لقوله تعالى تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض الآية لكن يستوون فى الايمان بهم كما قال تعالى لا نفرق بين



احد من رسله الآية فبالجملة ادعاء مساوات صاحب البراهين بالنبيين يعلم باليقين لمن تدبر و تعمق في ملهوماته المتدرجة في البراهين الاترى انه ادعى في (ص ٥١١) بنزول آية قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى الى انما الحكم اله واحد في حقه و قال في (ص ٢٣٢) انه الهم اليه واتل عليهم ما اوحى اليك من ربك انتهى فهذا صريح مقابلة صاحب البراهين بافضل النبيين صلوات الله وسلامه عليه وعليهم اجمعين فالحاصل ان مؤلف البراهين وان كان لا يدعى بلسانه انه نبي ورسول خوفا من بلوى المؤمنين لكنه ما ترك خاصا من خواص الرسل والنبيين الا وقد اثبتها لنفسه باليقين فمثله كمثل احمد خان ينجرى العلى كدى فانه بدل شعائر الاسلام تبديلا واحل كبائر الدين تحليلا كما يشهد عليه تفسيره الهندية للقران واخباره التهذيب للانسان والفقيه الراقم لهذا التسطير ردهفواته بعون الملك النصير في رسالة مستقلة مسماة "بالجواهر المضية" في رد عقائد النيجرية فالحمد لله القدير فالينجرى مع ذلك التنسيخ لاحكام الشرع المتين والخلاف مع جميع العلماء المتقين يزعم انه من خواص الاولياء والصلحين ومن اجلة مؤيدى الدين فكذلك حال صاحب البراهين عند العلماء الراسخين كما قال في حقه المولوى فيض الحسن سهار نفورى في اخباره شفاء الصدور فانه اى صاحب البراهين كمثلته اى مثل احمد خان النيجرى يعنى في اختلال الدين الاسلام و تضليل الخواص والعوام واما ادعائه بانه اعطى علما بفضيلته على اكابر الاولياء فهذا ايضا مثل دعوى النموذجية بالانبياء باطل لان فضيلة

الصحابة والتابعين على سائر الامة المرحومة ثابتة بالقرآن المبين والاحاديث الصحيحة عند المحدثين كما حقق في موضعه وباقي حال فضيلة هذا المدعى سنبينه فيما بعد باعلام الحق المبين هذا ومن عجائب ملهومات صاحب البراهين ما ذكرها في (ص ٣٩٤) من انه الهم اليه انا انزلناه قريبا من القاديان وبالحق انزلناه وبالحق نزل صدق الله ورسوله وكان امر الله مفعولا وفسرها بما ترجمتها هذه قال تعالى انا انزلنا هذه الخوارق والامور المعجبة والالهام المملو من المعارف والحقائق قريبا من القاديان وبالضرورة الحق انزلناه وبالضرورة الحق نزل وما اخبره الله ورسوله ظهر صدقه في وقته وما شاء الله فهو كائن لا محالة فهذه الفقرة الاخيرة (اى صدق الله ورسوله الخ) تشير الى النبي ﷺ اشار بظهور نفسى في الحديث المذكور في الصدر اى فى الصفحة السابقة والحديث لو كان الايمان معلقا بالثريا لئله والله تعالى اشار الى فى الآية التى ادرجتها فى الحصة الثالثة و تلك الاشارة فى هذه الآية هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله فهذه الآية اخبار بالغيب فى حق المسيح بحسب الجسمانية والسياسة الملكية فالغلبة الكاملة الموعودة للدين الاسلام تظهر بوسيلة المسيح فاذا جاء المسيح ﷺ مرة ثانية فينشر الدين الاسلام فى جميع الافاق والاقطار ولكنى اظهرت بانى فى غربتى وانكسارى وتوكلى وايتارى وايتانى وانوارى نموذج المسيح فى حيوته الاولى وفطرتى وفطرة المسيح متشابهتان تشابهاتهما كانتا نصفان من جوهر واحد او ثمرتان من شجرة والاتحاد

بيننا بحد لا تكاد تمتازني النظر الكشفي والمشابهة الظاهرية بيننا ثابتة  
ايضا بان المسيح تابع وخادم لدين نبي كامل عظيم الشأن يعنى موسى و  
انجيله فرع لتوراة وهذا العاجز ايضا من احقر خادمي سيد الرسل وافضل  
الانبياء فان كان اسمه حامدا فهو احمد وان كان محمود فهو محمد ﷺ  
فلثبوت المشابهة التامة لى بالمسيح اشركنى الله تعالى فى الاخبار  
بالغييب عن المسيح من ابتداء الامر يعنى ان المسيح مصداق الآية  
بحسب الظاهر وبالطور الجسماني وهذا العاجز مورد تلك الآية ومحلها  
على طبق المعقول والروحاني فغلبة الدين الاسلام باقامة الحجج القاطعة  
والبراهين الساطعة مقدرة بوسيلتي سواء كانت فى حيوتى او بعد مماتى  
انتهى (ص ٣٩٨ و ٣٩٩) يقول العبد الضعيف ان الانزال والتنزيل فى  
اصطلاح القرآن مستعمل فى الكتب السماوية والمنزلة من الله تعالى الى  
رسله كما قال تعالى فى ابتداء سورة البقرة والذين يؤمنون بما انزل  
اليك وما انزل من قبلك الآية وايضا فى ابتداء سورة آل عمران نزل  
عليك الكتاب بالحق مصدقا لما بين يديه وانزل التوراة والانجيل من قبل  
هدى للناس الآية وهكذا الايات الكثيرة فتعبير صاحب البراهين لملهماته  
بان الله تعالى قال فى حقها انزلناه قريبا من القاديان فوصفها بالآيات  
القرآنية التى انزلت فى وصف القرآن الكريم اعنى بالحق انزلناه وبالحق  
نزل تصريح بان ملهوماته مثل الفرقان العظيم ثم فى ترجمة لفظ الحق  
الواقع فى الموضوعين بالضرورة الحققة تنصيص بان الله تعالى وجب عليه  
انزال هذه الملهمات وهذا مخالف لعقيدة اهل السنة لتصريحهم بان الله

سبحانه لا يجب عليه شئ كما فى شرح الفقه الاكبر وشرح العقائد  
لنفسى وغيرهما وايضا فى هذا الكلام اشارة الى ان الدين فقد عن  
اكتاف العالم واطراف الدنيا عربا وعجماء فلهذا اختار الله تعالى المقام  
القاديان لانزال الملهمات كما صرح به فى اخر الحصة الرابعة من كتابه  
بان الدين اشبه على الاكثر والبعض صاروا كاليهود والبعض  
كالمشركين فارشد الله الناس بهذا الارشاد فاتخذوا من مقام ابراهيم  
مصلى كما مر على الصدر من (ص ٥٦١ و ٥٦٢) مع تصريح صاحب  
البراهين بان المراد من ابراهيم نفسه والناس مامورون باتباعه فلا خفاء فى  
انه عين قرية قاديان مثل ام القرى فى نزول الوحي كما قال تعالى  
وكذلك اوحينا اليك قرآنا عربيا لتنذرا القرى ومن حولها الآية  
والحال انه لا حاجة الى نزول شئ بعد تنزيل القرآن المجيد للمؤمنين فانه  
هدى للمتقين والشرع المحمدي كاف للامة المرحومة الى يوم الدين  
فالقول بان الله عز وجل انزل الملهمات والمعارف على القاديان للضرورة  
الحقة افتراء على رب العلمين ومن الادلة الدالة عليه انه صرح فى ترجمة  
هذا الكلام بارجاع ضمير انزلناه المذكور الى المرجع المؤنث اى  
الخوارق والامور المعجبة بتأويل الجماعة ولا شك ان ضمير الواحد  
المذكر لا يرجع الى الجمع فالكلام الصحيح على هذا التفسير انا انزلناها  
فاسناد هذا الكلام الغلط والالهام المخيط الى الله سبحانه كذب باليقين  
ثم انزل آيات القرآن المنزل على النبى ﷺ مما لا طائل تحته وهو  
تحصيل الحاصل فان قيل قال الله تعالى لقد انزلنا اليكم كتابا فيه ذكركم

افلا تعقلون وايضا ولقد انزلنا اليكم آيت مبيّنة الآية فثبت ان القرآن انزل الى المسلمين فلم لا يجوز ان ينزل الخوارق وغيرها بتوسل آيات القرآن وغيره على صاحب البراهين قلت القرآن العظيم ما نزل الاعلى الرسول الكريم لكن لما كان مشتملا على الاحكام التي امر بتليغها النبي ﷺ الى المؤمنين بل الى كافة الناس وغيرها اجمعين صح ان يقال مجازا انه انزل اليهم وهو كما قال تعالى وانزلنا اليك الذكر لتبين اليهم ولعلهم يتفكرون على ان اسناد نزول القرآن المبين الى المؤمنين وقت نزوله الى سيّد المرسلين ﷺ وعلى اخوانه وعترته اجمعين مع لقطع بانه ﷺ خاتم النبيين وكتابه ودينه ناسخ الكتب والاديان الى يوم الدين لا يستلزم ان يكون صاحب البراهين منزلا مستقلا في هذا الحين ويقال له انا انزلناه قريبا من القادبان فما هذا الا بهتان وهذيان واما ادعاء صاحب البراهين بان الله تعالى اخبر بوجوده في القرآن وكذا النبي ﷺ في الحديث صحيح العنوان فباطل قطعاً لان المشار اليه من ذلك الحديث المذكور فيما سبق الامام الاعظم والهمام الاقدم ﷺ كما صرح به غير واحد من المحدثين والفقهاء بالاتفاق وبيّن طرفاً منه في رسالتي توضيح الدلائل وعمدة البيان في اعلان مناقب النعمان رداً على اهل الطغيان من غير المقلدين في هذا الزمان وكذا اية هو الذي ارسل رسوله الآية ليست في حق المسيح وصاحب البراهين بل هي في شان امام الانبياء وسيّد المرسلين باليقين باتفاق جميع المفسرين بل بشهادة القرآن المبين الايدى اخر هذه الآية قول الله سبحانه وكفى بالله شهيداً محمد رسول

الله وقد قال محيي السنة في تفسيره تحت هذه الآية يعني قوله تعالى محمد رسول الله تم الكلام ههنا قال ابن عباس شهده بالرسالة ثم قال مبتدياً والذين معه انتهى فالقول بان هذه الآية في حق غير النبي ﷺ مخالف للقرآن و منافي لبيان جميع مفسري الفرقان ليت شعري ما اجهل هذا القائل في ادعائه بان هذه الآية اخبار عن الغيب في حق المسيح ظاهراً وفي حقه معنى وما يشعر بان هذا الخبر بصيغة الماضي فكيف يراد به الاستقبال فتعذّب الله من هذه التحريفات في الآيات البينات لما اراد نفسه من لفظ رسوله الواقع في هذه الآية وصرح بشركته مع المسيح في انواره وآياته وغير ذلك من ابتداء الامر ثبت انه يدعي برسالته وما يبالي من اطلاق كلمة رسول الله على نفسه ولو مع غيره فهذا صريح ضيره واما تصريحه بان الغلبة الموعودة اي في هذه الآية تظهر بوسيلة المسيح الخ فعلى القول القوي لجمهور المفسرين باطل لان هذه الغلبة حصلت بظهور نبينا حبيب الله العلمين ﷺ وعلى عترته اجمعين واتمام النعمة عليه كما في القرآن المبين اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي الآية لما في التفسير الكبير وغيره ويقول الفقير الراقم اي غلبة تقابل فتح مكة التي بكت رقاب الجبابرة من وضعها الى يوم ذلك الفتح وائي ظهور الدين توازي تطهير اول بيت وضع للناس من الارجاس والادناس واما يقول الضعيف بان هذه الغلبة تحصل وقت نزول المسيح من السماء فلا يلزم منه ان هذه الآية بشارة في حق المسيح وغيره وان المراد من قوله تعالى ارسل رسوله غير النبي الامي ﷺ بل المراد منه ان

المسيح على نبي الله ﷺ لما ينزل من السماء يكون تابعاً للشرع المحمدي ويؤيد هذا الدين فهو أيضاً فرع غلبة سيد المرسلين ﷺ وعلى اخوانه وعترته اجمعين قال مولانا القاري في شرح الفقه الاكبر فيجتمع عيسى بالمهدي على نبينا وعليهما السلام وقد اقيمت الصلوة فيشير المهدي لعيسى بالتقدم فيمتنع معللاً بان هذه الصلوة اقيمت لك فانت اولي بان تكون الامام في هذا المقام و يقتدى به ليظهره متابعاً لنبينا عليهم السلام كما اشار ﷺ الى هذا المعنى بقوله لو كان موسى حياً لما وسعه الا اتباعي وقد بينت وجد ذلك عند قوله تعالى واذا اخذ الله ميثاق النبيين لما ايتيكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول الآية في شرح الشفاء وغيره انتهى. وما افاده مولانا القاري عليه رحمة الباري هو المذكور في عامة التفسير فالحاصل ان تلك الآية الشريفة انما هي في حق النبي ﷺ بحكم القرآن فدعوى صاحب البراهين بديهى البطلان واما قوله ولكنى فى الآيات والانوار وغير ذلك نموذج المسيح فى حيوته الاولى وفطرتى وفطرة المسيح متشابهتان تشابهاً تاماً كاننا نصفان من جوهرة او ثمرتان من شجرة انتهى فيشعر بدعوى مساواته بالمسيح على ما هي مفاد لفظ نموذج وفقرة كاننا نصفان من جوهرة الخ. فى الاتقان فى علوم القرآن قال حازم وانما تستعمل (اي كَأَنَّ) حيث يقوى الشبه حتى يكاد الرائي يشك فى ان المشبه به هو المشبه به او غيره ولذلك قالت بلقيس اى كما اخبر الله سبحانه به كانه هو اتى. وصاحب البراهين فى هذا القول كاذب البتة اما اولاً فلان دعوى المساواة بالانبياء باطل لماتقرر من

عقيدة اهل السنة بان الولي لا يبلغ درجة النبي كما فى شرح الفقه الاكبر وشرح العقائد للنسفى وغيرهما واما ثانياً فلان المسيح على نبي الله ﷺ كان من آياته ان يبرء الاكهم والابرص ويحيى الموتى باذن الله واذا قال من انصارى الى الله قال الحواريون نحن انصار الله كما هو منصوص القرآن الكريم وهذا القائل مظهر شئ من هذه الخوارق منه وما امن به احد من النصارى والهنود الذين صنف كتابه فى مقابلتهم سيما النصراني الذى طبع ثلث حصص كتابه فى مطبعة مع انه قد دعا الله سبحانه بخلوص قلبه وكمال تضرعه وابتهااله لايمان جميع النصارى خصوصاً وطبع هذا الدعاء منذ سنتين ونصف سنة فى اخر اشتهاه الذى مر الثقل منه فيما قبل والدعاء هذا. اللهم اهد للمستعدين من جميع الاقوام سيما الحكام من النصارى فانهم يرحمهم واحسانهم الينا و امتنانهم علينا بلبولنا بلالاً لندعوبخلوص القلب وخضوع الباطن لخير دنياهم ودينهم ونسل الله تعالى خيرهم فى الدنيا والاخرة اللهم اهدهم وايدهم بروح منك واجعل لهم حظاً كثيراً فى دينك واجذبهم بحولك وقوتك ليؤمنوا بكتابك ورسولك ويدخلوا فى دين الله افواجا امين ثم امين والحمد لله رب العلمين المشتهر مرزا غلام احمد القاديانى.

فهذا الدعاء الذى دعا بكل خضوع قلبه وهلوع باطنه وسئل الله تعالى ان يجذبهم بحوله وقوته ليدخلوا فى دين الله افواجا فما امن رجل واحد من النصارى على يده الى الآن فضلاً عن ان يؤمنوا جميعاً ويدخلوا فى دين الله افواجا فظهر عدم المشابهة بين المسيح وبين



صاحب البراهين في الآيات والانوار وغير ذلك و كذلك ليست  
المشابهة بينهما في الفطرة لان المسيح ولد بغير اب من نفخة روح  
رسول كريم كما يشهد به القرآن والحديث واجماع الامة وصاحب  
البراهين ولد من نطفة غلام مرتضى القادياني الحكيم كما يعلمه الانام  
من الخواص والعوام بل صرح هو في كتابه ان والده هذا ايد الاحكام وقت  
بلوى عساكرهم في سواف الايام فكيف يشبه من خلق من ماء مهين بمن  
قال الله سبحانه في شأنه وجعلناها وابنها آية للعالمين وقوله والمثابهة  
الظاهرية بيننا ثابتة ايضا بان المسيح تابع لدين موسى وانجيله فرع لتورة  
وهذا العاجز (اي صاحب البراهين) من احقر خادمي سيد المرسلين ﷺ  
ان هذا ايضا باطل باليقين اما اولاً فلان المسيح ما كان تابعا لدين موسى  
بل كان من اولي العزم من الرسل اي صاحب الشريعة مستقلة وانجيله  
ما كان فرعاً لتورة بل الانجيل ينسخ التورة في بعض الاحكام كما سنبين  
دليله من كلام المَلِكِ العلام قال عز من قائل فاصبر كما صبر اولوا العزم  
من الرسل قال ابن عباس رضي الله عنهما اولوا العزم ذوو الحزم وقال  
الضحاك ذوو الجد والصبر قال ابن عباس وقتادة هم نوح وابراهيم  
وموسى وعيسى اصحاب شرائع فهم مع محمد ﷺ خمسة قلت ذكرهم  
الله على التخصيص في قوله واذا اخذنا من النبيين ميثاقهم ومنك ومن  
نوح وابراهيم وموسى وعيسى ابن مريم وفي قوله تعالى شرع لكم من  
الدين ما وصى به نوحا والذي اوحينا اليك وما وصينا به ابراهيم وموسى  
وعيسى قاله البغوى في معالم التنزيل وهكذا في عامة التفاسير وفي شرح

الفقيه الاكبر لمولانا القارى عليه وعلى المفسرين رحمة الباري وقوله تعالى انا  
انزلنا التوراة فيها هدى ونور يحكم بها النبيون الذين اسلموا للذين هادوا  
والربا نيون والاحبار بما استحفظوا من كتب الله وكانوا عليه شهداء فلا  
تخشوا الناس واخشون ولا تشتروا بائى ثمنا قليلاً ومن لم يحكم بما انزل  
الله فاولئك هم الكافرون وقوله تعالى بعد هذه الآية باية واحدة وقفنا  
على اثارهم بعيسى ابن مريم مصدقاً لما بين يديه من التورة واتيناه  
الانجيل فيه هدى ونور ومصدقاً لما بين يديه من التورة وهدى وموعظة  
للمتقين ول يحكم اهل الانجيل بما انزل الله فيه ومن لم يحكم بما انزل  
الله فاولئك هم الفسقون . فثبت من هاتين الآيتين ان الشريعة الموسوية  
والعيسوية شريعتان مستقلتان ومن قال ان الانجيل فرع التورة يكذبه  
القران وقوله تعالى حكاية عن عيسى على نبينا وعليه صلو الرحمن ومصدقاً لما  
بين يدي من التورة ولاحل لكم بعض الذى حرم عليكم اى فى شريعة  
موسى من الشحوم والسمك ولحوم الابل والعمل فى السبت وهو يدل  
على ان شرعه كان ناسخاً لشرع موسى . قاله القاضي بضاوى في تفسيره  
وهكذا فى المدارك والجلالين والبغوى وغيرها فتتحقق من القران  
المبين تكذيب صاحب البراهين فالحمد لله رب العالمين . واماثانيا فلان  
قول صاحب البراهين بانه من احقر خادمي سيد الرسل ﷺ صريح  
البطلان لانه يدعى مساواته فى كمالاته وينسب خصوصياته المنصوصة  
به ﷺ الى غيره كيف لا و ان هذا المدعى صرف عنه ﷺ فضيلة الرسالة  
المشهوره عليها من الله تعالى فى آية هو الذى ارسل رسوله الآية وثبت

تلك الفضيلة اولا في حق المسيح لعله لتأليف قلوب حكام هذا الديار واظهار المحبة معهم لجلب المنافع ودفع المضار وثانياً لنفسه ليظنه الجهال رئيس الاولياء ونموذج الانبياء ويغبتون غبنا فاحشا باشتراء كتابه بالثمن الغالي ليحصل له الدارهم والدينار زائد العدد والانحصار فالمدار على حب الدنيا كما لا يخفى عند اولى الابصار وسنين هذا الامر بزيادة الاظهار فثبت من المنقولات السابقة والملاحقة.

ان مؤلف البراهين محوّر لأيات القرآن المبين فليس له مشابهة ولا مماثلة باحد من المؤمنين المخلصين فضلاً عن الفضيلة على الاولياء الكاملين وكونه نموذج الانبياء والمرسلين فنعود من هذه الدعاوى الباطلة برب العالمين ولا يخفى ان تحريفه القرآن ليس منحصراً في التحريف المعنوي بل حرف كثيراً من الأيات تحريفاً لفظياً ايضاً الا ترى في ملهوماته المذبذبة على الصدر انه حرّف آية قل اني امرت ان اكون اَوَّل من اسلم واية تبت اليك وانا اَوَّل المؤمنين وركب منهما اية ثالثة هذه قل اني امرت وانا اَوَّل المؤمنين وبدل آية انه عمل غير صالح وزاد في اَوَّل آية ما انت بنعمة ربك بمجنون حرف الواو وكتب الحاء بدل الهاء في آية وزهق الباطل وغير اوارواخذوا من مقام ابراهيم مصلّى بالفاء وترك فقره ومطهرك من الذين كفروا من بين آية يا عيسى اني متوفيك ورافعك الآية كما نقلناه من (ص ٥٥٦) وكذلك في (ص ٥١٩) من كتابه ترك تلك الفقرة من هذه الآية وهكذا الحال في كثير من الآيات كما يظهر بالتأمل على حافظ القرآن المبين معيّنًا جعل

القرآن حصين وذلك كثير جداً في ملهوماته ولا يذهب عليك انه من سهو قلم الناسخ ان مؤلفه صرح في (ص ٥١٦) من كتابه انه طبع هذا الكتاب بتصحيحه وتنقيحه ومع ذلك ترجم تلك الآيات المحرفة بحسب تحريفه هذا وقد قال انه الهم اليه وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله ليعذبهم وهم يستغفرون (ص ٥١٣) وفي القرآن بعد ما كان الله الثاني كلمة معذبهم فحرفها بلفظة ليعذبهم وقال في (ص ٥٥٥) انه انزل عليه آية وكذلك منا على يوسف لنصرف عنه السوء والفحشاء ثم صرح في آخر ترجمتها ان المراد ههنا من يوسف نفسه فحرف آية وكذلك مكنا ليوسف بقوله وكذلك منا على يوسف ومن غرائب ملهوماته المحرفة والمبدلة لأيات القرآن ما انزله في وصف نفسه وكتابه في (ص ٣٩٤ و ٣٩٨) وهي هذه ان الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله رد عليهم رجل من فارس شكر الله سعيه عنى في ترجمة هذا الالهام عن رجل من فارس نفسه لانه يدعى كونه من اولاد فارس فسمى نفسه فارسي الاصل وجعل الله سبحانه شاكره ثم كتب هذا الالهام كتاب الولي ذوالفقار على وقال في ترجمته ان الله تعالى شبه كتابه بسيف على ﷺ في استيصال المخالفة فهذه ايضاً اشارة تدل على تاثيرات عظيمة وبركات عميمة لكتابه البراهين انتهى. وكتب بعده هذا الالهام ولو كان الايمان معلقاً بالثريا لئله وصرح في ترجمته ان المراد من هذا الحديث نفسه وبعده هذا الالهام يكاد زيتة يضيء ولولم تمسسه نارو ترجم هذه الآية واوردها في وصف كتابه وكتب بعدها هذا الالهام ام يقولون نحن

جميع منتصر سيهزم الجمع ويولون الدبر وان يروا آية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر واستيقنتها انفسهم وقالوا لات حين مناص فبما رحمة من الله لنت عليهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك ولو ان القرآن سيربه الجبال انتهى وصرح في ترجمة هذه الآيات انها في بيان ان المخالفين يعجزون عن جواب ذلك الكتاب والقيت على هذه الآيات في حق القوم الذين خيالهم و حالهم هكذا يعنى انهم مع روية الآيات والخوارق ينكرونها باللسان ويتيقنون بالجنان ولعل الناس ياتون بعدهم على صفتهم هذه ترجمة عبارته ملخصة فيقول العبد الضعيف انه حرف ههنا تحريفا لفظيا كثيرا وبهت بهتانا كبيرا لان الحديث الصحيح المتفق عليه الفاظه لو كان الايمان معلقا لثريا لثنا وله رجال اورجل من فارس فزاد في اوله الواو وبدل لتناوله بلفظ لثنا وحذف فاعله براسه وهذا غير جائز ثم حرف لفظه زيتها الواقعة في القرآن بكلمة زيتته لرعاية المرجع المذكور وهو كتابه وحرف آية فنادوا ولات حين مناص بقوله وقالوا لات حين مناص في تبديل الواو بالفاء ونادوا بقالوا وحذف واو ولات في ثلث مواضع من كتابه احدها في هذا الهام وفي (ص ٣٩٠ و ٣٩٤) وترجمها ايضا بحسب هذا التحريف و بدل آية ولو ان قرانا سيرت به الجبال بقوله ولو ان القرآن سيربه الجبال بازدياد اللام على قرانا وحذف تاء سيرت ومع هذا يدل ترتيب آيات سورة القمر اعنى كتب آيتين من اخر هذه السورة وهما ام يقولون نحن جميع منتصر سيهزم الجمع ويولون الدبر في ابتداء الالهام وسطر آية ابتداء تلك السورة

بعدهما و ترجم على هذا التركيب فهذا تبديل في ترتيب آيات سورة واحدة وقد قرر في الشرع ان ترتيب آيات السور توقيفي بامر الشارع بدلالة الاحاديث الصحيحة واجماع العلماء الاسلامية كما انعقد العلامة السيوطي فصلا مستقلا في بيان هذه المسئلة في تفسيره الاتقان في علوم القرآن بالبسط الواسع وذكرها مبسوطا المحدث الدهلوي في شرحه المشكوة المصابيح و نص صاحب تفسير فتح العزيز في ابتداء سورة البقرة بعد تحقيق هذه المسئلة على حرمة مخالفة هذه الترتيب و كونها بدعة شنيعة من شاء الاطلاع على اصل العبارات لتكميل الاعتبار فلينظر في هذه الاسفار فتبين ان هذه الالهامات المحرفة لآيات القرآن المبين والمبدلة ترتيبها المتين والجاعلة القرآن عظيم ليست من القاء رب العالمين بل هي تسويلات نفسانية و تلبيسات شيطانية عند اهل الحق واليقين فان قيل هذه التحريفات و التبديلات وغيرها ان كانت من عند غير الله فلا شك في حرمتها و كونها بدعة شنيعة واما اذا كانت من عند الله كما يدعيه صاحب البراهين فلا جناح عليه والله يفعل ما يشاء ويحكم ما يريد اقول قال الله في سورة الانعام ولا تبدلوا كلمات الله وايضا فيها وتمت كلمة ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلماته اى لا احد يبدل شيئا منها بما هو اصدق واعدل ولا احد يقدر ان يحرفها تحريفا شائعا ذائعا كما فعل بالتوراة اولا نبي وكتاب بعدها ينسخها ويبدل احكامها قاله القاضي بضاوى وغيره من المفسرين وقال تعالى وانه لكتب عزيز كثير النفع عديم النظير او مبيع لا يتأتى ابطاله وتحريفه

لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه من جهة من الجهات تنزِيل من حكيم حميد يحمده كل مخلوق كذا في انوار التنزيل وغيرهما فعلم من القرآن ان الله تعالى لم يشاء تبديل القرآن بل اتمه بالصدق والعدل ويحفظه من التحريف والتبديل ونظمه ورتبه في اعلى درجات من البلاغة والفصاحة وغيرهما فلا يتصور كلام احسن منه بالنظم والترتيب وغيرهما ولا يمكن تحريفه وتبديله لا من جهة نبي وكتاب من الله تعالى لانه خلاف الوعد والله لا يخلف الميعاد ولا من جهة غيرهما فتحقق ان هذه الملهمات المحرفة والمبدلة لايات القرآن المبين ليست من الله المعين بل من نفسانية صاحب البراهين ومن شيطانه الذي هو له قرين فنعوذ بالله من الالحاد في ايات الفرقان المتين قال عز من قائل ان الذين يلحدون يميلون عن الاستقامة في اياتنا بالطعن والتحريف والتاويل الباطل والالغاء فيها لا يخفون علينا فنجاز لهم على الحاد هم اقم يلقى في النار خير ام من ياتي امانا يوم القيمة اعملوا ما شئتم تهديد شديد انه بما تعملون بصير وعيد بالمجازاة كذا في انوار التنزيل ومدارك التنزيل وغيرهما وقال تعالى ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا او قال اوحى الي ولم يوح اليه شئ الآية وقوله تعالى ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا كان اسند اليه ما لم ينزله او نفى عنه ما انزله اولئك يعرضون على ربهم في الموقف بان يحيوا او تعرض اعمالهم ويقول الاشهاد من الملائكة والنبيين او من يوارىهم هؤلاء الذين كذبوا على ربهم الا لعنة الله على الظالمين تهويل عظيم مما يحيق بهم بظلمهم بالكذب على الله كذا في انوار التنزيل

وغيره ومن اقسام الكذب على الله الغلط في نقل العلم والرؤيا الكاذبة والحكم في الدين بمقتضى العقل يعنى خلاف الشرع والادعاء بالكشف او القرب من الله تعالى قاله الشيخ عبدالقادر الدهلوى في ترجمة المسماة بموضح القرآن قال مولانا القارى عليه رحمة البارى في شرح الفقه الاكبر وهؤلاء الذين يفعلون هذه الافعال الخارجة عن الكتاب والسنة انواع نوع منهم اهل تلبيس وكذب وخداع الذين يظهر احدهم طاعة الجن له او يدعى الحال من اهل المحال كالمشايع النصايين والفقراء الكذابين والطرقية المكارين فهؤلاء يستحقون العقوبة البليغة التي تردعهم وامثالهم من الكذب والتلبيس وقد يكون في هؤلاء من يستحق القتل كمن يدعى النبوة بمثل هذه الخزعبيلات او يطلب تغيير شئ من الشريعة ونحو ذلك انتهى وليعلم ههنا ان صاحب البراهين كتب في (ص ٥٢٠ و ٥٢١) قصة الهامة بانى ذهبت يوما الى المولوى محمد حسين البتالوى للبحث به في مسألة اختلافية بترغيب بعض الناس فلما سمعت تقريره علمته غير قابل الاعتراض والبحث معه الله فاذا جن على الليل الهمنى الله بالمخاطبة بهذه الكلمات (الهك رضى عن فعلك هذا) مشير الى ترك البحث مع ذلك المولوى وهو يعطيك بركة كثيرة الى ان السلاطين ياخذون البركة عن ثيابك ثم رأيت في الكشف هؤلاء السلاطين راكبي خيلولهم في ذلك الحين انتهى. بترجمة كلامه فهذا المولوى الممدوح بنهاية درجة الكمال وسبب حصول البركة من الله ذى الجلال لصاحب البراهين هو الذى رئيس غير المقلدين



وتلميذ المولوى نذير حسين الدهلوى وقد كان هذا المولوى محمد حسين فى ابتداء الامر يبحث بالمكابرة مع المقلدين و يعد هم من المشركين و يسمى تقليد انمة المجتهدين شركا و كفرا كما طبع فى هذا الباب اشتهارات و اخبارات و غيرها فلما رد اقواله بجهد العلماء المقلدين اعانهم الله المعين رجع من تلك الشدة قليلاً و عاد من ذلك الجدال ذليلاً و الآن يشتهر اهل الحرمين ظالمين باتباع استاذهم نذير حسين بسبب حيس استاذهم فى مكة المحمية سنة ١٣٠١ من السنين الهجرية لظهور كمال مخالفته بالشرع الشريف فهذا المولوى لنصرة استاذهم يشكعونهم عند حکام هذه الديار من النصرانيين كما يظهر من هامش رسالته المسماة باشاعة السنة نمبر ٩ جلد ٤ ص ٢٥٦ و غيرها والله خير الناصرين والحافظين والعاقبة للمتقين فهذا محمد حسين يصف الكتاب البراهين اداء لشكر مؤلفه فى رسائله المجرية على راس الشهور المسماة باشاعة السنة وبالغ فى وصفه كثيراً كبيراً الى ان قال يجب على جميع المؤمنين من الشيعة واهل السنة والمقلدين واهل الحديث ان يشتروا الكتاب البراهين بادنئى قيمة (وهى خمس وعشرون ربية) ويقرءون فى شكر حصوله هذا البيت الفارسية ر

جمادى چند ادم جان خريم      بجزاى شجب از ان خريم

ووعى الله سبحانه بان يشرفه وجميع المسلمين بفيوض هذا الكتاب المستطاب كما فى (ص ٣٣٨ نمبر ١١ جلد ٤) من اشاعة السنة شهر ذى القعدة وذى الحجة (١٣٠٢) و فى هذه الرسائل ايد كلام

صاحب البراهين بتاويلات فاسدة و تسويلات كاسدة حاصلها ان آيات القرآن اذ انزلت فى خطاب نبينا او سائر الانبياء سميت قرانا و اذا خاطب بها الله تعالى غير الانبياء مثل صاحب البراهين لم تسم قرانا وان كانت بعينها آيات القرآن و غرضه من هذا الهذيان ان يخلص صاحب البراهين من تحريف القرآن والحاد آيات الفرقان ثم صرح بالتصريح التام بهذا المطلب الفاسد النظام فى (٢٦٣ و ٢٦٤ و ٢٦٥ و ٢٦٦) من رسائله المسطورة فالعبد الضعيف بتأييد العليم اللطيف ينقل اقواله بترجمة عباراته الهندية فى العربية مع ابطالها بالقرآن والحديث والاجماع حسينا الله ونعم الوكيل وهو الهادى الى سواء السبيل قوله تسمية الكلام الواحد فى الوقت الواحد بسبب اختلاف المخاطب او المتكلم قرآناً و غير قرآن لا يستبعد عند اهل العلم ولا يرد الاعتراض عليه .

**اقول** يرد عليه اعتراضات ثلاثة الاول انه لا يتصور اختلاف المخاطب او المتكلم فى كلام واحد فى زمان واحد لان المتكلم الاول اذا تكلم بكلام فبمجرد تكلمه ينقضى ذلك الزمان فكيف يتصور تكلم المتكلم الاخر بذلك الكلام فى ذلك الزمان وكذلك الحال باعتبار اختلاف المخاطب عند اهل العلم من الاعيان والثانى وان سلمنا اختلاف المتكلم او المخاطب فى الكلام الواحد فى الزمان الواحد فتسمية الكلام الواحد فى الوقت الواحد قرآناً و غير قرآن غير ممكن لان اثبات الشئ ونفيه فى الوقت الواحد غير جائز عقلاً والثالث ان القرآن قرآن من الازل الى الابد فلا يجوز ان يقال له غير قرآن شرعاً فان الله تعالى سمي الآيات

البيئات قرأنا كما قال عز من قائل قرأنا عربياً غير ذي عوج الآية فمن سمي تلك الآيات بعينها غير قرآن فقد خالف الفرقان.

قوله والكلام يختلف اسمه دائماً باختلاف المخاطب أو المتكلم مع كونه بعينه فالكلام الواحد إذا اضيف تكلمه الى الله مثلاً فهو الكلام الرحمانى وإذا اضيف تكلمه الى الشيطان أو فرعون فهو الكلام الشيطانى أو الفرعونى مثاله هذا الكلام المنقول من ابليس فى القرآن انا خير منه خلقتنى من نار و خلقته من طين والكلام الثانى نقل من فرعون وهو انا ربكم الاعلى فان اعتبرنا ان هذين الكلامين قالهما ابليس وفرعون فى لسانيهما فيقال لهما الكلام الشيطانى والكلام الفرعونى انتهى وقال فى هامش هذه الصفحة اذا جعل انا ربكم الاعلى كلام فرعون فى اى لسان قاله لا يسمى قرأنا انتهى.

**اقول** الكلام لا يختلف باختلاف المتكلم فان الكلام كلام من قاله اولا الا ترى ان من قرء الحمد لله رب العلمين وقل هو الله احد فلا يقال انهما كلام هذا القارى بل يقول كل مؤمن هاتان ايتان من كلام البارى ومن قال انما الاعمال بالنيات فيقال انما هو حديث الرسول عليه الصلوة ومن قال -

فما ليك من ذكرى حبيب ومنزل

فيقال هذا المصراع من شعر امرء القيس كذا فى شرح الفقه الاكبر لمولانا القارى عليه رحمة البارى ثم اضافة آيات القرآن العظيم الى غير الله الكريم وجعلها كلام الشيطان الرجيم وفرعون اللئيم ليست من داب

المؤمن الحكيم بل يقول المؤمن فى مقابلة هذا المقال سبحانه هذا بهتان عظيم لان ما فى الدفتين من "الحمد لله رب العلمين الى من الجنة والناس" ليس الا كلام رب رحيم وقد كتب فى اللوح المحفوظ قبل خلق الارض والسماء والارواح وانما انزل هذا جبرائيل على الرسول الرؤف الرحيم عليهما الصلوة والتسليم كما قال تعالى بل هو قرآن مجيد فى لوح محفوظ قال فى تفسير فتح العزيز بل هو قصة القرآن القديم التى كتب قبل وقوعها فى لوح محفوظ من الشياطين والجن والانس واخرج البغوى فى المعالم باسناده عن ابن عباس رضى الله عنهما قال اللوح لوح من درة بيضاء طوله ما بين السماء والارض وعرضه ما بين المشرق الى المغرب وحافته الدر والياقوت ودفتاه ياقوتة حمراء وقلمه نور و كتابه معقود بالعرش واصله فى حجر ملك انتهى كذا فى المدارك والجلالين وغيرهما لكن اخرج هذا الحديث فى الاتقان عن الطبرانى عن ابن عباس مرفوعاً بتفاوت يسير وايضا قال تعالى لا تحرك به اى بالقرآن لسانك لتعجل به بالقرآن و كان عَلَيْهِ السَّلَام ياخذ فى القراءة قبل فراغ جبرائيل كراهة ان ينفلت منه فقبل له لا تحرك لسانك بقراءة الوحى مادام جبرائيل يقرء و لتعجل به لتأخذه على عجلة ولئلا ينفلت منك ثم علل النهى عن العجلة بقوله ان علينا جمعه فى صدرك وقرانه واثبات قراءته فى لسانك والقرآن القراءة ونحوه ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يلقى اليك وحيه فاذا قرأناه اى قرء و عليك جبرائيل فجعل قراءته جبرائيل قراءته تعالى فاتبع قرأناه اى قراءته ثم ان علينا بيانه اذا اشكل عليك

شئ من معانيه قاله في مدارك التنزيل وهكذا في عامة التفاسير ثم أوّل آيات نزلت عليه ﷺ من القرآن بالاجماع قوله تعالى اقرء باسم ربك الذى خلق الى ما لم يعلم وقال في تفسير فتح العزيز انه ﷺ خرج يوماً من غار حرا للغسل وقام على شط الماء اذ ناداه جبرائيل من الهواء ان يا محمد فنظر ﷺ الى العلى ولم يبصر احدا فناده ثلث مرات وهو ﷺ ينظر الى اليمين والشمال فاذا شخص نورانى مثل الشمس وعلى راسه تاج من نور وليس حلة خضراء على صورة انسان جاء اليه ﷺ وقال له اقرء و في بعض الروايات ان جبريل جاء بقطعة جريز اخضر قد كتب فيها شئ فراه ﷺ تلك القطعة وقال اقرء فقال ﷺ انا لا اعرف صورة الحروف وما انا بقارى الحديث وقال مولانا القارى في شرح الفقه الاكبر في الملحقات ومنها ما ذكره شارح عقيدة الطحاوية عن الشيخ حافظ الدين النسفى في المنار ان القرآن اسم للنظم والمعنى جميعا وكذا قال غيره من اهل الاصول وما ينسب الى ابي حنيفة ﷺ ان من قرء في الصلوة بالفارسية اجزاء فقد رجع عنه وقال لا يجوز مع القدرة بغير العربية وقال لوقرء بغير العربية فاما ان يكون مجنونا فيداوى اوزن ديقا فيقتل لان الله تعالى تكلم بهذه اللغة والاعجاز حصل بنظمه ومعناه انتهى فثبت بالقرآن والحديث وتصريح علماء عقائد اهل السنة ان هذه الآيات البينات المسماة بالقرآن نزلت على رسول الله ﷺ وبهذه الحروف والكلمات كانت مكتوبة في اللوح المحفوظ هذا وقد قال الامام الاعظم في الفقه الاكبر والقارى في شرحه وما ذكره الله تعالى في القرآن اى المنزل والفرقان المكمل عن

موسى وغيره من الانبياء عليهم السلام اى اخباراً منهم اوحكاية عنهم وعن فرعون وابليس اى ونحوهما من الاعداء والاغبياء فان ذلك اى ما ذكر من النوعين كله على ما فى نسخة اى جميعه كلام الله تعالى اى القديم اخباراً عنهم اى وفق ما قد كتب الكلمات الدالة عليه فى اللوح المحفوظ قبل خلق السماء والارض والروح بكلام حادث عند سماعه من موسى وعيسى وغيرهما من الانبياء ومن فرعون وابليس وهامان وقارون و سائر اعداء فاذا لا فرق بين الاخبار من الله تعالى عن اخبارهم و احوالهم و اسرارهم كسورة تبت واية القتال ونحوهما وبين اظهار الله تعالى من صفات ذاته وافعاله و خلق مصنوعاته كاية الكرسي وسورة الاخلاص وامثالهما وبين الآيات الافاقية والانفسية فى كون كلها منها كلامه وصفته الاقدسية الانفسية ومجمل الكلام قوله على ما فى نسخة وكلام الله تعالى اى ما ينسب اليه سبحانه غير مخلوق اى ولا حادث وكلام موسى على نبياء ﷺ اى ولو كان مع ربه وغيره اى وكذا كلهم غيره من المخلوقين اى كسائر الانبياء والمرسلين والملائكة المقربين مخلوق اى حادث بعد كونهم مخلوقين والقرآن كلام الله تعالى اى بالحقيقة كما قال الطحاوى رحمه الله تعالى لا بالمجاز كما قال غيره لان ما كان مجازاً يصح نفيه وههنا لا يصح واجيب بان الشرع اذا ورد باطلاقه فيما يجب اعتقاده لا يصح نفيه فهو قديم كذاته لا ككلامهم فانه حادث مثلهم اذا النعت تابع بمنعوتة وانما يقال المنظوم العبرانى الذى هو التوراة والمنظوم العربى الذى هو القرآن كلامه سبحانه لان كلما تهما واياتهما ادله كلامه

وعلامات مرآته ولأن مبدء نظمهما من الله تعالى ألا ترى أنك إذا قرأت حديثاً من الأحاديث قلت هو الذي قرأته وذكرته ليس قولي بل قول رسول الله ﷺ لأن مبدء نظم ذلك القول من الرسول عليه الصلوة والسلام ومنه قوله تعالى افتطمعون أن يؤمنوا لكم وقد كان فريق منهم يسمعون كلام الله وقوله عز وجل وإن أحد من المشركين استجاركم فآجروه حتى يسمع كلام الله ثم أبلغه مأمنه انتهى وفي المشكوة عن نعمان بن بشير قال قال رسول الله ﷺ إن الله تعالى كتب كتاباً قبل أن يخلق السموات والأرض بالفى عام أنزل منه آيتين ختم بهما سورة البقرة رواه الدارمى والترمذى وعن أبى هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ إن الله تعالى قرأ طه و يس قبل أن يخلق السموات والأرض بالف عام. الحديث رواه الدارمى انتهى بقدر الحاجة فلما تبين من القرآن والحديث وعقائد أهل السنة أن آيات القرآن باسمها إنما هي كلام الله تعالى لا كلام غيره من المخلوقين فمافيه من قصص الأنبياء وأقوال الأصديقين وأحوال الأعداء ومقال الأشقياء إنما هي كلام الله تعالى قالها الله سبحانه إخباراً منهم قبل خلقهم ووجودهم فى دار الفناء فقول هذا المبتدع إلى صاحب رسالة اشاعة السنة بأن آية أناخير منه خلقتنى من نار وخلقته من طين كلام شيطاني وآية أنار بكم الأعلى كلام فرعونى وليست بقرآن إنكار بمائة آيات الفرقان وجعل جميع قصص القرآن وحكايات الفرقان من كلام المخلوق نعوذ بالله من هذا المنطوق قال مولانا القارى فى المنح الأزهر شرح الفقه الأكبر تحت قول الامام الهمام وكلام الله تعالى غير مخلوق

بل قديم بالذات قال الطحاوى فمن سمعه فزعم أنه كلام البشر فقد كفر وقد ذمه الله وأوعده بسقر حيث قال الله تعالى سافر فلما أوعده الله بسقر لمن قال إن هذا الأقوال البشر علمنا وإيقنا أنه قول خالق البشر ولا يشبه قول البشر انتهى وإيضاً فى ذلك الكتاب فإن قيل قال الله تعالى أنه لقول رسول كريم وهذا يدل على أن الرسول أحدثه أما جبريل أو محمد ﷺ فقيل ذكر الرسول معرف أنه مبلغ عن مرسله لأنه لم يقل أنه قول ملك أو نبي فعلم أنه بلغه عن مرسله به لا أنه أنشأه من جهة نفسه وإيضاً فالرسول فى إحدى الآيتين جبريل وفى أخرى محمد ﷺ فإضاً فته إلى كل منهما تبين أن الإضافة للتبليغ أذلو أحدثه أحدهما امتنع أن يحدثه الآخر وإيضاً فإن الله تعالى قد كفر من جعله قول البشر فمن جعله قول محمد ﷺ بمعنى أنه أنشأه فقد كفرو لا فرق بين أن يقول أنه قول البشر أو أن يقول أنه كلام من قاله مبتدئاً لا من قاله مبلغاً انتهى ولنعم ما قيل

گرچه قرآن از لب پیغمبر است هر که گوید حق نگفت او کافر است

فإن لم يطمئن قلب صاحب الاشاعة بهذه النقول لا نها من زبر العلماء المقلدين ولعل قولهم عنده ليس بمقبول فاقول نقل هو أيضاً من شرح الفقه الأكبر فى (ص ٢٩٢ و ٢٩٣ و ٢٩٤) من اشاعة السنة وإيضاً نقل فيها بصفحة ٣١٣ من مولانا شاه عبدالعزيز الدهلوى بوصف كثير فى حقه ومع هذا انقل هذا المطلب بعينه من سفار غير المقلدين ليكون لقطع حجته أول دليل و يعلم أنه أى صاحب الاشاعة عند قومه أيضاً ضل عن سواء



السبيل قال في نهج مقبول من شرائع الرسول الذي صححه وامر بطبعه في بلدة يهويا المولوى صديق حسن الفتوحى ثم اليهودى الى احد مشاهير علماء غير المقلدين مانصه القرآن الكريم كلامه تعالى منه بدء واليه يعود ولفظه ومعناه كلاهما من الله تعالى ليس جبرائيل الا ناقله وما محمد ﷺ الا مبلغه وما قرء منه الخلق و يقرؤن كله كلام الله تعالى كلم الله سبحانه به وسمع منه جبرئيل صدقاً وانزل على رسول الله ﷺ يقينا من قال انه كلام ملك او بشر فمسكنه سقر انتهى بترجمة عبارته الفارسية وهذه الرسالة تاليف الولد الاكبر لمولوى صديق حسن اليهودى وما نقل منه هو في ص ٥ المطبوع في مطبع يهويا فما ذا بعد الحق الا الضلال قوله فان اعتبرنا ان هذا الكلامين بعينيهما في ضمن حكاية ابليس وفرعون وجدا في كلام الله فيسميان كلاماً رحمانياً و جزءاً من القرآن.

**اقول** لا حاجة لاعتبار معتبر في جعل آية انا خير منه الآية وآية انا ربكم الا على من الكلام الرحمانى و جزء من القرآن المبين بل هما في الحقيقة والاصل كلام الله سبحانه قالها الله تعالى وكتبنا في اللوح قبل خلق ابليس وفرعون بالاف سنين كما مرسنده من القرآن المبين واحاديث سيد المرسلين ومعتقدات العلماء الربانيين فجعل هذا الكلام العربى المعجز العظيم الشأن كلام ابليس وفرعون ثم اعتبار النقل منهما في القرآن ليس الا الهذيان والبهتان ابعد الله عزوجل من هذه العقيدة والقول بها جميع اهل الايمان وليعلم ان هذه الاقوال التى مبناها على اختلاف المتكلم قالها صاحب الاشاعة في تمهيد تائيد صاحب البراهين

وفدى في حبه دينه بشهادة الشرع المتين والان انقل اقواله التى مدارها على اختلاف المخاطب وهى فى الاصل امداد محبة وارادها بادلة الدين المتين بمدد الملك المعين قوله و كذلك يختلف الكلام بسبب اختلاف المخاطب اقول قد مر الكلام فيه وايضاً قد صرح علماء الفنون ان الكلام اما خبر او انشاء وما اعتبروا في مفهوميهما هذا الاختلاف فليت شعرى من اى ماخذ اخذ هذا المبتدع ذلك القول بخلاف الاسلاف قوله والكلام الذى قاله الله تعالى في خطاب رسوله واندرج في كتاب معروف يقرءه المسلمون فذلك يسمى قرآنا اقول الخطاب فى الكلام انما يكون بصيغة الحاضر قال فى تلخيص المفتاح مثال الالتفات من التكلم الى خطاب ومالى لا اعبد الذى الآية ومثال الالتفات من الخطاب الى الغيبة حتى اذا كنتم فى الفلك الآية ومثال الالتفات من الغيبة الى الخطاب ملك يوم الدين اياك نعبد انتهى فاذا تمهد هذا فليعلم ان حد القرآن الذى عرف به صاحب الاشاعة غير جامع لخروج الالف آيات القرآن بحسب هذا التعريف من الفرقان لانه ﷺ ليس مخاطباً بجميع آيات القرآن والقرآن كله ليس خطاباً لسيد الانس والجان عليه صلوات الرحمن بل آيات الخطاب مثل و علمك ما لم تكن تعلم الآية وقل ان كنتم تحبون الله الآية وانا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ماتقدم من ذنبك وما تاخر و انا اعطينك الكوثر وامثالها حصة قليلة من القرآن وخوطب غيره ﷺ كبنى اسرائيل و مومنى هذه الامة والكفار والجن وغيرهم فى آيات كثيرة وكثيرة من الآيات ليس فيها خطاب لاحد اصلاً

فعلى هذا التفسير خرج هذا المقدار الكثير من القرآن عن كونه الفرقان فيا اسقى على هذا المؤيد لصاحب البراهين فانه في وده و شكر و صفه يخرج الاف آيات القرآن من كلام رب العالمين فكفى به منتقماً العظمة لله يقول العوام الامثاله انهم علماء الدين وهو يسمى رسالته باشاعة السنة ويزعم نفسه من اكابر المصنفين و يشتهر صاحب البراهين الكاملين المكملين والجال انهما مع جميع غير المقلدين يحبون المال جامين ولتحصيل الدنيا من الحرام والحلال من المحتالين كما يبيعون حق تصانيف رسائلهم بكثير من الدراهم والدنانير و يجمعون بنحو هذا الوجه المال الكثير وهذا صاحب الاشاعة حجم رسالته في تمام السنة اربع و عشرون جزءا وفي ثمنه تكفى ربية او ربيتان و هو ياخذ من التوابين والرؤساء ثلثون ربية ومن دونهم من الاغنياء خمس عشر ربية ومن المتوسطين في المال سبع ونصف ربية ومن المقلين ثلث و ثلث ربع ربية وذلك صاحب البراهين ضخم كتابه المطبوع ثلث و ثلثون جزءا الذي قيمته في السوق اثنان او ثلث ربية وهو قدر اقل قيمته خمس وعشرون ربية واعلى قيمته مائة ربية ومن اشترى كتابه فبالغ في وصفه وان كان رافضيا او كان من عبدة الاصنام ومن لم يشتر فعلى في توهينه وذمه غلوا حتى شبهه بقارون وجعله من عبدة الدنيا وان كان من رؤساء اهل الاسلام كما يظهر من مطالعة كتابه لاولى الافهام ايضا واذا الهم عليه من خبر حصول المال الكثير فرح فرحا شديدا او اذا اخبر بانه المال القليل فحزن حزنا كبيرا كما في (ص ٥٢٢ الى ٥٢٣) من كتابه فليس ذلك الا

المدار على حب هذا الدار و غاية الجهد في جمع الدراهم والدينار فاعتبروا يا اولي الابصار والله سبحانه اعلم بالظواهر والاسرار و ملخص الكلام في هذا المقام ان التعريف الجامع المانع للقران المكرم والفرقان المعظم ما ذكره علماء الاسلام سيما الامام الاعظم والهمام المفخم على ما في الفقه الاكبر وشرحه والقران منزل بالتشديد اى نزل منجما على رسول الله ﷺ اى في ثلثة وعشرين عاما وهو في المصحف اى في جنسه و في نسخة في المصاحف مكتوب اى مزبور ومسطور وفيه ايماء الى ان ما بين الدفتين كلام الله على ما هو المشهور انبى وفي مقام اخر من ذلك الكتاب والقران في المصاحف مكتوب في القلوب محفوظ وعلى اللسان مقرو و على النبي ﷺ منزل بالتحفيف والتشديد وهو الاولى لنزوله مدرجا ومكررا والمعنى انه نزل عليه ﷺ بواسطة الحروف المفردات والمركبات في الحالات المختلفة انبى فانظروا يا اولي الالباب الى هذا الرجل العجاب الذي لا يمتاز بين التنزيل والخطاب ويقول الآيات القران انها كلام فرعون والشيطان اللعين ومع هذا يدعى انه يظهر اغلاط المجتهدين ويؤيد الدين المتين فليس ذلك الا الرعونة والجهل المركب باليقين قوله وذلك الكلام اى المسمى بالقران ان قاله تعالى في خطاب غير النبي وفي كتاب متقدم من التورة والانجيل وغيرهما ادنى الهام ولى فلا يسمى قرانا وان كان ذلك اى ما الهم من القران بعينه اقول في هذا الكلام اغلوطات كثيرة ويكفى باظهار ما نحن فيه وهو هذا قد مر الكلام في ان الخطاب لا دخل له في كون آيات القران قرانا

انما القرآن ما انزل عليه ووحى الله ﷻ من كلامه تعالى والقرآن كان قرآنا قبل التنزيل ويكون قرآنا بعد الانزال الى يوم القيمة وان الهمت اية من القرآن على احد من الاولياء فلا يخرجها عن كونها اية من القرآن بل القرآن فرقان من الازل الى الابد معناه هو الكلام النفسى القديم ونظمه ايضا من الله الكريم وقد سماه الله سبحانه بالقرآن الحكيم فكيف يتصور ان يكون القرآن غير قرآن وتقرر في عقائد اهل السنة انه لا تغير على صفاته كما لا تغير على ذاته تبارك وتعالى وايضا في نهج مقبول الذى لغير المقلدين اصل الاصول مانصه ولا يجرى التغير على ذاته ولا على صفاته (ص ١٠٦) انتهى بترجمته ثم العجب ان صاحب البراهين يسمى ما يدعى القائه اليه من القرآن آيات قرآنية كما امر نقله من (ص ٣٨٥ و ٣٩٨) وهذا صاحب الاشاعة بل الشناعة يلقوبها غير قرآن وليست بفرقان ويتفوه في حق الآيات البينات انها كلمات شيطانية وفرعونية وليت شعري بان هذا الرجل ان لم يبال عن غضب الرحمن بسوء الادب في حق حضرة القرآن افلا يعلم ان هذا توجيه القول بما لا يرضى به صاحبه فتعوذ بالله المعين من هذا الجهل المبين ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين واماما قال صاحب الاشاعة في (ص ٣٠٣) ان الهامات صاحب البراهين ليست من الشيطان اللعين مستدلا باية انما يامركم بالسوء والفحشاء واية الشيطان يعدكم الفقر والفحشاء لان تلك الالهامات غير مشتملة على السوء والفحشاء فاقول وبحول الله النصير احول قد مر على الصدران صاحب البراهين قد

ارتكب الكذب على الله الكريم والتحريف المعنوى واللفظى في آيات القرآن العظيم وتزكية النفس الى حد يترقى به الى درجة الانبياء عليهم الصلوة والثناء فهذا اسوء سوء وافحش الفحشاء وان لم يصبره من على عينيه غشاء وعلى قلبه عماء نعم كيف يبصر من يخرج من سواد الاعظم شينه وفي ذلك الكتاب مدحه وزينه فذلك يدرجه في الكاملين المكملين بادعاء الهام رب العلمين لاظهار كمال حاله وماله على غير المقلدين ومن دونهم من الجاهلين ويؤيد هذا اقواله لباطلة بغاية اهانة القرآن المبين فالله خير حافظا وهو ارحم الراحمين.

بقى ههنا شئ وهو ان صاحب الاشاعة قال في (ص ٢٥٩) انه ان اشتبه على احد من لفظ النزول في الهام صاحب البراهين باننا انزلناه قريبا من القاديان وبالحق انزلناه وبالحق نزل بنزول القرآن او وحى الرسالة فدفعه ان هذا اللفظ ليس مخصوصا بنزول وحى الرسالة او القرآن بل يستعمل بمعنى الكرم والعطاء كما في قوله تعالى وانزل لكم من الانعام ثمانية ازواج اى اعطى لكم فكذلك عطاء الهام المعارف لصاحب القاديان عبر بالنزول فلا يشبهه بنزول القرآن ووحى الآيات.

**اقول** هذا باطل بوجه احدها ان صاحب البراهين الذى انزل اليه انا انزلناه الخ لما ترجمه لفظ الانزال والنزول بالمعنى الحقيقى لهما وقد نقل هذه الترجمة صاحب اشاعة السنة في هذه الصفحة في السطر الثامن فتاويله على خلاف مراد المنزل عليه ليس الا توجيه القائل بما لا يرضى قائله وثانيها ان انزال المعارف والالهام المعطوف بأية وبالحق

انزلناه وبالحق نزل التي ليست هي الا في بيان انزال القرآن ونزوله ينكر هذا التأويل ويطلبه بالف لسان وثالثها ان لفظ الانزال في آية وانزل لكم من الانعام الآية محمول على معناه الحقيقي عند اكثر المفسرين بان الله تعالى انزل الانعام من الجنة مع آدم ابي النبيين صلوات الله عليهم اجمعين كما في المدارك والكبير والنيسابوري والخازن والحسيني واللباب وغيرها فسروها بان الانعام لا تعيش الا بالنبات والنبات لا تقوم الا بالماء وقد انزل الماء فكانه انزله كذا في المدارك والمعالم والكبير والنيسابوري وابي السعود والبيضاوي وغيرها فعلى هذين القولين لا يجوز تفسير الانزال في الآية الشريفة اي وانزل لكم من الانعام الآية بالعطاء وجمهور المفسرين فسروا الانزال في الآية الشريفة بالخلق فالآية مثل آية والانعام خلقها لكم ومثل انا خلقناهم مما عملت ايدينا انعاماً وهذا الوجه ايضا يابي حمل الانزال على العطاء واماما زعم بعض المفسرين بان انزال الانعام غير ظاهر المراد فعبه بالعطاء فلا يلزم منه ان يفسر انزال القرآن ونزوله بالعطاء لانه لا يصار الى المجاز الا عند تعدد الحقيقة فقياسه على انزال الانعام قياس مع الفارق فالحاصل ان صاحب الاشاعة في الحقيقة بصدد شناعة البراهين فانه يمدّه في الاضلال ويمدّه في الضلال المهين وما علينا الا البلاغ المبين والله سبحانه هو الموفق والمعين واماما قال صاحب الاشاعة في توجيه الهام بامرهم اسكن انت وزوجك الجنة ان صاحب البراهين شبه بمرهم لمناسبة روحانية بينهما وهي ان مريم كما حملت بلا زوج كذا لك صاحب البراهين بغير تربية الشيخ الكامل

والولي المكمل صار مورد الا لهامات غيبية ومهيطة لعلوم لدنية بمحض ربوبية من الغيب واذنى مثال هذا التشبيه

نظامي ضمير نزن بلكه آتش زنت كمریم صفت بکرو آبتن ست

انتي

فباطل لان اركان التشبيه اربعة المشبه والمشبه به ووجه الشبه واداة التشبيه لفظا ارتقديرا كما في المطول وغيره ففي فقره يا مريم الخ بدون ذكر المشبه كيف يتصور التشبيه بل خطب صاحب البراهين بيا ادم ويا عيسى ويا مريم وبغيرهم من اسماء الانبياء فمن المحال ان يكون الشخص الواحد ابا واما وابنا واما الربوبية الغيبية فلا يفيض تحريف القرآن ودعوى المساواة بالانبياء وغيرهما من الامور الخارجة عن الشرع بالايقان فما ذلك الا الطغيان والعصيان والتعدي عن حدود الرحمن بما حصل الفراغ من بيان بعض الهامات القسم الاول وما يتعلق بها من جواب تاويلات مؤيده فلنذكر شيئا من القسم الثاني وهي التي تفهم منها فضيلة صاحب البراهين على الانبياء والمرسلين صلوات الله تعالى وسلام عليهم اجمعين فنموزجها هذا كتب صاحب البراهين في (ص ٢٣٠) ان الله تعالى اللهم اليه يحمدك الله من عرشه نحمدك ونصلي وفي (ص ٥٠٣) يحمدك الله ويمشي اليك ترجم هذا بان الله سبحانه قال له يحمدك الله ويمشي اليك شيئا استمرا ربا انبيى يقول الفقير كان له الحمد لا يكون الا بعد الاحسان كما في التفسير الكبير والنيسابوري وفتح العزيز وغيرها وفي مجمع البحار والحمد راس الشكر لان فيه



اظهار النعمة ولانه اعم فهو شكر وزيادة انتهى في ردالمحتار على الدرالمختار في تعريف الحمد وعرفا فعل ينبي عن تعظيم المنعم بسبب انعامه الى قوله والحمد حيث اطلق ينصرف الى العرفى لما قاله السيد في حواشى المطالع انتهى فمن المحال ان يحمد الله احدا من مخلوقاته ومع هذا لا يوجد في القرآن ولا في الحديث الصحيح التصريح بما حاصله يحمد الله حبيبه محمدا واحدا من الانبياء ﷺ بل قال تعالى لجميع عباده قولوا الحمد لله رب العلمين فكيف يتصور ان يقول الله سبحانه في حق صاحب البراهين يحمدك الله من عرشه الخ اى يفضلك على جميع عباده الصالحين والشهداء والصديقين والانبياء والمرسلين ملوت الله تعالى عليهم اجمعين ليت شعري ما انعام صاحب البراهين على الله رب العلمين حتى استحق به حمد محمود الحامدين هل هذا الابهتان عظيم نشاء من غاية الكبر والحمق والغرور وغاية الكذب والزور على ان ركائة هذا الكلام المنسوب الى الله العلام ليس بمخفى على العلماء العلام وما جاء في القرآن المجيد من لفظ الحميد فى وصفه تعالى فقد قرن بالغنى والعزى وغيرهما ليدل على انه عز وجل محمود لا حامد وكما فى التفاسير والتراجم وان فرض ان الحميد بمعنى الحامد فهو سبحانه حامد لذاته وصفاته وفى مجمع البحار فيه الحميد تعالى محمود على كل حال انتهى وما نطق القرآن بانه تعالى شاكر وشكور فالمراد منه انه تعالى يجازى القليل من العمل بالكثير من الثواب كما فى عامة التفاسير وقال محى السنة فى المعالم والشكر من الله تعالى ان يعطى فوق ما يستحق انتهى و

فى المجمع انه شكور تعالى من يزكو عنده العمل القليل فيضاعف جزاءه فشكره لعباده مغفرته لهم انتهى و فى القاموس الشكر من الله تعالى المجازاة والثناء الجميل انتهى والفرق بين الحمد والمدح اى الثناء الجميل بين ثم من البين ان النبى ﷺ سرى وارتقى الى الله سبحانه ليلة المعراج كما فى القرآن والحديث وههنا يمشى وينزل الله سبحانه الى صاحب القادىان فسبحان الذى ليس كمثله شئ ثم فى (ص ٥٥٨) ادعى صاحب البراهين بانه اللهم اليه هذا الالهام الم نشرح لك صدرك الم نجعل لك سهولة فى كل امر بيت الفكر وبيت الذكر ومن دخله كان امنا وصرح فى ترجمته ان الله اعطانى بيت الفكر وبيت الذكر والمراد من بيت الفكر علو بيتى الذى اشتغلت فيها بتأليف البراهين واشتغل والمراد من بيت الذكر المسجد الذى بينته فى جنب تلك العلور وصف الله ذلك المسجد بالفقرة الاخيرة اى ومن دخله كان امنا انتهى بترجمة عبارته يقول الفقير كان الله له ان هذه الآية اى ومن دخله الآية نزلت فى شان بيت الله المبارك كما قال تعالى اول بيت وضع للناس للذى ببكة مبارك وهدى للعلمين فيه آيت بينت مقام ابراهيم ومن دخله كان امنا وما مدح الله الكريم مسجد النبى ﷺ ولا المسجد الاقصى الذى هو قبلة الانبياء بهذا النعت العظيم المختصر بالبيت الكريم فادعاء صاحب البراهين بان هذه الآية انزلها الله سبحانه عليه فى وصف مسجده اقرار بفضله عليهما ظهر من هنا شئ وهو ان صاحب البراهين اشتهر فى ابتداء كتابه انه يملك العقار وغيرها التى قيمتها عشر الاف ربية وادعى انه

صاحب الالهام والمخاطبة الالهية فمع هذا القرب الانتم والطول المعظم  
ماحج الى اليوم بيت الله المكرم لان الحج لتحصيل تكفير الخطيات  
وامن يوم الجازات وهذان الامران حاصلان له فان الله تعالى قال له اعمل  
ماشئت فاني قد غفرت لك (ص ٥٦٠) والامن المطلوب قد حصل  
لمصلي مسجده وهو مع الخير امامه وبانيه وسبق من (ص ٥٦٢) ان الدين  
المتمين اشتبه على جميع الانام والله تعالى امر الناس بان ياخذوا الطريقة  
الحقة من صاحب القاديان انتهى فما الحاجة الى اداء الحج بل بحسب  
ادعائه قاديانه اليوم مكة المحمية فنعود بالله من شر شر البرية فالانبياء  
وسيد المرسلين ﷺ كانوا يحجون ويطوفون البيت ولم يحج من يمشى  
اليه ويحمده رب البيت ثم قال في (ص ٥٦٠) انه اللهم الله سبحانه اليه  
هذا الكلام انت معي وانا معك خلقت لك ليلا ونهاراً انت منى بمنزلة  
لا يعلمها الخلق انتهى يقول الفقير كان الله له قال الله تعالى وما محمد الا  
رسول الية وايضاً محمد رسول الله الية فعلم منزلة حبيب الرحمن من  
القرآن ﷻ قدر عزه وكماله ولنعم ما قيل

فمبلغ العلم فيه انه بشر وانه خير خلق الله كلهم

فيعلم هذه المنزلة الخلق ويشهدون انه رسول الخلق ويدعى  
صاحب البراهين انه يقول الحق في شأنه انت منى بمنزلة لا يعلمها الخلق  
فثبت من ظاهر هذا الكلام فضيلته عليه وعلى سائر النبيين صلوات الله وسلامه  
عليهم اجمعين وهو كاذب فيه باليقين ثم كتب صاحب البراهين في ضميمه  
اخبار رياض الهند المجرية في بلدة امرتسر الغرة مارج الشهر الانجليزى

١٨٨٦ء المطبوعة في بلدة هو شيار بور ان الله تعالى قال في حقه انت  
منى وانا منك (ص ١٢٨ اس ٣) من كالم الثاني وقال تعالى في حق ولده  
المبشر به مظهر الاول والاخر مظهر الحق والعلا كان الله نزل من السماء  
(ص ١٢٤ اس ١٣ و ١٢) من كالم الثاني يقول الفقير كان الله له الالهام  
الاول هو فقرة الحديث الصحيح المتفق عليه قاله ﷺ لعلى انت منى وانا  
منك اى انت متصل بى فى النسب والصهر والسابقة والمحبة وغيرها  
كذا فى القسطلانى والكرمانى شرحى البخارى يعنى فى الاخوة والقرب  
وكمال الاتصال والاتحاد كذا فى المرقاات واشعة اللمعات شرحى  
المشكوة وقال الكرمانى ومن هذه تسمى اتصالية انتهى فعلم منه ان صدور  
هذا الكلام بين القريبين من النسب والصهر وغيرهما صحيح لاشك فيه  
واما الله المنعوت بنعت لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد  
والموصوف بصفة لا يتصل بشئ ولا يتحد ولا يشبه مع شئ كما صرح به  
علماء العقائد فكيف يقول الله سبحانه لاحد من عباده انت منى وانا  
منك حاشاه فتتحقق ان هذا بهتان بهية صاحب البراهين لغرض اثبات  
فضيلته من الانبياء والمرسلين صلوات الله عليهم اجمعين واما الالهام الثانى فهو  
ايضاً كذب محض وبهتان عظيم لان المشابهة المعبرة بلفظة كان اشد  
مشابهة من غيرها كما مر من الاتقان فلما اشتبه ولد صاحب البراهين اشد  
مشابهة به سبحانه وتعالى عما يقول الظالمون علواً كبيراً فوالده فى اعلى  
العلو يعنى يعادل الا له اشتباه فسبحان من تازده عما يصفه الملحدون  
ونعود بالله من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان

يحضرون وليكن هذا آخر الرسالة المسماة برجم الشياطين برد  
اغلوطات البراهين والحمد لله رب العلمين وصلى الله تعالى على خير  
خلقه وحبيبه محمد وعترته كلما ذكره الذاكرون وكلما غفل عن ذكره  
الغافلون وبعد ختم هذه الرسالة يعرض المشتاق الى وفور كرم الخلاق  
محمد ابوعبدالرحمن الفقير غلام دستغير الهاشمي الحنفي القصورى  
كان الله له لساداتنا وموالينا حضرات علماء الحرمين الشريفين زادهم  
الله الكريم حرمة وكرامة فى الدارين وعزة وشفاعة فى الملوك باني  
عشرت فى الصفر المظفر سن ١٣٠٢ من هجرة سيد المرسلين صلات الله  
وسلامه عليه وعلى سائر الانبياء اجمعين على اشتهاى صاحب البراهين الذى مرقله  
فى ابتداء هذا التحرير واشتهر بطبعه عشرين الفاً فى اقطار الارض غاية  
التشهير فلما رأت فيه ان مشتهره ادعى بتأليف كتابه بامرء والهامة تعالى  
ووصف نفسه فيه باوصاف يتعدى بها حدود الله عز وجل كرهت ذلك  
وما طاب نفسى عما هنالك ثم رأت كتابه لكشف حقيقة الحال  
بالكمال فوجدت الهاماته مخالفة للشرع الشريف بتحريف كلام الله  
اللطيف وغير ذلك مما صرحته فى هذه الاوراق بعون الملك الخلاق  
فكتبت الى مؤلف البراهين بنية اداء حق اخوة الاسلام ان يرجع من هذه  
الدعاوى الكاذبة المرام ويبيع كتابه ببيان رد الاديان الباطلة النظام فما  
جانبى بذلك وماتاب عما هنا لك فذكرت بعد ذلك فى بعض مجالس  
تذكير المسلمين ان الهامات كتابه حرفت وبدلت كلام رب العلمين و  
شارك مؤلفه نفسه فى فضائل النبيين وجعل القرآن عضين فطلب منى

مؤيده صاحب الاشاعة الخلوة للكلام فى امر الالهام فلعلمى بان صاحب  
البراهين و مؤلف الاشاعة واصف احدهما للاخر فى الكتاب واظهر الثانى  
حقيقة الاول فى رسائله عند الاصحاب وبهذه المواصفة والممارسة امن  
بحقيقة صاحب البراهين اكثر العلماء وجميع العوام من غير المقلدين  
وبعض العلماء وكثير العوام من المقلدين وصار قاديانه مرجعا للخواص  
والعوام مثل بيت الحرام مارضيت بالمكالمة فى الخلوة بل طلبت البحث  
معه لاظهار الحق بمحضر من العلماء والاذكياء فما قبل صاحب الاشاعة  
هذا المدعى بل ما جانبى فى هذا المدعى فبعد ذلك فى شهر الجمادى  
الآخرى اعلنت بطبع الاشتهاى ان اكثر الهامات صاحب البراهين مخالفة  
لاصول الدين الاسلام فانى اطلب منه ومن مؤيده صاحب الاشاعة  
المناظرة فى مجلس العلماء الاعلام حتى يظهر الحق ولا يختل عقائد  
الخواص والعوام فما اجابا بذلك ايضا ثم كتبت فى شهر رمضان  
المبارك رسالة هندية لرد هفواتهما نصرة للدين وعرضتها على علماء  
الفتنجاى والهند توافقوا بى فى اعتبار مخالفة صاحبى البراهين والاشاعة  
للشرع المتين فبعد ذلك قال لى بعض رؤساء بلدة امرت سر بان  
المسلمة فى المناظرة الاظهار الحق اولا و باشتهاى مظهر من الحق ثانياً  
فقبلته وقلت له انى سعت لهذا الامر منذ ثمانية عشر شهراً ولكن لا يقبله  
صاحب البراهين فقال لى انى اسعى للمناظرة واكتب الى صاحب  
البراهين ثم كتب الى ذلك الرئيس ان صاحب البراهين يقول فى كتابى  
تصوّف فاناظر بمحضر من العلماء الصوفية وسما ثلاثة رجال فقبلتهم

وطلبت منه ان يجمع معهم العلماء الثلاثة الآخرين ويعين اليوم للمناظرة عند القوم فما اجاباني الى الان وما انطعت تلك الرسالة الهندية الى هذا الزمان رجاء ان تتزين بتصحيح حضرات علماء الحرمين المحترمين ليظهر لهاية اعتمادها عند المسلمين وينسد اختلال الدين المتين ويرجع الى الحق بعض العلماء من المقلدين المصدق لصاحب البراهين فترجمتها في العربية في شهر شوال ١٣٠٣هـ وما فعلت مذكورت الاحماية للقرآن المبين ورعاية لحقوق حضرات الانبياء والمرسلين صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين وصيانة لعقائد المسلمين وارسلها الى جنابكم المعجى لمراسم الدين والمعاذ والملجاء للمؤمنين مع الكتاب البراهين ورسالة الاشاعة المشتملة على وصفه تاويل اقواله ومع اشتهاى صاحب البراهين لطلب التوجه من حضرتكم الى ملاحظة هذه الرسالة وتوافق النقل بالاصل فان كان ما كتبته حقاً موافقاً بالكتاب والسنة واجماع الامة قريبوها بتصحيحكم الشريف وما كان فيها من الخطاء والسهو فاصلحوها باصلاحكم التنظيف وبينوا بالبيان الشافى والشرح الكافى طلباً للاجر العافى حكم صاحبي البراهين والاشاعة ومعتقديهما وحكم كتابيهما شريعة وطريقة حتى يطمئن المسلمون ويرجون الى الحق كلهم اجمعون فجزاكم الله الشكور خير الجزا في الدنيا والعقبى وسلمكم وابقاكم لتأييد دين سيد الانبياء عليه الصلوة والثناء وزادكم الله تعالى بسطة في العلم والجسم لاحقاق الحق وابطال الباطل عند الكرام وعليكم مدار الاسلام الى يوم القيام والسلام خير الختام مع الاكرام

ورزقنا الله المحجيب الدعوات لقاءكم وزيارتكم الموصلة الى السعادات العظمى والبركات الكبرى بالامن والامان والسلامة والاسلام والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على مظهر جماله ونور كماله واله وصحبه قدر جوده ونواله عدد جميع معلومات العليم العلام.

## تَمَّتِ الرِّسَالَةُ

.....○.....○.....○.....



## وشرعت التقاريط

حضرت سيد العلماء سيد الاتقياء

مولانا مولوى محمد رحمت الله الهندي المهاجر

الذى اعزه حضرت سلطان الروم بتجويز شيخ الاسلام فى الروم  
بخطاب "پایہ زرین شریفین" وكتب له فى منشوه باللقاب عالية.

بسم الله الرحمن الرحيم

اما بعد فانى سمعت هذه الرسالة من اولها الى اخرها فوجدتها  
صحيحة العبارة والمضمون والنقول التى نقلها حضرت مؤلف هذه  
الرسالة جزاه الله خيرا مطابقة للاصل وقد سمعت قبل هذا ايضا من  
الثقات المعبرين حال صاحب البراهين الاحمدية فهو عندى خارج من  
دائرة الاسلام لايجوز لاحد اطاعته وجزى الله مؤلف هذه الرسالة عسى  
ان يتجو بمطالعتها كثير من الناس من ان يتبعوا صاحب البراهين الاحمدية  
عصمنا الله وجميع المسلمين من اغواء الشياطين ومكرهم وخديعتهم.

وانا الفقير الراجي رحمت الله ابن خليل الرحمن غفر الله لهما

ولجميع المسلمين اجمعين .

محمد رحمت الله

## حضرت مفتى مكة المكرمة للاحناف

شيخ محمد صالح بن صديق كمال رحمة الله عليه

الحمد لمن هو به حقيق ومنه استمداد العون والتوفيق الحمد لله  
الذى تنزهت ذاته العلية عن الغفلة والنسيان وتقدست اسماءه وصفاته  
عن ان يعتريها زوال او نقصان وجعل العلماء فى كل عصر وزمان قائمين  
بحفظ الشريعة وقواهم على اظهار الحق واخماد الباطل بلا مDAHنة شنيعة  
واجرا لهم بذلك اجرا وافرا وخيرات بديعة حيث بيناوما هو صواب وما  
هو خطأ كسراب بقية والصلوة والسلام على سيدنا محمد الذى جمع  
فيه موله الفضل جميعه وعلى اله واصحابه ذوى النفوس السمعية  
المطية اما بعد فقد اطلعت على هذه الرسالة الشريفة والنقول اللطيفة  
فرايتها هى التى تقر بها العينان وان غلام احمد القاديان قد هوى به  
الشيطان فى اودية الهلاك والخسران فعزى الله جامع هذه الرسالة خير  
الجزاء واجزل ثوابه واحسن يوم القيامة ما بنا وما به امين وصلى الله تعالى  
على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه.

امر برقمه خادم الشريعة راجى اللطف الخفى محمد صالح ابن

المرحوم صديق كمال الحنفى مفتى مكة المكرمة حالا كان الله لهما  
حامداً مصلياً مسلماً.

محمد صالح كمال

## حضرت مفتي مكة المكرمة للشوافع

شيخ محمد سعيد بن محمد بابصیل رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الذي يسر بهذا الدين من يقوم بحقه من خفض كل زنديق ضال مضل وردعه وقمعه ونصر كل عالم هاد مهتد واعانته ورفعته وبعد فقد نظرت فيما نسب لعلام احمد القادياني الفنجابي فان صح ما نسب اليه عنه كان من الضالين المضلين ومن الزنادقة الملحدين ومثله فيما ذكر محمد حسين المؤيدله برسائله المسماة باشاعة السنة فكل منهما يجب على ولي الامر وفقه الله لما يحبه ويرضه ان يعزرها التعزيز البليغ الذي يحصل به ردعهما وردع امثالهما واما ما الفه الامام الفاضل والهمام الكام الشيخ محمد ابو عبد الرحمن غلام دستغير الهاشمي الحنفي القصورى في بيان ضلال المذكورين وابطال اقوالهما وسماء برجم الشياطين برد اغلوطات البراهين فتأليفه المذكور هو الحق الذي لا شك فيه فجزاه الله عن الاسلام والمسلمين الجزاء الجميل واحله في القلوب المحل الجليل والله سبحانه وتعالى اعلم

قاله بقمه ورقمه بقلمه المرتجى من ربه كمال النيل محمد سعيد

بن محمد بابصیل مفتي الشافعية بمكة المحمية غفر الله له ولوالديه ولجميع

المسلمين .

محمد سعيد

## حضرت مفتي مكة المكرمة للمالكية

شيخ محمد بن شيخ حسين رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله رب العلمين رب زدني علما اللهم هداية للصواب من يهدي الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له اما صاحب هذا المقال فقد انغمس في ابحر الخواطر الشيطانية والهواجس النفسانية فما اكذبه واشقاه حيث ادعى ما ادعاه من الدجل المنصوص عليه يكون في اخر الزمان دجالون كذابون ياتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤكم الحديث واما المؤيدله بالرسالة المسماة باشاعة السنة فهو اشقى منه لقوله تعالى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان الآية فكل منهما يجب على ولي الامر تعزيزهما التعزيز البليغ واما ما الفه الفاضل العلامة الشيخ محمد ابو عبد الرحمن غلام دستغير الهاشمي الحنفي القصورى في بيان ضلال المذكورين وابطال اقوالهما فقد اجاد فيه بما ذكره من الحث البليغ على اتباع الدين الحق القويم والله اعلم اللهم لا تجعلنا ممن اتبع هواه وسلك طريق الشيطان فاغواه وحسن له سوء المقال فارواه امين بجاه الامين-

كتبه الراجي العفو من واهب العطية محمد ابن المرحوم الشيخ

حسين مفتي المالكية ببلد الله المحمية مصليا ومسلما .

محمد بن حسين

حضرت مفتي مكة المكرمة للحنابلة  
شيخ خلف بن ابراهيم رحمه الله عليه

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب الصادق في قوله القائل  
فيه وان هذا صراطى مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن  
سبيله والصلوة والسلام على سيدنا محمد نبيه وحبيبه وخليفه وعلى اله  
واصحابه وانصاره وتابعي سبيله اما بعد فقد اطلعت على هذه الرسالة  
الشريفة المشتملة على النقول الصحيحة الصريحة المنيفة فرايتها  
محكمة مريدة شافية كافية مفيدة تقر بها عين الموحد اهل السنة  
والجماعة وتعمى بها امين المعتزلة والخوارج والملحد والمبتدعة  
المارقين من الدين كما يمرق السهم من الرمية كما اخبر بذلك خير  
البرية وهي التي اظهرت زيغ احمد القادياني وانه مسيلمة الكذاب الثاني  
واظهرت تلبس ابليس الشيطاني فجزي الله مؤلفها عن المسلمين خيراً  
كثيراً واجراً جزيلاً جميلاً كبيراً وصلى الله على سيدنا محمد خاتم  
النبيين والمرسلين وعلى اله وصحبه اجمعين -

امر برقمه الحقيق خلف بن ابراهيم خادم افتاء الحنابلة بمكة  
المشرفة حالاً حامداً مصلحاً مسلماً .

خلف بن ابراهيم

حضرت مفتي المدينة المنورة للحناف  
شيخ عثمان بن عبد السلام رحمه الله عليه

بسم الله الرحمن الرحيم

اسأل الله سبحانه المولى الكريم ذا الطول التوفيق والاعانة في  
الفعل والقول الحمد لله الواحد الفرد الصمد المنزه عن الشريك  
والولد الذي بعث الرسل الكرام بالحجج الواضحة والآيات البينات  
وايدهم بالارهاصات الخارقة بالمعجزات المنزل على خاتم انبيائه  
وسيداصفيائه كتاباً معجزاً مبيناً القائل فيه جل شأنه اليوم اكملت لكم  
دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام كتاباً هادياً الى  
صراط المستقيم وناطقاً بكل امر رشيد لا ياتي به الباطل من بين يديه ولا من  
خلفه تنزيل من حكيم حميد والصلوة الدائمة والسلام التام على النبي  
الداعي الى سبيل النجاح والاستقامة المبني عن كل كذاب ومبير الى يوم  
القيامة فيما رواه مسلم عن ابي هريرة رضي الله عنه يكون في اخر الزمان دجالون  
كذابون ياتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا ابائكم فايحكم  
واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم والقائل فيما رواه مسلم عن ابي هريرة  
رضي الله عنه من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلك  
من اجورهم شيئاً ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل اثام من تبعه  
لا ينقص ذلك من اثمهم شيئاً والقائل فيما رواه احمد والنسائي  
والدارمي عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه خط لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطاً ثم قال

هذا سبيل الله ثم خط خطوطاً عن يمينه وعن شماله وقال هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعو اليه وقرأ هذا صراطى مستقيماً فاتبعوه الآية والقائل فيما رواه ابن ماجه عن انس رضي الله عنه اتبعوا السواد الاعظم فانه من شد شد في النار والقائل فيما رواه احمد عن معاذ بن جبل رضي الله عنه ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم ياخذ الشاة القاصية والناصية واياكم والشعاع وعليكم بالجماعة والعامه والقائل فيما رواه مالك في الموطا عن مالك بن انس رضي الله عنه تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكنم بهما كتاب الله وسنة رسوله والقائل فيما رواه مسلم عن محمود بن لبيد رضي الله عنه ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم والقائل فيما رواه ابو يعلى عن ابي هريرة رضي الله عنه ان احبكم الى واقربكم مني الذي يلحقني على العهد الذي فارقتني عليه والقائل فيما رواه البيهقي في الشعب عن جابر لتهوكون كما تهوكت اليهود النصارى لقد جنتكم بها بيضاء نقية لو كان موسى حيا ما وسعه الا اتباعي والقائل فيما اتفق عليه الشيخان ورواه ابو داود والترمذي عن عائشة رضي الله تعالى عنها من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد والقائل فيما رواه احمد ومسلم والاربعة عن ابي سعيد رضي الله عنه من راي منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فليسهه فان لم يستطع فليقلبه وذلك اضعف الايمان وعلى اله واصحابه نجوم الحق وعترته واحزابه هداة الخلق اما بعد فقد سرحت طرف الطرف في جنات طروس هذا التأليف الشائق وارتعت شذينة الفكر الفاتر في اريض روض سطور هذا المصنف الفائق فوجدته متكفلاً للرد بالا دلة القاطعة المزهقة لباطل هذا

المارق من الدين الشقي الخب اللئيم كافياً لتزييف اقواله الباعثة لاضلال كل ذي فهم سقيم فلقد اجاد حتى بلغ غاية المرمى والمرام من الاجادة وافاد اتابه الله الاجر الجزيل وانا له الحسنى وزيادة و صلى الله على سيدنا محمد النبي الامي واله وصحبه وسلم.

نمقه الفقير الى عفو ربه القدير عثمان بن عبد السلام داغستاني مفتي المدينة المنورة الحنفى عفى عنه ٥ ذيقعدة ١٣٠٢ هـ.

عثمان بن عبد السلام

حضرت مفتي المدينة المنورة للشوافع

شيخ السيد جعفر بن السيد السماعيل البرزنجي

شيخ السيد احمد البرزنجي رحمهما الله تعالى

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي ارسل رسوله محمداً بالهدى ودين الحق وانزل عليه الكتاب معجزة باهرة واية مستمرة على تعاقب العصور دالة على كمال الصدق وجعله خاتم النبيين وسيد المرسلين ورحمة للعالمين وعمم بعثته الى الثقليين الى يوم الدين ونسخ شرعه جميع الشرائع الماضية وشرعه لا ينسخ وحكمه لا يفسخ وسد بانتقاله ﷺ الى الرفيق الاعلى باب الرسالة والنبوة الى اخر الزمان فليس لاحد بعده الا اتباع شريعته الغرذات النور والبرهان ﷺ وعلى اله واصحابه ائمة الهدى



ومصاييح الدجى والتابعين لهم باحسان ماكر الجديدان اما بعد فاننا قد تأملنا هذه الرسالة فوجدناها واضحة الدلالة براهينها قاطعة الرقاب شبه الملحدين وانوارها ساطعة ماحية لظلمات وساوس الشياطين قد اتت بالقول الفصل الذى ليس بالهزل ووضحت طريق الحق ومنهاج الصدق واشتملت على النصوص الموافقة لما هو معلوم من الدين بالضرورة وفضحت تلبيسات احمد القاديانى وزوره ولا ريب ان احمد المذكور ليس احمد الا عند اخوانه الشياطين بل هو اجدر بان يسمى اذم عند اهل الايمان واليقين وان ما اتى به من الاباطيل فهو ضلال مبين والوحى الذى افتراء وحى الشياطين لا وحى الانبياء والمرسلين وعند التعامل فى زخرفته وضلاله تجده مصداق قوله تعالى كذلك جعلنا لكل نبي عدوا شياطين الانس والجن يوحي بعضهم الى بعض زخرف القول غروراً ولو شاء ربك ما فعلوه فذرهم وما يفترون ولتصغى اليه افئدة الذين لا يؤمنون بالآخرة وليرضوه وليقتروا ما هم مقترفون الى قوله لا مبدل لكلمات الله وهو السميع العليم وفى الحقيقة شأنه كشأن مسيلمة الكذاب ذى الضلال والارتباب بل هو اضر كيذا من ابليس فى التدليس والتلبيس لان امر ابليس قد ظهر وانذر الله بنى آدم كيده وحذره وهذا قد لبس الباطل بصورة الحق وموه الكذب والافتراء على الله فى مثال الصدق فاراح الله منه البلاد والعباد بتدميره ومحو ماثبه فى الارض من الفساد فوجب على كل مؤمن التمسك بما دل عليه مضمون هذه الرسالة والتجنب من مزخرفات براهين احمد القاديانى وافتراءه من السفاهة والضلالة وصلى

الله على سيدنا محمد خاتم النبيين المنزل عليه الكتاب المبين المحفوظ من القاء ات الشياطين وعلى الله وصحبه وسلم اجمعين والله اعلم بالصواب.

امر برقمه السيد جعفر بن السيد اسمعيل البرزنجى مفتى الشافعية بالمدينة المنورة ووكيل مفتى الشافعية المدرس بالحرم الشريف النبوى السيد احمد البرزنجى.

سيد جعفر البرزنجى

سيد احمد البرزنجى

حضرت مدرس المسجد النبوى المدينة المنورة

شيخ محمد على بن طاهر الوترى الحسينى الحنفى رحمة الله عليه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى خلق جميع عبيده لاجل معرفته وتوحيده وليفرقوا بين وجودهم ووجوده ويعلموا منزلة انعامه وجوده احمده ان اقام لنا الدين ووضح طريقه للمهتدين واشكروه ان ارسل الينا رسولا ختم به النبوة والرسالة وحسم به ابواب الشبه والضلالة ايده بالمعجزات الباهرات والآيات البيّنات ونسخ بشريعته جميع الشرائع والاحكام وجعلها باقية الى يوم البعث والقيام وانزل عليه الذكر الحكيم والصراط المستقيم والنور المبين والحبل المتين وتكفل جل وعلا بحفظه على ممر السنين من تغيير المضلين والحاد الملحدين. ﷺ واصحابه الذين

من اقتدى بهم فبهده اقتدى ومن حاد عن طريقهم فقد جار واعتدى وبعد  
فلما اجلت طرف الطرف في فيافي هذه الرسالة الغر المشتملة على  
الحث البالغ على اقتفاء الدين الحق وانتداب اليه والولوع به والاغراء  
وكان ذلك في حال استعجال مع غال من كثرة الاشتغال وهجوم البلبل  
على البال الفيت انوار التحقيق عليها رائحة ودلائلها بينة محكمة واضحة  
حافلة لما هو معلوم بالضرورة من الدين كافلة برد شبه الملحدين  
المضلين فاضحة عوار هذا الدعي الزنديق المدعو باحمد القادياني حفيد  
ابي مرة الذي ناف على جده ابليس في الضلال والاغواء بالف مرة فاثاب  
الله مؤلفها الثواب الجزيل حيث حمى حمى هذا الدين المتين بابطال ما  
لبسه المبير الكذاب من البراهين وادخل به الشك على قلوب جهلة  
العوام والمغفلين فيجب على كل مؤمن يؤمن بالله ويصدق بكتبه ورسله  
ان يعتقد ويحزم بان ماردبه صاحب هذه الرسالة هو الحق الموافق لقواعد  
الايمان وان ما قاله صاحب البراهين الاحمدية والاشاعة زور و بهتان فما  
ذا بعد الحق الا الضلال ومن يتبع غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في  
الاخرة من الخاسرين ان ربك هو يعلم من يضل عن سبيله وهو اعلم  
بالمهتدين قد جاءكم بصائر من ربكم فمن ابصر فلنفسه ومن عمى فعليها  
بصرنا الله والمسلمين بطريق الاستقامة والهداية وجنبنا اجمعين طرق  
الضلالة والغواية انه على ما يشاء قدير وبالاجابة جدير وصلى الله على  
سيدنا و مولانا محمد والقائل من يهده الله فلا مضل له ومن يضل  
فلا هادي له وعلى اله وصحبه والتابعين له وعلينا معهم برحمة الله . امين

قاله بفمه ورقمه بقلمه العبد الاحقر محمد علي بن طاهر الوتري  
الحسيني الحنفي المديني خدام العلم والحديث بالمسجد الشريف  
النبوي وذلك في اليوم الحادي والعشرين من ذي القعدة الحرام سنة  
اربع بعد الثلاث مائة والالف.

محمد علي بن طاهر الوتري

احد المشاهري علماء البتنة (پٹنہ)

شيخ محمد بن عبد القادر باشه الحنفي رحمة الله عليه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي انزل الفرقان على سيد الانس والجان واحمد  
به الباطل والشرك والطغيان والصلوة والسلام على رسوله محمد واله  
وصحبه والتابعين لهم باحسان مد الدهور والازمان وبعد قد طالعت بعض  
هفوات غلام احمد مقيم القاديان في كتابه البراهين الاحمدية و في  
الاعلان فوجدته من تلبيسات الشيطان وليس من الهامات الرحمن بل  
ما ذلك الا بهتان هذيان فمن اتبعه عد من اهل الخسران وهذه الرسالة  
نظرت ايضاً في لطائف ردها فاطمن بها الجنان فعسى ان ينجر بمطالعتها  
كثير من الاخوان من اهل السنة والجماعة وغيرهم بفضل الكريم المنان  
فجزى الله المؤلف اعلى الجنان نمقه الحقيق محمد ابن عبد القادر باشه  
الفتني الحنفي عفى الله عنه وعن والديه واحسن اليهما واليه .

محمد بن عبد القادر باشه



# فَتْحِ رَحْمَانِ بَرِّ دَفْعِ کَیْدِ کَافِرَانِ

(سن تصنیف: 1896 / 1314ھ)

تصنیف لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی دارالمصنوعی  
قریشی صدیقی نقشبندی ترقی قصبوی رحمہ اللہ علیہ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده وعلى الله  
وصحبه الذين راعوا عهده اما بعد عبد الفقير محمد ابو عبد الرحمن فقير غلام دنگير ہاشمی حنفی  
تصوری کان اللہ لہ برادران دین اسلام کی خدمت میں اعلام کرتا ہے کہ فقیر ابتداء ۱۳۰۲ھ  
ہجری مقدسہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے چنانچہ محض  
ابتغاء "المرضات اللہ اس کی تردید میں حتی الامکان مصروفیت کر کے حضرات علماء حرمین  
مکرمین زادہما اللہ تعالیٰ حرمة و شرفاً سے اس کی کتاب برائیں احمدیہ اور اشاعت السنہ ذی  
قعدہ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ و محرم ۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تاویلیں تھیں بھیج کر استفتا کیا تھا کہ ایسا  
شخص جو اپنے الہام کو مترادف وحی انبیاء یعنی قطعی و یقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی  
برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے اس پر حضرت مولانا  
مولوی محمد رحمت اللہ (کیرانوی) علیہ الرحمۃ نے (جو منجانب حضرت سلطان روم نقویہ حضرت  
شیخ الاسلام کے ملقب بخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ رجم الشیاطین  
برداغلو طات البراہین کی نقول کو مطابق اصل برائین کر کے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی  
دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان حرمین شریفین نے بھی اس کے بارہ میں  
قادیانی شیطانی اور مسیلہ کذاب وغیرہما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوف کی کمال تصدیق  
فرمائی ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے انتظار کے ۱۳۱۲ھ



کے صفر میں شائع کر کے اپنی سبکدوشی حاصل کر لی تھی پھر آخر جب ۱۳۱۴ھ میں مرزا جی نے رسائل اربعہ فقیر کو بھیج کر بشمولیت بہت سے علماء دین متین کے فقیر کو بھی مباہلہ کے واسطے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ نہ کر نیوالوں کو ملعون بنایا فقیر نے بنظر صیانت عقائد عوام اہل اسلام مرزا جی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر ۱۵ شعبان تاریخ مقرر کر کے مع اپنے دونوں فرزند زادوں کے ۲ شعبان کو وارد لاہور ہوا جس پر مرزا جی کی طرف سے حکیم فضل الدین لاہور میں آیا اور ایک مجمع عظیم کر کے مسجد ملا مجید میں فقیر پر مقترض ہوا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآنی میں صیغہ جمع ہے آپ تنہا کیونکر مباہلہ کر سکتے ہیں فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کیا بلکہ اس وقت دونوں کو رو برد کھلا دیا۔ جس پر مدعی مسیح موعود اور اس کے حواریوں کی غلطی مانی گئی تھی پھر ظہور اثر مباہلہ کے لئے جو مرزا جی نے ایک برس کی میعاد رکھی تھی اس کو فقیر نے بدلیل قرآن وحدیث اٹھانا چاہا اس پر حکیم مذکور اور مرزا جی نے ہٹ کیا۔ جس پر فقیر نے ۱۶ شعبان کو اشتہار شائع کر کے میعاد ۲۵ شعبان ایز او کی اور آخر شعبان تک منتظر رہا بلکہ پانچ روز امرتسر میں جا کر مرزا جی کو بلایا وہ مباہلہ کے لئے نہ آئے اور اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان بحسب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی میعاد ایک سال ثابت ہے اور میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں الخ۔ اس کے جواب میں فقیر نے چندہ اکابر علمائے اہل سنت لاہور وقصور و امرتسر سے بدلیل قرآن وحدیث تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی

میعاد سال وغیرہ نہیں ہے مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جو اس کا جبل و طیرہ ہے قید ایک سال لگائی ہے الخ اور فقیر نے رمضان مبارک میں اس کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعویٰ نبوت کے اور نیز توہین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا ثابت کر دیئے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم بنام "تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام" میں شائع ہوں گے جس سے سب پر ظاہر و باہر ہو جائے گا کہ مرزا جی باوصف ان دعویٰ نبوت و توہین انبیاء کے ہرگز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں ہیں نعوذ باللہ من المحور بعد الکور جب فقیر اخیر شعبان میں قصور میں آیا تو ابتدائے رمضان مبارک میں حضرت صاحبزادہ حافظ حاجی مولوی سید محمد شاہ صاحب قصوری نے ایک سال کی میعاد ظہور اثر مباہلہ کے واسطے قبول کر کے مرزا جی کو بہ ثبت دستخط قریب ایک سو مسلمانوں کے لکھ بھیجا کہ ایک عذاب تین قسم عذاب مباہلہ سرور عالم ﷺ سے مقرر کر دیں کہ ایک سال میں یہ معین عذاب ہوگا تو ہم سب لوگ آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے واسطے مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر لاہور میں آجائیں گے تاکہ قطعی فیصلہ ہو جائے اور روزمرہ کی اشتہار بازی ختم ہو اس پر بھی مرزا جی نے کچھ جواب نہ دیا اور حکیم فضل الدین نے سخت زبانی اور دریدہ دہانی سے سب کو منافق وغیرہ لکھ کر آخر میں درج کیا کہ بدون شائع کرنے اشتہار کے مسیح موعود کوئی جواب نہ دیں گے جس سے بخوبی ثابت ہوا کہ مرزا جی اشتہاری ہیں اور مباہلہ سے بالکل فراری اور ہر تحریر میں دام تزدیر پھیلاتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر افترا کر کے سادہ لوحوں کو پھنساتے ہیں فالہی اللہ مشتکی طرفہ تریبہ ہے کہ اسی مرزا نے اپنی الہامی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۹۵ تا ۵۹۷ میں

مہابلہ کے عدم جواز کو بڑی شد و مد سے ثابت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر بسبب درخواست مہابلہ کے سخت زبانی درازی کی ہے اور ثمرہ مہابلہ کا مسلمانوں کا گھٹانا اور کافروں کا بڑھانا بیان کر کے مہابلہ کی درخواست کرنے والے مولویوں پر بے حیائی اور فتنہ انگیزی کا فتویٰ دیا ہے اب برخلاف اس کے مہابلہ کے لئے الہامی اشتہار جاری ہو رہے ہیں اب غور کرو کہ وہ پہلا الہام غلط تھا یا یہ دوسرا الہام غلط ہے اور بادصف اس کے مہابلہ کے میدان میں آنا اور راستبازی کا نمونہ دکھانا کہاں اور مرزاجی کہاں۔ سچ ہے ”بے حیاباش ہرچہ خواہی کن“۔ الغرض رمضان مبارک کے اخیر عشرہ کے اخیر بحالت اعتکاف فقیر ایک چارورقہ اشتہار مطبوعہ نرنکاری پریس لودیانہ منجانب مرزا حکیم رحمت اللہ اور جماعت مرزائیوں لودیانہ معرفت مرزا فضل بیگ مختار تصور کے فقیر کو پہنچا۔

جس میں بڑے زور و شور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود و مہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ وغیرہ ناشائستہ کلمات سے موصوف کر کے اس کی پیشانی پر (اشتہار صداقت آثار) لکھا ہے اور فی الواقع بتقلید ازالہ اوہام قادیانی کے از سر تا پا محض کذب و افتراء سے کارروائی کی ہے چونکہ اس اشتہار میں اولاً و اصلاً علمائے امرتسر و لودیانہ مخاطب ہیں اور اس کے جواب کی ان سے درخواست کی ہے اس لئے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس کے بعضے بہتانات پر مطلع کر کے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی اب ۱۲ شوال ۱۳۱۲ھ میں جو فقیر

۱۔ یہ رحمت اللہ نہ کوئی حکیم ہے اور نہ ملا ہے بلکہ ایک معمولی حیثیت کا بازاری جاہل بے علم محض اردو خواندہ ہے غالباً /  
نیا اشتہار خود مرزا کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو اس کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ ۱۲۷۷ھ۔

ایک دینی کام کے انجام کو لودیانہ میں وارد ہوا تو سنا گیا کہ حضرات علماء لودیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا اس پر غیرت دینی نے جوش دلایا کہ ان جلسا زوں اور افتراء پردازوں کا بقدر ضرورت ضروری جواب شائع کرنا بلکہ مرزا کے تین سو تیرہ (۳۱۳) حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم کو پہنچانا لازم ہے تاکہ ان کی بواقعی تمکیت اور عزت ثابت ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کاذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔ واللہ ہوا الہادی یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ عربا و عجم مرزاجی کی بواقعی تردید شائع ہو رہی ہے اور مرزائی یہ کہتے جارہے ہیں کہ کسی نے ان کے دلائل توڑ کر نہیں دکھائے لیجئے اب آپ کے دلائل اشتہار جو تمام دلائل کا خلاصہ ہیں اور جس کے جواب کی مرزائی کمال اصرار سے طلبگار ہیں بطور قال اقول کے توڑ کر دکھلاتا ہوں اور دانشمندوں کے لئے تبصرہ بناتا ہوں اگر ہادی حقیقی نے چاہا تو کوئی مرزائی بھی راہ راست پر آ جائے گا واللہ ہوا الموفق۔

**قوله:** اور آنے والے مسیح اور مہدی کا ایک ہی ہونا جیسا کہ حدیث لامہدی الا عیسیٰ سے ثابت ہے صفحہ (۱) سطر ۹، ۸

**اقول:** خود مرزاجی نے بھی رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۶۸ کی سطر ۵ میں لکھا ہے کہ لامہدی الا عیسیٰ بن مریم اور نیز صفحہ ۵۸۱ کی سطر ۱۲ میں اسی ازالہ کے لکھا ہے اس حدیث کے معنی کہ لامہدی الا عیسیٰ یہ کنی ہیں الخ پس مرزاجی اور مرزائیوں کی اس حدیث کا جواب ہم ان کی ہی مسلمہ بڑی معتبر اہل حدیث کی کتاب مجمع بحار الانوار

۱۔ اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا کرے خواجہ احمد شاہ صاحب تاج لدھیانہ کو جنہوں نے اس امر خیر کی کفالت کی حق تعالیٰ انجام بخیر کرے آمین ۱۲۷۷ھ غفرلہ

سے ہی لکھتے ہیں جس کی تعریف و مستند ہونا اس کے اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر اخیر میں تحریر ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ صاحب مجمع بحار الانوار اس کے خاتمہ کے صفحہ ۵۱۹ سطر ۲ میں لکھتے ہیں الصغانی لامہدی الاعیسیٰ ابن مریم موضوع یعنی مرزائیوں کے معتبر محدث نے ایک اور کمال معتبر محدث کی سند سے لکھا ہے کہ یہ حدیث کہ مہدی اور مسیح ایک ہی ہے موضوع یعنی بناوٹی ہے اب یہ امر سب پر ظاہر ہے کہ موضوع حدیث کی سند سے کوئی حکم ثابت کرنا حرام اور بالکل ناروا ہے اور موضوع حدیث بنانے والا جہنمی ہوتا ہے علاوہ اس سے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ ۳۰۲ میں ذہبی کی میزان سے اس حدیث کا منکر ہونا اور تہذیب سے غریب ہونا اور حضرت امام شافعی استاذ محدثین کا رویا میں فرمانا کہ یونس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے میں نے ہرگز اس حدیث لامہدی الاعیسیٰ ابن مریم کی روایت نہیں کی ہے یہ تمام مراتب نقل کر کے یہ بھی تصریح کی ہے کہ حضرت امام مہدی کے تشریف لانے کی حدیثیں اصح الاسناد ہیں اور اخیر میں زجاجہ حاشیہ ابن ماجہ کا نام لکھا ہے پس سخت افسوس ہے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی ہمت پر کہ ایسی موضوع و منکر و غیر ہما حدیث سے استناد کر کے حضرت مہدی کے وجود مسعود سے جس کے تمام اولیاء و علماء ربانین بلکہ جمیع مومنین معتقد ہیں منکر ہو کے مہدی اور عیسیٰ کو ایک ہی بنا کر مرزا قادیانی کی جعلی مہدویت و عیسویت پر ایمان لے آئے اور جمہور کیا جمیع اہل اسلام خاص و عام سب کے برخلاف ایک نیا عقیدہ گھڑ لیا اور مصداق من شد مذ فی النار کے ہو گئے والعیاذ باللہ من ذلک پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر ۱۰ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی سند آیت سورہ مائدہ کے اخیر کی بدیں عبارت نقل کی ہے

قولہ: کہ جب اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تو نے اپنی امت کو شرک کی تعلیم دی تھی تو وہ کہیں گے یا الہی جب تک میں ان میں زندہ رہا تو حید ہی سکھاتا رہا لیکن فلکما تو قیبتی کنت انت الرقیب علیہم یعنی جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے جب ہی تو ان کی امت بگڑی انھی لفظ

اقول: اس جگہ آیت قرآنی میں مشتہرین نے سخت بے ایمانی کی ہے کہ اپنی طرف سے لفظ زندہ رہا قرآن مجید کے ترجمہ میں بڑھا دیا ہے دیکھو فرقان حید میں فرمان ہے و کنت علیہم شہیداً مادمت فیہم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حکایت ہے کہ اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا۔ پس زندہ کا لفظ بڑھانا قرآن محفوظ کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے پھر مادمت فیہم کے بیچے جو فقرہ (تو حید ہی سکھاتا رہا) جو لکھا ہے تو یہ بھی تحریف قرآنی ہے کیونکہ علمتہم التوحید فقط یا ما علمتہم الا التوحید قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں ہے جس کا یہ ترجمہ لکھا ہے پھر لیکن کا لفظ بڑھانا اور تو قیبتی کے ترجمہ میں تو نے مجھے وفات دی لکھنا یہ سب قرآن مجید میں تصرف بیجا نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ کسی تفسیر یا ترجمہ قرآن مجید میں تو قیبتی کے معنی موت کے نہیں لکھے بلکہ آسمان کی طرف اٹھانے کے لکھے گئے ہیں اور اگر برخلاف تصریح تفاسیر و تراجم مان بھی لیں کہ اس کے معنی فوت کرنے کے ہیں تب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات فوت ہونے پر ہرگز دلیل نہیں بن سکتی ہے کیونکہ یہ واقعہ سوال و جواب کا بروز قیامت ہوگا چنانچہ خود مشتہرین نے اسی ترجمہ میں پوچھے گا اور وہ کہیں گے مستقبل کے لفظ لکھے ہیں پس قیامت کے دن سے پہلے تو حضرت

عیسیٰ ابن مریم علی نبیہا وسلم آسمان سے اتر کر دنیا میں اپنی عمر پوری کر کے وفات پائی چکے ہوں گے تو قیامت کو ان کا یہ لفظ توفیتی کا فرمانا اس وقت کی ان کی موت پر دلیل لانا زری دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے اب جائے غور ہے کہ ایسے سخت بے علم قرآن مجید میں تحریف کرنے والے اگر اپنے مخالف دیندار باوقار فاضلوں کو بے علم مولوی وغیرہ لکھ دیں تو کیا بعید ہے۔

گزار بسیطہ ز میں عقل منعدم گردو  
بخود گماں نہر دیکھس کہ نادانم۔

رہا یہ جواز الزام کے صفحہ ۶۰۲ میں لکھا ہے کہ آیت فلما توفیتی سے پہلے یہ آیت ہے واذ قال اللہ یعیسیٰ انت قلت للناس الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا الخ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً: یہ مجیدیت اور مہدییت اور عیسویت کا ادعا کرنے والا سخت بے علم ہے جس نے فقرہ آیت یا عیسیٰ ابن مریم ء انت قلت للناس الآیہ میں چار فاحش غلطیاں کی ہیں اول یعیسیٰ موصول کو یا عیسیٰ موصول لکھ دیا ہے دوم لفظ ابن مریم کو درمیان سے سقط ہی کر دیا ہے سوم ء انت جو بجزہ مقدم بالف سے مرسوم ہوتا ہے اس کو انت دونوں الفوں سے لکھ دیا ہے چہاں م الایہ کی جگہ یہ قرآن مجید کے فقرہ آیات کے پیچھے لکھا جاتا ہے الخ لکھ دیا ہے۔ ثانیاً: قال اور اذ کی دلیل سے زمانہ ماضی کا قصہ بنانا قرآن مجید کی سخت مخالفت ہے کیونکہ واذ قال اللہ یعیسیٰ ابن مریم سے اوپر کا رکوع یوم یجمع اللہ الرسل الآیہ (یعنی جس دن خدا رسولوں کو جمع کرے گا ۱۲) سے شروع ہوتا ہے اور مابعد اس کے قال اللہ ہذا یوم ینفع الصالحین صدقہم الآیہ (کہے گا خدا یہ دن ہے کہ فائدہ دے گا چلوں کو سچ ان کا) وارد ہے جو صاف اور صریح دلیل ہے اس پر کہ یہ واقعہ قیامت کے دن کا ہے اسی واسطے سواء سدی مفسر کے جمیع مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور لفظ اذ کا بھی شافی جواب مفسرین نے دیا ہے کہ اذ بمعنی اذا قرآن مجید

میں موجود ہے ولو تری اذ فرعوا بمعنی اذا فرعوا (اور تو دیکھے جب ڈریں گے ۱۲)۔ پھر راجز نے کہا ہے ثم جزاک اللہ عنی اذ جزى جنات عدن فی السموات العلوی (پھر خدا میری طرف سے تجھے بدلہ دے جب بدلہ دے گا بیشتوں عدن کا اونچے آسمانوں میں)۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں اذ مستقبل کے واسطے ہیں تفسیر خازن وغیرہ میں دیکھو۔ ثالثاً: مرزا جی نے اپنے منہ سے دعویٰ تو کر دیا کہ زمانہ ماضی کا واقعہ ہے مگر یہ تو نہ لکھ سکے کہ وہ ماضی کا زمانہ کونسا تھا افسوس پر افسوس ہے کہ اس مدعی مسیحیت کو قرآن کی مخالفت اور معتبر مفسرین کی معاندت سے کچھ بھی خوف وحیا نہیں ہے سچ ہے الحیاء من الایمان۔

دابعاً: پھر اسی الزام کے صفحہ ۶۰۲ کے اخیر جو تحریر ہے کہ اور حدیثیں بھی اس کی مضدقی ہیں کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہوا کرتے ہیں انھی منطق تو یہ بھی اس شخص کی دھوکہ دہی ہے جس پر یہ مجہول ہے بندہ خدا حدیثوں کا لفظ جمع لکھنا اور ایک حدیث بھی سنداً بیان نہ کرنی یہ بھی کچھ لیاقت کی بات ہے آپ کا مطلب تو ایسی ویسی ہی حدیثوں سے نکلتا ہے کہ لامہدی الامام عیسیٰ ابن مریم پھر اس سے بھی لفظ ابن مریم کو سقط کر دینا اور حضرت مسیح ابن مریم علی نبیہا وسلم کے نزول کی صحیح و صریح تر حدیثوں کی تاویلات بعیدہ اور تسویلات غیر سدیدہ لکھ کر حق تعالیٰ پر افترا اور جھوٹ باندھ کر برخلاف عقیدہ تمام اولیاء و علمائے و صلحاء کے خود مسیح موعود و مہدی مسعود بن جانا اور بے دین و بے علموں کو دام فریب میں پھنسانا اور مال حرام کمانا پناہ بخدائے لایزال قیامت کے عذاب الیم سے علاوہ یہ کس قدر دنیاوی رسوائی ہے کہ عرباً و عجماً تکفیر تک نوبت پہنچ رہی ہے اور یہ شخص دنیا پرستی سے باز نہیں آتا ہے نعوذ باللہ من غضبه و عقابه۔



**قولہ:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے بگڑے جانے نے صاف ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے کیونکہ حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ کو یہی جواب دیا کہ میری امت میرے مرنے کے بعد بگڑی ہے اے

**اقول:** یہ بھی مرزا اور مرزائیوں کی دھوکہ دہی ہے اور محض افترا پردازی کیونکہ اس آیت سے یہ ہرگز ہرگز پایا نہیں جاتا نہ صراحۃً نہ کنایۃً کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو یہ جواب دیا کہ میری امت میرے مرنے کے بعد بگڑی ہے دیکھو وہ آیات قرآنی یہ ہیں

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَعْيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ لِلنَّاسِ خُلْدُونَ وَإِنِّي مُؤَيَّدُكَ بِرُوحِي ۖ فَاصْبِرْ وَأَطِيعْ أَمْرِي ۚ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَصِفُونَ ۚ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۚ

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (سورۃ المائدہ آیت ۱۱۷) ترجمہ: اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ تمہاراؤ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے کہے گا عیسیٰ تو پاک ہے مجھ کو نہیں بن آتا کہ کہوں جو مجھ کو نہیں پہنچتا اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تو جانتا ہے برحق تو ہی ہے جانتا چھپی بات میں نے نہیں کہا ان کو مگر جو تو نے حکم دیا کہ ہندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں ان سے خبردار رہا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے بھرایا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

اب غور کرو کہ اس میں تو یہی مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کو یہ جواب دیں گے کہ میں تو تیری بندگی کے واسطے لوگوں کو کہتا رہا تھا اور جب تک ان میں رہا ان سے خبردار تھا پھر جب آپ نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا تو آپ ان سے خبردار تھے یعنی مجھے اس وقت کی کیا خبر ہے اہل عقل سوچیں کہ اس میں یہ کہاں مذکور ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے تو ان کی امت بگڑ گئی تھی ماہذا الالہذیان وجنون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا ان کی امت کے عقیدہ تو حید کو ہرگز مستلزم نہیں ہے وہ تو یہ فرمائیں گے کہ میں جب تک ان میں رہا ان کو عبادت الہی کے واسطے کہتا رہا یعنی صرف آپ کا عبادت الہی کی واسطے امت کو امر کرنا ثابت ہے خواہ وہ آپ کی موجودگی میں عبادت الہی کرتے رہے ہوں یا نہ فاعتبروا یا اولی الابصار ہر چند اس اشتہار میں وہ آیت نہیں لکھی جس میں مرزاجی کو بڑا زور شور ہے کہ صحیح بخاری میں بروایت ابن عباس متوفیک کے معنی مصیبت کے لکھے ہیں اور یہ نص ہے موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مگر فقیر اس کا بھی جواب لکھ دیتا ہے شاید کوئی گمراہ راہ پر آجائے سورۃ آل عمران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کا اور جعلیم الہی تورات وانجیل وغیرہما کے عالم ہونے کا اور صاحب معجزات باہرہ وعالم علم غیب بعض علوم میں ہونے کا اور بعض احکام تدریت کے منسوخ کرنے کا پھر یہود کے کفر کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اذ قال اللہ یعیسیٰ ابی متوفیک ورافعک الی الآبۃ۔ ترجمہ: کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اگرچہ بہت سے مفسرین نے متوفیک کے معنی موت کے نہیں کئے مگر اس میں شک نہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے

والا ہوں تاہم مرزا جی کی دلیل اس سے ہرگز نہیں ثابت ہوتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہیں اس لئے کہ انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت یہ بھی ہے کہ ان دونوں لفظ متوفیک اور افعک میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی معنی اس آیت مبارک کے یہ ہیں جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تیری موت کے وقت بعد نزول آسمان کے مارنے والا ہوں دیکھو تفسیر عباسی اور مدارک و ابوالسعود وغیرہا میں اور اتقان فی علم القرآن میں ایک فصل باندھ کر علماء سلف سے تقدیم تاخیر والی آیات بیان کی ہیں جس میں یہ آیت مبارک بھی مذکور ہے تو اب بمقابلہ احنے معتبر مفسرین کے مرزا جی کے شذوذ کا کیا اعتبار ہے یہاں مختصر ذکر ہے اور کتاب "تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام" میں اس کو بقدر ضرورت بطل سے لکھا ہے قولہ اور صحیح بخاری کی کتاب التفسیر کے صفحہ ۶۶۵ میں یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آئی ہے یعنی قیامت کے دن بعض لوگ میری امت میں سے آگ کی طرف لائے جائیں گے تب میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تب کہا جائے گا کہ تجھے ان کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کئے ہیں سو اس وقت میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک بندے نے کہی تھی یعنی مسیح ابن مریم نے جب کہ اس کو پوچھا گیا تھا کہ تو نے یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور وہ بات جو میں ابن مریم کی طرح کہوں گا یہ ہے کہ میں جب تک ان پر تھا ان پر گواہ تھا لیکن فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم یعنی پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو اس وقت تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حق میں اور نیز عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں کلمہ فلما توفیتنی کو استعمال

فرمایا پس جب کہ رسول اللہ ﷺ وفات یافتہ سمجھے جاتے ہیں تو پھر کیا سبب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ تصور نہ کیا جائے اسی جملہ قول صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ واندہ یجاء برجال من امتی فیؤخذ ذات الشمال فاقول یارب اصحابی فیقال انک لاتدری ما احد ثوابک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم پس قطع نظر اس سے جو اس حدیث میں مرزا اور مرزائیوں نے تصرف بیجا کیا ہے یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ و علی اعوانہ و عترتہ و مسلم نے وفات یافتہ تصور فرمایا ہے حاشا و کلا اس حدیث سے تو صرف اتنا ہی ثابت ہے کہ جیسا حضرت مسیح علیہ السلام قیامت کو یہ عذر کریں گے کہ جب تک میں ان میں رہا ان سے خبرارتھا دیسا ہی سرور عالم ﷺ مرتدوں کے بارہ میں یہی عذر پیش کریں گے پس اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کافی الحال وفات یافتہ ثابت کرنا زری ہٹ دھری ہے پھر آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درود کو اختصار کرنا کمال ہی بے سعادت ہے جو اپنے محل پر مبین ہے اور فقیر نے رسالہ "تصریح ابحاث فرید کوٹ" میں اس کا مکرر ذکر کیا ہے۔

قولہ اور امام شعرانی کتاب "المواقیت والجواهر" کے صفحہ ۷۴ میں یہ حدیث لکھتے ہیں لو کان عیسیٰ وموسىٰ حیین ما وسعها الاتباعی یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر بالفرض حضرت عیسیٰ اور موسیٰ دونوں زندہ ہوتے تو نہیں جائز ہوتا ان کو مگر اتباع میرا ملتی۔ اور مرزا جی نے جو صفحہ ۱۱۱ رسالہ انجام آتھم میں آنحضرت ﷺ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے خبر دینا لکھا ہے تو یہی حدیث "المواقیت والجواهر" کی مراد لکھی ہے۔

**احول:** فقیر جب بمقام لاہور شعبان میں مرزا جی کے مبالغہ کے انتظار میں تھا تو شب برات میں مولوی بغدادی صاحب کے گھر میں دو ایک نوجوان مرزائیوں نے یہ حدیث یوایت والی فقیر کے روبرو پڑھی تھی جس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ اس حدیث میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں ہے اگر یوایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام درج ہے تو اس کی تصدیق میں کسی حدیث کی کتاب میں دکھلا دو اس پر وہ بولے کہ ہم مشکوٰۃ سے دکھا دیں گے تب فقیر نے کہا کہ اگر مشکوٰۃ کی حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا لفظ دکھا دو تو آپ کو ایک سو روپیہ انعام ملے گا ورنہ وزیر خاں کی مسجد کے چوک میں بٹھلا کر آپ کو ایک سو جوتہ لگے گا کہ ایسی موضوع حدیث بیان کرتے ہو۔ تب انہوں نے تین دن میں مشکوٰۃ سے حدیث کے دکھلانے کا وعدہ کر کے پھر اخیر شعبان تک شکل نہ دکھلائی سو اب اس اشتہار میں یہ حدیث درج پائی اور یوایت قلمی کے ۱۵۲ ورقہ کے دوسرے صفحہ کی سطر ۵ میں یوں نگلی لوکان موسیٰ و عیسیٰ حبیبین ما وسعہما الا اتباعی جس سے پایا گیا کہ سو کا تب سے موسیٰ کے پیچھے عیسیٰ کا لفظ لکھا گیا تھا جس میں مرزائیوں نے تقدیم تاخیر کی تحریف کر کے اپنی سند بنالی ہے دلیل اس غلطی کا تب کی یہ ہے کہ ۱۳ سطر اوپر اس سے اسی یوایت والجا ہر قلمی و مطبوعہ میں بقل باب (۲۳۷) ”فتوحات مکیہ“ کے یہی حدیث بلفظ لوکان موسیٰ حبیبہما وسعہ الا ان یتبعنی ۱ درج ہے اور مشکوٰۃ کے باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی فصل ۳۲ میں دو جگہ یہ

۱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تواریخ سے نقل کرنے اور کچھ پڑھنے پر آنحضرت ﷺ نے ناراضگی سے ارشاد فرمایا کہ باوجود اس شرع غرا کے تم کیوں تواریخ کی طرف جاتے ہو حالانکہ صاحب تواریخ اگر زندہ ہوتا میری اتباع کرتا ۱۲۰

حدیث درج ہے جس میں عیسیٰ کا لفظ نہیں ہے پہلی جگہ مسند امام احمد و شعب الایمان پہنچی سے یوں ہے ولوکان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا ان یتبعنی (ترجمہ: اور اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو میری اتباع کرتا۔) دوسری جگہ سنن داری سے یوں ہے ولوکان موسیٰ حیًا وادرك نبوتی لا تبعنی (اگر موسیٰ زندہ ہوتا اور میری نبوت کو پاتا تو میری اتباع ہی کرتا) کیونکہ تواریخ میں سے نقل کرنے اور پڑھنے کے ذکر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا تعلق تھا یوایت کے دوسرے موقعہ پر جو لفظ عیسیٰ کا درج ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اوپر یہ بیان ہے کہ سارے نبی آنحضرت ﷺ کے نائب ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الانبیاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تو اب اس کے نیچے اس حدیث میں بھی کا تب نے از خود موسیٰ کے لفظ سے پیچھے عیسیٰ کا لفظ درج کر دیا جیسے کہ کسی ایسے کا تب نے قرآن مجید کی آیت وَخَرَّ مُوسٰی صَعِقًا كَوْخَرَ عِيسٰی صَعِقًا بنا دیا تھا ہر چند یہ یقینی امر تھا کہ غلطی کا تب کی قلمی میں ہوگئی جس سے مطبوعہ میں بھی درج ہو گیا کہ پورا عالم تصحیح کرنے والا نہ تھا مگر تاہم جب اس حدیث کے اوپر کا مضمون دسویں باب ”فتوحات مکیہ“ سے یوایت میں منقول ہے تو فتوحات کے دسویں باب سے جب دیکھا تو اس میں یوں درج پایا۔ فکان الانیاء فی العالم نوابہ ﷺ من ادم الی اخر الرسل وهو عیسیٰ علیہ السلام وقد ابان ﷺ عن هذا المقام بامور منها قوله لوکان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا ان یتبعنی وقوله فی نزول عیسیٰ ابن مریم انه یومئذ منا ای یتحکم بسنة نبینا

۱ یعنی قرآن مجید کی آیت وخر موسیٰ کو کچھ کہ کا تب نے خیال کیا کہ خرو عیسیٰ کا تھا خرو موسیٰ غلط ہے خرو عیسیٰ چاہئے اس لئے خرو عیسیٰ لکھ دیا تھا ۱۴۱ سنہ غمی عمر۔

وَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخَنزِيرَ الخ ترجمہ: پس تمام نبی جہاں میں آنحضرت ﷺ کے نائب ہیں حضرت آدم سے اخیر انبیاء حضرت عیسیٰ تک اور آپ نے بھی اس مقام سے خبر دی ہے چنانچہ حدیث اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو میری اتباع ہی کرتا اور یہ حدیث کہ عیسیٰ بن مریم جب آسمان سے اتریں گے تو شرع محمدی پر حکم کریں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔

دیکھو صفحہ ۴۷۱ کی سطر ۱۷ سے ۲۱ تک دسویں باب فتوحات مکہ مطبوعہ میں جس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک عین یقین ہو گیا کہ عیسیٰ کا لفظ کاتب کی غلطی سے ہے دوسرا یہ کہ مرزاجی کے مستند عارف شحرانی اور شیخ اکبر ابن عربی نے اس کے معقّد ہیں کہ حضرت عیسیٰ ﷺ اسی جسد عنصری سے آسمان پر ہیں اور قریب قیامت کے زمین پر اتر کر شرع محمدی پر عمل و حکم کریں گے جیسا کہ اس امر کو عنقریب ”یواقیت والحواہر“ و ”فتوحات مکہ“ سے مفصل ذکر کروں گا اور نیز اس جگہ بھی یواقیت میں اسی حدیث کے پیچھے چھٹی سطر میں لکھا ہے وما يشهد لكون الانبياء نوابا ﷺ كون عيسى ﷺ اذ انزل كان له بالاصالة لما كان يحكم اذا انزل الى الارض الابه. ترجمہ:۔ (یعنی تمام انبیاء کے آنحضرت ﷺ کے نائب ہونے پر یہ بھی شہادت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ﷺ زمین پر اتریں گے تو آپ کی شریعت پر ہی حکم کریں گے۔) پس مرزا اور مرزائیوں کی دھوکہ بازی بالکل باطل ہو گئی۔

عدو و شوبہ خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ ست

نخت انسوں تو یہ ہے کہ مرزا اور مرزائیوں کو اپنی کم علمی اور دھوکہ دہی پر اس قدر

غرور ہے کہ جان چکے ہیں کہ دنیا میں کوئی محقق عالم موجود نہیں کہ ان کی پردہ دری کریگا حاشا وکلّا ابھی خدا کے بندے موجود ہیں اور یہ فقیر کان اللہ لہ تو اسی کام کے واسطے پیدا ہوا ہے کہ ایسے ناحق پرستوں کی دھوکہ دہی سے اپنے مسلمان بھائیوں کی حفاظت کر کے سرخروئی دارین حاصل کرے اس سفر لدھیانہ میں بھی یہ دونوں کتابیں موجود ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے

قولہ: اور کتاب ”مجمع بحار الانوار“ جو ایک معتبر اہل حدیث کی کتاب ہے اس کے صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے وقال مالک ان عيسى مات یعنی امام مالک نے کہا کہ عیسیٰ مر گیا ہے ابھی اور نیز رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۸۶ سطر ۱۳ سے ۱۸ تک خود مرزا نے لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ جو جلیل الشان اماموں سے ہے معتقد موت عیسیٰ کا ہے اور ایسا ہی بہت سے صالحین اس مذہب پر ہیں ابھی مرزا۔

اقول: اس جگہ بھی مرزا اور مرزائی اپنی دھوکہ دہی سے باز نہ آئے ”مجمع بحار الانوار“ میں اسی صفحہ نمبر ۲۸۶ میں یوں لکھا ہے وفيه ينزل حكماً اى حاكماً بهذه الشريعة لانبيا ولاكثر ان عيسى ﷺ لم يمّت وقال مالک مات وهو ابن ثلث وثلثين سنة ولعله اراد رفعه الى السماء او حقيقة ويحيى اخر الزمان لتواتر خبر النزول تعبي بلفظه اب دیکھو کہ اسی ”مجمع بحار الانوار“ کے اسی حوالہ کے مقام سے صاف درج ہے کہ اکثر علما کا مذہب یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ﷺ فوت نہیں ہوئے اور مالک قائل ہے کہ آپ تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں فوت ہوئے اور امید ہے کہ مراد اس موت سے آسمان پر اٹھائے جانے کے ہے یا حقیقت موت مراد ہو اور قریب قیامت آپ زندہ ہوں



کیونکہ آپ کے نزول کی حدیث متواتر ہے۔ اب ہم مرزا جی اور مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس عبارت سے آپ کو کیونکر یقین ہوا کہ مالک سے مراد امام مالک بن انس رحمہ اللہ ہیں دیکھو قاموس میں لکھا ہے کہ نوے (۹۰) صحابی مالک کے نام سے موسوم تھے اور ایک جماعت محدثین کی بھی اس نام سے نامزد ہے اور مالک بن انس امام مدینہ ہیں اور تقریباً انہی میں استالیس ۳۵ شخص مالک کے نام والے محدث لکھے ہیں۔ پس مرزا اور مرزائیوں کی یہ سخت دھوکہ دہی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کو قائل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنا دیا ہے امام مالک بن انس کی جب خود کتاب موجود ہے تو اس سے اس مطلب کو ثابت کرنا لازم ہے البتہ واقعی تحقیق دینداروں کا کام ہے اور دھوکہ باز دین اسلام کو خراب کرنے والے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے والے سچی بات پر کیونکر قائل ہو سکتے ہیں خدا تعالیٰ ہی اپنے دین کا اس سخت غربت کی حالت میں حافظ و ناصر ہو۔ اللھم نقبل منی انک انت السميع العلیم پھر یہ کس قدر مرزا کا بہتان عظیم ہے کہ بہت سے صالحین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے معتقد ہیں کسی اور سند سے اس کی تکذیب کی کیا حاجت ہے جب خود ان کی کمال معتد کتاب ”مجمع بحار الانوار“ میں ہی درج ہے کہ اکثر علما کا مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے کما مر نقلہ تو اب اس جگہ یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انبعوا السواد الاعظم فانہ من شد شد فی النار ترجمہ (اتباع کرو بہت صالحین کی جوان سے لکے گا دوزخ میں پڑے گا)۔ (جس کو مرزا جی نے بھی (صفحہ ۷۹ سطر ۱۱) ازالہ ادہام میں حدیث مان کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی کج فہمی سے یہ فتویٰ (یعنی بہت صالحین سے نکل کر دوزخی ہونے کا) لگا رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ فی الحقیقت مرزا اور مرزائی اکثر علما کی

مخالفت سے دوزخ میں اوندھے ہو کر گر پڑے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اس جگہ مناسب ہے نقل کرنا اس شہادت کا جو بعض ذی علم مسلمانان قصور دلاہور نے بعد دیکھنے کتاب ”یواقیت والجواہر“ اور ”فتوحات مکیہ“ اور ”مجمع بحار الانوار“ اور قاموس و تقریب التہذیب“ کے ادا کی ہے اور وہ یہ ہے۔

راقم نے ان کتابوں کو دیکھا جن کا ذکر اشتہار مرزا حکیم رحمت اللہ وغیرہ میں درج ہے اگر یہ کتابیں نہ دیکھی جاتیں تو عبارت اشتہار مذکور نے سخت دھوکہ دیا تھا۔ مگر دروغ کو کہاں تک فروغ ہوا یہیے اشتہار کیوں مشہورین کی ندامت کا وسیلہ نہیں ہوتے العبد حکیم غلام محمد خان ڈپٹی انسپکٹر پنشنر ساکن قصور بقلم خود العبد عبدالقادر وکیل بقلم خود العبد حافظ وہاب الدین مدرس عربی قصور بقلم خود العبد فضل الدین مدرس فارسی قصور بقلم خود العبد حافظ سید محمد عبدالحق قصوری بقلم خود العبد فاضل غلام حسین خان میونسپل کمشنر قصور العبد حافظ عبداللہ معروف گورامیونسپل کمشنر قصور العبد بابو گل محمد لاہور بقلم خود العبد غلام نبی ملازم سول و ملٹری گزٹ پریس لاہور بقلم خود العبد نبی بخش مصنف تفسیر طوائی بقلم خود العبد فضل الہی طالب علم دینیات مدرسہ نعمانیہ لاہور العبد خواجہ جھنڈو واکیں بقلم گل محمد۔ اب یہاں پر یہ بھی واجب ہے کہ ”یواقیت والجواہر“ اور ”مجمع بحار الانوار“ دونوں مقبولہ و معتد کتاب مرزائیوں سے ان کے عقیدہ وفات حضرت مسیح علیہ السلام اور مرزا کے مسیح موعود ہونے کی واقعی تردید لکھی جائے کہ یہ بہ نسبت دوسری دینی کتابوں کے ان پر بہت موثر اور ان کی تکلیف کے لئے کافی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ”یواقیت والجواہر“ کے مجلد ۱، ۶۵ میں لکھتے ہیں کہ تمام قیامت کی شرطیں جن کی

۱۔ المبعث الخامس والستون فی بیان ان جمیع الشراط الساعۃ الی الخیر بہا الشارح رحمہ اللہ حق لا ید ان تقع قبل لیام الساعۃ وذلک کما روج المہدی لم الدجال ثم نزول عیسیٰ الخ

سرور عالم ﷺ نے خبریں دی ہیں وہ قیامت کے پہلے ضرور ہی واقع ہوں گی۔

جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا تشریف لانا پھر دجال کا آنا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فرمانا۔ پھر اسی یوایتیت میں فتوحات مکہ کے باب (۳۳۶) سے یہ نقل کیا ہے اور یقین کرو کہ حضرت مہدی ضرور ہی آئیں گے لیکن تب جب ساری زمین جو رطل سے بڑھ ہو جائے گی تو آپ اس کو انصاف و عدل سے بھر دیں گے اور اگر دنیا سے ایک ہی دن

۱۔ قال الشيخ في الباب الثالث والثلثين وثلاثمائة من الفتوحات واعلم انه لايد من خروج المهدي عليه السلام لكن لا يخرج حتى تمتلئ الارض جوراً وظلماً فيملأها قسماً وعدلاً ولولم يكن من الدنيا الا يوم واحد لطول الله ذلك اليوم حتى يلي هذه الخليفة وهو من عتره رسول الله صلى الله عليه وسلم من بني فاطمة تاقول وي ثم قال واعلم ان المهدي اذا خرج يخرج بجميع المسلمين خاصتهم عامتهم وله رجال الهيون يقيمون دعوته وينصرونه هم الوزراء له يحملون افعال المملكة ويعينونه على ماقلده تعالى له ينزل عيسى ابن مريم عليهما السلام بالمنازة البيضاء شرقي دمشق متكا على ملكين ملكاً عن يمينه وملكاً عن يساره والناس في صلاة العصر فيسبحون له الامام عن مقامه فيقدم فيصلي بالناس يوم الناس بسنت محمد صلى الله عليه وسلم يكسر الصليب ويقتل الخنزير الخ بالنقل فما الدليل على نزول عيسى من القرآن فالجواب الدليل على نزوله قوله تعالى وان من اهل الكتب الا ليومنن به قبل موته اي حين ينزل يجمعون عليه وانكوت الفلاسفة والمعتزلة واليهود والنصارى عروجه بجسده الى السماء قال تعالى في عيسى عليه السلام وانه لعلم الساعة تاقول وي معناه ان نزوله علامة القيامة وفي الحديث في صفة الدجال فيبما هم في الصلوة اذ بعث الله المسيح ابن مريم تاقول وي فقد ثبت نزوله بالكتاب والسنة وزعمت النصارى ان ناسوته صلب ولاهوته رفع والحق انه رفع بجسده الى السماء والايمان به واجب قال تعالى بل رفعه الله اليه ۱۲ البواقيت والجواهر من عن.

باقی رہ جائے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ ایسا لمبا کر دیں گے کہ مہدی کی حکومت ہو جائے گی اور وہ آنحضرت ﷺ کی ذریت بنی فاطمہ سے ہوں گے اہی قولہ اور جان لے کہ حضرت مہدی تشریف لائیں گے اور سب مسلمان خاص و عام خوش ہو جائیں گے اور آپ کے ساتھ خدائی بندے ہوں گے جو آپ کی دعوت کو قائم کریں گے اور آپ کی مدد فرمائیں گے وہ آپ کے وزیر ہوں گے جو آپ کی بادشاہت کے کاروبار میں مددگار خدمت گار ہوں گے تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ پر اتریں گے سفید منارہ شرقی دمشق سے دو فرشتوں کے اوپر تکیہ کئے ہوئے ایک فرشتہ آپ کے دائیں ہوگا دوسرا بائیں اور لوگ عصر کی نماز کے پڑھنے کی فکر میں ہوں گے تو حضرت مہدی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرع اسلام کے طور پر جماعت کرائیں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ آٹھ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد آپ کے وقت وفات اور کیفیت وفات کا حال فتوحات مکہ کے باب تین سو اہتر ۳۶۹ سے بیان کر کے پھر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی دلیل آیت قرآنی وان من اهل الكتب الا ليومنن به قبل موته (ترجمہ: اور کوئی اہل کتاب سے نہیں مگر عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے۔) لکھ کر کہا ہے کہ فلاسفہ اور معتزلہ اور یہود و نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھنے کے منکر ہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے اس آیت کے فائدے میں موع القرآن میں لکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں جب یہودیوں نے دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے کہ یہ نہ مرے تھے۔ وان من اهل الكتب الا ليومنن به یعنی عیسیٰ علیہ السلام وانه عبد الله ورسوله و روحه و كلمته هذا قول ابن عباس واكثر المفسرين ۱۲ تفسیر خازن من عن.

ہے کہ وہ یعنی عیسیٰ قیامت کی علامت ہے یعنی ان کا اترنا آسمان سے قیامت کی نشانی ہے اور حدیث صفت دجال میں واقع ہے کہ جب حضرت مہدی علیہ السلام اور آپ کے رفقا نماز کی فکر میں ہوں گے تو ناگہاں حق تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا جو سفید منارہ شرقی دمشق کے پاس سے اتریں گے الی قولہ پس تحقیق حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان سے اترنا قرآن وحدیث کی دلیل سے ثابت ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ آپ کا جسم پھانسی دیا گیا تھا اور روح آسمان پر چڑھ گیا تھا اور حق یہ ہے کہ حضرت مسیح اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور اس پر ایمان لانا واجب ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے بل رفعہ اللہ الیہ یعنی حضرت عیسیٰ کو نہ کسی نے مارا ہے نہ سولی پر چڑھایا ہے بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھایا ہے یہ ترجمہ ہے عبارت ”یواقیت والجواہر“ و ”فتوحات مکیہ“ نقل سے اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں مرقوم ہے اور اس امر کو بھی یواقیت والجواہر و فتوحات مکیہ میں بخوبی ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر تسبیحات و تہلیلات کی غذا سے زندہ ہیں جیسے کہ فرشتے اور آپ کو روح اللہ ہونے کی وجہ سے فرشتوں سے کمال مشابہت تھی ”یواقیت والجواہر“ قلمی کے ورق ۲۳۱ سے ۲۳۲ تک میں دیکھو اور واضح رہے کہ امام شعرانی و شیخ اکبر مرزا جی کے کمال معتقد فیہما ہیں جن سے ازالہ اوہام وغیرہ میں سند لی ہے اور ان پر مرزا کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ سے حدیثوں کی صحت دریافت کر لیتے ہیں ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۹ سے ۱۵۲ تک دیکھو

ل ما قتلوه بقیۃ بل رفعہ اللہ الیہ والمعنی وما قتلوا المسیح بقیۃ کما ادعوا انہم قتلوه ولیل ان قوله بقیۃ يرجع الی ما بعدہ تقدیرہ و ما قتلوه بل رفعہ اللہ الیہ بقیۃ والمعنی انہم لم یقتلوا عیسے ولم یصلبوه ولكن اللہ عز وجل رفعہ الیہ وطہرہ من الذین کفروا وخلصہ من اراد بسوء وقد تقدم کیف کان رفعہ فی سورة ال عمران (بما فیہ کفایۃ ۲ انفسیر خازن من عن )

پس جب ان دونوں حضرات مستند مرزا نے صاف فرمادیا کہ حضرت مسیح کا اسی جسد غضریٰ کے ساتھ آسمان پر جانا اور پھر قریب قیامت کے زمین پر اترنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر ایمان واجب ہے اور منکر اس کے یہود و نصاریٰ و فلاسفہ و معتزلہ ہیں تو اب مرزا جی اور مرزائیوں کو یہود و نصاریٰ وغیرہما سے نکل کر مسلمانوں میں داخل ہونا منظور ہے تو بہ نصوح کے اشتہار شائع کریں اور حضرت مہدی مسیح کے ایک ہونے اور حضرت مسیح کی موت کے اعتقاد سے سچی توبہ کر کے اشتہار دیں ورنہ بموجب شہادت اپنے کمال معتقد فیہ امام شعرانی و شیخ اکبر قدس سرہما کے خسر الدنیا والآخرۃ ہو چکے ہیں۔

من آنچه شرط بلاءست با تو میگویم تو خواہ پندازاں در پذیر و خواہ ملال

اب نیے ”مجمع بحار الانوار“ کی شہادت جو دوسری مرزا اور مرزائیوں کی نہایت مستند کتاب ہے اس میں صفحہ ۲۷۹ لفظ ہدیٰ کے معنی میں لکھتے ہیں کہ حضرت مہدی اسی سے نام رکھے

۱۔ وہ سَمی المہدی الذی بشر ﷺ بمجینہ فی اخر الزمان من یرید بہ المہدی الذی یجتمع مع عیسیٰ علیہ السلام ویفتح القسطنطنیہ ویملک العرب والعجم ویقتل الدجال وغیر ذلک مساورہ بہ الاخبار صفحہ ۴۷۹۔ ومنہ مہدی اخر الزمان من ای الذی فی زمن عیسیٰ علیہ السلام ویصلی معہ ویقتل الدجال ویفتح القسطنطنیہ ویملک العرب والعجم ویملأ الارض قسطاً ویولد بمدينة ویكون بیعۃ بین الرکن والمقام کرہا علیہ ویقاتل السفیانی ویلجاء الیہ ملوک الهند مغفلین الی غیر ذلک و اقل حباء واستخف عقلاً واجہل دیناً و دیاناً قوم اتخذوا دینہم لہواً ولعباً کالعب الصبیان بالخزف والحصری لجعل بعضہا سلطاناً ومنہا قیلا وافراراً وجنوداً فہکذا هؤلاء المجنونون جعلوا واحداً من غرباء المسافرين مہدیاً بدعواء الکاذبۃ بلاسند وشبہہ جاہلاً متجہلاً وبلاخفاء لم یسم لشفۃ من علوم الدین والحقیقۃ فضلاً من فنون الادب یفسر لہم معانی الکلام الربانی وینبؤ بہ مقاعد فی التارویس فہم (جاری)

گئے ہیں جن کی آنحضرت ﷺ نے بشارت دی ہے کہ آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے اور یہ وہ مہدی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مل کر قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور عرب و عجم کے بادشاہ ہوں گے اور دجال وغیرہ کو قتل کریں گے جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے پھر اسی ”صحیح بحار الانوار“ کے خاتمہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہم نماز پڑھیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے عرب و عجم کے بادشاہ بن جائیں گے اور زمین کو انصاف سے بھر دیں گے مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور بیت اللہ کے طواف میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان باکراہ آپ سے بیعت ہوگی اور ہند کے بادشاہ آپ کی طرف ہجرت ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ اور سخت بے حیا اور نہایت کم عقل

(نقیۃ) بالاحتجاج بآیات المثانی بحسب ما بادلہا لہم فیما شرع لہم عن عقائد ظہرت فسادھا عند الصبیان واذاقیم الحجج النبویۃ الدالۃ علی شروط المہدی یقول غیر صحیح ویعلل بان کل حدیث یوافق اوصافہ فہو صحیح و ما یخالفہ فغیر صحیح ویقول ان مفتاح الایمان بیدی فکل من یمدقنی بالمہدویۃ فہو مؤمن ومن ینکرھا فہو کافر ویفضل ولایہ علی نبوۃ سدا الانبیاء وینسبہ الی اللہ عزوجل ویستحل قتل العلماء واخلد العزیزہ وغیر ذلک من خرافاتہم ویسمون واحداً ابابکر الصدیق واخر باخر وبعضہم المہاجرین ولانصار وعائشہ وفاطمہ وغیر ذلک وبعض اغبیانہم جعلوا شخصاً واحداً من السند عیسیٰ فہل ہوا لا العبد الشیطان لولا ان لزمہم من الخلو فی العذاب السرمہ ولیران وکانوا علی ذلک مدداً کثیراً وقتلوا فی ذلک من العلماء عدیلاً الی ان سلط اللہ علیہم جنوداً لم یروھا فاجلی اکثرہ وقتل کثیراً ونوب آخری توبہ وفیرا لعل ذلک بسعی هذا الحقیر واستجابة لدعوة الفقیر واللہ الموفق لكل خیر فالحمد للہ الذی بنعمتہ نتم الصالحات ۱۲ خاتمہ

اور دین کے بالکل جاہل ہیں وہ لوگ جنہوں نے دین کو لہو و لعب بنا لیا ہے جیسے اطفال خورد سال مٹی سے کوئی بادشاہ کوئی امیر کوئی ہاتھی کوئی گھوڑا کوئی لشکر بنا لیتے ہیں ایسا ہی ان دیوانوں نے ایک غریب مسافر کو اس کے جھوٹے دعویٰ پر مہدی موعود مان لیا جس پر کوئی بھی دلیل نہیں ہے اور بالکل نادان ہے دینی علوم سے اس کو یوتک نہیں پہنچی چہ جائیکہ فنون ادب سے واقف ہو اپنی رائے سے آیات قرآنی کے معانی کر کے دوزخ میں جگہ بنا رہا ہے اور اپنے عقائد پر جن کا فساد اطفال مکتب پر ظاہر ہے آیات قرآنی کو ماول کر کے دلیل لا رہا ہے۔ جب دلائل شرعیہ احادیث نبویہ سے جس میں مہدی کی شرطیں ہیں اس پر قائم کجباتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہیں اور اس کا ادعا یہ ہے کہ جو احادیث میرے اوصاف سے موافق ہیں وہ صحیح ہیں اور جو اس کے مخالف ہیں وہ غیر صحیح ہیں ایمان کی تالی میرے ہاتھ میں ہے جس نے میری تصدیق کی وہ مومن ہے اور میرا منکر کافر ہے اور خبر صادق ﷺ پر اپنی فضیلت ثابت کر کے اس کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اور علماء کے قتل کو حلال جانتا ہے اور جزیہ کا لینا وغیرہ اس کی خرافات سے ہے کسی کا نام ابو بکر کسی کا کچھ اور بعضے مہاجرین و انصار و عائشہ و فاطمہ وغیرہ ذلک رکھا ہے اور بعضے ان کے نادانوں نے ایک شخص ”سندی کو عیسیٰ بنا دیا پس یہ بالکل شیطانی کھیل ہے اور ہمیشہ کے عذاب و دوزخ کا لزوم ہے بہت مدت تک اس حالت میں رہے اور کئی علماء دین کو قتل کیا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان پر غیبی شکر بھیج دیا جس نے اکثر جلاوطن اور بہتوں کو قتل اور بعضوں کو تائب کرایا اور امید ہے کہ اس گنہگار حقیر کی کوشش اور اس فقیر کی دعا کی قبولیت سے یہ ہوا ہو۔ اور خدا ہی توفیق خیر دینے والا اور تمام حمد باری تعالیٰ کے لئے ہے جس کی نعمت سے اعمال نیک پورے ہوتے



ہیں۔ یہی ترجمہ ہے عبارت ”مجمع بحار الانوار“ کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں منقول ہے جس سے مرزا جی اور مرزائیوں کا قدم بقدم ہونا پہلے کا ذب مہدی و جعلی مسیح سے ثابت ہو کر ان کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کی بواقعی تردید و بطلان تحقیق ہو گئی۔ اللہم یا ذا الجلال والاكرام یا مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاهر مؤلف ”مجمع بحار الانوار“ کی دعا اور سعی سے اس مہدی کا ذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا تھا ویسا ہی دعا و التجاء اس فقیر قصوری کا ان اللہ سے (جو تجھے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع سعی ہے) مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو تو بہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد لله رب العلمین انک علی کل شئی قدير وبالا جابة جدیر۔ امین۔

ہر چند اب دوسرے ہفتوات ان مشتملین کے رد کی کچھ حاجت نہیں رہی ابن قیم وغیرہ تو مسلم الثبوت نہیں ہیں شاہ ولی اللہ محدث پر تو زرا بہتان اگر ان کی کسی تصنیف کا حوالہ ہوتا تو ہم اس کی بھی تردید کر کے مرزائیوں کی کج فہمی و دھوکہ دہی ثابت کر دکھاتے مگر تفسیر حسینی کی سند کا جواب سن لو۔

۱۔ مجمع بحار الانوار کے جملے مہدی اور جعلی عیسیٰ اور مرزا قادیانی کے ادعا میں بہت وجہ سے کمال مطابقت ہے صرف اتنا ہے کہ اس سے پیشتر مہدی اور عیسیٰ دو علیحدہ علیحدہ شخص تھے مرزا جی نے سب کے برخلاف ان دونوں کو ایک بنا کر خود مہدی عیسیٰ بن گئے پہلوں نے علماء دین کے نقل کرائے تھے مرزا کو یہ طاقت نہیں اس نے علماء کو مخاطفہ گالیاں دیں اور یہود سیرت اور بے ایمان و غیر باطنی کتابوں میں لکھا شروع کر دیا ہے اور اس پر جاہ انوسں نہیں ہے جب یہ شخص مسیح علی نبی وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی انبیاء اولوالعزم کو خاص گالیاں دینے سے نہیں شرماتا تو علماء دین اسکے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

قولہ اور تفسیر حسینی میں آیت فلما توفیتی کی تفسیر میں لکھا ہے پس اس وقت کہ لیا تو نے مجھ کو یا مارا تو نے مجھ کو پس اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب تفسیر حسینی بھی حیات پر مصر نہیں بلکہ وفات کا قائل ہے۔ الخ۔

اقول صاحب تفسیر حسینی کو قائل وفات حضرت مسیح کہنا محض انفرادی اور دھوکہ دینا ہے۔ دیکھو تفسیر حسینی میں آیت وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے تو سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے اور یقین کریں گے کہ وہ پیغمبر تھے اچھی طرح اور آیت وانہ لعلم للمساعة کے معنی میں لکھا ہے بدرستیکہ عیسیٰ علیہ السلام است مراعات را یعنی بدو بداعت کہ نزاد است قیامت چہ کیے کہ از علامات قیامت نزول عیسیٰ علیہ السلام کہ بعد از تسلط دجال از آسمان بر اہل زمین فرو آید نزدیک منارہ بیضا در طرف شرقی دمشق الخ اب غور کرو کہ کیسا صاف صاف اسی تفسیر حسینی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا اور قریب قیامت آسمان سے اترنا ثابت ہے جو عقیدہ اہل اسلام ہے اور فلما توفیتی جو قیامت کو کہا جائے گا اس کے معنی میں موت کے لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فی الحال موت پر دلیل لانی سراسر کذب اور دھوکہ بازی ہے ہم اوپر تفسیر خازن وغیرہ سے نقل کر چکے ہیں کہ سوائے محمد بن مروان صدی صغیر کے جمع مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ سوال وجواب جسمیں فلما توفیتی مذکور ہے قیامت کو ہوگا اور ”مجمع بحار الانوار“

۱۔ قائل کے لفظ کے نیچے دو نقلے یا کے لکھنے مرزائیوں کی سخت بے علمی کی دلیل ہے جس کا مختصر ذکر فقیر نے رسالہ ظہور الدلہ کے اخیر درج کیا ہے ۱۲ منہ علی عند۔

مرزائیوں کی نہایت معتبر کتاب کے صفحہ ۵۰۹ میں دیکھ لو کہ امام سیوطی کی سند سے صدی صغیر کے سلسلہ کو سلسلہ کذب لکھا ہے جس کی اصل عبارت حاشیہ میں منقول ہوتی ہے۔

اب رہا جواب اس کا جو اس اشتہار میں درج ہے کہ جب کسی مولوی سے بمقابلہ مرزا قادیانی کے وفات مسیح کے بارے کچھ نہ بن پڑا تو مرزا پر فتویٰ کفر کا تیار کیا اور سو یہ بھی نرا جھوٹ ہے کیونکہ مرزا کے پاس تو کوئی بھی دلیل شرعی نہیں ہے نہ مسئلہ وفات مسیح علیہ السلام نہ اس کے مورد الہام ربانی ہونے کے بارے میں جس کو اس امر پر یقین کرنا منظور ہو فقیر کے رسالہ ”رجم الشیاطین برد اغلو طات الجراہین“ کو بغور مطالعہ کرے اور خود اسی تحریر میں دیکھ لو کہ اسی کی مقبولہ اور مستند کتابوں سے اس کی بوقی تردید کر دی ہے کہ یہ ”الیواقیت والجوہر“ و ”فتوحات مکیہ“ و ”مجمع بحار الانوار“ سے ہی مرزا اور مرزائیوں کی بخوبی تجسیت و تکذیب ہو گئی ہے کسی دوسری دینی کتب سے نقل کرنے کی حاجت نہیں رہی ورنہ تمام کتب عقائد اسلامیہ و کلامیہ اس کی تردید میں موجود ہیں اور واقعہ تکفیر مرزاجی کو ہم عقرب مدلل بیان کرتے ہیں اس جگہ اتنا اور بھی سن لو کہ جو اس اشتہار میں بسند مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ امام ربانی مرزا کی تائید کی ہے اور نیز خود مرزاجی نے اپنے الہام وغیرہ میں ان کے مکتوبات سے اپنی تائید چاہی ہے سو یہ بھی محض دھوکہ دیا ہے اولاً تو یہ مکتوبات کیا کسی بھی دینی کتاب یواقیت وغیرہ میں درج نہیں ہے کہ علماء دین حضرت مہدی یا حضرت مسیح کی تکفیر کریں گے۔ ثانیاً انہیں مکتوبات کی جلد ثانی میں افادہ فرماتے ہیں علامات قیامت کہ مخبر

۱۔ قال السیوطی واوہی طرف تفسیر ابن عباس طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاذا انضم الیہ محمد بن مروان السدی الصغیر فہی سلسلۃ الکذب ۱۲ مجمع من عن.

صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام انزال خبر داود استحق است احتمال تخلف ندارد کہ طلوع آفتاب از جانب مغرب و ظہور حضرت مہدی علیہ الرضوان و نزول حضرت روح اللہ علیہ السلام و خروج دجال الخ دیکھو صفحہ ۱۳۲ میں پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اہل ہند سے مہدی کا ہونا جھوٹ ہے اور احادیث صحیحہ جو بحد شہرت بلکہ بحد تواتر پہنچی ہیں ان سے علامت مہدی کی اہلیت نبوت سے ان کا ہونا اور ان کے باپ کا نام موافق آنحضرت ﷺ کے ہونا ثابت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے زمانہ میں اتریں گے۔ اور نیز ان کے ظہور سلطنت کے زمانہ میں چودہ رمضان کو سورج گرہن ہونا اور ابتدا میں چاند گرہن ہونا برخلاف عادت زمانہ اور برخلاف حساب منجمین کے وارد ہے الخ۔ اب دیکھو کہ بسند مکتوبات حضرت قدس سرہ امام ربانی کے مرزا قادیانی کے ادعاء مہدویت و مسیحیت کا سارا دفتر گاہ خور ہو گیا ہے اور یہ دعویٰ بھی جو سال گذشتہ رمضان شریف میں خسوف و کسوف معمولی کو اپنے ظہور کی دلیل بنا کر نامے کے نامے سیاہ کر دیئے تھے وہ سب کے سب باطل ہو گئے والحمد للہ علی ذلک پھر یہ جو اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ مکفرین مرزاجی کے باہم ایک دوسرے کی تکفیر کر رہے ہیں تو ان کا کیا اعتبار ہے سوا اولاً تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقلدین و غیر مقلدین میں غالباً اختلاف جزئیات میں ہے جو موجب تکفیر ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ ثانیاً علماء عجم سے پہلے حضرات مفتیان حرمین محترمین نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی ہے جس کا مختصر ذکر ہم ابتدا اس تحریر کے تسطیر کر چکے ہیں اور رسالہ رجم الشیاطین کے دیکھنے سے وہ تمام احوال مفصلاً معلوم ہو سکتے ہیں رہا یہ جو اخیر صفحہ اس اشتہار مفقود تاریخ میں لکھا ہے کہ امام اعظم علیہ السلام کے مذہب میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے نام کے پیچھے (علیہ السلام) اگر سخری سے ہے تو حق تعالیٰ منتقم کافی ہے اور نہ مرزائیوں کی سخت جہالت کی دلیل ہے ۱۲ منہ غنی عند۔

ننانوے وجہ کفر کی ہوا اور ایک وجہ اسلام کی تو کافر لکھنا منع ہے۔

سو یہ بھی ان مرزائیوں کی دھوکہ بازی ہی ہے جندۂ خدا مرزا قادیانی کی تکفیر اہل حق کے نزدیک دوسبب سے ہے ایک یہ کہ وہ مدعی نبوت و رسالت ہے دوم انبیاء علیہم السلام کی اس نے سخت توہین کی ہے۔ دعویٰ نبوت کی ایک مثال تو اسی اشتہار کے صفحہ ۵ کے اخیر اور صفحہ ۶ کے ابتدا میں سورہ یس مہارک کی آیت (یا حسرة علی العباد ما یأتیہم من رسول الا کانوا به یستہزءون) یعنی کیا انسوس ہے بندوں پر کوئی رسول نہیں آیا ان کے پاس جس سے ٹھٹھا نہیں کرتی) لکھی ہے

اب اس میں کیا شک ہے کہ مرزائیوں نے مرزا کو رسول بنادیا اور علماء و ربائین کو جو مرزا کے مخالف ہیں رسول سے ٹھٹھا کرنے والے جان لیا ہے۔ اب آگے مرزاجی کے دعویٰ رسالت و نبوت کا نمونہ ان کی کتابوں سے سنئے صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰، دو جگہ براہین احمدیہ میں پھر صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹ میں پانچ جگہ ازالہ اوہام کے اور نیز انجام آتھم وغیرہ میں دعویٰ کیا ہے کہ آیت ہوالذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ مرزا قادیانی کے حق میں پشتگوئی ہے مرزا کے زمانہ سے پہلے اس پشتگوئی کا ظہور ممکن نہ تھا اور سیفی فتح (یعنی جو زمانہ نبوت و خلافت میں واقع ہوئی ہے) وہ کچھ چیز نہیں چند روزہ اقبال کے دور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم ہو جاتی ہے سو وہ فتح اب

۱۔ بے تیزی کہ یحسرة موصول کو مفعول بصورت یا حسرة مفعول لکھ دیا ہے جو خلاف رسم قرآنی ہے البتہ جب خود مرزا کو یہ تیز نہیں جیسا کہ اس نے بغیسی، انت قلت الا یہ میں تین غلطیاں کی ہیں جن کا اوپر ذکر کر رہا ہے تو جب جعلی مسیح خود غلط کہہ رہے تو اس کے حواری غلطی کیوں نہ کریں گے نعوذ باللہ منہ ۱۴۔

مرزا کے زمانہ میں حاصل ہوئی ہے۔ اور یہ پشتگوئی قرآن میں مرزا کے زمانہ کے لئے لکھی گئی ہے اور اس سے پہلے اس کے ظہور کا وقت ہرگز نہ تھا یہ حاصل مراد ہے۔ ان مقامات میں محولہ کا جس کا جی چاہے غور سے تمام مقامات کو دل لگا کر دیکھے یا فقیر کے پاس آئے کہ عین الیقین کرادوں کہ دعویٰ نبوت کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے حق میں اس آیت مہارک کے نازل ہونے سے صریح انکار ہے جو یقیناً برحق رسول اور اس آیت کا مورد آپ ہی ﷺ کا قدر فضلہ و کمالہ۔ پھر توضیح المرام کے صفحہ ۸ کی سطر ۳ سے ۱۳ تک جمیع لوازم نبوت کو مرزاجی نے اپنی محدثیت میں اپنے لئے ثابت کر لیا ہے نہ بانی دعویٰ نبوت جزئی کیا ہے مگر نبوت تامہ سے کوئی دقیقہ فرو گذا نہیں چھوڑا ہے یہ کتابیں فقیر کے پاس بجنس موجود ہیں جو چاہے دیکھ لے۔ پھر انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو لفظ رسول و نبی و مرسل سے بار بار مخاطب کیا ہے اور میں (یعنی مرزا) ان کے ظاہر کرنے پر مامور ہوں (یعنی مرزا) کو ۱۲، اور اخیر میں جو یہ تاویل کی ہے کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنی پر مستعمل نہیں ہیں تو یہ محض دھوکہ دہی عوام اہل اسلام اور ان کی زبان بندی ہے اس لئے کہ شرع اسلام میں ہرگز روا نہیں کہ کوئی رسول یا نبی ہونے کا خواہ مجازی معنی سے دعویٰ کرے اور اللہ تعالیٰ کسی کو بھی رسول یا نبی یا مرسل کے لفظ سے بعد سرور خاتم ﷺ کے مخاطب فرمائے کہ یہ مناقض ہے حکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین، لان نبوة و لانی بعدی کے جس سے ہر قسم

۱۔ اور یہ کہ اس مرزا کے مقابلہ میں عیسائیوں اور آریوں نے اپنی کتابوں اور اخباروں اور خطوں میں آنحضرت ﷺ کو سخت ناشائستہ لفظوں اور مقلدہ گائیوں سے بد کیا ہے ۱۲ منہ غنی عنہ۔

۲۔ یہ بعض مقامات میں لادھیانہ کو جمع کے وعظ میں دکھائے گئے تھے جس پر مشہور تھا کہ کئی لوگ مرزا قادیانی سے مخرب ہو گئے ہیں والحمد للہ علی ذلک ۱۲ منہ غنی عنہ۔

اور ہر نوع نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے قابل غور یہ ہے کہ زمانہ اصلی محدثوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے تیرہ سو برس سے زائد مدت تک حق تعالیٰ نے کسی کو بھی رسول و نبی و مرسل کے خطاب سے نہ فرمایا اب یہ مرزاجی جو فی الحقیقہ عبدالہ نیا و بندہ درام ہیں کیونکر ان خطابات کے مورد ہو گئے حاشا وکلا۔

اب ان دنوں ۱۷ افروری ۱۸۹۷ء کا مرزاجی کا ایک اشتہار ہے کہ ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے دو ہزار روپیہ جماعت مخلصین جلد ہم پہنچائیں اور پہلے سے سابق قدم ہو جائیں ان فاعبثروا یا اولی الابصار اور جب فقیر شعبان میں وارد لا ہو رہا تو ایک خط میں مولوی محمد احسن امروہی نے فقیر کو خط لکھا تھا آپ کے چند خیالات مندرجہ خطوط و نیز اشتہار مباہلہ بخشور حضرت امام مہدی یعنی مسیح موعود مصداق اعماکم منکم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو عاجز کے رو برو پڑھے گئے ان اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس نئے مولوی نے ایک رسالہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے پس اب کوئی بات رہ گئی دعویٰ نبوت و رسالت سے اور تاویل معنی مجازی کی محض عوام اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے ہے اب سنو نمونہ تو بینات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۶ میں ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکلیں۔ صفحہ ۸ میں ہے ۱ جن کے اصل محدث ہونے کا مرزا قادیانی کو بھی اقبال ہے دیکھو رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۱۶ کے حاشیہ میں سطر ۹ سے ۱۵ تک ۲ اعلیٰ عنہ

۳ چونکہ مرزا کی پیشگوئیاں سب جھوٹا دعویٰ اور فریادام تو در ہے جس کے راست ہونے کی قطعی ناامیدی ہے اس لئے مرزاجی نے یہ چالاکی دکھائی کہ پہلے انبیاء کی پیشگوئیاں بہت غلط نکلیں جس سے سوساۃ اللہ یہ محض کذب ہے بھلا خدا کا رسول کیا اور اس کی پیشگوئی غلط کیا جائے انبیاء کے صدق و راستی پر قرآن وحدیث گواہ ہیں جس کا شہ کتاب "تقدیس الانبیا" میں مذکور ہے ۴ اعلیٰ عنہ۔

حضرت موسیٰ کی بعض پیشگوئیاں بھی اسی صورت پر ظہور نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں اُمید باندھ لی تھی غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں زیادہ غلط نکلیں صفحہ ۳۰۲ میں مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ جو شعبہ بازی کی قسم سے ہے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریاد کرنے والے تھے صفحہ ۳۰۳ میں ہے حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے ان صفحہ ۶۲۹ میں ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی ان

پھر صفحہ ۳۱ رسالہ انجام آتھم میں ہے اور مریم کا بیٹا کشتیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا اھ پھر صفحہ ۳ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم سے صفحہ ۸ تک حضرت یسوع کو نادان، شریر، مکار و روح والا، گالیاں بدزبانی کرنا والا، موٹی عقل والا، جھوٹا، چور، شیطان کے پیچھے چلنے والا، اس کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ کی تین دادیاں، نانیاں زنا کار اور کسی عورت میں تھیں۔ آپ جدی مناسبت سے کنجریوں سے میلان اور صحبت رکھتے تھے۔

۱ یہ قصہ قورات سے نقل کیا ہے جس کا حرف ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور صحیح حدیث میں وارد ہے لا تصدقوا اہل الکتاب ولا تکنذبوہم حضرت عمرؓ صحیح حدیث قورات سے نقل کرنے پر جبر ہوئی تھی جس پر لو کان مومنی حیا اللہ بہ ارشاد ہوا تھا اب اس جھوٹے محدث قورات سے نقل کرنا کیونکر جائز ہو گیا ۲ اعلیٰ عنہ۔

۳ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۹۹ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ میں حضرت مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں جیسے کہ ایک برخت کے دو پہل یا ایک دوہرے دنگڑے ہیں واضح رہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جن کا نام نامی یسوع بھی ہے وہ تو بافاق اہل اسلام تمام معجزہ کبیرہ گماں ہوا ہے پاک اور مکارم اخلاق کے پتے تھے مثل تمام انبیاء علیہم السلام مگر جب مرزا قادیانی ان کو ان صفات زیمہ سے موصوفہ جانتا ہے تو مرزاجی خود بھی نادان، شریر، مکار، روح والا، گالیاں بدزبانی کرنے والا، موٹی عقل والا، جھوٹا، چور، شیطان کا تابع۔ اس کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے کچھ نہیں جس کی تین دادیاں، نانیاں زنا کار تھیں۔ خود جدی مناسبت سے کنجری باز ثابت ہو گیا کیونکہ وہ اسی جوہر کا ٹکڑا اور اسی درخت کا دوسرا پھل ہے یا اس کو کسی نے نہیں کیا بلکہ وہ اپنے الہام سے اب ثابت ہو چکا ہے ۴ اعلیٰ عنہ۔



یہ سب کچھ لکھ کر اخیر میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے کہ یسوع کا حال قرآن میں کچھ درج نہیں ہے کہ یہ کون ہے سو یہ محض جھوٹ ہے کیونکہ یسوع عیسیٰ کا ملقبوب حضرت مسیح ابن مریم کا نام مشہور ہے کوئی ادنیٰ دانشمند بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔ پھر ازالہ کے صفحہ ۷۴ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا اب یہ ظاہر ہے کہ کلمات توہین انبیاء میں کسی طرح سے بھی کفر سے مخلص نہیں ہوتی دیکھو شفاء اور اس کی شرح مولانا قاری میں اور تمام مبسوطات عقائد اسلامیہ میں یہ مسئلہ درج ہے۔ پس مرزا قادیانی اور اسکے حواری اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ یہ کس قدر سخت درجہ کے کافر ہیں چونکہ یہ بحث کتاب "تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام" میں مفصل بیان کیا گیا ہے اس لئے یہاں پر اسی قدر مختصر پر کفایت کیجاتی ہے یہ بھی واضح رہے کہ مرزا جی جو اپنی پیشگوئیوں کے راست ہونے میں اشتہارات کے ذریعے سے عوام اہل اسلام کو دھوکہ دے رہے ہیں تو اولاً معلوم ہو کہ پیشگوئیوں کا معاملہ مسلمان ہونے کے بعد پرکھا جاتا ہے مرزا جی اول مسلمان بن لیں پھر پیشگوئی وغیرہ کا نام لیں۔ ثانیاً مرزا جی ہمیشہ کاذب ہوتے رہے اگر سارا ذکر کروں تو ایک دفتر مرتب ہو جائے گا بہت لوگوں نے اس کی بابت بہت کچھ لکھا ہے فقیر اس میں اپنا قیمتی وقت رائگاں نہیں کرتا مگر نمونہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہتا دیکھو بڑی پیشگوئی لکھرام کی موت ہے جس پر مرزا اور مرزائیوں کو سخت ناز ہے اس کی بابت مرزائی اخیر ورق سبز رنگ رسالہ "برکات الدعاء" کے حاشیہ پر لکھا تھا کہ ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۲ رمضان ۱۳۱۰ھ میں ایک فرشتہ علاؤ اللہ لکھرام کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے اھ ملخصاً غور کرو کہ چار سال سے زائد مدت تک فرشتہ کو لکھرام نہ ملا جواب چار سال

سے زائد مدت کو وہ مقتول ہوا اھل هذا الاھدیان۔ پھر جلسہ تحقیق مذاہب میں پسندیدگی مضمون مرزا جی کا الہام جس اضفاٹ احلام کو وہ خود اور عبدالقادر لدھیانوی اپنے خط میں مشتہر کرتا ہے سو باوصف تخلف مکائن جلسہ وایز اد تاریخ جلسہ کے اس مضمون سے کون سے آر یہ یا عیسائی وغیرہ ایمان لے آئے۔ جسے پسندیدگی مضمون معلوم ہوئی۔ معہذا

گاہ باشد کہ کودک ناداں بظلمت برہدف زند تیرے

مشہور ہے اللھم یا کریم یا رحیم یا ارحم الراحمین۔ جیسے کہ تیرے فضل و کرم سے پیشتر ماہ شعبان مدت انتظار مبالغہ میں لاہور میں بارش ہو کر آٹھ سیر گیہوں کی گیارہ سیر ہو گئی تھی ویسے اب مذنب فقیر قوی امید بلکہ یقین رکھتا ہے کہ اس عمل خیر تحریر تردید مرزا اور مرزائیوں میں بھی ہم عاجز بندوں پر رحم فرما اور ہمارے گناہ معاف کر اور سچی توبہ کی توفیق رفیق فرما۔ اللھم ربنا اغفر لنا وحب علینا انک انت التواب الرحیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و عترتہ وسلم اجمعین۔ شہر لدھیانہ میں ۱۶ شوال ۱۳۱۲ھ میں حسن اختتام پایا۔

حضرت علامہ مولانا مفتی پیر غلام رسول نقشبندی  
حنفی اہل تسبیح و تہجد علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

## حالات زندگی

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت امرتسر میں ہوئی ہے۔ سن ولادت معلوم نہیں مگر چونکہ آپ کی عمر شریف ۶۳ سال کی تھی اور وصال ۱۳۲۰ھ میں ہوا ہے، اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲۵۷ھ میں ہوئی ہوگی۔ آپ کے والد ماجد جناب پیر امیر الدین صاحب قاسمی آپ کے زمانہ طفولیت ہی میں انتقال فرما گئے تھے اس لئے اپنی صالحہ و عابدہ والدہ محترمہ کے سایہ عاطفت اور اپنے برادر اعظم مولانا پیر محمد عبدالعزیز صاحب قاسمی کے زیر نگرانی تربیت و پرورش پاتے رہے۔

### روحانی تعلقات و مشاغل:

یوں تو مولانا ابتداء ہی سے تقویٰ و طہارت کے پتلے تھے اور عفت و پاکیزگی گویا آپ کی سرشت میں داخل تھی لیکن بیعت کی جکڑ بندی نے آپ کی روحانیت میں نمایاں خصوصیت پیدا کر دی تھی۔ ذکر و فکر اور مراقبہ سے آپ غافل نہ رہتے تھے۔ مقررہ و متعینہ اوقات اور تنہائی میں اپنے مالک کو یاد کرتے تھے۔ پس پھر کیا تھا، خوابوں میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے دیدار رحمت آثار سے مشرف ہونے لگے، لیکن ان روحانی تعلقات کو جو مولانا بزرگان دین سے رکھتے تھے بہت کم بیان فرماتے، کبھی کسی خاص وقت میں اپنے اخص المتعلقین سے ان باتوں کا تذکرہ ہو بھی جاتا تھا، چنانچہ ایک دفعہ آپ نے اپنے عزیز بھتیجے اور شاگرد مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحب سے بیان فرمایا کہ:-

”میں نے خواب میں ایک بڑا عالیشان مکان دیکھا اس کے دروازہ پر ایک دربان بیٹھا تھا میں نے اس سے کہا کہ اس مکان میں جا کر میں حضور غوث اعظم حضرت شیخ

سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ دربان نے جواب دیا کہ اس مکان میں فضلاء کے سوا کسی دوسرے کو جانے کی اجازت نہیں، خیر! ٹھہریے میں اندر جا کر اپنی زنت طلب کرتا ہوں۔ یہ کہتا ہوا اندر گیا اور واپس آ کر مجھے اندر جانے کی خوشخبری سنائی، میں مکان میں داخل ہوا اور حضور ﷺ کے دیدار کا لطف اٹھایا۔  
اسی طرح ایک دفعہ فرمایا کہ:

”مجھے خواب میں بتلایا گیا کہ فلاں مکان میں حضور سرور کائنات ﷺ تشریف رکھتے ہیں میں سن کر اس طرف چلا، راستہ میں دو غیر مقلد ملے ان سے دریافت کرنے پر میں نے ان کو بتلایا کہ میں رسول محترم ﷺ کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ حضرت ﷺ سے یہ دریافت کیجئے گا کہ تقلید شخصی کے متعلق کیا حکم ہے؟ غیر مقلد تو وہیں رہے اور میں نے آگے بڑھ کر اس متبرک مکان کو پایا، اجازت ملنے پر میں مکان میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ بہت سے صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم کی مجلس میں رونق افروز ہیں میں نے مؤدبانہ سلام عرض کرنے کے بعد پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! تقلید شخصی کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ہذا طریق اسلم یعنی یہ بہت مضبوط طریقہ اور محفوظ راستہ ہے۔“

غرض کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرات انبیاء اولیاء کی زیارتوں سے مشرف ہوتے رہتے تھے جس سے اس امر کا صاف طور پر پتہ ملتا ہے کہ مولانا کو مقربان بارگاہ الہی سے ایک خاص تعلق تھا، آپ کے وصال کے بعد بھی بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار حضرات نے خواب میں آپ کو مراتب عالیہ پر متمکن اور اولیاء کرام کی مجلسوں میں جلوہ گرد دیکھا۔

## تصانیف

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مشغلہ تالیف و تصنیف کو زمانہ تعلیم ہی سے شروع کر دیا تھا، آپ کی تصنیفات میں

۱۔ رسالہ ”تحقیق المرام فی منع القراءة خلف الامام“

یہ کتاب آپ نے غیر مقلدین یعنی اہلحدیث حضرات کے رد میں لکھی۔ یہ کتاب عربی میں ہے اور اس کا ترجمہ ان کے شاگرد حضرت علامہ نور بخش توکلی مصنف سیرت رسول عربی ﷺ نے کیا۔

۲۔ ”اتفاق البردة التقی علی ان سنة الجمعة لا تقضى“

۳۔ رسالہ ”امتناع خطیر“

یہ حضرت نے اسماعیل دہلوی اور وہابیہ کے رد میں لکھی۔

۴۔ ”حاشیہ فتاویٰ مبارک“

۵۔ ”حاشیہ شرح ملا جامی“

## رد قادیانیت

دجال مرزا قادیانی کے نزدیک ”وفات مسیح“ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کے ثابت ہونے پر اس کی دجالی مسیحیت ثابت ہوتی تھی وفات مسیح کا مسئلہ سب سے پہلے مرید احمد خان نیچری نے نکالا تھا اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش مرزا نے کی۔ ۱۸۹۳ء میں جبکہ مرزا قادیانی اور اس کی ذریت وفات مسیح پر اپنا زور لگائے ہوئے تھے تو علامہ غلام رسول امرتسری صاحب نے مسئلہ حیات مسیح ﷺ پر یہ معرکہ الآراء کتاب ”الالہام



الصحيح في اثبات حيات المسيح " لکھی جس میں دلائل عقلیہ و براہین نقلیہ سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام بحسد عصری آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ کتاب کے آخر میں مرزا یوں کو چیلنج دیا گیا تھا کہ اگر اسکا جواب باصواب لکھو گے تو تمہیں ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ یہ کتاب بزبان عربی تحریر کی گئی ہے اس کا اردو ترجمہ حضرت کے شاگرد و برادر زادے مولوی مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی حنفی صاحب نے کیا۔ جو کہ اسی جلد میں شامل ہے۔

محمد امین قادری حنفی



بَيِّنَاتُ الْحَقِّ وَرَفَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا  
الآية (١١) سورة الاسراء

# الْإِلَهَامُ الصَّحِيحُ فِي إثبات حياة المسيح (عربی)

(سن تصنیف: 1893 / 1311ھ)

تصنیف لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی پیر غلام رسول نقشبندی حنفی ہتھری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الذي هدى لمن الى هذه مال وهادوا رشدا الى فهم  
الحقائق لمن في تحقيق الحق اشد واد واشاد بذكر من جاد بالوصول  
الى الدقائق القرآنية وفي رضاه دجا ومن خاض في آياته خوض من لم ينب  
اليه فهو ممن اتاب اليه صادو عن سبيله صاذا وفي بواد الحيرة كا لحمار  
الحيدى حاد وذيد عن خطيرة قدسه اشد الذياد ومن تنحى بسواده عن  
سواد عباده الصالحين فهو احرى بان يسود وجهه بالسواد لا بان يسود  
اوساد ومن عاد لعصيانه من اى عاد كان كما اعتاد عاد فقد عاد الى شر  
معاد والصلوة والسلام الايمان الاكملان على حبيبه وصفيه محمد ﷺ  
سيد الانبياء والاولياء من الاقطاب والاوراق الذي تخضع دون سرادقات  
دولته القياصرة والاكاسرة وكل منهم في جنابه تادوا نقاد ومن تكبر  
واعرض عنه وفادو عن استماع مواعظه اضفاد فقد اباده الله فبادو كاد ان  
يكاد دار البوار يوم التناد وعلى اله وصحبه الذين هم خزنة اسرار الدين  
المتين واتباعهم ساد من سادو بشقاقهم وخلافهم زاغ عن الصراط  
السوى من زاغ ووقع في الالحاد وفسد قلبه اشد الفساد كفساد طعام داد  
وبعد فيقول الراجى للترقى الى اوج القبول محمد غلام رسول الحنفى  
المجددى النورى القاسمى حفظه الله عن شر كل لنيم غبى وغوى انه لما  
كثر الضلال والطغيان والبغى والعدوان في هذا الزمان من اجل الذى خرج  
من قاديان وادعى انه المسيح الموعود به الاى اخر الزمان وانه مات نبى  
الله عيسى بن مريم على نيا والصلوة ما دام الملوان وتعاقب القمران وانه لم  
يرفع بجسده الى الخضراء فلا ينزل الى الغبراء واظهر عقائد الزنادقة

ومكاند الملاحدة كل مطالبه و مطالب من يخذوه حذو النعل بالنعل  
الافساد في البلاد وجل مأربهم افشاء التزندق واشاعة العقائد الخبيثة  
الكفرية بين العباد واذاعة الارتداد يدعون انهم هم المهتدون والحال  
انهم عن الصراط لناكبون وانهم الذين امنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم  
فهم لا يفقهون فان ماتوا على ذلك فهم في جهنم خلدون تلفح وجوههم  
النار وهم فيها كالخون ويقال لهم ألم تكن آياتي تتلى عليكم فكنتم بها  
تكذبون يخنعون بالسلف الصالحين خنعا ويحسبون انهم يحسنون صنعا  
ونحن بين اظهروهم يسون العلماء ويبغضون الفضلاء صناعتهم السب  
والشتم والطغيان وفي تفصيح الامرين الناهين اطالة اللسان ليس لهم من  
العقل سهم ولا بالدين فهم لا يميزون بين القشر وبين اللباب ولا بين الدر  
وبين التراب ولا يفرقون بين الشمال واليمين ولا بين الشيخ والجنين  
فهم حائرون في اودية الظلم وضلال مبين الا يعلمون ان لعنة الله على  
الظالمين ولما بلغ الامر الى ما رايت وانتهى الفساد الى ما تلوت ودرت  
التمس منى بعض الاحباب وخلص الاحباب ان اظهر فساد دلائل  
القادياني على دعواه من موت عيسى صلى الله وسلم على نينا وعليه حين مارفعه  
الله اليه واثبت حيوته بالآيات القرآنية واكتفى بها من غير تعرض  
لذكر الاحاديث النبوية على صاحبها الف الف تحية لان القادياني واتباعه  
لا يعتقدونها ولا يدينون بها ومن غير تعرض لسائر عقائدهم الفاسدة  
الكاسدة والمزخرفات الواهية لعدم اشتهاها كاشتهار المسئلة الاولى  
ولعدم الفراغ لكثرة الاشتغال بمطالعة الكتب السالفة المتداولة والافتاء

للمستفتين وتعليم الطلبة ولتنفیر الطبيعة عن التوجه الى امثال هذه  
الخرافات ولكررتها الالتفات عن اشباه هذه المزخرفات التي هي  
كفريات صرفة وارتدادات محضة اعاذنا الله تعالى واعاذ سائر المسلمين  
من شرور هذه الطائفة الباغية الملاحدة خذلهم الله عليه فاعتذرت  
منهم تارة بانصراف البال الى كثرة الاشغال وتارة بالتنفر عن صرف  
الافوات في الالتفات الى الزور الصريح من هذا المقال فقد مت رجلاً  
واخرت اخرى ومع ذلك لم يتركوا لي عذراً وحكموا به على جيرا  
فاجبت مسئولهم حسب ما التمسوا وانجحت مامولهم على ما اقترحوا  
فكتبت هذه الوريقة المختصرة وسميتها بالا لهام الصحيح في اثبات  
حيوة المسيح وذكرت فيها دلائل القادياني مهذبة ومنقحة اولاً ثم ازحتها  
ثانياً فوضح الحق الصريح وبطل ما كان يعمل الكائد والمكيدون فككبوا  
ونكسوا على رؤسهم هم والغاؤون وجنود ابليس اجمعون فيها انا اشرع  
في المقصود متمسكا بحبل الله الودود واقول ان الكائد استدل على  
موت عيسى عليه السلام بقوله تعالى وما محمد الا رسول قد خلت من قبله  
المرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم تقرير استدلاله وتهذيبه ان  
خلت بمعنى ماتت والرسل جمع معرف بلام الاستغراق فلذا فرع عليه  
افان مات الخ اذلو لم يكن الخلو بمعنى الموت اولم تكن الرسل جمعا  
مستغرقالما صح التفريع اذ صحته موقوفة على اندراج نينا عليه السلام في لفظ  
الرسل المذكور قطعاً وذلك بالاستغراق وكذا صحته موقوفة على كون  
الخلو بمعنى الموت اذ على تقدير التغاير وعموم الخلو من الموت يلزم

تفريع الاخص على الاعم مع ان التفريع يتعقب استلزام ما يتفرع عليه للمتفرع ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص فالتفريع الواقع في قوله تعالى يستدعى تحقق كلا الامرين من كون الخلو بمعنى الموت ومن كون الجمع مستغرقا وبعد كلتا المقدمتين يقال ان المسيح رسول وكل رسول مات وينتج هذا القياس المؤلف من المقدمتين القطعيتين ان المسيح مات وهو المطلوب والدليل على الصغرى قوله تعالى ورسولا الى بنى اسرائيل وقوله تعالى ما المسيح بن مريم الا رسول وامثالهما من الايات وتسليم جميع الفرق الاسلامية برسائه ﷺ والدليل على الكبرى المقدمتان الممهدتان المذكورتان لانه متى كان الخلو بمعنى الموت وقد اسند الى الرسل وثبت كونه جمعا فيندرج فيه المسيح ﷺ قطعاً فيلزم ثبوت الموت له في ضمن الكبرى فثبت ما بصدد الكيدون ويزاح بمنع كلتا المقدمتين وبمنع لزوم استحالة عدم صحة التفريع على تقدير ارتفاع كليتهما او احدهما حقيقة كما فهموا وزعموا وبكونها مشترك الورود مطلقاً بحسب الظاهر سلمت المقدمتان كلتاهما او منعتا وسند المنع الاول ان الخلو هو المضى كما فسر ارباب اللغة واطالة الكلام بالنقل من كتب اللغة لا يليق بهذا المختصر وليسر الاستغناء بمطالعتها ولم يفسر احد من ارباب اللغة لفظ الخلو بالموت فعلم ان حقيقة اللغوية انما هي المضى لا غير كيف لا وقد تايد باسناد الخلو الى المنافقين في قوله عز وجل واذا خلوا الى شياطينهم وفي قوله تعالى واذا خلا بعضهم الى بعض وعدم ارادة موتهم بهذا اللفظ ظاهر واسند الخلو

الى السنن رقيب وقد خلت من قبلكم سنن والى الايام كما في سورة الحاقة في قوله عز وجل كلوا واشربوا هنيئاً بما اسلفتم في الايام الخالية ولا يتصور ان يراد بخلو السنن والايام موتها بل مضيتها وهذا ظاهر لا يخفى على احد فتفسير الخلو ما بلوت تعريف له بالاخص والاخص فان الموت نوع منه والخلو يشمل على الانتقال المكانى بجميع اصنافه سواء كان ذلك الانتقال من الاعلى الى الاسفل ويسمى ذلك خفضاً او من الاسفل الى الاعلى ويسمى ذلك رفعاً او من القدام الى الخلف او بالعكس ويشمل على الموت بالجرح الذى هو القتل وعلى الموت بلا جرح فلا يلزم موت المسيح ﷺ وان سلم الاستغراق فان ثبوت الاعم كالخلو مثلاً وان كان لكل فرد فرد من نوع ما كنوع الرسل مثلاً لا يستلزم ثبوت كل ما يندرج فيه من انواع ذلك الاعم لكل فرد فرد من ذلك النوع كما لا يخفى على من له ادنى دراية والتمسك على تفسيره بالموت دون المضى بلزوم استحالة تفرع الاخص على الاعم مزيف بان المتفرع في الحقيقة انما هو استبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير فقدان وجود الرسول ﷺ من بين اظهر القوم بعداء الرسالة و تبليغ الاحكام الالهية وكان تقدير الكلام وما محمد الا رسول قد خلت اى مضت من قبله الرسل فهل يجوز لكم الا رتداد بعد ما اقام لكم الدين المتين واظهر بينكم الشرع المبين ان نقل بالرفع كما رفع عيسى (هذا بالاجماع) او ادريس او بالموت كما حكمنا به في سابق علمنا او بالقتل كما صاح به الشيطان واستقر في قلوبكم والنصريح بالثاني موافقة للواقع ومطابقة



لتقدير الله تعالى وذكر الثالث وان لم يطابق الواقع والتقدير مراعاة  
لرغمهم وتوسيعا لنفي جواز الارتداد على كلا الشقين وان كان هذا  
الثالث مزعوما محضاً وجهلاً مركباً الا انه لما كان قوى الاحتمال  
وكثرو قوعة بين الانبياء السابقين كما دل عليه قوله عز وجل يقتلون النبيين  
بغير الحق فكان ذكره ضروريا وعدم التصريح بالاول وان كان مقدراً  
مراداً لانتفاء ما يوجب ذكره من الموجبات المذكورة لظهور عدم توافقه  
القضاء والواقع وعدم استقراره في قلوبهم وشذوذ تقدمه فظهر ان  
المتفرع في الحقيقة هو نفي جواز الارتداد على تقدير احد الشقوق  
الثلاثة المصدرة وذلك الاموالدائر بين الثلاثة مساو للخلو بمعنى الماضي  
فلا يلزم تفريع الاخص على الاعم على تقدير كون المعنى الحقيقي مراداً  
من لفظ الخلو بل يلزم تفريع احد المساويين على الآخر وذا جائز كما  
يقال رايت زيدا انه جسم تام حساس متحرك بالارادة مدرك للكلية  
والجزئية فيفرع على هذا المفصل انه انسان ولا ارتياب في تساوى هذا  
المحمل وذلك المفصل وفي صحة تفريع احدهما على الآخر والامران  
اللذان حكمنا بمساواتهما وكون احدهما متفرعاً والآخر متفرعاً عليه هو  
ثبوت خلو كل رسول ونفى جواز الارتداد على تقدير تحقق واحد من  
الشقوق فان النسب انما تقتضى المفهومين مطلقاً اعم من ان يكونا  
وجوديين اوسلبين اويكون احدهما وجودياً والاخر سلبياً ولا يلزم  
توافقهما في الثبوت او العدم والدليل على لزوم ذلك النفي للخلو ان  
المقصود من البعثة وارسال الرسل التشريع مطلقاً وتعيين الطريقة

الموصلة الى الله تعالى لا التشريع الى زمان وجود الرسول بين اظهر قومه  
ولم يخل زمان من الرسل وذا باطل باتفاق من اهل الملل فوضح بطلان  
زعم لزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم على فرض ارادة الماضي من  
الخلو واما استدلال الصديق الاكبر على موت سيدنا محمد ﷺ بهذه  
الآية فليس موضع استشهاده ﷺ في هذه الآية كلمة خلت بل قوله تعالى  
افان مات لما انكر الفاروق العادل ﷺ موته ﷺ وقال ما مات رسول  
ﷺ ولا يموت وكان ذلك جزماً منه بامتناع موته ﷺ فرد الصديق ﷺ  
ذلك الا امتناع بقوله تعالى افان مات فان مدخول ان بحسب اصل  
الوضع لا يكون الا من الامور التي يجوز تقررها ويمكن وجودها لا من  
الامور التي تاتي عن التكون والتقرر وهذه واضح على من طالع بحث  
معاني الحروف فاذا ثبت جواز تقرر الموت عليه ﷺ ارتفع الا امتناع  
الذي هو نقيضه ويدل على كون موضع استشهاد سيدنا الصديق ﷺ قوله  
تعالى افان مات لا كلمة خلت قراءته ﷺ حين الاستدلال قول الله  
عز وجل انك ميت وانهم ميتون - وتقرير اراحة استدلالهم بمنع المقدمة  
القائلة ان كل جمع عرف باللام فهو مستغرق للأفراد كلها بان يقال ان  
هذه المقدمة ممنوعة كيف لا وقد صرح المحققون بذلك في اسفارهم  
الا ترى الى قوله عز وجل واذا قالت الملائكة يا مريم ان الله يبشرك الآية  
والى قوله تبارك وتعالى واذا قالت الملائكة يا مريم ان الله اصطفك  
الآية فقد ذكرت صيغة الملائكة وهي جمع معرف باللام ولم يرد  
الاستغراق وقال تعالى فسجد الملائكة كلهم اجمعون فلو كان كل جمع

محلى باللام مستغرقاً لكان ذكر كلهم مستدركا ولو اردنا ان لجمع  
الامثلة المثبتة لنقيض المقدمة الممنوعة لجمعنا دفاتر كبيرة ولكن العاقل  
الحازم يكفيه ما ذكرنا من البيان والجاهل الهائم التائم لا يستيقظ بضرب  
اللسان ومنع تلك المقدمة يودى الى منع الكبرى الكلية من مقدمتي  
القياس الفاسد الكاسد للقادياتي فلانقاء شرط الانتاج لاينتج ذلك  
القياس قوله ان المسيح مات واما قولنا ان استحالة عدم صحة التفريع  
على منع الا ستغراق غير وارد في الحقيقة لان المراد من قوله تعالى  
وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ان محمداً ﷺ ليس الا بشرا  
رسولاً و جنس الرسل قد خلا ومن المعلوم ان ما وقع وثبت لبعض افراد  
الجنس بالنظر الى ذاته وما هيته يمكن ان يثبت لساتر افراده فالثابت  
للبعض بالنظر الى ما هيته كما يستلزم امكان الثبوت لذلك البعض  
يستلزم امكانه لباقي الافراد فهذه المهمة اعني قد خلت من قبله الرسل  
وان كانت بالنظر الى الفعل والا طلاق بمنزلة الجزئية غير صالحة لكبروية  
الشكل الا ول الا انها بما تستلزم من الممكنة الكلية صالحة لها فغاية  
ما ينتج القياس على هذا ان المسيح ميت بالامكان بان يقال المسيح  
رسول و جنس الرسل قد خلا بالفعل والا طلاق وقد عرفت انه يلزمه قولنا  
كل رسول حال وميت بالا مكان فهذا القول اللازم يجعل كبرى منضمة  
الى الصغرى فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة  
العقلية ولا المحذور الشرعي من ثبوت موته ﷺ في الزمان الماضي  
لكونه مخالفاً لظاهر القرآن والحديث واجماع الامة وهذا مع منع كون

لفظ الرسل جمعاً مستغرقاً فاذا لم يثبت مطلوب الكيديين على تقدير منع  
احدى المقدمتين فقط فعدم ثبوت مطلوبهم على تقدير منعهما معاً اجلى  
واولى وهذه ظاهر لمن له ادنى دراية وما قلنا من اشتراك ورود عدم  
صحة التفريع ظاهراً على تقدير تسليم المقدمتين ايضاً كما على منعهما  
فلان صيغة الرسل وان سلمت انها مستغرقة وسلم ان الخلو بمعنى  
الموت لا تستغرق نبينا محمداً ﷺ لان الكلام وقع في خلو الرسل قبله  
عليه وعليهم السلام ومن الضروريات ان خلوهم قبله معناه انهم سابقون عليه  
في وصف الخلو وهو لا حق بهم في ذلك الوصف وهذا سبق وللحق  
زمانيان اللذان لا يجتمع فيهما القبل البعد والابعد القبل فحين كون  
الرسل واجدين لوصف الخلو كان نبينا ﷺ فاذا له اذلو كان مثلهم في  
ذلك الحين للزم في قوله تعالى قد خلت من قبله الرسل الاخبار بقبليية  
الشي على نفسه ومع فقدانه ﷺ ذلك الوصف وتحلى سائر الرسل به  
كان مستعداً له يمكن له ان يخلو كما خلوا فاذا ثبت كونه ﷺ فاذا  
لوصف الخلو حين خلت الرسل فلم يندرج في تلك الرسل الخالية حين  
فقدان ذلك الوصف ويلزم على عدم اندراج ﷺ بالنظر الى ذلك  
الوصف فيهم عدم صحة التفريع بحسب الظاهر لانه اذالم يكن مندرجاً  
في جملة من فيكف يتعدى الحكم منهم اليه فان التعدى فرع الاندراج  
وعدم المتفرع عليه يوجب عدم المتفرع فلم يجدهم تخصيص الخلو  
بالموت ولا ادعاء الاستغراق كيف والتمسك بالحشيش لا ينفذ الغريق  
فما يجيئون به عما ورد عليهم نجيب بمثله مع فضلنا عليهم بما اجبتا

ولا يمكن لهم التثبت بجوابنا لدلائله على ما يعمر مدعاهم ونقيض منا هم فان امكان شيء كما يقارن ثبوته يقارن عدمه وثبوت الا عم من المطلوب غير نافع للمعتل وان نفع المانع السائل واختفاء هذه القاعدة عليهم من كمال جهلهم ونهاية حمقهم مع كونها في غاية الانكشاف وغاية الظهور من لم يجعل الله له نورا فماله من نور على انه لودل قوله تعالى وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل على موت ما عدنا نبيا ﷺ من الرسل جميعهم لدل قوله تعالى ما المسيح بن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل على موت ما عداني الله عيسى ﷺ من الرسل جميعهم ويندرج في ذلك العام المحكوم عليهم بالموت نبيا ﷺ وهذا محال فان نزوله لم يكن الا في حياته وهذا المحال لم ينشأ الا من تسليم استغراق الرسل في الآية الا ولي فيكون محالاً لان ما يلزم منه المحال محال البتة فاذا لم يثبت اندراج المسيح ﷺ تحت الاكبر الموقوف على تسليم الاستغراق المستلزم للمحذور والمحال الشرعي لم تصدق النتيجة في استدلالهم العاطل اللاطائل والآية الثانية تدل دلالة صريحة على حيوة المسيح بن مريم حين نزولها اذ لو كان من المتبين في ذلك الحين لقال تعالى ما المسيح بن مريم الا رسول قد خلا مع الرسل اوقال تعالى قد خلا وقد خلت الرسل اوقال عز وجل قد خلا كما خلت الرسل اوا كفى بقوله قد خلت الرسل ولم يقل وقد خلت من قبله الرسل وهذا بناء على انحصار الجمع المعرف باللام في الاحاطة والشمول كما زعم الكائد ومقلدوه المكيدون فالتقييد بقوله من قبله صريح فيما قلنا ودلالة هذه الآية على

حيوة المسيح لا تعزف على استغراق الرسل ليلزم ذلك المحذور من ثبوت الموت للنبي ﷺ حين نزول تلك الآية بل يكفي فيها كون الرسل جنساً فيقال في توجيهها ان جنس الرسل وان كان تحققه في الموارد الخاصة قد خلا من قبل المسيح والمسيح وان لم يخل الى الآن فسيخلو كما خلت الرسل جنسهم فيكون مفادها ان الموت له على نبينا ﷺ لم يوجد الى الآن ولكنه سيموت كما ان مفاد الآية الا ولي نفى موت نبينا ﷺ فيما مضى و ترفيقه له فيما ياتي ومتى دلت هذه على حيوة المسيح ﷺ فلر دلت تلك على موته كما تخيل وتخيّلوا اللزم الاختلاف بين هذين القولين جل فائلهما والقول بوقوع الاختلاف في القران حكم بوقوع ما حكم الله بامتناعه وهذا كفر قال الله عز وجل ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكفرون والذال على امتناع الاختلاف في القران قوله تعالى ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً فبطلت ارادة استغراق الرسل وعمومه والدليل على ان الحيوة والموت مختلفان ان الموت ان فسر بعدم الحس والحركة عما من شأنه كلاهما فيقابل الحيوة بتقابل العدم والملكة وان بانحياز الروح عن البدن وهو الحق الثابت بالنصوص الشرعية والفصوص العقلية فبينهما تضاد وكل منهما اختلاف فاستقر على عرش التحقيق ما قلنا من حيوة المسيح ﷺ في الازمنة الماضية وموته فيما ياتي وهذا ما ذهب اليه الاسلاميون باجمعهم بخلاف النصارى القائلين بوقوع موته ثم احيائه ورفع به جسده وبخلاف من هم اسوء حالاً واشرمالاً وهم الكائد القادياني والمكيدون القائلون

بوقوع موته وبعدم رفعه الجسدي ثم استدلال الكائد القادياني على مطلوبه بقوله تعالى وما جعلناهم جسداً لا يأكلون الطعام وما كانوا خالدين وتهذيب استدلاله انه لو كان المسيح عليه السلام حياً في السماء لزم كونه جسداً لا يأكل الطعام وكونه خالداً وقد نفى الله تعالى ذلك فان مفاد الآية سلب كلي اي لا شيء من الرسل بجسد لا يأكل ولا احد منهم بخالد ومن المقرر ان تحقق الحكم الشخصي مناقض للسلب الكلي والدليل على كون المفاد سلباً كلياً قوله تبارك وتعالى وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد اثنان مت فهم الخلدون فانه صريح في السلب الكلي فاذا ثبت الرفع والسلب كلياً بالنص ارتفع الحكم الشخصي المستلزم للايجاب الجزئي المناقض لذلك السلب المدلول بالنص فان احداً المتناقضين لا يجمع النقيض الاخر كما لا يرتفع معه وهذا بديهى اقول بتوقيف الله وحسن توفيقه ان في قوله تعالى وما جعلناهم جسداً الخ انما ورد النفي على الجعل المولف المتخلل بين المفعولين ومفعوله الثانى المفعول اليه هو قوله جسداً لا يأكلون الخ فمدخول النفي هو الجعل المقيد بهذه القيود وظاهر ان المقيد ولو بالف قيد لا يتصور تحققه الا بتحقيق كل من تلك القيود والقيود التى ههنا هى تاليف الجعل وكون المفعول اليه جسداً مع تقييده بعدم اكل الطعام فلا بد لتحقيق هذا المقيد من تحقق تلك القيود الثلاثة بخلاف الانتفاء فانه متصور بانتفاء جزء اى جزء كان ولا يتوقف على انتفاء جميع الاجزاء فينتفى ذلك المدخول للنفي بوقوع غير الجعل موقعه وانتفاء تاليفه بان يتعلق الجعل المفرد باحد المفعولين اما بالاول

فقط واما بالثانى فحسب و برفع خصوص المفعول اليه و وضع امر اخر فى محله وانتفاء قيد عدم الاكل ولو سلم تحقق كل قيد ماعد ما فرض انتفائه وانتفاء مجموع القيود بمعنى انتفاء كل قيد وانتفاء المقيد اعنى ذاتا مامع تسليم القيود باسرها فهذه المواد والمواقع ليست الا بالامكان لا بالفعل والا طلاق الارتفاع القيد الاخير فانه واقع بالفعل ومراد بقوله تعالى وما جعلناهم جسداً وتحقق ماعدا ذلك القيد مسلم بل مثبت بالبراهين العقلية والعقلية القطعيتين وعدم الاكل الذى هو امر عدمى متصور بوجهين بعدم اكل شيء ما اعم من ان يكون طعاماً او غيره وبعدم اكل الطعام خاصة وان وجد معه اكل غير الطعام وعدم ذلك الانتفاء الذى اضيف الى الامر العدمى انما يتحقق بتحقيق نقيض ما اضيف اليه الانتفاء فيستلزم انتفاء ذلك العدم الذى هو فى قوة السالبة ثبوت الاكل الذى هو فى قوة الموجبة المحصلة اذعموم الا ولى من الثانية انما هو بامكان تحققها بعدم الموضوع وعدم امكان تحققها حين عدمه لضرورة استدعاؤها وجود الموضوع ومن البداهيات ان الموضوع فيما نحن فيه موجود وقد تقرر فى مدارك العقلاء التلازم بين السالبة السالبة وبين الموجبة المحصلة عند وجود الموضوع فلزم من قوله تعالى وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ الذى هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق قضية موجبة محصلة اعنى كل رسول يأكل الطعام فيقال لمن يدعى به على اثبات موت المسيح بن مريم ان نسبة الاكل الى كل رسول فى هذه القضية هل هى بالضرورة بحسب الذات او بحسب الوصف اوفى وقت



ما وفي وقت معين او بحسب الدوام ذاتا او وصفا او بالاطلاق او بالامكان مع قيدها للدوام في ماعدا الاول والخامس او مع قيده للضرورة في ماعدا الاول فقط على راي اوفي ماعدا الخامس ايضا كما على راي اخرون لم يكن بعض التراكيب منها متعارفاً او لا يعتبر قيد للضرورة ولا قيد للدوام الاول والخامس بديهي البطلان لوجود نقيض كل منها وهو امكان عدم الاكل للاول واطلاقه للخامس وكذا الثاني والسادس لعدم مدخلية وصف الرسالة في ضرورة الاكل او دوامه كما لا مدخل فيهما ملعون ذلك الوصف وكذلك تكون ضرورة بحسب الوقت مطلقاً لا بحسب وقت ما ولا بحسب وقت معين لان غاية الامر ان يكون الاكل ضرورياً بشرط الجوع والجوع لما لم يكن واجباً في وقت مالم يكون المشروط به ضرورياً في وقت ما كما صرح به في كتب المنطق من ان الكتابة ليست بضرورية في حين من الاحيان فما ظنك بالمشروط بها والضرورة بشرط الشيء غير الضرورة في وقت ذلك الشيء والاول لا يستلزم الثاني كما في تحرك الاصابع بشرط الكتابة فان التحرك بشرطها ضروري وليس في وقتها بضروري فكذلك ضرورة الاكل بشرط الجوع امر وضرورته في وقت الجوع امر اخر لا تلازم بينهما فضلاً عن الاتحاد فاذا لم يكن الاكل ضرورياً في وقت مالم تكن القضية وقتية مطلقة ولا منتشرة مطلقة فلم يكن وقتية ولا منتشرة لاستيجاب انتفاء الاعم انتفاء الاخص وكون الاكل ضرورياً بشرط الجوع لا يقتضي ان تكون القضية مشروطة ايضاً اذ المشروطة ما يوجد فيه الضرورة بشرط

الوصف العنواني لا بشرط اي وصف كان ومن الظاهر ان الوصف العنواني في القضية انما هو وصف الرسالة دون وصف الجوع فلم يبق الا ان يكون بالاطلاق او بالامكان مع قيدها للدوام او للضرورة او يدونه والاول من كل منهما متعين بدليل قوله تعالى وما ارسلنا قبلك من المرسلين الا انهم لياكلون الطعام ويمشون في الاسواق فيكون وجودية احد جزئيهما ثابت بهذه الآية وثانيهما بما مر من البيان وهي وان كانت مستلزمة لما عداها لكنها لكونها اخص احق بالاعتبار وينحل الى قولنا كل رسول يا كل الطعام بالفعل ولا شئ من الرسول ياكل الطعام بالفعل وهذه القضية لاتناقض ماذهب اليه الاسلاميون لا نه يصدق قولنا المسيح بن مريم اكل للطعام بالفعل وليس باكل بالفعل وماقررنا قبل من ان الجوع ليس بضروري لان الجوع خلو الباطن واقتضاء الطبيعة بدل ما يتحلل منه وذلك فرع التحلل ولا ارباب في تنوع مراتب التحلل باختلاف الاسباب الداخلية والخارجية ولا تحديد لمراتبه فالتحلل الذي في مرتبة ناقصة غير التحلل الذي فوقه يجوز سلب كل منهما عن الآخر وكذلك يقال في جميع مراتبه ان كل مرتبة عيناها فهي مسلوبة عما تحتها وعما فوقها من المراتب وهما مسلوبان عنها فهذا حكم اجمالي على كل مرتبة بامكان سلبها عن جميع المراتب الاخر كما كان سلب المراتب الاخر عن تلك المرتبة وهذا فرع امكان السلب في نفس الامر اذ سلب مرتبة معينة في مرتبة اخرى سلب مقيد والسلب في نفس الامراع من ان يكون ذلك السلب مقيداً بكونه في مرتبة اخرى او لا سلب مطلق ولا ريب في

ان امكان المقيد فرع امكان المطلق ومتاخر عنه واذا كان الامر كذلك  
امكن سلب التحلل راساً فامكن انتفاء الجوع اصلا مع بقاء الشخص بل  
حكم الله تعالى بتحقيق انتفاء الجوع في القرآن ولم يكتف بمحض امكانه  
وقال وعزم من قائل مخاطباً لأدم ان لك الاتجوع فيها ولا تعري وانك  
لا تظمنونيها ولا تضحي وليس ذلك الا لعدم التحلل كما ان عدم  
الضحى لعدم الشمس وحمله على عدم دوام الجوع او على عدم اشتداده  
غير صحيح والاصح حمل جميع الافعال المدخلة بحرف النفي على  
نفي دوامها او عدم اشتدادها وامثال هذا لا تصح ولا تستقيم الا لوجود  
ضرورة داعية واي ضرورة اوجبت الى صرف اللفظ عن الظاهر وحمله  
على غير الظاهر بحيث لا ينتقل اليه الذهن اصلا والتمسك على وجود  
تلك الضرورة بقوله وقلنا يادى اسكن انت وزوجك الجنة وكلامها  
رغدا حيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين غير مستقيم  
فان اطلاق الاكل واما حته لهما لا يقتضى الجوع اذ كما ان الفواكه في  
الدنيا لا توكل الا لحصول اللذة لا لدفع الجوع كذا طعام الجنة ولا افتقار  
اليه لحصول بدل التحلل ودفع الجوع بل لا جوع ولا تحلل وانما يكون  
اكله لحصول اللذة فقط فان لم تقنع بما قلنا فطالع التيسير والوجيز  
وكيف لا مع انه قد تاكد وتايد بما صح ان في الجنة باباً يقال له الريان من  
دخل شرب ومن شرب لا يظما ابداً ولا فرق بين الجوع والظما  
فكما لا امتناع في عدم التعطش لا امتناع في عدم الجوع ولا يرد على  
ما قلنا من انه اذا امكن سلب التحلل امكن انتفاء الجوع انه احتجاج

بل دليل اذ انتفاء العلة لا يستلزم انتفاء المعلول بدليل ما تقرر عند الاصوليين  
من جواز تعدد العلل على معلول واحد فلا يلزم انتفاء المعلول بانتفاء  
واحد منها لجواز تحققه بتحقيق علة اخرى منها كعدم صحة الاحتجاج  
على الحكم بان زيذا لم يمت بانتفاء واحد من علل الموت كما يقال لانه  
لم يسقط من اعلى الجبل فهذا الاستدلال غير صحيح اذ الموت كما  
يتحقق بالسقوط من اعلى الجبل كذلك به من اعلى سطح البيت ومن  
فروق الشجرة الطويلة وبضرب من السيف والحجر وامثاله وينحو امراض  
يستصعب احصائها فبانتفاء واحد منها كيف يجزم بانتفاء الموت اصلا  
لامكان تحققه بتحقيق واحد اخر من تلك الانواع و عدم وروده لان  
التحقيق ان المعلول اذ انحصر في العلة وتكون العلة لا زمة له وهي  
مفسرة في كتب القوم بما لو لاه لا تمتنع الحكم المعلول فانتفاءها يستلزم  
انتفاء المعلول اذ لا يتصور تعدد العلل بهذا المعنى حتى يمكن عند انتفاء  
احدهما ثبوته باخرى منها فاذا لم يجز تعدد العلة وانحصر المعلول  
الواحد في العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع ارتفاع العلة  
بهذا المعنى لزم تحقق الملزوم بدون اللازم فالاستدلال على عدم  
المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنى استدلال بانتفاء اللازم على انتفاء  
الملزوم ولا ريب في صحته والتحلل بالنسبة الى الجوع كذلك لانه  
المتوقف عليه الجوع بمعنى لولاه لا تمتنع لامعنى الامر المصحح لدخول  
الغذاء فيصح الاستدلال على امكان انتفاء الجوع بامكان انتفاء التحلل نعم  
الجوع علة للاكل بالمعنى الاخير ولذا لا يلزم من انتفاء الجوع انتفاء

الاكل لجواز تحققه بدونه بعلة غير الجوع كما استحصال اللذة وقصد علاج ونحوه وهذا واضح على من له ادنى تأمل واستدل ايضاً ببعض هذه الآية وهو قوله تعالى وما كانوا خالدين وبقوله تعالى وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد الاثنى عشر مت فهم الخلدون وتحريم استدلاله هذا انه لو كان المسيح عليه السلام حياً لزم ان يكون خالداً وقد نفى الله الخلود عن كل افراد البشر في هاتين الآيتين وجوابه ان الخلود المنفى في كلتا الآيتين هو الخلود بمعنى دوام الحياة في الدنيا لا بمعنى طول العمر بل لا حقيقة للخلود الا دوام الحياة كما لا يخفى على من هم ما هرفى معانى اللغة ومفاهيم نظم القرآن قال تعالى في حق اهل الجنة اولئك اصحاب الجنة هم فيها خالدون وفي حق الكفار اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون وعلى هذا فمعنى الآيتين نفى دوام الحياة في الدنيا لفرد من افراد البشر وهو نقيض الدائمة المطلقة الموجبة الجزئية اعنى قولنا بعض البشر حى دائما وهذه قضية كما ذب قطعاً ويلزم ذلك النقيض الصريح قولنا لاشئ من البشر يحى بالفعل وهى قضية صادقة لصدق ملزومها الثابت بقول الله عز وجل المذكور لاستلزام تحقق الملزوم تحقق اللازم فهذه المطلقة العامة السالبة لا تستوجب موت المسيح في الزمان الماضى خاصة اذا لا اختصاص للاطلاق العام بزمان دون زمان بل تقتضى موته في الجملة والمسلمون باجمعهم قائلون بوقوع موته في مبادئ الساعة فمالزم وثبت بالآيتين غير مناقض ولا مناف لاعتقاد كون المسيح حياً الآن وما ينافى لذلك الاعتقاد الصحيح الحق الصريح من دوام الحياة في الدنيا وعدم الموت

عدم مؤبداً غير ثابت بالآيتين فالثابت غير محال والمحال غير ثابت وحمل الخلود في الآيتين على معنى طول العمر مجازاً لا يصح اذ حمل اللفظ على المعنى المجازى بغير قرينة صارفة عن معناه الموضوع له غير جائز اذ ليس للعمر حد معين حتى يصح حمله عليه والقول بان العمر الطبعى مائة وعشرون قول مشهور لا يوجد عليه دليل لانقلى ولا عقلى والمشاهدة شاهدة عادلة والنقول متعاضدة بوجود الذين تجاوزوا من مائة وعشرين فى السلف والخلف ولولا خوف الاطالة لا دريت بعد ما استقرت الا ترى انه قد صرح محققوا الاطباء بعدم وجود الدليل على هذا القول المشهور وكذا لم يوجد دليل شرعى عليه بل ورد الدليل على خلافه قال تعالى في حق نوح قلبت فيهم الف سنة الا خمسين عاماً فحمله على ما حمله الكائد يقضى الى التناقض بين الآيتين وبين قوله تعالى المارائاً في حق نوح عليه السلام فهل هذا الاسفاهة وجهالة اوزندقة وضلالة اعادنا الله تعالى من سفاهة السفهاء وجهالة الجهلاء وادخلنا فى زمرة العلماء العاملين وجعلنا من الائمة المتقين الهادين المهدين بجاه خير النبيين وآله وصحبه اجمعين واستدل ايضاً بقوله تعالى ومنكم من يتوفى ومنكم من يرد الى اذل العمر لكيلا يعلم بعد علم شيئاً وتهذيبه ان هذا التقسيم حاصر لجميع افراد البشر كحصر الزوج والفرد لجميع افراد العدد بحيث لا يجتمع وصفا التوفى والرد الى اذل العمر فى فرد من البشر ولا يخلو فرد من كليهما كما لا يجتمع الزوج والفرد فى عدد ولا يخلو العدد من كليهما فالقضية منفصلة حقيقية فاذا لم يمت المسيح

ولم يعرضه ارذل العمر لزوم ارتفاع كلا جزئي الحقيقة وإذا غير ممكن فهذا المحال إنما لزوم من فرض عدم موته فيكون باطلاً فيثبت نقيضه وهو موت المسيح لذلك هو المطلوب والجواب أنه يمكن التقسيم بين ظاهر مفهومى من يتوفى ومن يرد لأن من يرد بحسب مفهومه يندرج فى من يتوفى لأنه اخص منه فان من يرد الى ارذل العمر لامحالة يدركه التوفى والتوفى متحقق بدون الرد ايضاً كما هو معه فالتوفى اعم ممن يرد وتقسيم الشئ الى نفسه والى ما هو اخص منه غير صحيح بل غير متصور لأنه عبارة عن جعل الشئ الواحد بالوحدة المبهمة متعدداً بضم قيود متعددة مختلفة فان كانت القسمة اعتبارية كتقسيم كل ماهية الى حصصها وافرادها الاعتبارية يكون التقييد بها داخلياً فى عنواناتها دون الحقائق والمعنونات والقيود غير داخلية اصلاً لا فى هذه ولا فى تلك وان كانت حقيقية فاما بالمقومات المحصلة والفصول الممنوعة فيكون القيود داخلية فى المعنونات وان بالعوارض المخصصة فالقيود داخلية فى العنوانات دون المعنونات وظاهر ان الانسان لو كان منقسماً الى المتوفى والى من يرد لكان انقسامه بهذين الوصفين انقسام الشئ بالعوارض المخصصة المميزة لبداية خروج وصفى التوفى والرد عن الانسان والتميز لقسم انما يحصل بوصف يختص بذلك القسم ولا يوجد فى قسميه والتوفى ليس كذلك لتحقيقه فيما زعمه المستدل قسماً للمتوفى ايضاً فاذا انتفى الاختصاص والتميز انتفى التقسيم وان تأملت حتى التأمل تيفنت بالتقسيم بين من يتوفى من غير ان تعرضه حالة الرد وبين

من يتوفى مع عروضها ويدور حينئذ المتوفى مطلقاً المتلازم للانسان بين قسميه كما يدور الحيوان المنقسم الى قسميه من الناطق وغير الناطق فمحل التقسيم ومورد القسمة هو المتوفى مطلقاً والقسمان اللذان ينقسم اليهما هما المتوفى المعروف للرد والمتوفى الذى ليس كذلك فهذا التقسيم صحيح وحاصروبحصر المتوفى المطلق اللازم ينحصر الانسان الملزوم ولا يلزم التنافى بين القول بعدم مضي موت المسيح عليه السلام وبين ذلك الحصر لكفاية القول بوقوع موته فى الآتى لصحة ذلك الحصر وهو عليه السلام داخل فى الشق الاول من الحصر وليس من لوازم دخوله فيه مضي موته البتة فان الشق الاول مذكور بصيغة المضارع دون صيغة الماضى ولعل المستدل الكائد اشتبه عليه لفظ يتوفى المضارع المجهول بصيغة توفى الماضى المجهول فتفوه بما تفوه ولم يات بشئ معقول نعم انما يلزم ابطال الحصر لوقيل بتأبيد حيوته وخلوده فى الدنيا فحينئذ لا ارتفاع كلا الشقين ولو جد قسم اخر من الانسان لم يوجد فيه التوفى مطلقاً فكان محلاً لأن يورد عليه بانه اما ان يوجد فى ذلك القسم الخارج من القسمين الذى فرض مؤبداً ومخلداً مطلق التوفى وهذا مع كونه بديهى الاستحالة لتنافى ابدية الحياة والتوفى يقتضى ابطال الحصر لوجود المقسم بدون ما انقسم اليه من القسمين واما ان لا يوجد فيه بسبب انتفاء جميع موارده وارتفاع ما انحصر فيه وهذا يفضى الى القول بعدم لزوم التوفى للانسان وذلك باطل بدليل قوله تعالى كل نفس ذائقة الموت واما الى القول بجواز حصر اللازم فى شئ بدون حصر



الملزوم في ذلك الشيء وهو أيضاً باطل للزوم انفكاك اللازم عن الملزوم وهذه المحالات إنما هي لا زمة على القول بتأبيد حيوته عليه السلام فيكون باطلاً ولا تلزم للقول بطول حياته مع وقوع موته في المستقبل وبينهما بون بعيد وعد ذلك الكائد هذه الاستدلالات من الاستدلال بالعمومات ثم استدلل على زعمه بالخصوصيات منها حديث المعراج الدال على ملاقات نبينا عليه السلام مع ابني الخالة يحيى وعيسى عليهما السلام في السماء الثانية وتنقيحه أنه لم يكن ميتاً لما اجتمع عيسى مع الأموات من النبيين في مقارارواحهم أقول إن هذا الاستدلال مما يضحك عليه البله والصبيان فإنه لو كان الاجتماع معهم يستلزم موت من يجتمع معهم لزم كون نبينا عليه السلام ميتاً حين اجتماعه معهم وهل هذا الاخطأ أو جنون ولو ادعى طول اجتماعهما وكون الاجتماع الكذائي داعياً للاتحاد بينهما في وصف الموت وإن هذا النوع من الاجتماع لم يوجد لنبينا عليه السلام مع أرواح النبيين فلا يلزم كونه مثلهم بخلاف عيسى ويحيى عليهما السلام فإنهما معاً مستقران في تلك السماء فيلزم أن تكون حال أحدهما كحال الآخر يقال منعنا المقدمتين من كون السماء الثانية مقر الكليهما ومن كون هذا النوع من الاجتماع علة لا اتحاد حالتي المجتمعين وسند المنع الأول أنه لا يلزم من ملاقات رسول الله عليه السلام مع نبي الله يحيى كون يحيى عليه السلام مستقراً مقيماً في تلك السماء بل يجوز أن تكون ملاقاتهما كملاقاته مع جميع الأنبياء في الأقصى بأن يكون مقرهم العلين وأمروا بالذهاب إلى المسجد الأقصى أو إلى السموات المختلفة من مقرهم الأصلي بأجسادهم

بعينها أو بأرواحهم بالتمثل بأمثال أجسادهم وكل ذلك ممكن أو يكون مقرهم القبور كما رأى موسى عليه السلام يصلى في قبره فأمروا بالذهاب إلى الأقصى أو إلى السموات كذلك فإن قيل إن هذا القول قول بعروجه عليه السلام بالعروج المثالي قلت كلا فإن عروجه عليه السلام عروج عيني واقعي بجسده الطاهر الأشرف ولا يلزم من رويته المثل رويته بالمثال فإن رويته الأشياء في ليلة المعراج تنوعت فقد رأى بعض الأشياء أنفسها وبعضها بأمثالها كما يظهر لمن طالع ماورد في بيان معاملة الأسراء ذهاباً وإياباً وفرق بين كون المثال مرئياً وبين كونه رائياً فلم يلزم المحذور وبهذا وضح أنه لا يلزم من اجتماع المسيح ويحيى في السماء كون كليهما مقيمين فيها فضلاً عن كونهما مشاركين في وصف الموت كما زعمه وسند المنع الثاني ظاهر فإن اتحاد المكان ولو على سبيل القرار لا يستلزم اتحاد المتمكنين في الأوصاف كلها فتأمل يظهر لك حقيقة ما قلنا ومن دلالة الخاصة على حسب زعمه قوله تعالى إني متوفيك وقوله عز وجل فلما توفيتني وما هذا في الحقيقة إلا تمويه للباطل وإيهام جهلة الناس وإيقاعهم في الضلالة والحيرة وإزاحته أن هذين القولين الكريمين لا يدلان على مزعومه إذ التوفي عبارة عن أخذ الشيء وإيفاء وما دته الوفاء ومن الأصول المقررة والقواعد المسلمة أن أصل المأخذ بمفهومه معتبر في جميع تصاريفه وإن اختلفت الصيغ والأبواب واعتباره فيها اعتبار الجزء في الكل الأتري إلى لفظ العلم فإن معناه حصول صورة الشيء عند العقل والاضافة بين العالم والمعلوم أو نسبة ذات اضافة كذائية أو الصورة

الحاصلة أو الحالة الإدراكية أو تحصل صورة الشيء على حسب تنوع  
أرائهم وهذا المعنى يكون داخلاً في معاني جميع ما أخذ من لفظ العلم  
سواء كان ذلك المأخوذ من تصرفات المجرد أو المزيّد فإن علم مثلاً  
بصيغة الماضي المعلوم معناه أنه حصل للفاعل صورة الشيء المعلوم في  
الزمان الماضي وهذا على الاصطلاح الأول أو حصلت له الإضافة بينه  
وبين ما علمه وهذا على التفسير الثاني وقس على ما مثلنا ك به باقى  
الاصطلاحات فبا شتمال مفهوم علم الماضي على مفهوم المصدر ونسبة  
الى الفاعل والزمان يكون مفهومه كلاً ومفهوم المصدر جزءاً ففيه  
التركيب من ثلاثة اجزاء وكون النسبة الى الفاعل والزمان جزئيين عام في  
جميع ما اشتق من المصدر المجرد واشتق من المأخوذ من ذلك  
المجرد من الافعال ولا يلزم ان يكون كل ما اشتق من ذلك المجرد أو  
ما أخذ منه أو اشتق من المأخوذ منه سواء كان فعلاً أو غيره كذلك فان من  
مشتقات العلم العالم والنسبة الى الزمان لا توجد فيه ومن المأخوذ منه  
الاعلام وكلتا النسبتين لا توجدان فيه لانسبة الفاعل لانسبة الزمان بل فيه  
مفهوم الاصل المجرد وما اقتضاء خصوص هذا الباب الذى يذاك تعدى  
الان الى ما لم يتعد اليه في صورته الا صلية لمادته ففيهما التركيب من  
جزئين ومن المشتقات من المأخوذ منه اعلم بصيغة الماضي ايضاً مثلاً  
ففيه التركيب من اربعة اجزاء اثنان منهما الجزءان اللذان تضمنهما  
الاعلام من مفهوم المصدر المجرد ومن خصوص مقتضى الباب  
والآخران هما النسبتان المذكورتان ففي التوفى لكونه مأخوذاً من الوفاء

احتواء على معنى الوفاء باعتبار كونه مأخوذاً له وعلى الاخذ باعتبار  
خصوص الباب وفي ما اشتق من التوفى من الصيغ الدالة على الزمان  
كتوفيت مثلاً احتواء على اربعة اجزاء ومن الصيغ الغير الدالة على الزمان  
كصيغة المتوفى الظواء على ثلاثة اجزاء لعدم اشتغالها على الزمان فاحاطة  
كل صيغة من هذه الصيغ المشتقة على مفهوم اصل المأخذ سواء كان  
تركيب معناه من تلك الاجزاء تركيباً حقيقياً كما هو المشهور أو  
تركيباً تحليلياً كما هو الحق التحقيق بالتأمل الدقيق احاطة الكل على  
الجزء والكانت هذه الاحاطة على الاحتمال الثاني الراجع يؤل الى  
الاحاطة بمعنى صحة انتزاع الجزء التحليلي من الكل كذلك فاذن  
المعنى الذى يراد من التوفى او مما اشتق منه فهو على تقدير كونه مجرداً  
عن معنى الوفاء لا يكون معنى حقيقة اللفظ التوفى أو المشتق منه لان  
التجريد عن بعض اجزاء الموضوع له تجريد عن كله والا يلزم تحقق  
الكل مع انتفاء الجزء أو تحقق ما هو في حكم الكل مع انتفاء ما هو في  
حكم جزئه وذا باطل بالبدهة فاذا لم يكن ذلك المعنى المراد معنى  
حقيقياً لذلك اللفظ لا بد ان يكون معنى مجازياً اذ اللفظ المستعمل في  
المعنى لا يخلو عن الحقيقة والمجاز ولا يختص ذلك الحكم بارتفاع  
مفهوم المأخذ فحسب بل يحكم بالمجازية في كل صيغة بانتفاء كل  
جزء اى جزء كان من الاجزاء المغيرة في تلك الصيغة سواء كان دخول  
ذلك الجزء فيها بالوضع الشخصى أو بالوضع النوعى يمثل الاول  
بالبنات في الجدران والثاني بدخول جزء المشتق في المشتق فان وضع

المشتقات وضع نوعي كما يقال كل لفظ على وزن مفعول فهو يدل على من وقع عليه الفعل فاذاً لم يكن بدلكون المعنى معنى حقيقياً حال كونه مركباً من تحقق كل جزء من اجزائه ويكفي في ارتفاعه وتحقق المعنى المجازي انتفاء واحد من تلك الاجزاء لانه كما ينتفى الكل بانتفاء جميع الاجزاء ينتفى بواحد منها وذلك ظاهر وهذا التحقيق يدل دلالة واضحة بينة على ان المتوفى هو الاخذ بالوفاء والتمام وذلك معناه الحقيقي لتحقيق جميع مالا بدمنه للمعنى الحقيقي بهذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الى الفاعل ففي قوله تعالى خطا باليعيسى بن مريم عليه السلام يا عيسى اني متوفيك ورافعك يكون معناه على الحقيقة ان يا عيسى اني اخذك بالكلية وبالتمام وكذا المراد في قوله تعالى حكاية عنه فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم هو الاخذ بالتمام وذا لا يوجد الا في الرفع الجسدي لانحصار الاخذ بتمامه في هذا الرفع دون الرفع الروحي لانه اخذه ببعضه دون كله فاطلاق التوفى مع كونه محمولاً على الحقيقة على الرفع الروحي غير جائز نعم لو اريد بالتوفى اخذ الشيء مجرداً عن معنى الوفاء والتمام بان يكون عدم الوفاء ماخوذاً فيه اوبان لا يكون الوفاء معتبراً فيه سواء قارنه اولم يقارنه واعتبار عدم الوفاء بغائر عدم اعتبار الوفاء فحينئذ يصح اطلاقه على الرفع الروحي لكن على الاول يكون اطلاقه عليه من قبيل اطلاق الكل على الجزء وعلى الثاني من قبيل عموم المجاز والفرق بين اعتبار عدم الشيء وبين عدم اعتبار ذلك الشيء انما هو بالخصوص والعموم وكل من هذين الاطلاقين اطلاق مجازي

لا يصار اليه الا بقرينة صارفة عن ارادة معناه الحقيقي الاصلى والقرينة غير موجودة فلا بد من ان يحمل على الحقيقة دون المجاز ومن المعلوم ان مدار كون اللفظ حقيقة ومجازاً انما هو الوضع مطلقاً اعم من ان يكون الوضع وضعاً شخصياً او وضعاً نوعياً فان استعمال اللفظ في المعنى الموضوع له الشخصي او النوعي كان حقيقة والا كان مجازاً والمشتقات لتركيبها من مادة وهيئة موضوعتين اولهما بالوضع الشخصي وثانيتهما بالوضع النوعي تكون دلالتها على معنى اصل المبدء بمادتها بالوضع الشخصي وعلى مفهومها التركيبي بوضعها النوعي ولكونها مركبة بهذه الصفة لا بد لكونها حقيقة من تحقق كلا الوضعين ولا يكفيها في كونها حقيقة تحقيق احدهما فقط بخلاف مجازيتها فانها تتصور بانحاء ثلاثة بانتفاء الوضع الشخصي فقط كمجازية الناطق في معنى الدال بصرف لفظ النطق الموضوع بالوضع الشخصي عن معناه الحقيقي الى معنى الدلالة وانتفاء الوضع النوعي فقط كاطلاق لفظ القائلة على المقولة مع بقاء اصل المعنى المصدري وانتفاء كليهما كمالوا اطلق الناطق واريد به المدلول فللفظ مُتَوَفِّيكَ اَوْ لَفْظُ تَوَفَّيْتَنِي ان حمل على معنى الاخذ بالتمام الذي لا يكون الا برفع الروح والجسد يكون حقيقة لتحقيق مدار الحقيقة من كلا الوضعين وان حمل على معنى لم يندرج فيه معنى الاخذ بالتمام سواء جرد عنه بان يكون عدمه قيداً للاخذ اوبان يرسل الاخذ ولم يعتبر معه قيد التمام وجد فيه التمام اولم يوجد يكون مجازاً لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصي ومن المقررات والمسلمات ان المصير

الى المجاز بلا قرينة صارفة غير جائز فتعين المصير الى الحمل على الحقيقة ودعوى تبادر التوفى في معنى الامانة وجعل التبادر قرينة لكونه حقيقة في اللامانة غير مسلم لانه لو اريد بتبادره في هذا المعنى التبادر مع عدم القرينة فذلك اول النزاع ولم يوجد في القرآن في موضع من موارد هذا اللفظ استعماله في هذا المعنى بغير قرينة وان اريد به التبادر مع قرينة فذاك مسلم ولكن علامة الحقيقة هي تبادره مع العراء عن القرينة لا مع انضمامها والا يكون كل مجاز مستعمل حقيقة فلم يصح تقسيم اللفظ الى الحقيقة والمجاز لعدم امكان وجود المجاز على هذا التقدير وانما ادعينا ان لفظ التوفى حيث وقع في القرآن بمعنى الامانة فانما وقع مع القرينة لابدونها فان حمل التوفى على الموت في قوله تعالى ثم يتوفهن الموت بقرينة اسناده الى الموت وفي قوله عز وجل قل يتوفكن ملك الموت الذي وكل بكم وفي ان الذين توفهم الملكة ظالمى انفسهم وفي توفهم الملكة ظالمى انفسهم وفي توفهم الملكة طيبين وفي توفته سلنا وفي رسلنا يتوفونهم وفي يتوفى الذين كفروا الملكة وفي قوله تعالى فكيف اذا توفتهم الملكة يضربون وجوههم اسناده الى الملك الموكل في الاول وفي الباقية من اقواله الشريفة اسناده الى الملكة القابضة للارواح قرينة صارفة وفي قوله تعالى وتوفنا مع الابراز سوال المعية بالابرار وفي قوله عز وجل توفنا مسلمين سوال حسن الخاتمة قرينة كذلك وفي فامانرينك بعض الذي نعد هم اونتوفينك قالينا يرجعون قرينة التقابل اذا ما يعتبر في احدا المتقابلين يعتبر عدما في المتقابل الآخر

كم اعتبر الانتقال التدريجي في الحركة وجوداً وعدمه في ضدها اعني السكون ولا ريب ان الحيوة معتبرة في نرينك اذا لارانة بدون حيوة الرائي غير متصور فيعتبر عدمها في مقابله وهونتوفينك وفي قوله تعالى والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجاً يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشراً قرنتان احدهما ويذرون ازواجاً والاخرى يتربصن وكذا في قوله تعالى والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجاً وصية لازواجهم الية قرنتان اولهما هي اولهما في الية السابقة وثانيتهما لزوم الوصية وكذا التقابل في ومنكم من يتوفى وفيه حين موتها في قوله تعالى اللّهُ يَتَوَفَّى الْانْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالتّٰى لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا قَرْيَةً عَلَى الْمَعْنٰى الْمَجَازِى وَفِي هَذِهِ الْآيَةِ الْاِمَانَةُ وَالْاِنَامَةُ كِلْتَا هُمَا مُرَاد تَان لَا بِطَرِيقِ الْجَمْعِ بَيْنِ الْحَقِيقَةِ وَالْمَجَازِ لِمَا تَقَرَّرَ مِنْ امْتِنَاعِهِ فِي الْاَصُولِ وَلَا نَهْ لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْاِمَانَةِ وَالْاِنَامَةِ مَعْنٰى حَقِيقِيّاً لِلْفَرْقِ الْتَوَفٰى حَتّٰى يَلْزَمُ ذَلِكَ مِنْ اجْتِمَاعِهِ مَعَ الْاُخَرِ وَلَا بِطَرِيقِ عُمُومِ الْمَجَازِ كَمَا فِي قَوْلِ الْقَائِلِ لَا يَضَعُ قَدَمَهُ فِي دَارِ فُلَانٍ فَانَّهُ يَحْثُ سَوَاءٌ دَخَلَ مِنْ غَيْرِ وَضَعَ الْقَدَمِ كَمَا اِذَا دَخَلَ رَاكِبًا اَوْ مَعَ الْوَضْعِ كَمَا اِذَا دَخَلَ مَاشِيًا حَافِيًا وَسَوَاءٌ دَخَلَ فِي الدَّارِ الْمَمْلُوكَةِ لِفُلَانٍ اَوِ الدَّارِ الْمُسْتَعَارَةِ وَالْمُسْتَأْجَرَةِ لِفُلَانٍ وَلَا يَخْصُصُ هَذَا الْقَوْلُ بِمَعْنَاهُ الْحَقِيقِي حَتّٰى يَنْحَصِرَ حَنْثُهُ فِي الدَّخُولِ حَافِيّاً وَفِي الدَّخُولِ فِي الدَّارِ الْمَمْلُوكَةِ لِفُلَانٍ وَلَا بِالْمَعْنٰى الْمَجَازِى حَتّٰى يَنْحَصِرَ حَنْثُهُ فِي الدَّخُولِ فِي غَيْرِ الدَّارِ الْمَمْلُوكَةِ لِفُلَانٍ وَفِي الدَّخُولِ غَيْرِ حَافٍ بَلْ يَعْمُ بِالْدَّخُولِ مُطْلَقًا فِي دَارِ فُلَانٍ بَانَ كَانَتْ مَسْكُونَةً لَهُ سَوَاءٌ كَانَتْ تِلْكَ السَّكُونَةُ بِالْمَلِكِ



أوبالعارية أوالاجارة وليس ذلك الأعلى سبيل إرادة معنى اعم يشتمل على المعنى الحقيقي والمجازى كليهما وهذا هو عموم المجاز وإرادة كليهما لا بهذا الطريق لعدم اعتبار معنى عام يشتمل على المعنى الحقيقي من الاخذ بالكلية والاخذ بالبعضية فاذن كونهما مرادتين ليس الامن حيث إرادة الاخذ بالبعضية بان يراد بالتوفى سلب تعلق الروح بالبدن تعلقاً يوجب الادراك الاحساسى او تعلقاً يوجب الحيوة فان كان الاول مسلوباً بدون الثانى فهذا هو الانامة وان كان الثانى ومن لوازمه كونه متضمناً لسلب الاول فهذا هو الامانة ودوران ذلك التعلق بين الاحساس وبين الحيوة ليس كدوران الشئ بين النقيضين بل كدورانه بين امرين يكون احدهما اخص والاخر اعم ولذا امتنع وجود التعلق الاول بدون الثانى ويقال وجوباً كل حساس حى بدون عكس كلى فلا تنافى فى اجتماع الاحساس والحيوة فى الحيوان بل فى ارتفاعهما عنه وتضمن رفع التعلق الثانى لرفع التعلق الاول لا يقتضى نفى سماع الاموات ادسما عنهم الذى نحن مشغور به هو بمعنى ادراك ارواحهم وذلك ثابت بالدلة القطعية لامجال لاحد فى انكاره وهذا لا يرتفع فى ضمن ارتفاع الحيوة وما يرتفع فى ضمن ارتفاعها وهو السماع العادى الذى لا يمكن الابقرة جسمانية عصبانية ولا يقول احد بتحقيقه مع انتفاء الحيوة فالسماع الثابت بالدلة الشرعية والعقلية غير مرتفع وما هو مرتفع غير ثابت وبهذا يظهر ان التقابل الذى بين الموت والحيوة هو التقابل بالتضاد لكون كليهما وجوديين فان كون الحيوة امرأ وجودياً ظاهراً والموت فلا نه اثر للامانة

والا مائة لما كانت عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وايقاع الفصل بينهما وتخريب البدن كان الموت الذى هو مطاوعها عبارة عن انقطاع ذلك التعلق والانفصال والتخريب وكل ذلك وجودى ويدل على كونه وجودياً قوله تعالى خلق الموت والحيوة لان الموت لو كان عدمياً لما تعلق به الخلق اذ لا يقال للعدمى انه مخلوق فان الخلق هو الجعل والايجاد وعدمية عدم الحيوة عدم ثابتاً للامم للموت لا تصير الموت عدمياً لظهور عدم استلزام عدمية اللازم عدمية الملزوم الا ترى الى الفلك فانه ملزوم لعدم السكون عند الفلاسفة ولا يلزم يكون لا زمه هذا عدمياً كون الفلك عدمياً وظائره اكثر من ان تحصر وهذا ما قلنا من ان التوفى ليس حقيقة فى الامانة لان الامانة لا يوجد فيها الاخذ بالتمام بل الاخذ فى الحملة بخلع صورة نوعية عن الجسم الحيوانى وليس اخرى منها وبفصل الروح عن البدن فباعبار وجوب حمل اللفظ على الحقيقة يكون قوله عز وجل يغيبى اَنْتِ مُتَوَفِّيكَ دليلاً لنا لاله ويؤيده العطف بقوله وَرَافِعَكَ اِلَى اِذْ الْمُرَادُ بِهِ الرِّفْعُ الْجَسْمَانِي وَالْأَفْئَامُ وَجْهٌ تَخْصِيصُهُ بِعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعُمُومِ الرِّفْعِ الرُّوحَانِيِّ كُلِّ مَوْمَنٍ وَحَمْلِهِ عَلَى هَذَا الرِّفْعِ الْعَامِ مُسْتَدَلٌّ بِقَوْلِهِ عز وجل يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات غير صحيح لان المذكور فى تلك الآية هو رفع المسيح نفسه وفى هذه الآية رفع الدرجات ولا يخفى الفرق بين رفع الشئ نفسه وبين رفع درجته كما هو بين قولك رفعت زيداً وبين رفعت زيدا ثوبه اوبيتته اوشياً اخر مما يتعلق به ومع ثبوت التغاير بين الرفعين لا يتم التقريب فعلى هذا

يقال ان من نودى وخطب بالضمائر هو عيسى عليه السلام فيكون المنادى والمتوفى والمرفوع والمطهر من الكفرة وفائق الاتباع اياه عليه السلام فيتركب القياس من الشكل الاول من ان عيسى هو المصداق للمتوفى المفهوم من الآية والمصداق له هو المصداق لصيغة من وقع عليه فعل الرفع فينتج ان عيسى هو المصداق للمرفوع وهذا عين ما ادعينا من ان المرفوع هو شخصه لا روحه فقط وايضا لو كان روح عيسى مرفوعاً دون جسده الاظهر لوقع جسده في ايدي الكفرة ولحصل مرادهم ولا هاتره فلم يصح قوله تعالى ومطهر من الذين كفروا فان الامانة ليس تخلصاً وتطهير من الاعداء بل تحصيلاً لمرادهم وايضاً لا لهم الى مناهم وغاية متمناهم فهل يصح لمن له فهم مستقيم وعقل سليم ان يفهم من الرفع في هذه الآية الرفع الروحاني في وهل لا يعد ذلك المستنبط من ارباب الجهالة ولعمري ان هذا الشئ عجيب بتعجب منه كل لبيب واستدل ايضاً بقوله تعالى وقولهم انا قتلنا المسيح بن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الاتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيماً . وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً حيث حمل الرفع على الرفع الروحاني وقال برجوع الضمير المجرور المتصل بالباء في قوله تعالى ليؤمنن به الى كونهم شاكين غير متيقنين بكون عيسى مقتولاً مصلوباً وبرجوع الضمير المتصل بقوله موته الى الكتابي ثم وجهه بتوجيهين آخرين وحكم على كليهما بالصحة والصواب

الاول ان لفظ الايمان مقدر في قوله تعالى قبل موته اي قبل الايمان بموته فيكون معنى الآية ان كل كتابي يؤمن بان قتل عيسى مشكوك فيه قبل ان يؤمن بموته الطبعي الذي وقع في الزمان الماضي والتوجيه الثاني ان كل كتابي كان يؤمن ويعلم قطعاً بانهم شاكون في قتل عيسى وليس قتله الاعلى سبيل الشك والظن وذلك اي ايمانهم بكونهم شاكين كان قبل ان مات عليه السلام والحاصل انهم والحال ان عيسى حي اي قبل ان مات كانوا شاكين في قتله ولم يكن حصل لهم قطع لقتله بل كانوا قبل ان مات يوقنون بمشكوكية قتله وفي هذا الاستدلال انظار شتى اما النظر الاول على التوجيه الاول فلان حمل الرفع في الآية على الرفع الروحاني غير صحيح اذ الكلام وقع بطريق قصر الموصوف على الصفة على نحو قصر القلب وهذا مشروط بنا في الوصفين كما اذا خاطب المتكلم رجلاً بعكس ما يعتقد مثل ما قام زيد بل فقد لمن يظن بقيامه وظاهر ان القيام والقعود متناحيان واشترائط التنافي اعم من ان يكون شرطاً لحسنه او لا صله ومن ان يكون التنافي تنافياً في نفس الامر وفي اعتقاد المخاطب على حسب تعدد الآراء وانما كان قوله تعالى وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه على نحو قصر القلب لا نهم كانوا يدعون ان عيسى مقتول فخاطبهم الله تعالى بعكس ما زعموا من انه مرفوع لا مقتول كما زعمتم فيجب التنافي بين وصفي القتل والرفع وذلك لا يتصور الا اذا كان مرفوعاً حال كونه حياً اذ ما فاة الرفع حال الحيوة اي الرفع الجسماني للقتل ظاهر بديهى لا يحتاج الى تنبيه فضلاً عن دليل واما اذا كان الرفع رفعاً روحانياً

فلو جوب اجتماع الرفع مع القتل لا يتحقق التنافي بين الرفع والقتل لان كل احد يعلم قطعاً ان من قتل في سبيل الله فهو مرفوع بالرفع الروحاني باجماع المذاهب فحينئذ يجب اجتماعهما ومع ثبوت الاجتماع النفس الامرى بل والاعتقادي ايضاً ارتفع التنافي راساً فلم يصح القصر اولم يحسن فاما ان يقربكون هذا الكلام نزل ردّاً لزعم اهل الكتاب فيلزمه الاقرار بكونه قصر القلب و وجوب تنافي وصفي القتل والرفع باحد الوجهين وبكون الرفع رفعاً جسمانياً واما ان يقربعدم وجوب التنافي بين الوصفين في قصر القلب وهذا هدم للقول اعد العربية وبالعجالة لا بدله اما من القول برفع الله حياً واما من الخروج عن العربية فايهما شاء فليختر والنظر الثاني ان ارجاع الضمير الاول الى مشكوكية قتل عيسى دون عيسى ليس باولى من ارجاعه اليه فاخياره عليه مع لزوم مخالفة السلف والخلف ترجيح بلا مرجح بل ترجيح للمرجوع وهذا افحش من ذلك مع انه يكون المعنى على هذا ان كل كتابي يومئذ بان المسيح مشكوك القتل وان قتله ليس بقطعي كما اوضحه بنفسه وهذا المعنى لا يستقيم لان اتيانهم بمضمون قتل عيسى في عنوان الجملة الاسمية وتاكيد بان صريح في كونهم مدعين بقتله ولذا رد الله عز وجل ادعائهم هذا بقوله عز وجل وما قتلوه يقيناً اذ لو لم يكن لهم الاذعان لكفى في ردهم وما قتلوه ولم يزد عليه قيد يقيناً فالقول بانهم لم يكونوا مدعين بل كانوا اشاكين في قتله قول بالغاء قيد يقيناً في قوله تعالى وما قتلوه يقيناً لخلوه عن القائدة على هذا التقدير وادعاء ان قيد يقيناً قيد للقتل المنفي

في وما قتلوه فيكون النفي وارداً على القتل المقيد بهذا القيد والنفي على هذه الوتيرة كما يتحقق ويصح بانتفاء القيد كذلك يصح بانتفاء المقيد والقيد كليهما وهنا كذلك فان القتل مع التيقن منتف لا ينفعه ولا ينجيه من لزوم الغاء القيد لكفاية نفي اصل القتل في ردهم مع انه يخالف القاعدة الاكثرية من ان النفي الوارد على المقيد يتوجه الى القيد فحسب على انه لم يوجد دليل على انهم قالوا بهذه الجملة من غير صميم القلب كما وجد على كون قول المنافقين لرسول الله ﷺ نشهد انك لرسول الله من غير صميم القلب فكيف يصح ان هذا القول منهم مع كونهم شاكين من قبيل اظهار خلاف ما كانوا عليه لئلا يتوجه ايراد لزوم الالغاء على الكائد المستدل بل وجد الدليل على انهم كانوا ابقته مدعين كما يدل عليه صريح عبارة القرآن ان النصارى قديماً وحدثاً يدعون بذلك ويدعون الناس الى الايمان بذلك ويزعمون ان وقوعه له ﷺ كان كفارة للذنوب امته مع انه كان ذلك مكتوباً في انجيلهم وان كان بطريق التحريف لكنهم لا يمانهم بالا تحيل وزعمهم عدم التحريف فيه كيف يجوز ويمكن منهم الشك في قتل عيسى ﷺ ومع وجود هذا الدليل لا يتصور ان ينسب الى جميعهم الشك في قتله وقول الله عز وجل وان الذين اختلفوا في شك منه ما لهم بذلك من علم الا اتباع الظن مؤل بان المراد بالشك ليس ما يتساوى طرفاه كما اصطلاح عليه المنطقيون بل المراد من الشك المذكور ما يقابل العلم ومن العلم الحكم المجازم الثابت المطابق لنفس الامر وعلى هذا لاتنا في بين شكهم وادعائهم في

قتل عيسى عليه السلام فيكون معناه وان الذين اختلفوا في شك منه اى لفى حكم غير مطابق للواقع وان كان حكمهم بذلك حكماً جازماً ولكن لعدم مطابقته لنفس الامر لا يعد علماً بل شكاً وليس لهم بذلك علم اذ لابد فيه من المطابقة في نفس الامر فهم انما يتبعون الظن اى الحكم الغير المطابق لنفس الامر فيكون مأل الشك والظن واحداً ولو اريدا بالمعنى المصطلح لاهل المعقول لم يتحد مصداقهما المتبائن بينهما لوجوب رجحان احد طرفي الظن اى الطرف الموافق وعدمه مطلقاً في الشك وهذا ظاهر واطلاق الشك والريب على غير المعنى المصطلح لهم مما يقابل العلم اليقيني شائع وفي القرآن واقع قال عز وجل وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا اطلق الرب على انكارهم وقولهم الجازم بانه كلام البشر وبانه شعر او كهانة يدل على ذلك قوله تعالى فلا اقسم بما تبصرون وما لاتبصرون انه لقول رسول كريم وما هو بقول شاعر قليلأ ما تؤمنون ولا يقول كاهن قليلا ما تذكرون تنزيل من رب العالمين فلو كانوا شاكين في كونه كلام الله تعالى بالشك المصطلح لما وقعت هذه التاكيدات من كون الجملة اسمية وتاكيدها بان وبالقسم فهذه دلالة بينة على شدة انكارهم لكونه كلام الله تعالى البالغ الى حد الجزم بانه كلام غير الله وكذا اطلاق الظن عليه قال تعالى ان يتبعون الا الظن وان هم الايخرون وخلاصة الاشكال الذي ورد عليه على تقدير ارجاع الضمير الاول الى الشك اما لزوم الغاء القيد في الالة واما حمل قولهم انا قتلنا المسيح بن مريم على خلاف الظاهر مع وجود ما يوجب حمله على

الظاهر فمن التزم الاول فقد تكافر وان الثاني فقد تحامر فأيهما شاء فليختر و ثالث الانظار ان في هذا التوجيه تكلفاً بحيث لا يتبادر الذهن الى رجوع الضمير الى ما ادعى رجوعه اليه مع انتشار الضمير وذلك محل لكمال فصاحة القرآن والرابع ان المعنى على هذا التقدير يؤل الى انهم يصدقون بمشكوكية قتله ولما كان الشك والمشكوكية متحليين لزوم كون التصديق متعلقاً بالشك الذي هو تصور سواء اريد بالشك مفهومه العنواني او مصداقه لان كلا منهما تصور لامحالة وسواء اريد بالتصديق الادراك الاذعاني الذي هو من جنس الادراك او الحالة الادراكية الاذعانية التي هي من لواحق الادراك وتعلقه بالتصور مطلقاً باطل كما تقرر في مقره ولكن تعلقه بالشك حال كون التصديق من جنس الادراك افحش من تعلقه به على تقدير كونه من لواحقه لانه على هذا يكون الشك معلوماً والتصديق ادراكاً وعلماً به وقد ثبت بالبرهان عندهم اتحاد العلم بمعنى الصورة العلمية بالمعلوم فلزم اتحاد التصديق والشك مع انهما متبائنان والنظر الخامس ان الشك المصطلح عبارة عن التردد بين طرفي النسبة من الوجود والعدم على التساوي اى ادراك النسبة مع تجويز طرفها من غير اذعان باحد جانبيها فالمعنى الذي اراد الكائد من ان اهل الكتاب يؤمنون بشكهم في قتل عيسى قبل الايمان بموته الطبعي يرجع الى ان شكهم في قتله حاصل من غير اذعان بموته الطبعي لان من لوازم القبلية ان لا يوجد البعد حين حدوث القبل ولان الشك في قبل الشخص مع الايمان بموته الطبعي مما يستحيل ولاخفاء



ايضاً في ان لقتله <sup>الله</sup> طرفين وجوده وعدمه فاذا كان مشكوكاً يجب ان لا يدعى باحد جانبيه مطلقاً ولا بما يندرج في ذلك الجانب وظاهر ان الموت الطبيعي يندرج في عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحيوة والموت الطبيعي كليهما فتجريد الشك في قتله من الاذعان بموته الطبيعي من اجلى البديهيات لان تساوى طوفاي الشك مع رجحان احدهما غير ممكن وهذا مما يعلم كل من له ادنى فهم فلو كان مراد هذه الآية ما قاله فاي علم حصل بنزولها واي فائدة من فوائد الخبر ترتبت عليها فتدبر على ان حملك هذه الآية على ما حملت قول بان هذه الآية مبينة لبعض اجزاء الماهية للشك وهذا كانه ادعاء ان القرآن يبين المعاني المصطلحة للقوم كما ان الكافية والشافية والتهذيب وامثالها كذلك فهل يتفوه به عاقل واما على التوجيه الثاني فيرد عليه ما عدا الخامس من الانظار المذكورة كلها ويرد عليه خاصة ايضاً ان سلب الاوصاف بتمامها عن فرد فرد من افراد شئ ثم اثبات صفة معينة لها كما يقتضي انحصار ذلك الشئ في تلك الصفة وهذا انحصار حقيقي كذلك سلب وصف معين عنها سواء كان مقدراً او ملفوظاً ثم اثبات منافي ذلك الوصف يقتضي انحصار الشئ في المنافي للوصف المسلوب وهذا انحصار اضافي وكلا هذين الحصرين نوعا حصر الموصوف في الصفة واما انحصار الصفة في الموصوف بالانحصار الحقيقي فوجودها في الموصوف وانتفاءها عن جميع ماعداه وبالنحصار الاضافي فوجودها فيه وانتفاءها عن بعض ماعداه فقط ومن المعلوم

بالدهاء صدق المحصور فيه على المحصور الكلي كلياً وفي الآية انحصار اضافي لانحصار اهل الكتاب في الايمان بالنسبة الى وصف الكفردون سائر الاوصاف فلكون المراد من الآية سلب الكفر عن جميعهم واثبات نقيضه من الايمان لجميعهم كذلك وحصرهم في ذلك النقيض يجب صدق الايمان على الكتابي صدقاً كلياً بان يقال كل كتابي يؤمن به فهذه قضية موجبة محصورة كلية فاذا حمل قوله عز وجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته على ما حمله في هذا التوجيه يكون معناه كل كتابي يؤمن بمشكوكية قتله <sup>الطبيعي</sup> قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل المضارع على الماضي والاعراض عن مفاد النون الثقيلة من معنى الاستقبال اما ان يخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودين في زمانه قبل رفعه وبعده الى يوم القيامة وهذا يؤدي الى تجويز وجود من لم يوجد حال عدم وجوده لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفها وفيه تجويز لمعية النقيضين وكذا يرد عليه ان حمل موته الذي هو مصدر على الماضي من غير داع مخصص تكلف لا يرتضيه ارباب الفهوم ويرد على تصويره كلا المعنيين ونسبة كلا منهما الى الكشف والالهام ان احد المعنيين باطل لامحالة اذ التوجيه الثاني قوي الاحتمال في الخصوص لا هوئية خلاف القاعدة من اجتماع النقيضين والاول لا يتمشى فيه سوى العموم والعموم والخصوص مما يتغايران فان سلم التوجيه الاول انتفى التوجيه الثاني وان الثاني ارتفع الاول فاحد الكشفين لو فرض بالهام من

الرحمن يكون الآخر بالهام من الشيطان اذ لو كان كلاهما بالهام الله تعالى لما وقع التخالف بينهما فالحق ان كلا الكشفين من الكشف الكاذبة الشيطانية لا من الكشف الصادقة الرحمانية والا لم يرد على كل منهما نقوض شرعية قاطعة وايرادات عقلية ساطعة فالذى من شأنه امثال هذه الدعاوى ومن خصائله انه اذا اخذ بالقرآن تمسك بالانجيل واذا الزم بالانجيل رجع الى القرآن واذا بهما تشبث بالعقل وان بكل منها تذييل بالكشف والالهام فان طوّل دليل يدل على صدق كشفه تبهت وتحير وتنكس او هو مثل للمريض مرض الموت ليس بحى فيرجى ولا ميت فيلقى او نظير للنعمامة اذا استطير تباعر واذا استحتمل نظائر فاقول بفضل الله تعالى ان المعنى الصحيح للآية المذكورة الذى لا يرد عليه شئ من تلك الانظار هو انهم قالوا انا متيقنون بقتل المسيح بن مريم فردهم الله عز وجل بانهم ما قتلوه وما صلبوه فكيف يتصور تيقنهم بقتله لانه لا بد للعلم اليقيني من مطابقة لنفس الامر واذا لم توجد المطابقة لم يتحقق التيقن بقتله فحكمهم بهذا النحو من القطع وادعاء اليقين مع انتفاء العلم اليقيني به شبهة صرفة وجهل مركب يفسر بالحكم الغير المطابق الثابت فى نفس الامر فهم فى شك منه اى فى حكم لم يطابق الواقع وليسوا على اليقين بل هم يتبعون الظن والجهل المركب لانهم ما قتلوه اى انتفى قتله انتفاء يقينياً بان يكون قوله يقينياً قيداً للنفى لا للنفى بل رفعه الله اليه بالرفع الذى ينافى القتل وهو الرفع الجسماني دون الرفع الروحاني لاينافى القتل بل يجامعه فى نفس الامر وفى اعتقاد المخاطب وكان الله

عزيراً لا يعجزه شئ عن رفعه مع جسده حكيماً فى صنع رفعه وليس احد من اهل الكتاب الا ليؤمن به اى يعيسى قبل موته اى قبل موت عيسى سواء كان ايمانه نافعا له كالايمان فى حالة غير لباس اولم يكن نافعا له كايامانه فى حالة لباس والايمان فى غير حالة لباس اعم من ان يكون قبل نزول عيسى او حين نزوله فهذا المعنى قد روعيت فيه صيغة المضارع والنون الثقيلة التى تدل على استقبالية مدحولها بالاجماع من اهل اللغة ولم يرد عليه شئ من النقوض فالذى ذكرناه من المعنى هو المحكوم عليه بالصحة الصافي عب شوائب الايرادات كاف لدفع الاشكالات يؤمن به المنصف المناظر ان اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر واستدل ايضا بطريق الالتزام على اهل السلام القائلين بحيزة المسيح **عليه السلام** بان كل من يؤمن بوجود السموات يؤمن بتحريكها على الاستدارة فلو كان **عليه السلام** على السماء للزم بتحريكها تحركه فلم تتعين له جهة فوق بل على هذا قد يصير تحته وقد يصير فوقاً فلا يتعين له النزول ايضا اذ النزول لا يكون الا من فوق وايضاً يلزم كونه فى الاضطراب وعدم القرار دائماً مادام هو فى السماء وهذا نوع من العذاب وجوابه ان جهة فوق تطلق حقيقة على منتهى الحظ الطولاني من جانب راس الانسان بالطبع من محدب فللك الافلاك وجهة التحت على منتهى ذلك الحظ مما يلى رجليه من مركز العالم وهاتان الجهتان لا تبدلان عوض ويطلق فوق والتحت على الحدود التى بين المركز وبين المحدب ايضا لكن اطلاقاً اضافياً لا حقيقياً وكل من هذه الحدود المتوسطة يمكن اتصافه

بكلا الوصفين من الفوقية والتحتية مثلاً محدب فلک القمر منتصف  
بالفوقية بالإضافة الى مقره وما عداه من الحدود المتقاربة الى المركز  
ومتصف بالتحتية بالنسبة الى سائر الافلاك فهذا الحد المعين فوق  
وتحت لكن بوجهين والحاصل ان كل حدين فرضا بين المركز وبين  
محدب الفلك الاعلى فما كان منهما اقرب الى المركز وابعد من  
المحدب فهو تحت وما بالعكس فهو فوق بخلاف الحقيقتين فان  
ما يتصف منهما بالفوقية لا يمكن ان يتصف بالتحتية وما يتصف بالتحتية  
لا يمكن اتصافه بالفوقية لان محدب الفلك الاعلى محدب دائما ومركز  
العالم مركز دائما لا تغير ولا تبدل فيهما وعلى هذا يقال ان المسيح عليه السلام  
لما كان في السماء الثانية فالارب في انه ابعد من المركز واقرب الى  
المحدب بالنسبة الى من هو على وجه الارض فيكون فوق من هم على  
الارض وان سلمنا تحركه بتحريك السموت فلا يلزم عدم تعيين جهة  
الفوق له عليه السلام بل مادام هو في السماء منتصف بالفوقية بالنسبة الى سكان  
الارض جميعا فاذا اراد الله تعالى نزوله انتقل من مقره السماوى من  
محدب السماء الثانية بحيث يتزائد البعد فيما بينه وبين محدب فلک  
الافلاك انا فانا من البعد الذى كان بينهما ويتناقص كذلك البعد فيما  
بينه وبين مركز العالم من البعد الذى كان حيث هو فى مقره الى ان يصل  
الى سطح الارض وانت تعلم ان الحركة من المحدب الاعلى او مما يقربه  
الى جانب مركز العوالم هو النزول كما ان الحركة من جانب ذلك  
المركز الى جانب ذلك المحدب هو العروج فلم يلزم من تحركه

بتحرك السموت على الاستدارة عدم تعيين النزول له وايضا لا يلزم من  
تحركه بتحريك السموت كونه مضطربا وفى نوع من العذاب الا ترى  
الى الذى ذهب اليه اهل الهيئة اليوم من الافرنج ان الشمس فى وسط  
الكواكب التى تدور حولها وقالوا انها ليس لها حركة حول الارض بل  
للارض حركة حولها وان الارض احدى السيارات عندهم وهى عطاردة  
والزهرة والارض والمريخ وسنة وقال بعضهم ان الارض هى التى  
تتحرك هذه الحركة السريعة اليومية من المغرب الى المشرق ويسببها  
ترى الكواكب طالعة وفارية لانها اذا تحركت كذلك وكانت الكواكب  
ساكنة او متحركة الى تلك الجهة ايضا لكن بحركة ابطاء من حركتها  
ظهر لنا فى كل ساعة من الكواكب ما كانت محتجبة بحدبة الارض فى  
جانب المشرق واحتجبت عنا يحدبتها فى جانب المغرب ما كانت ظاهرة  
لنا فيتخيل ان الارض ساكنة وان الكواكب هى متحركة بتلك الحركة  
السريعة الى خلاف الجهة التى تتحرك الارض اليها كما يتخيل ان  
السفينة الجارية فى الماء ساكنة مع كون الماء متحركا الى خلاف جهة  
السفينة وهذا القول وان كان مردودا بان الارض ذات مبدء ميل مستقيم  
طبعا كما يظهر من اجزائها المنفصلة فيمتنع ان تتحرك على الاستدارة  
وبانها لو كانت كذلك لما وصلت الطيور الى ما توجهت اليه من جهة  
المشرق عند طيرانها من المغرب الى المشرق وان كانت المسافة التى  
بين مبدء مسير الطيور وبين انتهاء مسافة قليلة الا بعد مضى اكثر من يوم  
وليلة وبانه على هذا كان يجب ان يتخيل جميع ما فى الجو من الطيور

متحركاً الى جانب المغرب سواء كان ذلك الطائر متحركاً بحركة نفسه الارادية الى المشرق او المغرب وذلك لبطوء سير الطيور وسرعة حركة الارض وبوجوه اخرى تركنا ذكرها بقوله تعالى شأنه والقي في الارض رواسي ان تميدبكم وبقوله الكريم ام من جعل الارض قراراً وجعل خلالها انهاراً وجعل لها رواسي الآية فمع بطلان هذا القول نقول انهم مع كونهم عقلاً لم يجزموا بطلان مذهبه هذا بظهور استلزامه عذاب من هو على الارض ولم يورد عليهم احد ممن يخالفهم من المسلمين وسائر اهل المعقول هذا الايراد نعم اوهام العامة الجهلة الذين لاحظ لهم من العلوم العقلية تنزل بامثال هذا وكل هذا على تقدير تسليم حركة فلک الافلاك على الاستدارة ثم بتسليم حركة سائر الافلاك بتحريكه اياها ولنا ان نمنع حركة فلک الافلاك المعبر بالعرش في لسان الشرع على الاستدارة لانه لم يوجد في الشرع دليل قطعي يوجب الظن بذلك فضلاً عن ان يوجب العلم القطعي كيف ولم يثبت ذلك في خبر قوي بل ولاضعيف ان العرش يتحرك على الاستدارة ويحرك ما تحته من الافلاك بل قد ثبت في اخبار صحيحة ان له قوائم وهذا بظاهره يابى ان يكون الفلك الذي يصفونه على ما يصفونه ولا يابى ماصح من انه مقبب كالخيمة وقد ورد انه يحمل اليوم العرش اربعة من الملائكة وثمانية منهم يوم القيامة قال عزوجل ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية اى يوم القيامة وعلى هذا كيف يستقيم كون الفلك متحركاً بالحركة المستديرة وما ورد في القرآن انما هو سير الكواكب كما قال تعالى

لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في فلك يسبحون وقال كل يجري الى اجل مسمى وقال ما اعظم شأنه فلا نقسم بالخمس الجوار الكنس وفسر بالنعوم الخمسة زحل والمشتري والمريخ والزهرة وعطارد ولئن سلم كون ذلك الفلك متحركاً فلانسلم انه يلزم بتحركه تحرك سائر الافلاك لان الشرع لم يرد باتصال الافلاك فيما بينها بل ورد على انفصالها كما يظهر لمن تتبع الاحاديث ولم يثبت كونها كروية بل ورد ان الارض بالنسبة الى السماء الدنيا كحلقة في فلاة وهكذا سماء الدنيا بالنسبة الى السماء الثانية والثانية بالنسبة الى الثالثة وهكذا والكل من الكروسي وما تحته بالنسبة الى العرش كحلقة في فلاة وظاهر انها لو كانت كروية لما صح هذا التمثيل واذا لم يثبت كروية الافلاك لم يثبت حركتها على الاستدارة ولما لم يثبت الاتصال فيما بين الافلاك فمع تسليم تحرك فلک الافلاك لا يلزم تحرك ما تحته من الافلاك بل عرفت ان نفس حركة الفلك الاعلى ايضاً لم تثبت فلم يرد ما زعمه المستدل بطريق الالتزام تقليداً للاوهام العامة وحاصل كلامنا هذا كله ورود منوع متعاقبة مترتبة على استدلاله باننا لانسلم كون الفلك الاعلى متحركاً ولئن سلم فلانسلم انه متحرك على الاستدارة ولئن سلمناه فلانسلم ان بتحركه يلزم تحرك باقي الافلاك لتوقفه على اتصالها ولا اتصال فلا يلزم تحركها حتى يتحقق مزعومه ولئن سلم كل ذلك فلزوم المحذورات الثلث من عدم تعيين جهة الفوق له وعدم تعيين النزول له وكونه في العذاب



الدائمى ممنوع مطلوب دليله وانى له ذلك وقد عرفته مفصلاً وتامل فيه بالنظر الصائب يظهر لك مبلغ الكشف في علم الهيئة ودركه في القواعد الهندسية لينكشف لك حقيقة دعواه من المجددية والمحدثية وتقول المفتري في ادعاء المسيحية واعتراض على العلماء الاسلامية على قولهم بان الفلسفة القديمة تشهد بان الجسم العنصرى للانسان لا يمكن ان يبلغ الى الطبقة الزمهريرية وبان اهل فلسفة اليوم قد حققوا بتوسط الصعود على بعض الجبال ان اهوية رؤس تلك الجبال مضرّة منافية لصحة البدن بحيث لا يمكن ان يبقى حيا حين وصوله في تلك الاهوية فاتفق سوابق الفلاسفة ولو احقهم على ذلك يحيل ارتفاع المسيح عليه السلام الى السماء اذ لا بد لارتفاعه اليها من الوصول الى الطبقة الزمهريرية ونفوذه فيها في اثناء الصعود الى السماء والوصول الى تلك الطبقة لما كان غير ممكن امتنع صعوده الى السماء لاستلزام عدم امكان المعد لعدم المكان المعدله ولا يخفى عليك ان كل ذلك سفسطة وتزئين للباطل وتمويه للفساد العاقل لا يستتر وهذه على اللبيب العاقل فان ماترتب عليه امتناع صعوده عليه السلام من عدم امكان وصول البدن الانسانى الى الطبقة الزمهريرية معللاً بمعنا فاتها لحيوة الانسان غير مسلم لان عدم امكانه اليها يتوقف على عدة امور منها استواء جميع اجزاء الطبقة في هذه الكيفية المضرة وهذا ممنوع لا بد له من دليل بل باعتبار اختلاف نسبة اوضاع الشمس الى العوالم العنصرية يشهد الوجدان بخلافه ومنها كونها ثابتة لتلك الطبقة في مرتبة ذاتها ثبوت الذاتيات للذات بحيث يستحيل السلاخ

تلك الكيفية عن هذه الطبقة في مرتبة ذاتها وهو ايضا ممنوع فان نسبة الكيفية الى الطبقة لو كانت بهذه المثابة لكانت ذاتية لها وقد ثبت في مقرها ان لا تشكيك في الماهية ولا في ذاتياتها والتشكيك في المتكيفات انما يكون بالشدة والضعف ومن المعلوم بالبدهة العقلية ان تلك الكيفية تشدد وتضعف حسب مسامنة الشمس كما في النهار وعدم مسامتتها كما في الليل واختلاف اجزاء الطبقة فيها صيفا وشتاء وشمالا وجنوبا فاختلافها كذلك ادل دليل ينفي كونها ذاتية لها واما كونها لا زمة لتلك الطبقة فذلك اما باعتبار ذاتها واصلها وهى نفس البرودة وظاهرانها لا تنافى لحيوة الانسان واما باعتبار مرتبة معينة من مراتبها المنافية لها فهى غير متعينة بعد وبعد تسليم تعيينها فدوامه غير مسلم فاين اللزوم ولئن سلم اللزوم فذلك اللزوم عادى لاعقلى يمتنع انفكاكه عن ملزومه كما يمتنع انفكاك الزوجية عن الاثنين واللازم العادى يجوز انفكاكه عن ملزومه كلزوم السكر للخمر فانه لازم عادى للخمر ولذا ينفك عن الخمر بالملح وبالخل والحرارة للنار كذلك لازم عادى ولذا خاطبها الله تعالى في حق ابراهيم عليه السلام بقوله عز وجل قلنا يا نار كونى برداً وسلاماً على ابراهيم فانقادت وتبردت كما اخبر به عز وجل فما كان جواب قومه الا ان قالوا اقتلوه او حرقوه فانجده الله من النار كيف ولو كانت الحرارة لازمة لها باللزوم الذاتى لانفتت النار بزوال الحرارة وذكر المؤرخون ان النار تبردت على ابي مسلم الخولاني حين امر مسيلمة الكذاب بنار عظيمة حتى اشتعلت وتوقدت

فامر بالقاء ابى مسلم فيها فالقى فلم تضره النار فاذا كان حال الحرارة بالنسبة الى النار كذلك مع ان حرارتها بذاتها فمابال البرودة بالنسبة الى الطبقة الزمهريرية من الهواء مع كون برودتها بالتبع وبالعرض لان عنصر الهواء بحسب ذاتها حار وطب كما هو محرر في كتب الطب ولما تكن الكيفية ذاتية لها ولا لازماً عقلياً يمتنع انفكاكها عنها مجاز انفكاكها عنها حين صعود المسيح عليه السلام الى السماء لا مكان وجود ما يقتضى كسر سورة البرودة عن مسيره من تلك الطبقة من مجاورة الادخنة الغليظة المشتعلة التي ترى منها صور مختلفة كالينازك والرماح والحيوانات ذى القرون وغيرها سواء كانت الادخنة المشتعلة ممتدة متصلة بالارض التي تسمى بالحريق او غير متصلة بها فلم يمتنع صعوده عليه السلام الى السماء من اجل البرودة المفرطة التي في تلك الطبقة الكائنة في مسافة ذهابه اليها ومنع حرارة كرة النار لمسيره اليها كذلك لما عرفت من ان الحرارة للنار لازم عادى يجوز انفكاكها عنها ولوائها ومن الامور المتعددة التي قلنا بتوقف عدم امكان وصول البدن الانسانى الى الطبقة الزمهريرية عليها استقرار البدن واقامته فيها مدة يتاثر فيها ببرودتها ومن الضروريات ان استقرار البدن فيها غير لازم للذهاب الى السماء المتضمن للوصول اليها لان الذهاب الى السماء انما يكون اما بالانتقال الدفعى او التدريجى وكل منهما لا يستلزم الاستقرار فى مسافة الانتقال حتى يتاثر البدن فى مسيره بكيفية متضادة لصحته وظاهر ان احد المتضادين بالذات مع كونه اشد انفعالا واسرع تاثراً من الضد الاخر

يشترط لتاثره منه الاجتماع بينهما مدة يتحقق فيها تاثير احدهما فى الآخر وتاثر الاخر به فالامر ان اللذان ليس بينهما التضاد بالذات بل بالتبع اولى بان يشترط لتاثر احدهما بالآخر الاجتماع فيما بينهما فى زمان معتدبه وعلى هذا يقال ان مزاج بدن المسيح عليه السلام وان كان ينافيه هواء الطبقة الزمهريرية لكن لما يلزم لذهابه وصعوده الى السماء الاستقرار فى تلك الطبقة سواء كان فى الواقع انتقاله وذهابه بطريق الدفع او بطريق الحركة يلزم تضرره المشروط بالاستقرار لعدم لزوم شرطه فلم يمتنع صعوده الى السماء ولم يلزم عدم امكان المعد حتى يتفرع عليه عدم امكان المعدله كما زعمه الاترى انك اذا نفدت يدك فى الشعلة واسرعت فى تنفيذ واخراجها منها لا تثار يدك بحرارتها وكذا ان اوقدت نارا عظيمة بحيث يشتد ويرتفع شعلتها ورميت السهم من القوس الى هدف تحول تلك النار بينك وبين الهدف فهو حين نفوذه فى الشعلة مع كونه من الخشب لا يتاثر من حرارتها وذلك لسرعة خروج اليد والسهم وذهابهما منها وعدم الاستقرار وهذا على تقدير منع محض الاستقرار مع تسليم الامرين الاولين من كون كيفية البرودة ذاتية اولازماً عقلياً ومن كون جميع اجزاء الطبقة متساوى الكيفية البردية فكيف اذا انتفى كل من هذه الامور الموقوف عليها اعتراضه واستلزام انتفاء الموقوف عليه لانتفاء الموقوف من المعلومات بالضرورة واستدل ايضاً بقوله تعالى فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون وتهذيبه ان فى الآية تقديم الجار والمجرور المتعلق بالفعل اعنى تحيون وذلك لافادة

الحصر فيقول معناه الى انه لا حيوة لاحد من بنى ادم الا في الارض فلو كان المسيح عليه السلام حياً في السماء للزم بطلان هذا الحصر المستفاد من قول الله عزوجل فالأذعان بقوله تعالى وفيها تحيون لا يجتمع مع القول بكونه حياً في السماء فلا بد من القول بكونه ميتاً كسائر الانبياء عليهم السلام وكونه مرفوعاً بالرفع الروحاني دون الجسدي اقول بتوفيق الله عزوجل حصر التقديم في افادة الانحصار مخدوش بل التقديم قد يكون لاغراض اخر كراية القوافي والفواصل واهتمام البيان وامثالهما فيتحمل التقديم في الآية توافق الفواصل فلم تتعين افادة الحصر لئن سلمنا ذلك فباعتبار الاكثر لا باعتبار الكل ولو باعتبار الكل ايضاً فبخصوص الحيوة في عالم الناسوت الذي هو محل الكون والفساد دون الحيوة المطلقة التي من جملتها الحيوة السماوية اذ لو تعلق الانحصار بالحيوة مطلقاً انتقض بحيوة اصحاب الجنة في الجنة وحيوة اهل النار في النار ولا بد لاعتبار الحيوة الناسوتية ايضاً من التقييد بغالب الاحوال والا انتقض بمن سار في الهواء بواسطة الطيران على طريق حرق العادة كما وقع لبعض الكبراء او بواسطة الركوب على البابور الدخاني الهوائي كما شاهده كثير من ابناء الزمان فلانفاة حينئذ بين التصديق بقوله تعالى المذكور وبين التصديق بكون المسيح بن مريم حياً في السماء كما لا يخفى على من له ادنى تأمل ومن استدلالاته المزخرفة الواهية ان لو كان عيسى حياً في السماء ونازلاً قبيل قيام الساعة فلا يخلو اما ان يكون حين نزوله معزولاً عن وصف الرسالة وفي مثل هذا النزول تنزيل لشانه وتحقير

لمكانه ولا يليق ذلك بشأن الرسل او ينزل وهو رسول متصف بوصف الرسالة كما كان قبل رفعه الى السماء وهذا يخالف قول الله عزوجل في حق نبينا المظهر المكرم عليه السلام وشرف وعظم ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين الآية وخاتمهم من لا يكون بعده نبي كما قال عليه الصلوة والسلام لاني بعدى فاذا لم يكن بعده نبي فكيف ينزل عيسى وهو رسول نبي وجوابه بالنقض بان ماعدا النبي عليه السلام من الانبياء كلهم حال كونهم في البرزخ بعد بعث نبينا عليه السلام او حال ما يكونون في عالم المعاد هل هم معزولون عن وصف الرسالة او النبوة وفي هذا تحقير لهم ولا يناسب ذلك لعلو حالهم وقد تقرر في كتب العقائد ان الانبياء بعد انتقالهم من دار الدنيا لا يعزلون عن مناصب النبوة بل صرح في بعضها بتكفير من قال هذه الجملة او هل هم متصفون بوصف النبوة وهذا يخالف قول الله ولكن رسول الله وخاتم النبيين لان خاتميته تقتضي ان لا يكون بعده نبي فكيف يصح ان يكونوا موصوفين بالنبوة بعد كون نبينا عليه السلام مبعوثاً وكيف لا يعزلون عن منصب النبوة في المعاد فما هو جوابك عن هذا النقض الوارد فهو جوابنا عن اعتراضك المزخرف والحل ان المسيح عليه السلام حين تمكنه في السماء وحين نزوله وكذا هو وسائر الانبياء في البرزخ وفي المعاد متصفون بوصف النبوة والرسالة غير معزولين عن مناصبهم وقول الناقص ان هذا يخالف قول الله عزوجل ما كان محمد الآية غير متوجه اذ النبي عليه السلام اخر الانبياء بعثاً بمعنى انه اوتي النبوة بعد ما اوتيتها سائر النبيين عليهم من الصلوة اتمها ومن التسليمات

اكملها وليس باخرهم بقاء بمعنى ان كلهم مما عداه ﷺ وعليهم بعد ارساله صاروا معزولين عن مناصب نبواتهم ورسالاتهم ولا منافاة بين كونه ﷺ خاتم النبيين واخرهم وبين بقاء نبواتهم ورسالاتهم لان المعية بين الشينين بقاء لا ينافي بعدية احدهما واولية الآخر حدوثا كما ترى في البناء والبناء وفي الابن والاب فان حدوث البناء بعد حدوث البناء و حدوث الابن بعد حدوث الاب مع تحقق المعية بينهما بقاء وامثلته كثيرة لا تحصى ثم اكد ذلك المعترض هذا الاعتراض المزخرف في موضع اخر من كتابه بان المسيح لو كان حيا في السماء منتظرا نزوله الى الارض فاذا نزل والحال انه لا يعرف العربية فيحتاج الى علم القران ولا يتيسر له ذلك لعدم معرفته العربية ويتعسر له التعلم في تلك الحالة لشيخوخته فيحتاج الى ان ينزل عليه كتاب جديد بلسانه فيقرء الناس كتابه ويقرء في صلواته من ذلك الكتاب ويعلم الناس الكلمة بلسانه وفي هذا استيصال للدين الاسلام اقول متمسكا بلا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ومستعيذا بالله من الشيطان الضال المضل الرجيم ان كل ذلك سفسطة من سفسطاته ولا ادري انه كيف حصل له العلم اليقيني بان المسيح لم يكن يعرف العربية مع كون العبرية كثيرا لتوافق كالفنجانية والاردوية فهل يتعسر لمن يعرف احدى اللغتين معرفة اللغة الاخرى منهما واما شاهد الذين يعرفون السنة مختلفة بقدرهم على اداء مضامينهم بلغات متنوعة اليس في نفسه اية انه مع كونه من خمسة ماء يعرف لغتها ويعرف اللغة الفارسية فاي شيء اعجز المسيح من تعلمه العربية اما بتعليم

الله تعالى او بتعليم معلم من البشر لسبق التقدير الازلي على كونه مجددا لهذا الدين ولم يعجز الكائد عن معرفة اكثر من لغة واحدة فباي شيء يتيسر ذلك لغير النبي ولم يتيسر للنبي الذي تكلم حال كونه صبيا وقال اني عبد الله اتاني الكتاب وجعلني نبيا مباركا ولو سلم عدم علمه العربية قبل رفعه الى السماء فمن اين جزم بانه له يتعلم في الملكوت ولئن سلم عدم تعلمه هناك فمن اينائه انه لا يمكن له او لا يتيسر له العلم بها حين نزولها فمن علم الاسماء كلها لادم وعلم نبينا المكرم علم ما لم يعلم يعلم المسيح بن مريم وليس ذلك على الله بعزيز اما قرع صماخ اذنه ان صاحب القوة القدسية تصير النظريات كلها بديهية عنده وهذا مجمع عليه عند اهل المعقول فكيف يستبعد ذلك ولم يستبعد هذا ولئن سلمنا استبعاده واستحالته فلانسلم ان تبليغ احكام الشريعة وتفهم معاني القران وتادية مفاهيم كلمات التوحيد بلغة غير العرب تبديل للاسلام ونسخ للاحكام واستيصال للدين المتين لانه لو كان كذلك للزم كون المسلمين كلهم من غير العرب مبدلا للاسلام وللزم كون الكائد لما انه يؤدي العقائد ومعاني القران وكلمات التوحيد حسب ما يرتضيه بالهندية مبدلا للاسلام ومعرضا عنه وتوجب ان من ايقن بان الله عز وجل متصف بصفاته الكمالية التي دلت عليها النصوص وواحد لا يماثله شيء ولا يشبهه احد لا في ذاته ولا في صفاته وان اكرم الموجودات واشرف المخلوقات سيدنا محمدا النبي ﷺ العربي الهاشمي صادق في دعواه النبوة حق ماجاء به من عند الله تعالى وتلفظ بهذه المعتقدات الحققة الثابتة بلغة



يعرفها من غير العربية ودام على هذا التيقن والاقرار ومات على ذلك  
لا يكون مؤمناً فهل هذا الا نفى لعموم دعوة القرآن واثبات لخصوص  
رسالة رسول الانس والجان وقد قال تعالى وتبارك تبارك الذى نزل  
الفقران على عبده ليكون للعالمين نذيراً وقال عز وجل وما ارسلناك  
الارحمة للعالمين وقال وعز من قائل وما ارسلناك الا كافة للناس وامره  
الله تعالى بقوله يا ايها الناس انى رسول الله اليكم جميعاً فلم يعلم انه كما  
ان انكار اصل نبوة نبينا محمد ﷺ كفر كذلك انكار عموم نبوته ﷺ  
كفر لكون كل منهما متساوى الاقدام فى رد النصوص القطعية وايضاً  
استدل على عدم كونه فى السماء بقوله تعالى واوصانى بالصلوة والزكوة  
مادمت حياً وبرأ بوالدتى وتحريره بانه لو كان حياً للزم كونه مأموراً فى  
السماء باداء الزكوة وباحسان والدته وظاهر ان امثاله بهذين الامرين وهو  
فى السماء غير متصور والجواب ان المراد بالزكوة ههنا معناها الحقيقي  
وهى الطهارة دون معناها المنقول الفقهي المعروف فى كتب الفقه كما اريد  
بقوله تعالى ومن تزكى فانما يتزكى لنفسه وبقوله تعالى فاردنا ان يبدلهما  
ربهما خيراً منه زكوة واقرب رحماً وبقوله تعالى عبس وتولى ان جاءه  
الاعمى وما يدريك لعله يزكى او يذكر فتنبه الذكرى اما من استغنى  
فانت له تصدى وما عليك الا يزكى وبقوله عز وجل قد افلح من زكها  
وبقوله تبارك وسيجيبها الاتقى الذى يؤتى ماله يتزكى وبغير ذلك من  
الايات وعلى هذا فعدم تصور امثاله بهذا الامر خفى غاية الخفاء وتصوره  
ظاهر كمال الظهور وان خفى على من عمى عمى المبتدع الفجور واما

لزومه ايتام المسيح ﷺ ببر والدته حال كونه فى السماء بهذه الآية  
فغير ظاهر لان قوله تعالى برأ بوالدتى ليس معطوفاً على مدخول الجار  
المتعلق بقوله اوصانى حتى يلزم ذلك اذ لو كان كذلك لكان مجروراً  
مثل معطوفه ولم يكن منصوباً ولقرء قوله برأ بكسراً لباء لا بفتحها  
لئلا يلزم كون من يقوم به البر مأموراً به كما ان الصلوة والزكوة مأمور  
بهما مع كونه بديهى البطالان لضرورة ان ما يزمه او ينهى عنه انما  
هو الافعال دون الذوات فاجماع القراء على فتحها يابى كل الالباء عن  
كونه معطوفاً على ذلك المدخول والا لاحتيج لتصحيح للكلام  
والاحتراز عن المحذور المذكور الى تكلف حمل الصفة المشبهة على  
المصدر مع ان الضرورة غير داعية الى هذا التكلف لامكان تصحيح  
ذلك الكلام من غير تكلف بعطف برأ على قوله نبأ فيكونان مفعولين  
بقوله تعالى وجعلنى من قبيل عطف المفرد على المفرد وبعطف جعلنى  
المقدر قبل قوله برأ على قوله وجعلنى الملفوظ صريحاً فيكون من قبيل  
عطف الجملة على الجملة وتام الآية قال انى عبد الله اثنى الكتاب  
وجعلنى نبأ مباركاً اين ما كنت واوصانى بالصلوة والزكوة مادمت حياً  
وبرأ بوالدتى وعلى هذا التوجيه الصحيح الحالى عن المحذور والتكلف  
لم يلزم توجه هذا الامر اليه ﷺ وجوب امثاله به حال كونه فى السماء  
ايضاً على انا وان سلمنا التوجيه الذى ذكره ذلك وقطع النظر عن لزوم  
المحذور والتكلف فلانسلم ان ايتامه بهذا الامر فى تلك الحال  
غير متصور اذ البر كما هو متصور فى زمان حياة البار والمبرور اليه كليهما

كذلك يتصور في زمان مئات المبرور اليه بالاستغفار له واهداء ثواب الطاعات اليه فجزم المستدل بعدم امكان بر المسيح عليه السلام بوالده في تلك الحالة جزم في غير محله وجملة المرام وخلاصة الكلام ان المسيح رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى الى الآن ومرفوع الى السماء بجسده وهذه المسئلة ثابتة بالدلائل من الآيات القرآنية والاحاديث النبوية واجماع الامة المحمدية على صاحبها الوفاء صلوات وتسليمات والآيات الدالة عليها قول الله تبارك وتعالى ما المسيح بن مريم الارسل قد خلت من قبله الرسل وقوله جل وعلا واذا قال الله يا عيسى اني متوفيك ورافعك الى وقروله تعالى وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وقوله الكريم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته وتقرير دلالة هذه الآيات على حيوته مر بأكمل وجه واحسن تفصيل ومنها قول الله عز برهانه لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح بن مريم قل فمن يملك من الله شيئا ان اراد ان يهلك المسيح بن مريم وامه ومن في الارض جميعاً وتقرير الدلالة ان كلمة ان الداخلة على كلمة اراد من ادوات الشرط التي وضعت لوقوع الجزاء بوقوع الشرط في المستقبل والشرط ههنا ارادة اهلاك المسيح والجزاء انتفاء قدرة الدفع لغير الله المندلول عليه التزاماً بقوله تعالى فمن يملك من الله شيئا فان الاستفهام قائم مقام النفي ونفي الملك من الله شيئاً على تقدير ارادة الله تعالى اهلاكه يوجب ويستلزم انتفاء القدرة لاحد غير الله عن دفع اهلاكه على ذلك التقدير فيجب كون كليهما اي الاهلاك وانتفاء القدرة متوقعي الوجود في المستقبل والا لزم خلاف

وضع كلمة ان وتوقع وجودهما في الآتي لا يمكن الا اذا كان المسيح عليه السلام حياً حين نزول هذه الآية لانه لو لم يكن حياً في ذلك الحين وكان وقوع موته في الزمان الماضي بالنسبة الى ذلك الحين لادت الآية معنى توقع ارادة اهلاك الهالك وازالة الزائل وامتناعه غير خفي كامتناع ايجاد الموجود وتحصيل الحاصل وحمل الكلام لضرورة تصحيح المعنى على حكاية حال حيوته في الدنيا مع كونه حقيقة في الاستقبال او استعمال كلمة ان في معنى لوالدالة على انتفاء الجزاء بانتفاء الشرط في الماضي رجوع الى المجاز من غير قرينة وقوله عز وجل وامه ومن في الارض ليس نصاً في المعطوفية على قوله المسيح بن مريم ليصلح قرينة على ذلك الحمل او الاستعمال لانه يحتمل ان يكون مفعولاً لفعل مقدر وهو لفظ يساوي ويكون جملة حالية فيؤول حاصل معنى الآية الى ان الله قادر على ان يهلك المسيح بن مريم والحال انه يساوي امه ومن في الارض في عدم الالوهية فكما ان الله قادر على مريم ومن عداهم فكذلك هو قادر على المسيح لاستواء كلهم في نفي الالوهية بل ان حكم بتعين هذا الاحتمال بالارادة لكان اجدر واخرى لان المقصود بهذه الآية رد قولهم ان الله هو المسيح بن مريم وذا لا يكون الا بايقاع المساوات بين المسيح وبين امه ومن الارض في انتفاء وصف الالوهية وثبوت وصف العبودية ومع هذا كيف يصح كونه عطقاً وقرينة لصرف الكلام عن حقيقته على ان في اختيار استعمال كلمة ان بمعنى لومع قطع النظر عن لزوم المحذور ثبوت المدعى من حيات عيسى عليه السلام اظهر

واجبى لانه على هذا يؤل الى ان الله تعالى لم يرد اهلاكه عليه السلام في الزمان الماضي وهذا هو المطلوب الذي نحن بصدده فيقال ان حملت كلمة ان على معناها الحقيقي الوضعي فالدليل ثابت ومدلولنا متحقق وان على معنى لوالذي هو معناها المجازي فالمدعى على هذا التقدير ايضاً ثابت وعلى كل تقدير فالآية دليل لنا وشاهد على حيوة عيسى عليه السلام كما لا يخفى على من له ادنى دراية واما الاجماع على حياته الى الآن فلعدم وجود النقل في كتاب من كتب الشريعة على خلافها من لدن زمان الصحابة الى يومنا هذا اذ لو لم يكن الاجماع منعقداً على حيوته وكان القول بمماته مذهباً لاحد من المسلمين لنقله الناقلون ولم يطبقوا على عدم نقله وتفسير حبر الامة ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قوله عز وجل انى متوفيك بقوله انى مميتك ليس نصاً فى مضى اماتته لان اسم الفاعل لكونه اسماً لا اختصاص له بزمان دون زمان كما يدل عليه ما حدوا الاسم به وما رواه النسائي وابن ابى حاتم عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما لما اراد الله ان يرفع عيسى خراج على اصحابه وفي البيت اثنا عشر رجلاً فقال ان انكم من يكفربي من بعد ان امن ثم قال ايكم يلقى شيهى فيقتل مكانى فيكون له الجنة فقام شاب احدهم سناً فقال انا فقال اجلس ثم اعاد فعاد فقال اجلس ثم اعاد فعاد الثالثة قال فصلب بعد ان رفع عيسى الى السماء وجاء الطلب من اليهود فاخذوا الشاب اه كما لين ومانقل عن وهب فغير مستند ولئن سلمنا استناده فلا يضر اجماع المسلمين لاحتمال انه نقل ذلك من اهل الكتاب ويؤيد هذا الاحتمال نسبة محمد بن اسحاق

وصاحب الوجيز والبيضاوى القول بوقوع موته الى النصارى وانه قال فى الوجيز حيوة المسيح مما اجمع عليه المسلمون واخبر الحافظ ابن القيم والفاضل الكهنزى نقلاً عنه بتحقيق اجماع المسلمين كلهم على حياته عليه السلام فلم يبق للمنقول عن وهب محتمل سوى ذلك الاحتمال ولئن تأملت فى رسائل الكائد الكاديانى ما وجدت دليلاً لا شرعياً ولا عقلياً بيده على ما ادعاه ووجدت اقوى دلائله ما لا يعده اولوالعقول دلالة بل استيعادات عادية واستيحاءات بعدم مواساة كما هو داب ارباب الجهالات من عدالاستبعاد استدلالاً كاستدلال بعض كفره ايام الجاهلية باستبعاد احياء العظام وهى رميم وقد اخبر منه الله الحميد فى كتابه المجيد حيث قال عز وجل اولم ير الانسان انا خلقناه من نطفة فاذا هو خصيم مبين وضرب لنا مثلاً ونسى خلقه قال من يعنى العظام وهى رميم وكاستدلال بعضهم كما حكى الله تعالى اجعل الالهة الها واحداً ان هذا لشي عجاب وكثير من هذه الامثال مذكور فى كتابه المستطاب وقد حصل الفراغ من تحرير هذه الرسالة النافعة سنة الف وثلاثمائه واحدى عشر من الهجرة النبوية على صاحبها الوفاء صلوة وتحية والمرجو من المطالعين لها ان لا ينسونى من ادعيتهم فى خلص اوقاتهم بالعافية والانسلاک بمسلك اهل السنة والاختتام بحسن الخاتمة وليكن اختتام الرسالة بهذا الكلام وعلى الله التوكل وبه الاعتصام واخر دعوتنا ان الحمد لله رب العلمين وصلى الله على خليفته وخير خليفته محمد وآله وصحبه وعشيرته ومن تبعهم الى يوم الدين اجمعين -



مَنْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَرَفَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا  
الآية (٨١) سورة الاسراء

أَلِلْهَامُ الصَّعِيمِ فِي اثْبَاتِ حَيَاةِ الْمَسِيحِ (اردو)

المسلي

آفتابِ صداقت

مُتَرَجِّمٌ

مولوی ابوالحسن پیر غلام مصطفیٰ نقشبندی حنفی ہر تری



سب تعریفیں ثابت ہیں خاص پروردگار کو کہ جس نے راستہ دکھایا اس کو کہ جس نے اس کی راہ نمائی کی جانب میلان کیا اور وہ رہنمائی کی اس نے حقائق کی سمجھنے کی طرف اس شخص کو جو حق کی تحقیق میں مضبوط اور قوی ہوا اور وقاقت قرآنہ میں کامل الوصول اور اس کی رضامندی میں جان نثار کرنے والے کا مرتبہ بلند کیا۔ جس نے اس کی آیات میں خوض کیا مانند اگلے خوض کہ جنہوں نے خدا کی طرف رجوع نہیں کیا پس وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہوں نے خدا کی جانب رجوع کیا ہے سرکش اور متکبر ہے۔ خدا کی راہ سے مانع ہے حیرت گراہی کی میدانوں میں وحشی گدھے کی طرح دوڑ پڑا ہوا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی پاک بارگاہ سے مردود ہوا۔ جس شخص نے اپنے آپ کو خدا کے نیک بندوں کے جم غفیر سے الگ کیا اور وہ رو سیاہی کا مستحق ہے سرداری کے قابل نہیں۔ جو شخص گناہوں پر خوگر ہوا گو کسی قوم سے ہو جیسا کہ خوگر ہوئی تھی قوم عاد پس بلاشبہ برے انجام کی طرف لوٹا۔ اکمل اتم درود و سلام ہو جو خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ پیارے پر جن کا اسم شریف محمد ﷺ ہے جو سردار ہیں انبیاء اولیاء کے اقطاب۔ اذنا میں سے وہ نبی ﷺ کہ جن کی سلطنت کے پردوں کے نیچے شہنشاہ عاجزی کرتے ہیں۔ ہر ایک نے ان میں سے ان کی جناب میں نرمی کی جس نے ان سے منہ پھیرا اور متکبرانہ ناز کیا۔ جو ان کی نصائح کے سننے، غصہ سے بھولا۔ بلا شک اسکو اللہ نے ہلاک کر ڈالا۔ پس ہلاک ہوا۔ قریب ہے کہ جہنم میں قیامت کے دن گریگا۔ درود و سلام ہو جو آپ کی قوم اور یاروں پر جو محکم دین کے اسرار کے خزانچی ہیں۔ انہی کی تابعداری سے سرداروں نے سرداری پائی۔ انکے خلاف کرنے سے جو کج رویہ مستقیم سے پھرا انہی کے خلاف سے ہے۔ ہمیں سب الحاد میں گرفتار ہوا کرم خوردہ طعام کی طرح اس کا دل فاسد ہوا۔ بعد حمد و صلوة کے فرماتے ہیں جو امیدوار ہیں قبولیت کی بلندی پر چڑھنے کے جن کا نام نای محمد غلام رسول ہے۔ مذہباً حنفی طریقہ نقشبندی، مجددی، نوری عرفا اور نسبا قاسمی ہیں۔

پچاوے ان کو پاک پروردگار ہر لیم کندہم کج عقل اور بیکے ہوئے کے شر سے کہ جبکہ گمراہی، حق سے تجاوز، گردن کشی، ظلم اس زمانہ میں بسبب اسکے جو قادیان سے ظاہر ہوا ہے زیادہ ہوا۔ اسنے دعویٰ کیا کہ جس مسیح علیہ السلام کی آمد کا آخری زمانہ میں وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہوں دعویٰ کیا اس نے کہ مسیح علیہ السلام مر چکے ہیں۔ نہ وہ بحسدہ آسمان پر چڑھائے گئے ہیں۔ اسلئے وہ زمین پر بھی نہیں اتریں گئے۔ اس نے برے عقائد ظاہر کئے۔ نہیں ہے اسکا ان لوگوں کے جو اس کے مطابق ہیں مانند مطابقت فعل کے فعل کے ساتھ مقصود مگر آبادیوں میں بگاڑ، فساد ذالنا، ترندق پھیلا نا، پلید کفریہ عقائد کا درمیان بندگان خدا اشائع کرنا انکا اعلیٰ مطالب ہیں مع ہذا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ہدایت یاب ہیں حالانکہ وہ سیدھی راہ سے برگشتہ ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان لایا انہوں نے پھر کفر کیا انہوں نے پس خداوند تعالیٰ نے انکے دلوں پر مہر کر دی ہے جس لئے سمجھتے نہیں ہیں اس عقیدہ پر اگر وہ مر گئے تو وہ جہنم میں ہمیشہ رہینگے انکے مونہوں کو آگ جلا دیگی اس میں ترش رو رہیں گے کہا جائے گا ان سے کیا تم پر نہیں پڑھی گئی تھیں ہماری آیتیں پس تم ان کو جھٹلاتے۔ بدگمانی سلف صالحین کی نسبت کرتے ہیں پھر گمان کرتے ہیں کہ ہم یہ کام اچھا کرتے ہیں ہم ایسی قوم کے درمیان ہیں کہ سب علماء اور بعض فضلاء جن کا پیشہ ہے سب و شتم، طغیان انکا حرفہ ہے۔ ان لوگوں کے حق میں جو نیکی کا امر۔ برائی سے منع کرتے ہیں فصیحیت کرنے کے لئے زبان درازی کرنا انکا کام ہے۔ نہ تو ان کو عقل سے حصہ نہ دین کی سمجھ ہے۔ پوست، مغز، موتی، مٹی میں امتیاز نہیں کرتے شیخ جنین و اہنی باہنی میں فرق نہیں کر سکتے۔ ظلم، ظاہر گمراہی کے میدانوں میں وہ حیران ہیں کیا نہیں جانتے ہیں کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جبکہ اس درجہ پر فساد پہنچا تو ہم سے بعض مجہوں، دوستوں نے التماس کی کہ ہم کادیانی کے دلائل کا جو اس نے اپنے دعوے (کہ مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں اور صرف ان کی روح مرفوع ہوئی ہے) پر پیش کئے ہیں۔ فاسد ہونا

ظاہر کریں۔ ہم ان کی حیات آیات فرمائیں گے ساتھ ہی صرف استدلال کر کے ثابت کریں اور احادیث نبوی ﷺ کو اسکے ثابت کرنے کے لئے نقل نہ کریں گے۔ اس لئے کہ دراصل کادیانی اور اسکے متبعین حدیث کو ماننے نہیں ہیں۔ بغیر اسکے کہ ہم بجز اس عقیدہ کے اس کے اور عقائد فاسدہ اور ملتعات و اہیہ کی جانب التفات کریں۔ کیوں کہ وہ عقائد اس قدر مشہور نہیں ہوئے جیسا کہ پہلا مسئلہ شہرت پا گیا ہے۔ چونکہ ہم کو بسبب اسکی کہ ہم کو کتب متداولہ قدیمہ کا مطالعہ، افتاء و تعلیم کا بہت شغل ہے فراغت نہیں ہے۔ نیز ہماری طبیعت کادیانی و امثال کے خرافات کہ جانب توجہ کرنے سے متنفر ایسے جھوٹ کلمات کی طرف (جو کفریات اور ارتدادات صرفہ ہیں) ملتفت ہونے کو مکروہ سمجھتی ہے ہم کو اور باقی مسلمانوں کو سرکش ملحد طائفہ کے ضرر سے خداوند تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ اس واسطے ہم نے ملتسمین سے عذر بیان کئے اولاً کہ ہم بہت اشغال میں مصروف ہیں ثانیاً کہ ہم ایسے کلمات کی طرف جو صریح جھوٹ ہیں التفات نہیں چاہتے ہیں۔ پس ہم ایک پاؤں کو آگے بڑھاتے دوسرے کو پیچھے ہٹاتے ۳۔ بجا وجود اسکے ملتسمین نے کوئی عذر مسموع نہیں کیا۔ انہوں نے ہم کو حیات مسیح علیہ السلام کی ثابت کرنے پر مجبور کیا۔ لہذا ہم نے ان کے سوال کو قبول کیا جس طرز پر کہ انہوں نے التماس کیا تھا ہم نے ان کی امید براری کی جس طریق پر انہوں نے چاہا تھا یہ چند ورقہ مختصر طور پر ہم نے لکھے اس کتاب کا نام "الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح" رکھا۔ اول ہم نے کادیانی کے دلائل کی حتی الوسع اصلاح اور تہذیب اور اچھی

۱۔ کیونکہ اگر احادیث رسول اکرم ﷺ کا بھی ذکر فرماتے تو زیادہ ہی طول ہو جا ۱۳ اس واسطے صرف قرآن کی آیات کے ساتھ مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت فرمایا ۱۲ مترجم۔  
۲۔ واضح رہے کہ دراصل ایسے مسائل کے بانی اور مجتہد مرید صاحب ہیں مگر کادیانی صاحب نے انہیں کچھ تہذیب و تعمیر دیکر ظاہر کیا اور اچھی اختراع جتا کر ان کی شہرت سے حصہ لیا باں اناسک کا دعویٰ بھی اس پر زیادہ کیا۔ ۱۲ مترجم  
۳۔ عرب کا محاورہ ہے کہ جب کسی کام کا کرنا بھی چاہتے ہیں اور بھی نہیں چاہتے تو یہ جملہ کہہ دیتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

تفہیم کی بعد ازاں اسکے دلائل کی تردید، تکذیب عمدہ طور پر لکھی۔ پس صریح طور پر حق واضح ہوا مکاروں، فریب زدوں کا کام باطل ہوا۔ لہذا وہ لوگ اور ان کے گروہ جو کجروہ ہے۔ شیطان کے لشکر میں تمام سرگلوں ہوئے۔ خبردار ہو کہ ہم پروردگار کی مہربانی پر بھروسہ کر کے مطلب شروع کرتے ہیں کہتے ہیں کہ کادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ط (آل عمران ۱۳۳) ترجمہ ”نہیں کہ میں حضرت محمد ﷺ مگر اللہ کے فرستادہ بلاشبہ آپ سے پہلے پیغمبر گزرے ہیں کیا اگر آنحضرت ﷺ مرجائیں یا مارے جائیں تو تم دین اسلام سے پھر جاؤ گے۔ کادیانی کی استدلال کی تقریر اور اصلاح ایوں ہے کہ تحقیق خلت کا معنی ”مر گئے“ ہیں الرسل کا لفظ الف لام استغرائی کے ساتھ معرف ہے اسی واسطے اس پر افان مات متفرع ہوا۔ کیونکہ اگر خلوکا معنی موت نہ لیا جائے یا الرسل جمع متفرق نہ ہو تو افان مات کا اس پر متفرع ہونا صحیح نہیں ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ اس تفریع کی صحت آنحضرت ﷺ کے الرسل میں داخل ہونے پر موقوف ہے اس میں شبہ نہیں اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا لفظ الرسل میں داخل ہونا تب ہی درست ہوگا جبکہ الرسل کا الف لام استغرائی ہوگا۔ ایسا ہی اس تفریع کی صحت اس پر موقوف ہے کہ خلوکا معنی موت ہو۔ اس لئے کہ اگر موت اور خلوکا درمیان غیریت سمجھیں۔ خلوکا موت سے عام لے لیں تو خاص کی تفریع عام پر لازم آوے گی۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیا معلوم نہیں کہ تفریع تب ہی درست ہوتی ہے کہ جب متفرع علیہ کو متفرع لازم ہوا غیر۔ پر ظاہر ہے کہ خاص عام کو لازم نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ جو تفریع کلام الہی میں واقع ہے اسکے لئے دو چیزوں کا ہونا لے جہاں کہیں حضرت مصنف علام مدظلہم نے تہذیب کا ذکر کادیانی کے استدلال میں فرمایا ہے اس سے انکی طرف اشارت ہے کہ کادیانی کو گود لیل پیش کرنا ذہب نہیں آیا ہے مگر ہم اس کے بدلہ انکی دلیل کو سواریں گے ۱۲ مترجم

ضروری ہے ایک خلوکا معنی موت ہو۔ دوم الرسل کا جمع متفرق ہونا۔ ان ہر دو مقدمات میں سے ایک کو شکل اول کا صغریٰ دوسرے کو کبریٰ بنائیں گے شکل یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بے شک رسول ہیں۔ ہر رسول مر گئے ہیں۔ اب اس شکل سے جو وہ دو یقینی مقدمات سے مؤلف ہے یہ نتیجہ نکلے گا کہ بے شک مسیح علیہ السلام مر گئے۔ یہی مطلوب تھا صغریٰ پر دلیل یہ کلام الہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف فرستادہ ہیں نیز یہ کلام ربانی جس کا معنی یہ ہے کہ نہیں ہیں مسیح بن مریم علیہ السلام۔ مگر خداوند تعالیٰ کے فرستادہ۔ ان کی مانند اور آیات بھی ہیں جن سے مسیح علیہ السلام کا رسول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور آپکا رسول ہونا کل اہل اسلام کے اجماع سے ثابت ہے۔ کبریٰ کے لئے دلیل وہ دو مقدمہ ہیں جن کی تمہید اور اصلاح ہو چکی ہے۔ کیونکہ جب خلوکا معنی موت ہو اور اسکی نسبت الرسل کی جانب کی گئی اور الرسل کا جمع ہونا ثابت ہو تو مسیح علیہ السلام کا الرسل میں داخل ہونا یقیناً سمجھنا پڑے گا جب ہی مسیح علیہ السلام کی موت کا کبریٰ کی ضمن میں ثابت ہونا لازم آوے گا۔ پس کادیانیوں کا مطلب پایہ ثبوت تک پہنچا۔ اس استدلال کی تردید و ازالہ یوں ہے کہ یہ دونوں مقدمہ جو کبریٰ کے لئے تھے دلیل بنائے گئے ہیں۔ مسلم نہیں ہیں۔ عدم صحت تفریع کا استحصال اس صورت میں کہ دونوں مقدمہ یا ایک نہ پایا جائے نیز مسلم نہیں۔ ہم اس استدلال کو اس طرح پر بھی توڑینگے کہ یہ استحصال بہر حال لازم آوے گا خواہ وہ دونوں مقدمہ مان لئے جائیں یا نہ اب پہلے منع کی سند سنتے جائیں کہ خلوکا معنی گذرنا ہے۔ چنانچہ کتب لغات میں خلوکا کی بھی تفسیر موجود ہے ہم ان کی نقلیں اس واسطے پیش نہیں کرتے کہ وہ باعث طول ہے۔ اور یہ کتاب مختصر ہے۔ نیز جس کو علم سے کچھ تھوڑا بھی مس ہو وہ یہی کتب لغات کا ملاحظہ کر سکتا ہے۔ لیکن یہ تو ضرور کہہ دیں گے کہ خلوکا معنی کسی اہل لغت کا صغریٰ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام رسول ہیں۔ کبریٰ یہ ہے کہ ہر رسول مر گیا۔ الرسل کا جمع متفرق ہونا یہ معنی ہے کہ اس سے تمام پیغمبر آدم علیہ السلام سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک مراد رکھ لئے جائیں۔ ۱۲ مترجم

نے موت نہیں لکھا ہے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ اصلی اور حقیقی خلوکہ بجز گزرنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ یہ مریخ ہے اس سے کہ قرآن شریف میں خلوکہ منافقین کی طرف اس آیت میں نسبت کی گئی ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ جب منافقین اپنے شیاطین کے پاس گزرتے اور جاتے ہیں نیز جب منافقین میں سے بعض لوگ دوسرے منافقین کے پاس گزرتے اور جاتے ہیں اسی طرح پر خلوکہ قرآن شریف میں سنین کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ دیکھو اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ تم سے پہلے سنن گزرے ہیں۔ اور دوسری آیت میں دونوں کی طرف ان کو نسبت ہے۔ دیکھو سورۃ الحاقۃ میں ارشاد ہے کہ کھاؤ پیو بسبب اسکے کہ تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آخرت کے لئے آگے ہی نیک اعمال کئے ہوئے تھے۔ پس قرآن سے بھی ثابت ہوا ہے کہ خلوکہ کا معنی موت نہیں ہے بلکہ اس کا معنی گزرتا اور جانا ہے۔ لہذا اب متصور نہیں ہے کہ خلوکہ کا معنی موت لیا جائے بلکہ بالضرور اس کے معنی گزرتا ہے اور جانا ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے پس خلوکہ کو موت کے ساتھ تفسیر کرنا یہ بعینہ اخص کے ساتھ تعریف کرنا ہے اسلئے کہ موت خلوکہ کا ایک قسم ہے۔ گزرتا ہر ایک قسم کے انتقال مکانی پر صادق آتا ہے اگر بلندی سے پستی کی جانب انتقال ہو تو اس گزرنے کا نام خفض۔ اگر پستی سے بلندی کی طرف انتقال ہو تو اس گزرنے کا نام رفع ہے۔ یا قدام سے خلف کی جانب یا برعکس اسکے ہو۔ سب کو شامل ہے۔ موت کے ہر قسم کو خواہ جرح سے یا بلا جرح ہو پس گوہم الرسل کے جمع مستغرق ہونے کو مان بھی لیں تو بھی مسیح علیہ السلام کا مر جانا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ خلوکہ اور گزرتا جو ایک عام چیز ہے گو نوع رسول کے ہر فرد کو ثابت ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امر عام کا ہر قسم بھی نوع رسول کے ہر فرد کو ثابت ہو۔ رہی یہ بات کہ اگر خلوکہ کی تفسیر موت سے نہ کی جائے تو اخص کی تفریع اعم پر لازم آوے گی۔ نیز مردود ہے۔ اس واسطے کہ انقلاب کا بعید سمجھنا اور ارتداد کے جواز کا انکار دراصل متفرع ہے۔ مگر آنحضرت

ﷺ کی قوم کے درمیان بعد اداء رسالت موجود نہ ہونے کی تقدیر پر۔ پس ما حصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نہیں ہیں آنحضرت ﷺ مگر اللہ کے رسول بلاشبہ آپ سے پہلے رسول گزرے ہیں۔ پھر کیا جائز ہے تمہارے لئے دین سے پھر جانا۔ اگر وہ منتقل کئے جاویں اس طرح پر کہ آسمان پر اٹھائے جائیں جیسا کہ مسیح علیہ السلام (یہ بات بالاجماع ثابت ہے) یا جطرح اور لیس علیہ السلام آسمان پر چڑھائے گئے۔ یا اگر آپ کا انتقال موت سے ہو چنانچہ یہی ان کی نسبت علم ازلی میں مقرر تھا۔ یا آپ کا انتقال شہادت سے ہو چنانچہ اس قسم کی آواز شیطان نے دی تھی اور تم نے اس پر یقین کر لیا تھا۔ ہاں یہ بات ضرور البیان ہے کہ آیت میں موت اور قتل کا صریح ذکر کیا گیا ہے نہ رفع کا سو واضح رہے کہ موت کی تصریح کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہی آپ کے حق میں تقدیر اللہ اور واقع کے مطابق تھی۔ قتل کی تصریح صرف ان کے زعم فاسد کی رعایت سے ہے۔ نیز تاکہ وہ دونوں تقدیر پر (موت اور قتل) سمجھ جائیں کہ دین سے پھر جانا ناجائز ہے آپ کا مقتول ہونا۔ گوان کا زعم ہی زعم تھا لیکن چونکہ انبیاء سابقین بہت سے مقتول ہو چکے تھے (دیکھو خداوند فرماتا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیا ہے) تو رسول کے حق میں بھی یہ گمان قوت پکڑ گیا تھا۔ اسلئے آیت مذکورہ میں قتل کا ذکر کرنا ضروری تھا۔ رہا یہ کہ رفع کا ذکر نہیں ہوا باوجود یہ کہ عبارت میں مقصود ہے۔ سو واضح ہو کہ اسکی تصریح بچند وجہ ضروری نہیں تھی۔ اولاً کہ آپ کا مرفوع ہونا تقدیر اور واقع کے مطابق نہیں تھا۔ دوم یہ کہ اس قسم کا خیال مخالفین کو نہیں تھا۔ سوم آپ سے پہلے رفع نادر النوقوع تھا۔ بناء علیہ ثابت ہوا کہ ہر تینوں تقدیروں پر "موت، قتل، رفع" جواز الارتداد کا انکار ہی متفرع ہے لا غیر۔ اس میں شک نہیں ہے کہ انتقال جو تینوں میں دائر ہے خلوکہ کے ساتھ (جب اس کا حقیقی معنی گزرتا ہو) ایک جنگ میں شیطان نے آواز دی تھی کہ "ان محمد افقد قتل" حضرت مصنف علیہ السلام نے اس طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ مترجم



مساوی ہے اس لئے اب استحالة لازم نہیں آیا۔ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ایک مساوی کی دوسرے مساوی پر تفریع ہوگی۔ اور یہ جائز ہے نہ اخص کی تفریع عام پر جو ناجائز ہے۔ دیکھو کہتے ہیں کہ ہم نے زید کو نشو و نما پانے والا ہاں ارادہ حرکت کرنے والا کلیات و جزئیات کا ادراک کرنے والا جسم پایا ہے۔ پس اس پر تفریعاً کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان ہے کیونکہ وہ مفصل اور یہ مجمل (انسان) آپس میں مساوی ہیں۔ جن میں سے ہم نے ایک کو متفرع اور دوسرے کو متفرع علیہ کہا ہے وہ یہ دو ہیں "ہر رسول کا گزرنا ہر ایک تقدیر پر جواز الارادہ کی نفی" سبب یہ ہے کہ نسبتوں کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ دونوں وجودی یا دونوں عدی یا ایک وجودی اور دوسرا عدی ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دونوں عدی یا دونوں وجودی ہوں۔ باقی ماندہ کہ ارادہ کی نفی غلو یعنی گزرنے کو کس طرح پر لازم ہے تو اس پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے پیغمبروں کو صرف اس واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ تمام طوائف شریعت کو بیان کریں اور طریقہ کو جو اللہ تک پہنچانے والا ہے معین کر دیں اس واسطے مبعوث نہیں فرمایا کہ وہ اسی زمانہ تک شریعت کو ظاہر کریں کہ جب تک کہ وہ قوم کے درمیان موجود ہیں ورنہ لازم آویگا کہ کوئی زمانہ بھی رسول سے خالی نہ ہو۔ حالانکہ یہ صریحاً اور بالاتفاق باطل ہے۔

اس سے واضح ہو گیا ہے کہ اخص کی تفریع عام پر (گو غلو سے گزرنا ہی مراد ہو) لازم نہیں آتی۔ ہاں یہ جو حضرت صدیق اکبر ؓ نے جناب آنحضرت محمد ؐ کی موت پر آیت مذکورہ دلیل کے طور پر پیش فرمائی ہے انہوں نے تو لفظ خلت (گزرے اور گئے) سے مدعا ثابت نہیں کیا۔ بلکہ اَفْأَنْتُمْ مَاتَ (کیا پس اگر رسول کریم ؐ مر جائیں) سے

۱۔ حضرت مصنف عظام مدظلہ کی تقریری حق ہے اس لئے بھی کہ اگر نسبت سے صدیق اکبر استدلال فرماتے ہیں تو لازم آتا ہے کہ دعویٰ اخص اور دلیل عام ہو۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ غلو کا معنی لغو ہے جو موت اور غیر موت کو شامل ہے۔ ۲۔ مترجم

استدلال فرمایا ہے۔ سبب یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم ؓ نے بعد موت رسول اکرم ؐ کے فرمایا تھا کہ آپ نہیں مرے اور نہ مرے گے اور یہ اس خیال سے فرمایا تھا کہ رسول کریم ؐ کی موت جائز نہیں اور غیر ممکن ہے اس لئے حضرت صدیق اکبر ؓ نے آپ کے اس خیال کو اٹھانے کے لئے اس آیت کو پڑھ کر اَفْأَنْتُمْ مَاتَ سے استدلال فرمایا۔ وہ اس طرح ہے کہ دراصل مدخول ان کا وہ ہوتا ہے کہ جس کا پایا جانا واقع میں ممکن اور جائز ہو لا غیر۔ چنانچہ یہ بات ان لوگوں پر واضح ہے جو بحث معانی حروف پر آگاہ ہیں پس جبکہ رسول کریم ؐ کے واسطے موت کا ہونا ممکن اور جائز ہوا تو حضرت فاروق اعظم کا خیال جو اسکے ناممکن ہونے پر جما ہوا تھا بالکل اٹھ گیا۔ یہ بات کہ صدیق اکبر ؓ نے اَفْأَنْتُمْ مَاتَ سے استدلال فرمایا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر ؓ نے یہ آیت بھی پڑھی تھی جس کا مضمون یہ ہے کہ "اے رسول اکرم ؐ تم اور وہ موت کا مزہ چکھنے والے ہیں" انکا یہ قول ہر جمع جو معرف باللام ہو وہ تمام افراد کو شامل ہوتا ہے مسلم نہیں ہے چنانچہ یہی محققین کی کتابوں میں مصرح ہے۔ اسی کی تائید قرآن حمید میں ہے۔ ان آیات کا ماحصل یہ ہے کہ کہا فرشتوں نے مریم رضی اللہ عنہا سے کہ اے مریم خداوند تعالیٰ بلاشبہ تم کو خوشخبری دیتا ہے۔ مریم (علیہا السلام) سے فرشتوں نے کہا کہ اے مریم خداوند تعالیٰ نے تجھ کو برگزیدہ کیا ہے۔

اب دیکھو کہ ان آیات میں ملائکہ کا لفظ جمع اور معرف ہے مع ہذا تمام فرشتہ مراد نہیں ہیں۔ ہمارے مدعا کو یوں بھی تائید ملتی ہے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ آدم ؑ کو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس میں بھی لفظ الملائكة سے تمام فرشتے مراد نہیں لئے گئے۔ بلکہ یہ فائدہ لفظ کمل اور اجماعوں نے دیا ہے۔ ورنہ یہ لفظ بے فائدہ ٹھہریں گے۔ العیاذ باللہ ایسے ہی بہت قرآنی مثالیں ہیں کہ جن سے مخالف کے برخلاف جمع معرف

باللام استعمال کیا گیا ہے لیکن چونکہ ان سب کا ذکر کرنا طول کا باعث ہے۔ اسی پر اکتفا کیا۔ نیز عاقل کو اتنا ہی کافی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ جب یہ مقدمہ غیر مسلم ہوا تو شکل مذکور کے کبرئی کی کلیت بھی غیر مسلم ٹھہری۔ پس یہ نتیجہ کہ "مسح الطلوع مرگے" اس سے حاصل نہیں ہوگا اس لئے کہ شکل اول میں کبرئی کی کلیت شرط ہے اور کلیت تو جاتی رہی۔ لہذا نتیجہ جو مشروط ہے وہ بھی جاتا رہا۔ اس پر یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اگر الف لام استغراقی نہ لیا جاوے تو دراصل تفریع کا ناجائز ہونا لازم نہیں آویگا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس آیت کا یہ مضمون ہے کہ نہیں ہیں آنحضرت ﷺ مگر خداوند تعالیٰ کے رسول بلاشبہ آپ سے پہلے گزرے اور گئے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ صرف خدا کے مقرب بندے اور سچے رسول ﷺ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ پیغمبروں کی جنس گزری اور گئی ہے۔ ظاہر ہے جو چیز (مثلاً موت) جنس کے بعض افراد کو باعتبار ذات کے ثابت ہو اسکا باقی افراد کو بھی ثابت ہونا جائز ہے۔ پس جیسا کہ اس چیز کا ثبوت بعض افراد کے لئے ملزوم الامکان ہے ویسے ہی باقی افراد کے لئے۔ واقع میں یہ مہملہ اگرچہ بمنزلہ جزیہ ہے اس لئے شکل اول کا کبرئی نہیں بن سکتا (کیونکہ اس میں کبرئی کی کلیت شرط ہے) لیکن اس مہملہ کو ممکنہ کلیہ لازم ہے۔ اس واسطے وہ کبرئی بن سکتا ہے۔ جیسا کہ کہدیں کہ مسح الطلوع رسول ہیں اور بلاشبہ جنس رسول بالفعل گزرا اور گیا۔ پھر ممکنہ کلیہ کو جو اس مہملہ کو لازم ہے کبرئی بنا لیں گے۔ پس شکل اول حاصل ہوگی۔ دیکھو مسح الطلوع رسول ہیں۔ ہر رسول بالامکان میت ہے اس لئے یہ شکل یہ نتیجہ دیگی کہ مسح الطلوع مہملہ وہی ہے جس میں افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو یعنی اس قضیہ میں نہ یہ ہوگا کہ یہ حکم تمام افراد پر ہے اور نہ یوں ہوگا کہ یہ حکم بعض افراد پر ہے چونکہ قد خلعت من قبلہ میں بھی نہ تو تمام افراد رسول اور نہ بعض افراد رسول کو حکم لگایا گیا ہے تو حضرت استاد مصنف علامہ ظہیم نے اس کو تنبیہ فرمائی: ۱۲ مترجم

بالامکان میت ہے۔ پس اس صورت میں ایک تو تفریع درست ہوئی اور نہ کوئی محال عقلی اور شرعی عائد ہوا (یعنی مسح الطلوع کا مرنا جو قرآن و احادیث و اجماع سے مخالف ہے) اب دیکھئے کہ صرف ایک ہی مقدمہ کے تسلیم نہ کرنے کی حالت میں یہ کیفیت ہوئی تو پھر جس حالت میں دونوں مقدموں کو تسلیم نہ کریں گے تو کادیانی کے مدعا کا کہاں ٹھکانا ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کو کچھ بھی سمجھ ہے وہ بھی اس بات کو جانتے ہیں۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ ہم پہلے یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ اگر دونوں مقدموں کو (الف لام کا استغراقی ہونا اور خلوکا بمعنی موت ہونا) مان بھی لیں تو پس ظاہراً تفریع کی عدم صحت کا الزام نہیں جاتا جیسا کہ دونوں مقدموں کے تسلیم نہ کرنے کی تقدیر پر نہیں جاتا سو اس لئے کہا جاتا ہے کہ الرسل کا لفظ گو ہم اسکو جمع مستغرق اور خلوکو بمعنی موت ہی لیں۔ ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کو شامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کلام ربانی (قد خلعت من قبلہ) میں آپ سے پہلے رسولوں کا خلو بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ انکا خلو آپ سے پہلے نہیں معنی ہے کہ وہ آپ پر وصف خلو میں سبقت لے گئے ہیں۔ آپ ان سے اس وصف میں متاخر ہیں۔ ظاہر تر ہے کہ ان کی پوشدستی اور آپ کا تاخیر یہ دونوں زانی ہیں۔ اس میں متقدم متاخر کے ساتھ موصوف ہوتے تھے اس لئے لازم ہوا کہ جس زمانہ میں اور رسول بلہم السلام وصف خلو کے ساتھ موصوف ہوتے تھے اسوقت میں رسول اکرم ﷺ اس وصف کے ساتھ موصوف نہیں تھے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ رسول کریم ﷺ بھی ان پیغمبروں کے ساتھ خلو سے موصوف ہو چکے تھے تو بریں تقدیر لازم آویگا کہ آیت میں ایک چیز کے اپنے آپ پر مقدم ہونے کی خبر دے گئی ہو۔ حالانکہ نادان تک اسکے بطلان کو جانتے ہیں۔ البتہ جب یہ اعتقاد کر لیں کہ جس زمانہ میں اور پیغمبروں کو خلو عارض ہو گیا تھا تو تب جناب رسالت مآب ﷺ کو یہ وصف لاحق نہیں تھا تو بلاشبہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے لئے خلو اور گزرناممکن تھا۔ جیسا کہ اور انبیاء گزرے اور گئے بنا براہ کہہ سکتے

ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ اس زمانہ میں دوسرے انبیاء اس میں وصف خلو سے موصوف ہو گئے تھے۔ خلو کے ساتھ موصوف نہیں ہوئے تھے تو پھر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ آپ رسل ماضیہ میں (اس سبب سے کہ وہ اس وصف سے خالی تھے) داخل نہیں ہوئے۔ پس جس حالت میں یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ انبیاء سابقین میں داخل نہیں تو ظاہر تفریع کی عدم صحت کا پھر بھی اقرار کرنا پڑے گا کیونکہ رسول کریم ﷺ تو ان میں داخل ہی نہیں ہوئے ہیں پھر کیونکر خلو کا حکم جو ان پر لگایا گیا ہے آنحضرت ﷺ کی طرف منتقل ہوگا آخر یہ تو صریح الفہم بات ہے کہ انتقال موقوف اور داخل ہونا موقوف علیہ ہے۔ پس جہاں پر موقوف علیہ ہی نہیں پایا گیا ہو موقوف کیسے پایا جاوے گا۔ لہذا کا دیا نیوں کو خلو کا صرف موت ہی میں مستعمل سمجھنا۔ الرسل کو جمع مستغرق ضمیر الینا بالکل نافع نہیں ہے۔ کیا غریق کو گھاس کو چنگل مارنا کچھ فائدہ دیتا ہی نہیں۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جو کا دیانی اس الزام کے وضعیہ میں پیش کریں گے وہی ہماری طرف سے بھی حاضر ہے مگر مع ہذا ہمارا ہی پلہ بھاری ہے کیونکہ ہم تو ماسوا اسکے بھی جواب دے چکے ہیں چنانچہ ماسبق سے ظاہر ہے شاید کا دیانی ہمارے ہی جواب کو اپنی طرف سے بھی جواب سمجھ۔ لیکن یہ تو ان کے لئے نافع نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ہمارا جواب ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو کا دیانیوں کے مدعا اور نقیض کو شامل ہے کیا دیکھتے نہیں کہ کسی چیز کا امکان جیسا کہ اس چیز کے وجود کو مقارن ہے ویسے ہی اس کے عدم کو مقارن ہے۔ پر بدیہی ہے کہ مدعا اور غیر مدعا کو جو ثابت ہو اس کا پایا جانا گونا گویا اور تسلیم نہ کر نیوالے سائل کو نافع ہو۔ مگر دلیل پیش کر نیوالے کو ہرگز نافع نہیں ہے۔ یہ قاعدہ بالکل مسلمات سے ہے اور ظاہر ہے جو کا دیانیوں پر ان کی کم علمی سے پوشیدہ ہو۔ اس سے علاوہ اور لیجئے کہ اگر مان لیں کہ وہ آیت جس کا مفاد یہ ہے کہ "نہیں ہے حضرت ﷺ مگر خداوند تعالیٰ کا رسول بلاشبہ آپسے پہلے پیغمبر گزرے اور گئے" اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے

ماسوا جتنے بھی رسول تھے وہ سب مر گئے ہیں تو اس صورت میں وہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ "نہیں مسیح بن مریم علیہ السلام مگر خداوند تعالیٰ کا رسول بلاشبہ ان سے پہلے پیغمبر گزرے" چاہئے کہ اس پر دلالت کرے کہ مسیح علیہ السلام کے سوا جتنے رسول ہیں سب مر گئے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے اس لئے کہ مسیح علیہ السلام کے ماسوا رسولوں میں ہمارے سردار مخر موجودات ﷺ بھی داخل ہیں تو اس سے لازم آویگا کہ آنحضرت ﷺ بھی اس آیت کے اترنے سے پہلے مر گئے ہوں اور یہ صریح جھوٹ ہے اس لئے کہ یہ آیت آپ کی حیات میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا الف لام کا استفراقی لے لینا بھی محال ہو اوجہ یہ ہے کہ جسکے مان لینے سے کوئی محال لازم آوے اسکا ماننا بھی محال ہوتا ہے اس لئے یہ نتیجہ کہ "مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں" صادق نہیں ہے لہذا اس کا صدق اس صورت میں تھا کہ اگر مسیح علیہ السلام اکبر میں مندرج ہوتے لیکن وہ تو مندرج نہیں ہیں۔ سبب یہ ہے کہ انکا اندراج الف لام کے استفراقی ہونے پر موقوف ہے اور وہ خود ہی باطل ہے۔ پس نتیجہ مذکورہ بھی کاذب ہوا۔ نیز دوسری آیت (جس کا معنی ابھی بیان کیا گیا ہے) صراحۃً مسیح علیہ السلام کے (آیت کے نازل ہونے کے وقت) زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہے دیکھو اگر مسیح علیہ السلام اس آیت کے نازل ہونے کے وقت اموات میں داخل ہوتے تو خداوند تعالیٰ کو یوں فرمانا چاہئے تھا کہ نہیں ہیں مسیح علیہ السلام مگر خدا کے رسول۔ بلاشبہ رسولوں کے ساتھ ہی مر گئے ہیں یا بلاشبہ مسیح علیہ السلام مر گیا در حالیکہ اور رسول مر گئے۔ یا بلاشبہ مسیح علیہ السلام مر گئے۔ جیسے کہ اور رسول مر گئے۔ یا بلاشبہ رسول مر گئے اور نہ فرمانا بلاشبہ مسیح علیہ السلام سے پہلے رسول مر گئے۔ مگر یہ سب کچھ اس تقدیر پر ہے کہ جب الرسل کو جمع مستغرق مراد رکھ لیں گے جیسا کہ کا دیانی اور اسکے مقتدی کا گمان فاسد ہے۔ پس خلو کو من قبلہ (آپ سے پہلے) سے مقید کر دیتا اسی لئے ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ آیت مسیح علیہ السلام کی حیات پر تب ہی دلالت کرے گی جبکہ الف لام استفراقی لیں۔ اس سے مسیح علیہ السلام کی موت آیت کے

نازل ہونے کے وقت پر لازم آدگی۔ سو یہ غلط ہے کیونکہ لفظ المرسل سے جنس رسول مراد ہے۔ اس لئے اسکی توجہ یہ یوں ہوگی کہ "جنس رسول کسی زمانہ میں اس کا وجود ہو" گو مسیح علیہ السلام اب تک نہیں مرے۔ مسیح علیہ السلام سے پیشتر مر گیا لیکن مسیح علیہ السلام بھی اس جنس کی طرح مرے گا۔ بناء علیہ اس آیت کا ماحصل یہ ہوگا کہ مسیح علیہ السلام اگر چہ اب تک نہیں مرے ہیں مگر آخر مرے گا یہ ایسا ہوا جیسا کہ پہلی آیت سے ہمارے سید محمد ﷺ کے انتقال کے زمانہ ماضی میں نفی اور آئندہ انتظار ثابت ہوا تھا۔ اب اگر باوجود اسکے کہ اس آیت نے مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت کی ہے۔ اس آیت سے ان کی موت سمجھ لیں گے تو بھی بدھتہ قرآن میں تخالف اور تعارض پایا جاوے گا۔ حالانکہ ایسے امر کا قائل کا فر ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ المرسل کا الف لام استفراقی نہیں ہے۔ شاید اس موقع پر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ چونکہ موت اور حیات آپس میں مخالفت نہیں رکھتی ہیں تو اگر ایک آیت سے زندگی دوسری آیت سے موت مراد رکھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ بات مضحکہ خیز ہے سبب یہ ہے کہ اگر موت کے معنی اس چیز کا حساس ہونا کہ اس کی شان سے حساس ہونا ہے مقصود ہے تو موت و حیات میں بطور تقابل عدم و ملکہ کے تخالف ہوگا۔ اگر موت کے معنی بدن سے روح کا جدا ہونا ہے چنانچہ یہی نصوص شرعیہ عقلیہ سے ثابت ہے۔ پس موت و حیات میں تضاد ہوگا اور بہر صورت دونوں میں مخالفت پائی جائے گی۔ لہذا مسیح علیہ السلام کا زمانہ ماضی میں نہ مرنا اور آئندہ میں ان کی موت کا واقع ہونا ثابت ہوا۔ اور یہ بھی تمام معتبر اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ البتہ نصاریٰ اور کادیانی اس رائے میں مخالف ہیں۔ نصاریٰ تو کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مرکز زندہ ہوا اور آسمان پر چڑھا۔ کادیانی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر گئے اور آسمان پر بحمد نہیں چڑھائے گئے۔ پھر کادیانی مسیح علیہ السلام کے مرجانے پر اور آیت کو پیش کرتے ہیں اس کا مضمون یہ ہے کہ "نہیں بنایا ہم نے پیغمبروں کے بدنوں کو کہ وہ کھانے پینے کی طرف

محتاج ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے" لیکن ہم نے پہلے اسکے استدلال کی اصلاح کرینگے اور پھر جواب دیں گے۔ کادیانی کا استدلال کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ بھی مانا لے جائیں تو بالضرور کہنا پڑے گا کہ وہ ایسے بنائے گئے ہیں کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہیں ہیں۔ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں حالانکہ خداوند تعالیٰ نے آیت میں ان دونوں باتوں کے برخلاف ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ ماحصل آیت کا یہ ہے کہ نہیں کوئی ایک جسد رسولوں کے اجساد میں سے کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہ ہو۔ نہیں کوئی ایک بھی ان میں سے کہ ہمیشہ زندہ رہے۔ ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا جو گویا غلو سے عبارت ہے۔ انکے حق میں کہنا کہ وہ وہاں پر کھانے پینے سے فارغ ہیں یہ ایک ایسا حکم ہے کہ صراحتہ اس سالبہ کلیہ (نہیں کوئی جسد الخ) سے مخالف ہے۔ اس سبب کلی پر یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ ایک آیت میں فرماتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہنگامی نہیں دی ہے کیا اگر آپ مرجائیں گے تو وہ (کافر) ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ پس اس آیت سے صاف سلب کلی ثابت ہوا۔ اس سے یہ بھی لازم آیا ہے کہ یہ موجب جزئیہ (کہ بعض آدمی جیسے کہ مسیح علیہ السلام) فلا نے وقت سے اب تک یا فلان وقت زندہ ہے) باطل ہو سبب یہ ہے کہ یہ اس سالبہ کلیہ کی نقیض ہے قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک شے تحقق ہو تو اس کی نقیض کا ذب اور غیر تحقق ہو ورنہ اجتماع نقیض لازم آئے گا حالانکہ یہ باطل ہے۔ جیسا کہ دونوں نقیضوں کا تحقق نہ ہونا باطل ہے الجواب کہ آیت مذکورہ میں حرف نفی (ہام) کا وارد ہوا ہے۔ وہ تو جعل البسیط پر وارد نہیں ہوا ہے بلکہ جعل مولف پر جسکے لوازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے ایک کا نام مفعول (بنایا) اور جمل کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ بسیط ہے انکا مذہب ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اشیاء کی چیزوں کو دراصل بنایا ہے اور وہ جو توحید کے طور پر خود بخود ہی عارض ہوا ہے۔ مثال اوبار تو ان کو جان ہے اور تیزی خود بخود موجود ہوجاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ خداوند تعالیٰ حیات و (جاری)



گیا) دوسرے کا نام مجعول الیہ (جو کچھ بنایا گیا ہو) ہے دیکھو اس آیت میں انبیاء مجعول اور جسد جو بغیر طعام کے فاسد ہوتا ہے مجعول الیہ ہے۔ پس یہاں پر نفی ایسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی ہے جو مقید ہے۔ پر بدیہی ہے کہ مقید گو اس کے ساتھ ہزار قیدیں لگی ہوئی ہوں تب تک نہیں پایا جاتا جب تک کہ ہر ایک قید نہ پائی جائے۔ اب یہاں تو تین قیدی ہیں۔ ایک جعل کا مرکب ہونا۔ دوم جسد کا مجعول الیہ ہونا۔ سوم عدم الاکل کی قید۔ لہذا یہ جعل جو ان قیود سے مقید ہے جب ہی متحقق ہوگا کہ یہ سب قیود پائے جائیں البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہو جانا اسکے تمام اجزاء کے نابود ہو جانے پر موقوف نہیں بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود ہو جاوے تو اس چیز کا عدم پایا گیا اس سے یہ بھی سمجھا ہوگا کہ اگر بجائے جعل مولف کے جو مقید ہے اور ہی چیز فرض کی جائے یا اس کا مرکب ہونا اور ادویوں یا اس طور کے صرف پہلے مفعول کے ساتھ یا دوسرے کے ساتھ فقط متعلق ہونا مان لیں یا جسد کے مقام پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیں یا تمام قیود کا تحقق مان لیں مگر عدم الاکل یا تمام قیود یا مطلق شے کا (باوجود مان لینے تمام قیود کے) نابود ہونا فرض کر لیں تو بہر حال مقید بھی معدوم ہوگا۔ لیکن یہ سب مغفومات صرف ممکن ہی ممکن ہیں واقع میں ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں ہے۔ البتہ ان میں سے عدم الاکل کا منتفی ہونا ممکن ہے۔ واقعی بھی ہے۔ ماسوا اسکے جتنے ہیں ان کا واقع میں پایا جانا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے اس لئے انکے عدمات واقعی نہیں ہیں۔ جب یہ سن لیا تو اس کا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دو طرح پر ہے کہ یا کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاصکر طعام ہی نہ کھایا جائے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا تب ہی متحقق ہوگا جبکہ کھانا متحقق ہوگا۔ پس عدم الاکل کے نہ (بقیہ) موجود کر دیتا ہے۔ پس بریں تقدیر جعل اور بنانے کے لئے دو مفعولوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جہاں پر حضرت مصنف علام مدظلہم نے جعل مولف فرمایا ہے وہ ہرگز جعل ہیڈ نہیں ہے۔ فتر ۱۲

پائے جانے کو جو سالبہ سالبہ ہے موجبہ محصلہ لازم ہوا اگرچہ یہ ملازمت موضوع کے موجود ہوتے ہی ہوتی ہے لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء تیم سلام) امر واقعی ہے۔ پھر کیا دونوں متحقق نہیں ہونگے ضرور ہونگے۔ اس لئے ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ آیت مذکورہ (وَمَا جَعَلْنَا هُمْ) سے جو سالبہ سالبہ ہے قضیہ موجبہ محصلہ لازم آتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔ اب کا دیانی سے مستفسر ہے کہ اس قضیہ موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ انکے لئے ان کی ذات کی طرف نظر کر کے ضروری الثبوت ہے یا باعتبار کسی وصف کے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین وقت میں ہے یا یہ کہ وہ ذات کے اعتبار سے یا وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے۔ یا تین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ثابت ہے یا یوں کہو کہ اس کا ثبوت انکے لئے ممکن ہے خواہ مع قید اللام دوام جیسا کہ اول اور پانچویں کے ماسوا میں خواہ مع قید اللام ضرورۃ جیسا کہ اول کے ماسوا میں بنا بر ایک رائے کے یا پانچویں کے ماسوا میں بھی عند البعض یا لا ضرورۃ ولا دوام کی قید کہیں بھی تسلیم نہ کریں۔ بہر حال پر ظاہر ہے کہ ضرور یہ (یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کا کھانا بالضرور ثابت ہے) اور دائمہ (یعنی ہر رسول کے لئے اکل الطعام دائمہ ثابت ہے) باطل ہے کیونکہ ضرور یہ مطلقہ کی نفیض جو ممکنہ عامہ ہے متحقق ہے پس لازم ہوا کہ ضرور یہ باطل ہو ورنہ اجتماع التقیہین پایا جائے گا اسی طرح پر دائمہ کی نفیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔ چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے ہیں۔ اب اس مطلقہ عامہ کو کون باطل کہہ سکتا ہے۔ یہ تو صریح صادق ہے اسلئے دائمہ کاذب ہوا نہیں تو ویسے بھی اجتماع التقیہین لازم آئیگا جیسا کہ گزرا۔ ایسا ہی دوسرا۔

۱۔ کہتے ہیں زید نے طعام نہیں کھایا یہ سالبہ ہے جب اس پر ادنیٰ داخل کریں تو یوں کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے تو صریح لازم آئے گا کہ زید نے طعام کھایا ہے غرضیکہ جہاں نفی پر نفی داخل ہو وہ سالبہ سالبہ ہے۔ جہاں زید کے لئے کھانا ثابت کیا گیا ہو وہ موجبہ محصلہ کہلائے گا۔ ۱۲ مترجم

اور چھنا بطل ہے اس لئے کہ وصف رسالت ہرگز ضرورت یا دوام اکل کو نہیں چاہتا ہے علیٰ ہذا القیاس اکل الطعام رسول کے واسطے مطلق وقت میں کوئی وقت ہوا اور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے آخر یہی تو کہو گے کہ اکل الطعام بشرطیکہ بھوک متحقق ہو ضروری ہے۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ بھوک خود ضروری الوجود نہیں ہے پھر طعام کا کھانا جو اس کا مشروط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہدیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں اس میں لکھنا چونکہ خود کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے تو جس کے لئے بہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت میں ضروری نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ کتابت چونکہ کسی وقت ضروری نہیں ہے اور مُثَمِّلہ اوقات وہ وقت بھی ہے جس میں کتابت متحقق ہے۔ پس وہ جب آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں ہے تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت میں کب ضروری ہوگا۔ ویسے کھانا گو بشرط الجوع (بھوک) ضروری ہے مگر بھوک کے وقت میں ضروری نہیں چنانچہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ شاید کہو گے کہ جب یہ مانا گیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی ہو ضروری ہے تو یہ قول جسے قضیہ مشروط کہتے ہیں صادق آئیگا کہ ہر رسول کے لئے بشرط الجوع طعام کا کھانا ضروری ہے۔ حالانکہ تمہارے لئے مضر ہے۔ سو واضح رہے کہ مشروط ہر گز صادق نہیں آئیگا۔ سبب یہ ہے کہ یہ مشروط نہیں بن سکتا۔ کیا معلوم نہیں ہے کہ مشروط میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو کہ جس کے ذریعہ سے موصوف پر حکم لگایا گیا ہو پر ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول کا لفظ ہے۔ نہ بھوک کا پھر کہو کہ صورت مذکورہ میں وہ کیسا مشروط بن سکتا ہے۔ بنا بریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورہ مطلقہ یا ممکنہ عامہ ہے خواہ لا دوام ولا ضرورۃ کی قید لگادیں یا نہ۔ ہاں مطلقہ اور ممکنہ ۱۔ مطلقہ عامہ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں محکوم علیہ پر محکوم بہ کے ساتھ تین زمانوں میں کسی زمانے میں حکم لگایا ہو جیسا کہ کہدیں زید کہ کسی زمانہ میں کا حب ہے۔ ممکنہ عامہ وہ ہے جہاں پر جانب مخالف کی ضرورت سلب (جاری)

عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ یا رسول اکرم ﷺ آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے کیونکہ اس آیت کا حاصل یہی ہے کہ وہ رسول کسی نہ کسی زمانہ میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے نہ یہ کہ ہر ہر وقت میں جیسا کہ ہر ہر وقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی مطلقہ عامہ ہے ایسا ہی طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا۔ پس جبکہ اس مطلقہ اور ممکنہ کو لا دوام کی قید لگا دیں گے تو یہ قضیہ وجود یہاں ایسا ہوا کہ اس کی پہلی جز آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی اور دوسری یعنی لا دوام کا مفہوم ہماری سابق تقریر سے پایہ ثبوت تک پہنچی البتہ اس وجود یہ کو بسبب اسکے کہ یہ ایک متقید اور خاص چیز ہے ضروریہ وغیرہ لازم ہے لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجود یہ ہی معتبر ٹھہریگا۔ اس لئے اسکی دو جزوں کو قضیہ بنا کر لیں گے پھر دیکھیں کہ وہ اسلامیوں کے عقیدہ سے مخالف ہے یا نہ دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتے ہیں اور کوئی رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔ اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی کی مخالفت نہیں رکھتا ہے کیونکہ یہ قضیہ کہ صحیح علیہ السلام بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تھے یہی صادق ہے۔ اچھا صاحب یہ جو ہم بیان کر آئے ہیں کہ بھوک ضروری الثبوت نہیں ہے سو اس کی دلیل یہ ہے کہ درونی اور برونی اسباب کے سبب اجزاء گھٹتے ہیں انکے قائم مقام اجزاء کے چاہئے کہ بھوک کہتے ہیں۔ پس جب یہ گھٹنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ پھر بدیہی ہے کہ جب تحلیل یعنی

(یضہ) کردی گئی ہو۔ چنانچہ کہیں زید بالامکان عالم ہے یعنی زید کا عالم ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس قضیہ مذکورہ میں ہوگا کہ ہر رسول کے لئے طعام کا کھانا جائز ہے نہ کھانا ضروری نہیں ہے پس یہ ممکن ہوا ہر رسول کسی زمانہ میں طعام کھاتا ہے۔ یہ مطلقہ عامہ ہوا۔ ۱۲ مترجم

۱۔ جیسے کہ کہیں زید کھاتا ہے کہی نہ ہمیشہ اس کو وجہ یہ کہتے ہیں ۱۲ مترجم

گھسنے کے اسباب مختلف ہونگے تو بالضرور تحلیل کے درجہ بھی مختلف ہو جائیگے۔ مگر یہ یہی ظاہر ہے کہ تحلیل کے درجہ بے شمار ہیں پس بنا براں کہ کہیں ادنیٰ اور کہیں اعلیٰ ہے ہر ایک دوسرے سے سلب کیا جاسکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنیٰ تحلیل اعلیٰ تحلیل نہیں ہے۔ اور اعلیٰ ادنیٰ نہیں ہے غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مد نظر رکھیں اس سے جو ادنیٰ ہے یا اعلیٰ اسے اس درجہ معینہ سے مسلوب کرنا جائز ہے ویسے ہی ان دونوں کو اس معین درجہ سے رفع کر سکتے ہیں تو گو یہ اجمالاً حکم لگایا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے ماسوا سب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے۔ جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔ اب واضح ہو گیا کہ یہ سلب مقید ہے جب یہ ممکن ہو تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور مقید بجز امکان مطلق کے ممکن نہیں ہو سکتا۔ رہی یہ بات کہ جو سلب واقع میں ہے وہ کیوں مطلق ہو سواں کی وجہ یہ ہے کہ سلب واقعی میں کسی درجہ میں تحقق ہونے کا لحاظ نہیں ہے لیکن سلب کے ممکن ہونے سے یہ لازم آیا کہ تحلیل کا سرے سے ہی مسلوب ہونا ممکن ہو کیونکہ نفس تحلیل کا سلب ہی مطلق سلب ہے اس لئے تحلیل کا سرے سے ہی مسلوب ہونا ممکن ہوا پس بھوک کا سلب بھی سرے سے ممکن ٹھہرا۔ لہذا ثابت ہوا کہ بھوک خود ضروری الثبوت نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے تھے۔ ہاں یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ تحلیل کا سلب ممکن ہی ممکن ہے۔ نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کے کلام سے اس کا وقوع بھی ثابت ہے آیت میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم تجھ کو بہشت میں نہ بھوک لگے گی اور نہ تم اس میں برہنہ ہو گے اور نہ تجھ کو پیاس لگے گی اور نہ تم اس میں چاشت کا وقت دیکھو گے۔ بھوک کا ان کو بہشت میں عارض نہ ہونا اس لئے تھا کہ وہاں تحلیل نہیں تھا جیسا کہ چاشت کا وقت آفتاب کے نہ ہونے کے سبب نہیں تھا۔ اگر اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ہر وقت میں بھوک نہیں لگے گی یا سخت بھوک نہیں عارض ہوگی۔ سوا کا جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے

ورنہ چاہئے جہاں کہیں حرف نفی داخل ہوا ہو وہاں پر ایسا ہی مراد ہو حالانکہ اس قسم کی تجویز تب تک صحیح نہیں ہے جب تک کہ کوئی ضرورت نہ ہو پھر یہاں پر کہیے کہ کوئی ضرورت در پیش ہے کہ ظاہر معنی چھوڑ کر ایک ایسے معنی مراد رکھ لیں کہ اس کی طرف ذہن کا انتقال بھی نہیں ہوتا۔ اگر ضرورت یوں ثابت کریں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت میں رہو اور اس میں فلا نے درخت کے سوا جس درخت کا پھل کھانا چاہو گے کھاؤ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہشت میں بھی بھوک عارض ہوتی ہے۔ لہذا جہاں پر بھوک کی نفی کی گئی ہے وہاں سخت بھوک یا دائمی بھوک مراد رکھ لینا چاہیے سواں کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں صرف آدم و حوا کے لئے بہشت میں کھانا مباح اور جائز کر دیا گیا ہے۔ اور اس سے بھوک کا اس میں تحقق ہونا لازم نہیں آیا ہے۔ اس واسطیکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ دنیا میں میوہ جات استلذاز کے لئے کھائے جاتے ہیں نہ بھوک کے لئے دیئے بھی بہشت میں جو طعام کھانے کی اجازت دی گئی ہے اور دیکھائے گی وہ تو صرف تلذذ کے واسطے ہے اسپر بھی اگر اے مخالف قانع نہیں تو تفسیر تیسیر اور وجیز کا مطالعہ کر ایسا کیوں نہ ہو کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ریان ہے اس میں سے جو داخل ہوگا پیئے گا اور جو پیئے گا پھر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ ظاہر ہے کہ پیاس اور بھوک میں کچھ فرق نہیں ہے۔ پس جیسا کہ پیاس کا نہ ہونا ممکن ہو ای طرح پر بھوک کا نہ ہونا بھی جائز ٹھہرا۔ سوال یہ جو تم نے کہا ہے کہ جب تحلیل کا سلب ممکن ہو تو بھوک کا عدم بھی ممکن ٹھہرا۔ یہ تو ایسی ایک بات ہے کہ اسپر کوئی دلیل نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ علت کے نہ پائے جانے سے معلول کا نہ پایا جانا لازم نہیں ہوتا پھر کیسے آپ کہتے ہیں کہ تحلیل کے غیر تحقق ہونے سے بھوک کا غیر تحقق ہونا جائز ہے۔ کیوں درست نہیں کہ بھوک کے لئے اور ہی کوئی علت ہو جس کے تحقق سے اس کا بھی تحقق لازم ہو۔ کیا زید کا نہ مرنا اگر یوں ثابت کرنا چاہیں



کہ وہ پہاڑ پر سے گر کر نہیں مرنا صحیح ہوگا نہیں۔ کیونکہ زید کا مرنا چھت یا درخت پر سے گرنے سے بھی متحقق ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مرنے کے لئے اور اسباب بھی ہیں جن کے عارض ہونے سے زید مر سکتا ہے۔ پھر اگر ان اسباب میں سے ایک سبب نہ پایا جاوے گا تو کیا زید کا مرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ ہوگا ویسے ہی وہ حکم جو آپ لگا چکے ہیں صحیح نہیں ہے۔ الجواب علت دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اگر علت متحقق نہ ہو تو معلول ہرگز متحقق نہیں ہوگا سو اس صورت میں معلول کا اس علت کے بدون پایا جانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ بایں معنی علتیں دو تین نہیں ہو سکیں۔ ایسی جبکہ اس علت کا تعدد اور تکثر جائز نہیں ہے تو معلول اس میں منحصر ہوگا اور علت اسکو لازم ہوگی اس لئے کہ اگر معلول اس علت کے بغیر پایا جائے گا تو ملزوم کا لازم کے بغیر پایا جانا متحقق ہوگا حالانکہ یہ باطل ہے لہذا ہمارا یہ قول کہ "بھوک نہیں ہے کیونکہ تحلیل نہیں ہے" صحیح ہوا کیونکہ تحلیل بایں معنی کہ "وہ اگر نہ متحقق ہو تو بھوک بھی متحقق نہیں ہوگی" بھوک کے لئے علت ہے۔ تحلیل بھوک کے واسطے علت بایں معنی نہیں ہے کہ وہ جس وقت پایا جاوے گا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ (یعنی بمعنی اذا وجد فوجد) اس لئے یہ استدلال کہ "بھوک کا غیر متحقق ہونا ممکن ہے کیونکہ تحلیل کا عدم جائز ہے" درست ہوگا۔ البتہ بھوک کھانے کے واسطے بمعنی صحیح لدخول الفاء (اس کا معنی وہی ہے جو ابھی گزرا) علت اور سبب ہے کیونکہ کھانا بھوک کے بغیر بھی متحقق ہو سکتا ہے کیا دیکھتے نہیں کہ لذت یا کسی علاج کے واسطے بھی کھاتے پیتے ہیں۔ کادیانی اس استدلال کو بھی پیش کرتے ہیں کہ خداوند عز و جل فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ

۱۔ کیونکہ پھر ایک پر یہ عبارت کہ "اگر وہ نہ ہو تو معلول بھی نہیں ہوگا" ہرگز صادق نہیں آوے گی بلکہ پھر تو یوں کہنا پڑے گا کہ اس علت کے غیر متحقق ہونے کی حالت میں معلول متحقق ہو سکتا ہے۔ ۱۲ مترجم  
۲۔ اس قسم کی علت کو صحیح لدخول الفاء کہتے ہیں جیسا کہ خاص رکن اور قہم چھت کے لئے علت ہے کیا معنی کہ اگر یہ خاص رکن ہو گئے تو چھت قائم رہے گی اگر اگلے قائم مقام اور قہم بھی رکھے جائیں تو بھی قائم رہے گی ۱۲ مترجم

رہنے والے نہیں تھے نیز کہ ہم نے یا رسول اللہ ﷺ آپ سے پہلے کسی آدمی کو بھیگی نہیں دی ہے کیا اگر آپ مر جائیں تو آپ کے مخالف ہمیشہ رہیں گے۔ اس استدلال کی توضیح، متنیق اس طرح پر ہے کہ مسیح علیہ السلام اگر اب تک زندہ ہوتے تو انکا ہمیشہ زندہ ہونا لازم آئے گا حالانکہ خداوند تعالیٰ نے صاف ظاہر فرمایا ہے کہ کسی کو بھیگی نہیں ہے۔ الجواب دونوں آیتوں میں جو بھیگی کی نفی کی گئی ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ طویل العمر بھی نہیں بنایا گیا بلکہ دراصل اس کا معنی تو یہ ہے کہ کوئی ابدالاً بخدا کی طرح زندہ نہیں رہے گا۔ اگر اسے مخالف اس پر آگاہی نہیں ہے تو کتب لغات مفہم قرآن کو غور سے دیکھو۔ دیکھتے نہیں کہ قرآن شریف میں بہشتیوں کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ بہشت میں خالدین اور ہمیشہ رہینگے۔ دوزخیوں کے حق میں ارشاد ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ لہذا دونوں آیتوں میں جو خلود بھیگی مذکور ہے اس کے معنی دوام ہیں۔ پس اگر نفی ہے تو دوام کی ہے لا غیر یہ۔ (یعنی نہیں کوئی ایک بھی آدمیوں میں سے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے) (دائمہ موجبہ جزیہ مطلقہ کی نفیض ہے۔) (وہ یہ ہے کہ بعض آدمی دائماً زندہ ہیں) لیکن یہ نفیہ کاذب ہے اس لئے کہ اس کی نفیض کہ "نہیں ہے کوئی بشر بالفعل زندہ" صادق ہے کیونکہ اس کا ملزوم (یعنی نہیں ہے کوئی ایک بھی آدمیوں میں سے الخ) جو قرآن سے ثابت ہو حق ہے وجہ یہ ہے کہ ملزوم کے متحقق ہونے کو لازم کا تحقق ضروری ہے پس یہ مطلقہ عامہ سالبہ کہ نہیں ہے کوئی بشر بالفعل (تین زمانوں میں کسی زمانہ میں) زندہ مسیح علیہ السلام کی موت کو زمانہ گزشتہ میں مستلزم نہیں ہے کیونکہ جس چیز کا پایا جانا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں معتبر ہو تو اس کا خاص ماضی یا خاص مضارع میں متحقق ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یوں ضروری ہے کہ وہ (جیسے موت المسیح کا) کسی نہ کسی زمانہ میں وجود ضروری ہے خواہ استقبال میں ہی ہو ماضی میں تو ضروری نہیں ہے پر ظاہر ہے کہ اہل اسلام سلفاً و خلفاً اسکے قائل ہیں کہ مسیح علیہ السلام بعد نزول قریب قیامت کے مرے گئے۔ اب یہ قرآن سے



بالکل مخالف نہیں ہے کیونکہ قرآن سے تو دوام الحیوة کی نئی ثابت ہے۔ جو ہمارا اعتقاد اور باقی اسلامیوں کا عقیدہ ہے اس کے منافی نہیں ہے ہناء علیہ ہم کہتے ہیں جو ثابت ہوا وہ محال نہیں۔ جو محال ہے وہ ثابت نہیں سوال دونوں آیتوں میں خلود کا معنی طول بقا بطور مجاز کے ہے۔ جواب یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس لفظ کو وضعی اور حقیقی معنی سے چھوڑا کر غیر حقیقی میں مستعمل کرنا تب ہی جائز ہوگا کہ کوئی قرینہ جو حقیقی میں استعمال کرنے سے روکتا ہو پایا جاوے لیکن قرینہ تو موجود نہیں ہے البتہ اگر عمر کے واسطے کوئی معین حد ہوتی تو بیشک یہ قرینہ تھا۔ مگر وہ بھی معین نہیں ہے پہلے مانسوا اس بات پر کہ عمر طبعی ایک سو بیس برس ہے غرہ نہ ہو جاوے تو ایک مشہوری بات تحقیق سے مخالف ہے اس پر نہ نقلی نہ عقلی دلیل ہے نیز مشاہدہ کے برخلاف ہے۔ کئی لوگ ایسے پائے گئے ہیں اور پائے جاتے ہیں جو اس عمر سے متجاوز ہو کر مرتے ہیں۔ خود اطباء نے بھی تصریح کی ہے اس مشہور بات پر کوئی بھی دلیل نہیں ہے خاص کر شرع شریف سے صاف صاف ثابت ہے کہ یہ عمر طبعی نہیں ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں نوح علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ نوح قوم کے درمیان ساڑھے نو سو برس تک رہے ہیں۔ معذبہ اگر کادیانی وہ معنی لیں گے تو قرآن شریف میں ناقص ثابت ہوگا۔ حالانکہ یہ باطل ہے خداوند تعالیٰ ہم کو گمراہوں کی گمراہی، زندیقوں کی زندیقی سے اپنی پناہ میں رکھے۔ صالحین کے زمرہ میں داخل کرے۔ پروردگار ہم کو ہادی، ہدایت یاب مقتداؤں سے بظہیل اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ ان کی آل و اصحاب کے بناوے۔ کادیانی اپنے مدعا کے ثابت کرنے کے لئے یوں بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض تم میں

۱۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ اب سے سو برس سے زیادہ عمر نہیں ہوگی۔ سو یہ باعتبار اکثر کے ہے ورنہ یہ حدیث واقع اور مشاہدات برخلاف ہوگی نیز اس حدیث کا یہی مطلب اور حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیقی بعض ابواب انوار محمدی میں کرچے ہیں۔ ۱۲ مترجم

سے اے بنی آدم ایسے نہیں کہ وہ ارذل عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی مارے جاتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کو ہم ارذل العمر تک پہنچاتے ہیں۔ پھر پھر فرقت بناتے ہیں ایسا کہ وہ سکھ سکھائے کو بھول جاتا ہے۔ اس استدلال کی اصلاح اس طرح پر ہے کہ جس طرح جفت اور طاق عدد کے افراد کو حاصر ہے ویسے ہی مرجانا۔ ارذل العمر تک پہنچنا تمام افراد انسان کو حاصر ہے پس جیسے کہ عدد کے افراد میں جفت و طاق جمع نہیں ہوتا نہ دونوں سے خالی ہوتے ہیں۔ ویسے ہی افراد انسان ان دونوں سے نہ تو خالی ہو سکتے ہیں اور نہ یہ دونوں ان میں اکٹھے پائے جاسکتے ہیں۔ پس یہ ایک قضیہ مفصلہ حقیقیہ ہوا۔ اب بھی اگر تم کہو گے کہ مسیح ﷺ نہ تو مر گئے ہیں اور نہ ارذل العمر ان کو عارض ہوگی ہے تو بدلیۃ ان دونوں کا افراد انسان کی بعض سے ارتفاع لازم آویگا حالانکہ دونوں کا مرتفع ہونا باطل ہے۔ چونکہ یہ امر محال مسیح ﷺ کی زندگی کے فرض کرنے سے لازم آیا تو مفروض بھی محال ہوا۔ جب زندگی محال ہوئی تو اسکی نقیض (یعنی انکار مرنا) ثابت ہوئی۔ یہی مقصود تھا۔

**الجواب۔** من یتوفی (بمعنی جو شخص مارا جاتا ہے)۔ اور من یرید (یعنی جو شخص ارذل العمر تک پہنچایا جاتا ہے) کے ظاہر معنی کے طرف لحاظ کر کے یہ تقسیم درست نہیں ہے سبب یہ ہے کہ جو ارذل العمر کی طرف مردود ہوتا ہے وہ باعتبار اپنے معنی کے من یتوفی میں داخل ہے کیونکہ وہ خاص اور یہ عام ہے کیا یہ معلوم نہیں ہے کہ جو ارذل العمر تک پہنچتا ہے اسکو بھی موت لاحق ہوتی ہے۔ اور ہر موت اس کے بغیر بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات اسی آیت سے ثابت ہے۔ پس متوفی جب کہ من یرید سے عام ہوا تو یہ تقسیم اس لئے درست نہیں ہے کہ یہ ایک چیز کو اپنے آپ اور اخص پر بائنا ہے۔ حالانکہ تقسیم جب ہی درست ہوتی ہے کہ

۱۔ مفصلہ حقیقیہ جیسے کہ یہ یا پہلے ہی مرے گا۔ یا ارذل العمر تک پہنچ کر مرے گا۔ اب اس میں یہ ضروری ہے کہ نہ تو یہ کہ نہ یہ پہلے ہی مرے اور ارذل العمر تک بھی پہنچے۔ اور نہ یہ کہ نہ وہ ہونے۔ ہذا بناء علی قول انکار دینی ۱۲ مترجم

اقسام مقسم سے مغاشرت رکھتی ہونہ کہ ایک قسم عین مقسم ہو اور دوسرا غیر بلکہ ایسی تقسیم متصور بھی نہیں ہے اس لئے کہ تقسیم کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز کو بلا اسکے کہ اس میں خصوصیت اور عموم کا لحاظ کریں۔ لیکر اسکو مختلف اقسام میں لگائی جائیں۔ پھر اگر یہ تقسیم اعتباری ہے تو مضاف الیہ یا صفت وغیرہ کے ساتھ عبارت میں تنقید داخل ہوگی۔ معنوں سے خارج جیسے مطلق سیاہی کو جب پتھر کی یا گھوڑے کی یا حبشی کی سیاہی کی طرف تقسیم کریں یا تقسیم واقع ہوگی لیکن یہ تب ہوگی کہ ماہیت کو فصول کے ساتھ تقسیم کریں۔ مگر اس صورت میں فصل کی قید معنوں میں داخل ہوگی جیسے کہ حیوان کو ناطق یا ناطق سے مقید کریں۔ قید محقید پر انسانیہ یا حسانیہ کا حکم لگادیں۔ یا اگر ماہیت کو عوارض سے مقید کر کے تقسیم کریں۔ قید کو معنوں میں داخل سمجھیں۔ چنانچہ لکھنے والا انسان۔ غیر کہ تب انسان پس صورت اولیٰ میں حیوان انسان۔ حمار کہلائے گا۔ دوسری صورت میں زید اور عمرو وغیرہ کہلائے گا یہی تقسیم ہے جب یہ سمجھ گئے تو یہ بھی سمجھ لیں کہ انسان کو اگر متوفی۔ من یرد کی طرف تقسیم کریں گے تو یہ تقسیم ایسے عوارض کے ساتھ ہو گی جو الگ قسم اور خاص بنانے والے ہیں کیونکہ جو چیز کہ حقیقت سے خارج ہو وہ عرض ہے پس چونکہ توفی اور رد یہ دونوں انسان کی حقیقت سے خارج ہیں عوارض ہیں۔ لیکن تقسیم میں جو یہ بات ضروری ہے کہ اقسام آپس میں غیریت رکھتے ہوں اور ہر ایک جب ہی ممتاز ہوگا کہ ایک کا وصف دوسرے میں متحقق نہ ہو حالانکہ توفی ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ وصف من یرد

ہوئے۔ ۱۲ مترجم

معنوں میں داخل ہونے کے یہی معنی ہیں ۱۲ مترجم

میں بھی متحقق ہوتا ہے۔ پس اس وصف کی ایک چیز کے ساتھ کیا خصوصیت رہی۔ کیا تمیز دے سکتا ہے۔ لہذا کا دیانی نے جس کو تقسیم سمجھا تھا وہ تقسیم ہی نہیں ہے ہاں بلاشبہ اگر مطلق من یرد کو لیکر یہ دو قسم کر ڈالیں تو صحیح ہے چنانچہ کہیں ایک من یرد توفی وہ ہے کہ جس کو روکی حالت عارض نہیں ہوتی۔ دوسرا وہ ہے کہ جسکو یہ حالت عارض ہوتی ہے۔ البتہ اس طریق پر متوفی دونوں میں مشترک ہوگا۔ اب جسطرح کہ حیوان محل قسمت ہے۔ حیوان ناطق ہے۔ حیوان ناطق ہے۔ اس کے دو قسم ہیں ویسے ہی مطلق متوفی محل تقسیم ہے اور متوفی جس میں روکی حالت کا عارض نہ ہونا معتبر ہے۔ اور متوفی کہ جس میں اس حالت کا عارض ہونا ملحوظ ہے۔ اس کے دو قسم ہونگے۔ مطلق متوفی کے جو "لازم ہے" محصور ہونے سے انسان کا جو ملزم ہے۔ محصور ہونا متحقق ہوا رہی یہ بات کہ مسیح علیہ السلام کا اگر زمانہ ماضی میں نہ مرنا ہی مانا جائے تو یہ اس حصر سے منافی ہے۔ سو یہ غلط ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام پہلی شق (یعنی متوفی سوائے کہ اس کو رد کی حالت عارض نہ ہو) میں داخل ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کا زمانہ ماضی میں نہ مرنا منافی حصہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ حصر صحت کے واسطے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ زمانہ مستقبل میں مرجائیں۔ حصر کے لوازم سے یہ تو نہیں ہے کہ وہ زمانہ ماضی میں مر گئے ہوں کیا دیکھتے نہیں کہ شق اول بصیغہ مضارع مجہول آیت میں بیان کی گئی ہے نہ بصیغہ ماضی مجہول شاید کا دیانی مضارع و ماضی میں فرق نہیں کرتے ہیں اس واسطے جو کچھ خیال میں آیا لکھ مارا بیشک اگر مسیح علیہ السلام کا دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنا مانا جاتا تو یہ حصر سے منافی تھا وجہ یہ ہے کہ پھر تیسری قسم کا انسان جس میں مطلقاً توفی نہیں تھا مانا پڑتا۔ پس بریں تقدیر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس قسم کے انسان میں مطلق توفی پایا جاتا ہے یا نہ۔ اگر پایا جاتا ہے تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ ابدیت ایک تو منافی موت ہے دوم اس صورت میں حصر باطل ہوتا ہے۔ اس واسطے اس صورت میں مقسم کا ان دونوں قسموں کے بغیر جن کی طرف اس کو تقسیم کی گئی تھی۔

موجود ہونا لازم آئے گا۔ اگر انسان میں مطلق تو فی متحقق نہیں ہے اس سبب کہ وہاں پر اس کا محل جن میں منحصر تھا پائے نہیں جاتے۔ تو اس سے دو محالوں میں سے ایک محال لازم ہوگا۔ یا یہ کہ تو فی انسان کو لازم نہیں حالانکہ یہ باطل ہے اس لئے کہ خداوند فرماتا ہے کہ ہر ایک نفس موت کا مزہ چکھے گا یا لازم آئے گا کہ ایک لازمی امر کسی چیز میں منحصر ہو اور ملزوم اس میں منحصر نہ ہو۔ یہ بھی محال ہے کیونکہ اس صورت میں لازم کا ملزوم سے جدا ہونا ظاہر ہے حالانکہ یہ بھی باطل ہے۔ اب چونکہ یہ سب محالات اس صورت پر عائد ہوتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا ہمیشہ زندہ رہنا مان لیا جائے تو یہ بھی باطل ہوا لیکن یہ محالات جس تقدیر پر کہ مسیح علیہ السلام کے لئے طول بقا۔ مستقبل میں مرجانا۔ مراد لیں گے عائد نہیں ہوتے۔ اب تک کا دینی عبارت کے عموم سے استدلال کرتے تھے۔ اب اپنے مدعا کے لئے حدیث معراج پیش کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دوسرے آسمان پر مسیح یحییٰ علیہا السلام سے ملاقات کی تفتیح الاستدلال اگر مسیح علیہ السلام مرے نہ ہوتے تو یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ جو اموات میں داخل ہیں کیوں مجتمع ہوتے۔

**الجواب :** کہ یہ قول بالکل لچر ہے کیا اگر اموات کے ساتھ مجتمع ہونا مصاحب کے میت ہونے کو بھی چاہتا تو رسول کریم ﷺ جو معراج کی رات میں اموات کے ساتھ مجتمع ہوئے تھے تو وہ بھی اس حالت میں میت ہی تھی۔ آپ کو کیا سر کر معراج ہوا تھا۔ زہے دانش۔ شاید کا دینی یوں بھی کہہ دیں کہ مدت و راز تک میت کے ساتھ مجتمع ہونا یہ اسکو چاہتا ہے کہ ہم صحبت بھی میت ہو۔ سو یہ بھی غلط ہے اولاً کہ جائز ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا دوسرا آسمان مقرر نہ ہو بلکہ اس خاص وقت میں ان کو دوسرے آسمان پر مستقر ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے مسجد اقصیٰ میں یا آسمانوں پر خواہ ارواح متمثل تھے یا بعد اجساد بعینہا۔ ملاقات ہوئی تھی حالانکہ ان کے ارواح اعلیٰ علیین تھے۔ یہ سب ممکنات

سے ہے۔ یا یہ کہ انکا دراصل مقرر ہو رہی ہیں (چنانچہ حدیث میں آچکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا گیا ہے) لیکن ان کو اس وقت آسمان پر یا مسجد اقصیٰ میں جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ سوال یہ تو ہمارا عین مدعا ہے کہ معراج مثالی ہے۔

**الجواب :** آپ کے معراج کو مثالی جان لینا ہی غلط ہے بلکہ رسول ﷺ کا یہ معراج جسد عنصری لطیف کے ساتھ تھا نہ مثالی اور کشفی طور پر کیونکہ صحیح احادیث میں جو حالات آمد و رفت کی حالت میں مذکور ہیں ان سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسمانی معراج تھا ہاں مثال کو دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے مثال کے ساتھ ہی دیکھا ہو مثال کا مرئی ہونا اور ہے اور رائی ہونا اور ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ آپ نے معراج کی حالت میں کئی چیزوں کی مثال کو اور کئی چیزوں کے عین کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ کے پڑھنے سے معلوم ہوگا لہذا کوئی محال عائد نہیں ہو سکتا۔ اس سے بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کے دوسرے آسمان پر مجتمع ہونے سے دونوں صاحبوں کا آسمان دوم پر مقیم ہونا ضروری نہیں ہے پھر یہ کب لازم آ سکتا ہے کہ جیسے یحییٰ علیہ السلام میت تھے ویسے ہی مسیح علیہ السلام بھی ہونے چاہیے۔ ثانیاً گو دو شخص ایک ہی مکان میں دائمی طور پر مقیم بھی ہوں تو کیا اس سے ان دونوں کا ہر ہر وصف میں یکساں ہونا لازم ہے ہرگز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ کا دینی اپنے گمان فاسد لے کا دینی کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ کے معراج کی حقیقت یہ ہے کہ آپ بذات خود زمین پر ہی تھے۔ مگر کشف کے طور پر آپ پر مسجد اقصیٰ آسمانوں کے حالات ظاہر کر دیے گئے چنانچہ ان کے بڑے خلیفہ نے ایک اشتہار میں جس کا نام مولوی احسن امروہی ہے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی اس کے مطابق لکھتے ہیں۔ لیکن جب حجۃ اللہ البانہ کا یہ مقام دیکھا گیا تو فی الحقیقہ شاہ صاحب کا اور ہی مطلب ہے جو ہرگز خلاف عقیدہ قدیر نہیں۔ گو اس خلیفہ نے اپنے زعم میں اور ہی کچھ اپنے مطلب کے موافق سمجھا دیا تھا۔ سبحان اللہ اگر ایسے منصف ہوں تو سب حقد من و متاخرین کو بدنام کر ڈالینگے۔ پھر غضب یہ ہے کہ کا دینی لکھتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو جسم کثیف کے ساتھ معراج نہیں ہوا۔ نعوذ باللہ منہ دیکھنے کہ یہ ادب ہے اور دعویٰ مجددیت کا ۱۲ مترجم



سے اس آیت کو بھی اپنے مدعا کے لئے دلیل سمجھتے ہیں کہ اس آیت (انی متو فیک) اور دوسری آیت (فلما تو فیتی) میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسیح (ﷺ) میں تیرا متونی ہوں۔ جب تو نے مجھکو تونی دی لیکن دراصل یہ استدلال محض ملمع بے علموں کو ورطہ ضلالت میں ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ خیر بہر حال ہم اس کی تردید کریں گے وہ یوں ہے کہ توفی کا معنی لغت کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ (یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اور اسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں) ونا ہے۔ پر قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام گردانوں میں معتبر ہوتا ہے۔ گو ان کی صورتیں اور صیغہ مختلف ہوں۔ ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے کہ جز کل میں داخل ہوتی ہے۔ دیکھو علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی عند العقل شے کی صورت کا حاصل ہونا ہو۔ یا عالم و معلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک اضافت والی چیز ہے یا خود صورت حاصلہ یا دانش ہے یا شے کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ۔) گو کسی معنی سے اس کو لو۔ وہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائیگا وہ ماخوذ ابواب مجردہ سے ہو یا مزیدہ سے مثلاً علیہ (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اس کا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے کہ فلا نے نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گزشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلا نے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیان ایک نسبت (عالمیہ معلومیہ) حاصل ہو گئی ہے اسی طرح پر اوروں میں جاری کردتا ہر ایک میں وہی پائیں گے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس جبکہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزوں ہی ترکیب ہوگی ایک مصدر، دوم زمانہ، سوم فاعل کی طرف نسبت لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ دو جز ہیں ایک نسبت دوم زمانہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد سے لیا گیا ہو یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہے ماخوذ ہو۔ تحقیق ہو گئے البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جاوے نہیں بلکہ افعال میں نہ غیر

میں دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے مگر اس میں فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانے کے جانب۔ ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخذ یعنی علم اس میں موجود ہے ایسا ہی (علامہ سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے اس میں نہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کی جانب۔ ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے۔ نیز اس میں باب افعال کا مقتضا جس لئے یہ متعدی ہوا (حالانکہ اسکے ماخذ میں یہ نہیں ہے) پایا جاتا ہے۔ لہذا اس میں دو جزو متحقق ہیں۔ اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے۔ علم بصبغہ ماضی معلوم مشتق ہے۔ اس لئے اس میں چار جز ہیں ایک علم جو مصدر ہے۔ دوم باب افعال کا مقتضا۔ سوم فاعل کی طرف نسبت۔ چہارم زمان۔ جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا کہ توفی کے معنی میں وفادار ہونا ہے کیونکہ وہ وفا سے ماخوذ ہے نیز اقرار کرنا پڑے گا کہ باب تفعیل کا مقتضا جو اخذ (بمعنی لے لینا) ہے اس میں معتبر ہے۔ پس جو الفاظ توفی سے ماخوذ ہیں۔ بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چار چیزوں پر شامل ہو گئے جیسا کہ توفیت (پورا لے لیا میں نے) اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں ان کی تین جزئیں ہو گئی دیکھو متوفی۔ اس لئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے مختصراً کہ جو جو صیغہ کسی مصدر سے لیا گیا ہو۔ اس میں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔ گو اس ترکیب کو حقیقی کہیں یا اعتباری۔ ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو تحلیل کہیں گے حق بھی یہی ہے تو شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس جزو اعتباری کا اس اعتباری کل سے اعتبار کر لینا جائز ہے۔ پس اگر توفی کا معنی وفا کو چھوڑ کر لئے جائیں گے تو یہ حقیقی

۱۔ شاید کوئی کہدے گا کہ ماضی فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقع پر ہے کہ جب عامل ہونہ مطلقاً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت انی متو فیک میں جو متوفی ہے اس میں زمانہ معتبر ہے کیونکہ یہ یہاں پر عامل ہے۔ اس لئے کہ متوفی کاف خطاب کی مضاف ہے۔ اور کاف محلا مجرد ہے نہ یہ کہ متونی کا مفعول ہے ۱۲ مترجم



نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ موضوع لہ بعض اجزاء کو الگ کر دینے سے کل ہی سے تحلیل لازم آتا ہی نہیں تو باوجود انشاء جزء کے کل کا تحقق چاہئے (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یا لازم آوے گا کہ جو حکم کل ہے وہ حکمی جز کے بغیر تحقق ہو۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ وہ مجازی معنی ہوگا۔ آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقت یا مجاز ہوتا ہے۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا کہ ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا تب ہی مجازی ہوگا نہیں بلکہ کوئی جزء ہو۔ جبکہ اس کا انتظام لیں گے وہ مجازی ہی ہوگا خواہ اس جز کا دخول وضع شخص یا وضع نوعی کے ذریعہ سے ہو۔ پہلے کی مثال اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا۔ دوسرے کی مثال "مشتق کی جزو کا اس میں داخل ہونا کیونکہ یہ دخول وضع نوعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو مفعول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کریگا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ لہذا حقیقی معنی جب کہ مرکب ہو وہ تا وقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہو لیس حقیقی نہیں کہلائے گا۔ اسکے ترفع ہو جانے، مجازی بننے کے لئے ایک جزو کا بھی انتفا کافی ہے۔ کیونکہ کل کا انتفا جیسے کہ تمام اجزاء کے منتفی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے ویسے ہی اس کا انتفا کسی ایک جزو کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے۔" اب دیکھو کہ یہ تحقیق سابق واضح طور پر اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ متوفی کا معنی "پورے طور پر لینے والا ہے" لا غیر۔ یہی متوفی کا حقیقی معنی ہے کیوں

۱۔ وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا شے کسی مفہوم کے واسطے معین کر دیا۔ رہا یہ کہ شخصی کیا ہو اور نوعی کیا ہو واضح ہو کہ شخصی میں وضع اور موضوع لہ دونوں خاص ہوتے ہیں جیسا کہ زید کا لفظ ذات زید کے لئے موضوع بھی ہے۔ اب اس میں وضع اور موضوع بھی خاص ہیں۔ پس یہ وضع شخصی ہو یا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کی لئے موضوع ہے یہ بھی شخصی ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا بھی اسی شخصی وضع کے ذریعہ سے ہو کیونکہ وہ دیوار میں جزء کی طرح داخل ہے اور وہ دیوار موضوع لہ بوضع شخصی ہے۔ وضع نوعی وہ ہے جو حضرت مصنف علامہ قدس نے خود بالصریح فرمایا ہے غرضیکہ جس طرز پر جناب فرماتے ہیں اسی طریق پر حسب وضع ہو تو وہ نوعی کہلاتا ہے۔ ۲۔ مترجم

نہ ہو کہ جس کے حقیقی ہونے کو ضرورت ہے وہ پایا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں ایک وفا۔ دوم لے لینا۔ سوم فاعل کی طرف نسبت۔ پس آیت (یعنی منی متوفیک) جس کا مضمون یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرا متوفی اور اپنی طرف تیرا اٹھالے جانے والا ہوں کہ اے مسیح میں تجھ کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔ ایسا ہی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي الْآبَةَ سے بھی پورا اور تمام کا لے لینا مراد ہے لیکن مسیح علیہ السلام پر جو پورا اور تمام مقبوض ہونا۔ صادق آیت کا تب ہی ہے کہ وہ مجسمہ اٹھائے گئی ہوں نہ اگر ان کی روح ہی صرف اٹھائی گئی ہو اس لئے کہ خالی روح کا اٹھا یا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں بلکہ ایک حصہ پر قبضہ ہوا پھر باسبہمہ اگر کہو گے کہ توئی کا اطلاق رفع روحی پر حقیقی ہے تو یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر یوں کہہ دیں کہ توفی کا معنی لے لینا ہے مگر اس طرح پر کہ وفا سے مجرد ہے خواہ یوں کہ وفا کا عدم اس میں اعتبار کیا گیا ہے۔ یا وفا اس میں معتبر نہیں پھر وفا اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہوتا ہو۔ وفا کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے۔ وفا کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بناء براں توفی کا اطلاق رفع روحی پر صحیح ہوگا مگر اس پہلی صورت میں کل کا اطلاق جز پر ہوا۔ دوسری صورت میں عموم مجاز ہوگا۔ لے لے رہی یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے سو یہ فرق ہے کہ پہلا خاص و سرعام ہے جزو جو کچھ ہے سو ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں تقدیر پر یہ معنی مجازی ہے نہ حقیقی لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا قرینہ موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو۔ ہاں یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے پھر کہو کہ یہ مجازی لے لینا کیونکر درست ہوگا۔ لہذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی۔ یہ ظاہر ہے کہ لے عموم مجاز اسکو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو جیسا کہ حضرت مصنف قدس باب مد ظلہم نے فرمایا ہے کہ اس کو وفا مقارن ہو جائے ہو۔ اب جہاں پر مقارن ہوگا وہ حقیقی اور جہاں پر مقارن نہیں ہوگا وہ مجازی کہلائے گا۔ تو یہی عموم کا معنی ہے۔ ۲۔ مترجم

حقیقی و مجازی کا مدار وضع ہے خواہ وہ نوعی ہوگا۔ یا شخصی بہر حال لفظ کو جب ان دونوں میں کسی وضعی معنی میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا۔ ورنہ مجازاً ہوگا۔ پس مشتقات جو ایسے مادہ اور ہیئت ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے۔ دوسرا بوضع نوعی مرکب ہیں۔ بہ سبب اس ترکیب کے مبداء پر باعتبار مادہ بوضع شخصی اور معنی ترکیبی پر بوضع نوعی دال ہیں۔ نیز جب اس طرز پر ہونگے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں ہوگا۔ کہ دونوں وضع تحقق ہوں نہ صرف ایک ہی تحقق ہو تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔ ایک جبکہ وضع شخصی نہ رہے۔ دیکھو ناطق اسکے مبداء کا موضوع لا دراصل بوضع شخصی اور اک کلیات و جزئیات ہے جب اس سے دال مراد لینگے تو یہ استعمال مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعی کو اٹھادیں۔ دیکھو قائلہ جب کہ اس سے مقولہ مقصود ہوگا اس میں قول جو اس کا مصدر ہے اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اسکے کہ اس میں وضع نوعی منتفی ہوا ہے مجازی ہوگا اگر دونوں کو اٹھادیں نیز مجازی ہوگا۔ دیکھو ناطق سے جس حالت میں مدلول مراد رکھ لینگے کیونکہ ناطق "مدلول" کے لئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع ہے اس لئے مستفسر ہے کہ لفظ متوفیک توفیتی۔ ان کو کسی معنی پر محمول کریں گے تو کونسا معنی ان سے مراد لیں گے۔ اگر پوری طور پر لے لینا مراد ہے تو یہ روح و جسد دونوں کے اٹھائے جانے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے سو وہ پایا گیا ہے۔ اگر اس میں اخذ کو مراد رکھیں گے اور تمامیت کی قید مجرد سمجھیں گے خواہ

دیکھو متوفی مشتق ہی اس کا اصل ماخذ "ونا" ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی دال ہے۔ رہی ہیئت جو حرف کے آپس میں ملانے سے پیدا ہوئی ہے وہ اپنے معنی مرکب پر بوضع نوعی دال ہے جیسا کہ کہیں کہ ہر لفظ جو مضاعف کے وزن پر ہو وہ تین چیزوں کے مجموعہ پر دال ہوگا ایک ماخذ دوم باب کا اقتضاء سوم نسبت القائل۔ ظاہر ہے کہ حوالی کا یہی مجموعہ ہے۔ مضاعف کے وزن پر بھی ہے ۱۲ مترجم

یوں کہ اخذ کے لئے تمامیت کا عدم قید ہے یا مہمل طور پر لیں گے یعنی اسکے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو یا نہ تو ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا اس لئے کہ ان تقدیروں پر لفظ کا موضوع نہ بوضع شخصی سے ہونا متحقق ہوگا لیکن یہ بات مسلمات سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا ناجائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ ہاں یہ جو تم کہتے ہو متوفی سے مارنا ہی سرج الفہم ہے۔ سرج الفہم ہونا ہی قرینہ ہے۔ نیز مسلم نہیں ہے اس لئے کہ یا تو کہو گے کہ توفی سے بلاقرینہ مارنا۔ مارنا متبادر ہے سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی توفی اور متوفی کا لفظ مرنے مارنے میں بلاقرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے یا کہو گے کہ نہیں توفی اور متوفی سے مرنا۔ مارنا بمعہ قرینہ متبادر ہے۔ البتہ یہ مانا۔ لیکن حقیقی کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ بلاقرینہ ہی متبادر ہونہ بمعہ قرینہ ورنہ سب مجازات حقیقی ہی بن جائینگے۔ لہذا لفظ کی تقسیم حقیقت و مجاز کی طرف صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ بنا براس مذہب کے تو مجاز ممکن بھی نہیں ہے۔ بیشک یہ ہمارا دعویٰ کہ قرآن شریف میں کہیں بھی توفی کا لفظ بلاقرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے۔ ثبوت طلب ہے لیکن ثبوت تو موجود ہے۔ دیکھو یہ آیت (يَتَوَفَّيْهِنَ الْمَوْتُ) یعنی وہ مرتے ہیں لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ توفی کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے۔ نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں توفی سے موت ہی مراد ہے۔ مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے (دیکھو يَتَوَفَّيْكُمْ الْمَوْتُ. إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ. تَتَوَفَّيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ. يَتَوَفَّيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ. توفته رسلنا. رسلنا يَتَوَفَّوْنَهُمْ. يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ. فكيف اذا توفاهم الملائكة) یعنی تم کو ملک الموت موت کو مزہ چکھا دیگا۔ وہ لوگ کہ ملائكة الموت نے ان کو موت کا مزہ چکھایا۔ موت کا ذائقہ ان کو ملائكة الموت چکھائیں گے۔ ان کو ملائكة الموت

پاکیزگی کی حالت میں موت کا مزہ دکھا دینگے۔ ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا۔ ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔ کافروں کو ملائکہ الموت مارینگے، کیا ہوگا جس وقت کہ ان کو ملائکہ الموت مارینگے۔ اب دیکھوان سب آیتوں میں بلاقرینہ توفی سے موت نہیں لی گئی۔ دیکھئے قرآن پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفی مسند ہے اور یہی قرینہ ہے اور باتوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کو اسناد ہے۔ اور یہی قرینہ موت ہے۔ ایسا ہی اس آیت میں (وَنُفِثْنَاهُمُ الْإِبْرَارَ) جس کا معنی یہ ہے کہ ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں داخل کر اس میں ابرار کے ساتھ کی التجا قرینہ موت ہے۔ آیت (وَنُفِثْنَا مُسْلِمِينَ) کہ اے خداوند تعالیٰ ہم کو اسلام پر مارنا۔ میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔ آیت (فَأَمَّا نَرِيكَ بِعَضِّ نَعْدِهِمْ أَوْ نَفْوَيْهِمْ فَاَلَيْسَ بِرْ جَعُونَ) یعنی یا رسول اکرم ﷺ یا تو ہم آپ کو وہ بعض امور کہ جن کا ہم کافروں کو وعدہ دیتے ہیں دکھا دینگے یا موت کا ذائقہ آپ کو چکھائیں گے پھر ہماری طرف لوٹینگے۔ اس میں مقابلہ قرینہ ہے کیونکہ اگر ایک میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو تو دوسرے میں اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے۔ بتدریج منتقل ہونا معتبر ہے اور اس کی ضد میں یعنی سکون میں اس انتقال کا عدم معتبر ہے۔ پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے (ارایت) کا مقابل نَفْوِ فِينِكَ (ہم تجھ کو ماریں گے) مقرر کیا گیا ہے۔ ارایت میں زندگی کا وجود معتبر ہے۔ تو بالضرورة اس کے مقابل یعنی نَفْوِ فِينِكَ میں اس زندگی کا عدم معتبر ہو ورنہ تقابل کیسا ہوگا۔ یہی قرینہ موت ہے اسی طرح پر آیات ذیل میں قرآن موجود ہیں (دیکھو والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیۃً لازواجہم۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشرۃ) یعنی جو لوگ تم میں سے پیہیاں چھوڑ مریں۔ تو وہ پیہیاں چار مہینہ اور دس دن عدت الموت

کائیں۔ جو لوگ تم میں سے پیہیاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کے لئے وصیت کرنا لازم ہے۔ اب دیکھئے دوسری میں موت کے دو قرینہ ہیں ایک بیویوں کو چھوڑ کر مرنا دوم عدت الموت کا کاٹنا۔ پہلی میں بھی دو قرینہ ہیں ایک بیویوں کو چھوڑ کر مرنا دوسرا وصیت کا لازم ہونا۔ آیت (وَمِنْكُمْ مَنْ یتوفی) میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ رہی آیت (اللہ یتوفی الانفس حین موتھا واللی لم تمت فی مہا) یعنی خداوند اراد احوں کو موت کے وقت میں لے لیتا ہے۔ ملخصاً اس میں حین موتھا قرینہ ہے۔ یاد رکھو کہ اس آیت میں مارنا، سلانا، دونوں مراد ہیں مگر نہ اس طرح پر کہ اس سے حقیقی و مجازی دونوں اکٹھے مراد لئے جائیں کیونکہ حقیقت و مجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔ دیکھو کتب اصول وغیرہ۔ دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا سلانا اس میں سے کوئی ایک بھی توفی کا حقیقی معنی نہیں ہے اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا ورنہ توفی سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے جیسا کہ کوئی شخص قسم کھاوے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا یا وہ مکان اسی کا ملک ہو۔ یا کرایہ پر یا استعارہ کے طور پر ہو بہر حال حائث ہوگا۔ یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے۔

پس اس کا حائث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا۔ کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہو اور اس میں شنگے پاؤں ہی داخل ہو بلکہ بہر حال حائث ہی ہوگا۔ ایسا ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے تاکہ کہا جاتا کہ وہ جب فلاں کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا بین کے ہی یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا۔ تو حائث ہوگا نہیں تو نہیں بلکہ بہر حال حائث ہوگا۔ خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گذرا۔ آیت مذکورہ میں توفی سے سلانا۔ مارنا جبکہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں۔ تو لا محالہ اس سے کچھ لے لینا مراد ہوگا۔ مثلاً جب توفی سے سلانا مقصود ہو تو اس صورت میں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا

وہ تعلق مسلوب کیا گیا تو بلاشبہ یہی سلانا ہے اور اگر توفیٰ سے مارنا مراد ہو چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا وہ تعلق سلب کیا گیا ہے۔ اس صورت میں بلاشبہ اس کو مارنا کہا جائیگا۔ ہاں دوسرے میں حس کا سلب بھی معتبر ہے جیسا کہ زندگی کا کھامر لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ تعلق حس اور زندگی کے درمیان بطور تردید دائر ہے۔ جس طرح کہ کوئی امر خاص و عام کے درمیان مردود ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ تردد اس طرز پر ہے کہ جس طرح پر شے نقیضین کے درمیان مردود ہے اس لئے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا پس یوں کہنا کہ ہر حس زندہ ہے۔ صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حس ہے غلط ہے کیونکہ بعض زندہ (جیسے سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

**سوال:** آپ کی تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردہ میں حس باقی نہیں رہتی ہے اسلئے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہیں؟

**الجواب:** ہمارے تقریر سے مردوں کا نہ سننا ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ انکا سننا بمعنی ادراک روحانی ہے چنانچہ اولہ قاطعہ شریعہ سے ثابت ہوا ہے اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے البتہ مرنے کے ضمن میں وہ سماع جو قوت جسمانیہ کے ذریعہ سے ہے مرتفع ہو جاتا ہے لیکن اس طرز پر کہ مردہ بقوۃ جسمانی سنتے ہیں کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں۔ جو ثابت ہے وہ ناپید نہیں۔ اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت و

بعض لوگ حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فتح القدیر وغیرہ محققین حنفیہ میں سے فرماتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتے ہیں تو اسے حنفیہ تم کیوں سماع موتی کے قائل ہو حضرت مصنف فضیلت مآب نے اسکو بھی رد کیا کہ صاحب فتح وغیرہ مطلقاً سماع موتی کے منکر نہیں ہیں بلکہ قوت جسمانیہ سے سننے کے منکر ہیں نہ کہ ادراک روحانی سے بھی انکاری ہیں ۱۲ مترجم

خلیۃ کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے اسلئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں۔ خلیۃ کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔ رہی موت سودہ بھی وجودی ہے دلیل یہ کہ مارنا اسی کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے۔ اٹھا دیا جائے۔ اس کا اثر لازم مرنا ہے چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے۔ تو یہ بلاشبہ وجودی ہے نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے موت کو پیدا کیا ہے۔ یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے اسلئے کہ موت اگر عدی ہوتی تو خداوند تعالیٰ کا فعل اسکے ساتھ کیونکر متعلق ہوتا۔ کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدی پیدا کیا گیا ہے نہیں کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔

**سوال:** کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدی ہو کیا دیکھتے نہیں کہ عدم الخلیۃ اس کو لازم ہے۔ پس اس کا عدی ہونا موت کے عدی ہونے کو مستلزم ہے۔

**جواب:** کہ یہ استلزام غلط ہے دیکھو عدم السکون آسان کو عند الفلاس لازم ہے۔ آسان معدوم نہیں ہے۔ علی ہذا القیاس اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت مژدوم کی عدمیت کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو توفیٰ ہے وہ مارنے میں حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے اس لئے کہ ماردینے میں پورے طور پر لے لینا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ ماردینے میں صرف بدن سے روح الگ کر کے اٹھائی جاتی ہے اور یہ گویا ایک حصے کا لے لینا ہے نہ پوری شے کا لے لینا لیکن لفظ کا بصورت عدم قرینہ حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جبکہ واجب ہوا تو آیت (یا عیسیٰ انی معوفیک الآیۃ) ہمارے لئے دلیل ہوئی نہ کا دیا نیوں کے لئے۔ اس کا ہمارے لئے دلیل ہونے کو دفع الکی الی کا اس پر معطوف ہونا قوت بخشتا ہے۔ اس لئے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے ورنہ خاص کر مسیح علیہ السلام سے کیا اس رفع روحی کو خصوصیت تھی جو اس آیت میں ان کی روح کا مرفوع ہونا بیان کیا جاتا ہے۔



**سوال:** چونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایمانداروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایماندار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں بلکہ انکے درجات مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح (علیہ السلام) سے بھی خود مسیح (علیہ السلام) کا رفع مراد نہیں ہے بلکہ رفع روحی۔

**الجواب:** دلیل مفید مطلب نہیں ہے۔ کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح (علیہ السلام) کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شے کے مرفوع ہونے میں غیریت ہے اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہو گا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھا لیا ہے۔ یا میں نے زید کا کپڑا ایا اور کچھ جس کا زید کے ساتھ تعلق ہوا اٹھا لیا ہے۔ اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مراد نہ ہو بلکہ کپڑے کا مثلاً اس لئے کہ خود شے کا رفع اور ہے۔ اس کے متعلق کا اور ہے۔ بناء علیہ ثابت ہوا کہ آیت (یا عیسیٰ انی متوفیک الایۃ) میں منادی اور مخاطب کا مرجع خود مسیح (علیہ السلام) ہے نہ خالی روح جب مسیح (علیہ السلام) ہی منادی اور مرجع ہوئے تو متونی، مرفوع، مطہر، فائق الاجتماع بھی آپ ہی تھے نہ صرف روح۔ اب ہم اس سے پہلی شکل بنائیں گے مسیح (علیہ السلام) پر بھی متونی کا مفہوم صادق آتا ہے۔ جس پر یہ صادق ہے اسی پر ہی مرفوع کا مفہوم بھی صادق ہے نتیجہ۔ مسیح (علیہ السلام) ہی پر مرفوع کا مفہوم صادق ہے۔ اور یہ بعینہ وہی ہے جو ہم دعویٰ کرتے ہیں۔ دوسری دلیل اگر مسیح (علیہ السلام) کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرتے۔ بلکہ جسد لطیف تو کافروں کے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود یہی تھا حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسیح (علیہ السلام) ہم تجھ کو کافروں کے اختیار سے الگ اور پاک کر دیں گے۔ پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہو تو باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کیسا درست ہوگا لہذا

رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح (علیہ السلام) کا جسد مرفوع ہونا ثابت ہوا کیونکہ جب جسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح (علیہ السلام) بلاشبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہو گئے۔ اس لئے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد رکھ لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔

کادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح ابن مریم علیہ السلام کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ ہاں شبہ میں ڈالے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔ مسیح (علیہ السلام) کو انہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ نہیں ہے کوئی بھی اہل کتاب میں سے مگر کہ اس پر ایمان لائے گا۔ اس کے مرنے سے پہلے۔ وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔ طریقہ استدلال کادیانی کو یہی آیت میں رفع روحی مراد رکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اہل کتاب کا مسیح (علیہ السلام) کے مقتول و مصلوب ہونے میں شک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے اس کے بعد دو تو جیہیں کرتا ہے۔ پہلی کہ قتل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے۔ اس تقدیر پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح (علیہ السلام) کی طبعی موت پر جو ماضی میں واقع ہو چکی ہے۔ ایمان لانے سے پہلے آپ کے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ دوسری تو جیہہ کہ ہر ایک کتابی یقیناً جانتا ہے کہ ہم مسیح (علیہ السلام) کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ اس شک پر ان کا ایمان مسیح (علیہ السلام) کے مرنے سے پہلے تھا۔ گویا مسیح (علیہ السلام) ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپ کے مقتول ہونے میں شک تھا اور وہ آپ کے مرنے سے پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین رکھتے تھے۔ اب کادیانی صاحب یہ عجیب ہے کہ کوئی اگر مقدار کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

دیکھئے کہ استدلال پر کتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ اولاً کہ رفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے اس لئے کہ اس آیت میں مسیح علیہ السلام وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے محصور کر دیئے گئے ہیں لیکن اس حصر اور قصر کے لئے اوصاف کی منافات شرط ہے۔ مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم ہے۔ دوسرے نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ زید قائم نہیں بلکہ بیٹھا ہے۔ پس دیکھئے یہاں پر تنکلم نے ایسا بیان کیا ہے کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اور الٹ ہے۔ ظاہر ہے کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا یہ دو صفیں آپس میں منافات، غیریت رکھتی ہیں۔ بے شک یہ منافات عام طور پر لی جاتی ہیں۔ خواہ قصر و حصر کی بہتری کے لئے یا نفس حصر کے لئے شرط ہو۔ نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔ رہی یہ بات کہ وہ آیت کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب دعویٰ کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں تو خداوند تعالیٰ نے ان سے ان کے گمان کے برعکس فرمایا کہ مسیح علیہ السلام تو صرف مرفوع ہوئے ہیں۔ قتل نہیں ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو وصف مرفوعیت میں قصر حصر کیا گیا ہے۔ مگر قلب اور عکس کے طور پر۔ پس ضرور ہوا کہ قتل اور رفع میں منافات ہو لیکن یہ منافات جب ہی متصور ہے کہ مسیح علیہ السلام بحسد ہ مرفوع ہوئے ہوں۔ کیونکہ رفع بحسد بدلہ منافی قتل ہے۔ مگر جب رفع سے روحانی رفع مراد لیں گے۔ جیسا کہ کادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جو شخص خدا کی راہ میں قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح مرفوع ہوتی ہے۔ پس جبکہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا گیا ہے۔ تو منافات کہاں رہی جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی مجتمع ہوئے تو منافات سرے سے ہی اڑ گئی۔ بنا برآں آیت میں جو قصر کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ خود قصر ہی غلط ہوگا۔ یا بہتر نہیں ٹھہرے گا۔ نعوذ باللہ منہ۔ لہذا کادیانی پر دو

باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا لازم ہے۔ یا تو کہے گا کہ آیت اہل کتاب کی تردید کرتی ہے۔ لیکن اس صورت میں قصر القلب قتل۔ رفع میں منافات کا اقرار کرنا ہوگا۔ پس مسیح علیہ السلام کا بحسد ہ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ یا کہہ دیگا کہ قصر القلب میں وصفین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں مگر اس صورت میں کلام عربی کے قواعد کا دم اور ان کے برخلاف پر ہونا لازم آویگا۔ مختصر کادیانی کو اس سے گریز نہیں ہو سکتا۔ یا تو مسیح علیہ السلام کے بحسد ہ مرفوع ہونے پر ایمان لانا پڑے گا۔ یا قواعد عربیت سے منحرف ہوگا۔ پس دو میں سے جسے چاہے اختیار کرے۔ دوسرا اعتراض مع پہلی ضمیر کا مشکوکہ القتل کی راجع کرنے سے اس ضمیر کا خود مسیح علیہ السلام کی جانب پھیرنے سے اولیٰ نہیں ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے پھر مشکوکہ کو مرجع بنانا باوجود اس کے کہ سلف خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجع بلکہ ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔ یہ ترجیح پہلی ترجیح سے بدتر ہے۔ مع لہذا آیت کا معنی اس تقدیر پر یوں ہوگا کہ ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا ٹھیک ہے۔ ان کا مقتول ہونا یقینی نہیں ہے۔ چنانچہ کادیانی اس بات کو خود واضح کر رہا ہے حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا جملہ اسمیہ کے لباس میں بیان کیا ہے۔ اور پھر اس کو موکد بھی کر دیا ہے۔ پس یہ صراحت اس پر دال ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں آخر اس لئے تو خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ اسی اگر ان کو مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اتنا ہی فرما دیتے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ بڑھاتے۔ پس یہ کہنا کہ ان کو یقین و اذعان نہیں ہے یہ صاف طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لغو ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ اچھا صاحب اگر یہ دعویٰ کریں گے کہ اس آیت میں جو یقینی مذکور ہے وہ تو منفی قتل کی قید ہے تو گویا یہ منفی قتل مقید پر وارد ہوئی ہے۔ پس یہ نفی جیسے کہ قید کے اٹھ جانے سے منسبی

ہوتی ہے ویسے ہی قید و مقید دونوں کے اٹھ جانے سے مستثنیٰ ہو جاتی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے۔ کیونکہ یقینی قتل مستثنیٰ ہے اس لئے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ انکا متیقن قتل نہیں پایا گیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان لن ترانیوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ پھر بھی کا دیانی قید کے لغو ہونے کا مقرر بننا پڑے گا۔ اولاً کہ ان کی تردید کے لئے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔ دوم یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے علاوہ ہر اس یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ جملہ (اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ الْاِثْمَانِ) بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد ﷺ کہ آپ بلاشبہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس یہ دعویٰ کرنا کہ اہل کتاب نے باوجود یہ کہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے مسیح ﷺ کو قتل کیا ہے۔ کیسے بلا دلیل قبولیت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا مگر دلیل تو ندارد ہے۔ اس لئے کا دیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچتے۔ ہاں اس پر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح ﷺ کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ دیکھو قرآن کی عبارت ہی پہلے شاہد عدل ہے۔ دوم نصاریٰ اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلا تے ہیں کہ آؤ مسیح ﷺ کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح ﷺ امت کے گناہوں کے بدلہ قتل کیا گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے گو تحریف کے طور پر ہی ہو لیکن وہ اس پر اس لئے اذعان کر بیٹھے ہیں کہ وہ انجیل کو بلا تحریف مانتے ہیں۔ مع ہذا یہ کہ کہنا کہ مسیح ﷺ کے قتل ہو جانے پر اذعان نہیں رکھتے ہیں کیا صریح بہتان ہے۔ باوجود اس روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوب کرنا کیونکر متصور ہے۔ شاید ایسے

لوگوں کو اس آیت سے (جسکا مضمون یہ ہے کہ وہ لوگ کہ مختلف ہوئے۔ البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں۔ نہیں ان کو اس پر اذعان مگر ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہو گیا ہوگا۔ سو واضح رہے کہ شک جو اس آیت میں مذکور ہے وہ منطقیوں کے طور پر نہیں ہے۔ منطقی تو شک اس کو کہتے ہیں کہ جسکے دونوں جانب برابر ہوں۔ بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے جسے حکم جازم مطابق واقع کہتے ہیں مختصراً کہ شک سے ضد یقینی مطلوب ہے۔ پس اس لحاظ سے مسیح ﷺ کے مقتول ہو جانے کے بارے میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے بریں تقدیر آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں یعنی البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے گو وہ لوگ یہ حکم برعم خود قطعاً و جزاً لگاتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں علم و یقین نہیں ہے بلکہ شک ہے کیونکہ یقین کے لئے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔ پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں یعنی اس خیال اور حکم کے تابعدار ہیں جو واقع کے مطابق نہیں اس لئے شک اور ظن کا مآل اور مرجع ایک ہی ہوا۔ اگر شک و ظن کو منطقیوں کی اصطلاح کے موافق لیں گے تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک ظن وہ خیال ہے کہ طرف موافق قوی ہے اور شک میں ان کے نزدیک مطلقاً رجحان نہ چاہیے چنانچہ ظاہر ہے وہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کا معنی برخلاف متیقن کے لیا گیا ہے سو واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے

۱۔ جیسے کہ زید کے قائم ہونے کا خیال ہو ایسے ہی اس کے قائم نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ دو اسے منطقی شک کہا کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم  
۲۔ چنانچہ ایک شخص زید کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اسکو ضعیف سا گمان ہے۔ اس کو منطقی ظن کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم



بارے میں ریب یعنی انکار میں پڑ گئے ہوا ہے۔ اب دیکھو کہ اس آیت میں جو ریب بمعنی شک ہے ان کے انکار کے حکم بالجزم پر کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ کسی بشر کا ہے۔ شعر، کہانت ہے۔ اطلاق کیا گیا ہے۔ اس پر خداوند تعالیٰ کا کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبرئیل کے منہ سے نکلا ہے۔ کسی بشر کا کلام، شاعر کا کلام نہیں ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ یہ کہ ان کا کلام ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔ یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک کنندہ بایں معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی منطقی کرتے ہیں۔ تو خداوند یہ تاکیدیں یاد نہ فرماتا۔ پہلی کہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا۔ دوم ان کو ذکر کیا۔ سوم قسم۔ پس بلاشبہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا انکار قرآن شریف کے کلام الہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کر لیا ہے کہ یہ غیر اللہ کا کلام ہے اسی طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہو۔ اطلاق کیا ہوا ہے دیکھئے وہ آیت جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں۔ اور وہ صرف جھوٹے ہیں۔ غرضیکہ اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر پہلی ضمیر کو شک کی طرف پھیرینگے تو یا قید کا لغو ہونا لازم آئے گا۔ یا یوں کہنا پڑیگا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے ہیں کہ ہم نے صبح صَلَوَاتُكَ کو قتل کر ڈالا ہے۔ اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں۔ حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے پس جو لوگ پہلی کا التزام کریں گے تو یہ کفر ہے۔ اگر دوسرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔ اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کر لیں۔ تیسرا اعتراض کہ یہ توجیہ تکلف محض ہے کیونکہ جسکی طرف تم ضمیر کو راجع کرتے ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے۔ نیز اس قسم کے ارجاع سے انتشار ضرار لازم آتا ہے۔ قرآن شریف میں انتشار ضرار کا قائل ہونا یہ تو بے عیب پر از

فصاحت قرآن کو بند لگانا۔ چنانچہ ظاہر ہے اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا ثابت ہوا۔ چوتھی بحث کہ جب اس طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب صبح صَلَوَاتُكَ کی مقتولیت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک و مشکوکیت چونکہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے یہ شک جو ایک قسم کا تصور ہی ہے۔ اسکے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھ لیں یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے وہی مقصود رکھیں اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی ہیں۔ عام اس سے کہ تصدیق علم یقینی جو مطلق ادراک و تصور کا قسم ہے۔ مقصود ہو یا وہ حالت کہ بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے جسے دانش کہتے ہیں۔ مطلوب ہو لیکن تصدیق کا بہر حال تصور یعنی شک سے متعلق ہونا باطل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے ہاں تصدیق کا شک سے اس صورت میں متعلق ہونا کہ تصدیق جنس تصور سے مان لیں بہت فحش ہے۔ اس صورت سے کہ تصدیق کو بمعنی دانش لیں۔ وجہ یہ ہے کہ جب تصدیق کو تصور کی ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑے گا۔ حالانکہ دلیل سے ثابت ہے کہ علم تصور و صورت علیہ کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔ لہذا لازم آیا کہ تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو حالانکہ یہ صریح غلط ہے کیوں غلط نہ ہو کہ تصدیق و شک آپس میں غیریت رکھتے ہیں۔ پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا کہ نسبت کے طرفین میں تردید ہو یعنی یہ ایسا ہے یا ایسا لیکن دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طرفین کی تجویز برابر ہو۔ پس کا دیانی کی یہ تفسیر کہ اہل کتاب مشکوکیت قتل پر صبح صَلَوَاتُكَ کے طبعی مرنے سے پہلے ایمان رکھتے ہیں۔ اس طرف کو راجع ہوگی کہ اہل کتاب

۱۔ جب انسان کا شفا علم حاصل ہوتا ہے۔ تو یوں ہوتا ہے کہ اسکی مابیت اور صورت ذہن نشین ہوتی ہے۔ پس اس صورت کو صورت علیہ کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم



کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان کو مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر یقین ہونا موجود تھا۔ کیونکہ تقدیم کے لوازم سے ہے کہ مابعد مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو۔ نیز جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو تو اس کے مقتول ہو جانے میں شک کا ہونا محالات میں سے ہے۔ ظاہر تر ہے کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے کے دو جانب ہیں ایک کہ قتل نہیں ہوئے دوم کہ قتل ہو گئے ہیں۔ پس جبکہ آپ کا قتل ہو جانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہو گئے ہیں۔ اور نہ اس پر کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ یقین ہوا اور نیز اس پر جو عدم القتل میں مندرج ہے یقین نہ ہو لیکن یہ بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے۔ ہاں یہ اندراج ایسا ہے کہ خاص عام میں مندرج ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عدم القتل جیسے کہ زندگی کو شامل ہے ایسے ہی طبعی موت کو شامل ہے۔ لہذا لازم ہوا کہ جس صورت میں کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے میں شک ہو تو آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہو۔ اور یہ بالکل بدیہی ہے کیونکہ شک کے لئے جانہن کی تجویز کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے۔ چنانچہ کم درایت پر بھی غلطی نہیں ہے۔ بنا براں اگر آیت سے وہی مراد ہے جو کادیانی سمجھتے ہیں تو کہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا۔ اس جز پر کوئی عوائد مرتب ہوئے۔ علاوہ براں اگر اس آیت کو کادیانی کی ہی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آریگا کہ اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کئے ہیں۔ لیکن یہ اس بات کا دعویٰ ہے کہ قرآن نے وہ معانی بیان کئے ہیں جو قوم کے معطل ہیں۔ پس اس صورت میں لازم آریگا کہ قرآن بھی کافیہ، شافیہ، تہذیب کی مانند ایک کتاب ہے حالانکہ اس امر کا کوئی عقلمند قائل نہیں ہے۔ اسی پر کادیانی کی دوسری توجیہ سوا اس پر بھی پانچویں بحث کے سوا سب اسباحث و خدشہ وارد ہوتے ہیں البتہ اس دوسری توجیہ پر خاصہ یہ بحث وارد ہے وہ یوں ہے کہ تمام اوصاف کا سلب کسی شے کے ہر ہر فرد سے کر دینا۔ پھر

خاص صفت ان کے واسطے ثابت کرنا جیسا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوفہ اسی صفت میں منحصر ہو جائیں۔ اسی طرح پر ان افراد سے خاص صفت کا سلب کر دینا خواہ وہ صفت ملحوظ نہ ہو مقتدر ہی ہو بعد ازاں کوئی ایسی صفت جو سلوب سے منافی ہو۔ ان افراد کو ثابت کرنا۔ اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوفہ اس سلوب کے منافی میں منحصر ہو۔ پہلے کا نام حصر حقیقی۔ دوسرے کا نام حصر اضافی ہے لیکن یہ دونوں موصوفہ کے صفت میں منحصر ہونے کے لئے دو قسم ہیں۔ اسی پر صفت کا موصوفہ میں بطور انحصار حقیقی کے سوا اس واسطے کہ وہ صفت صرف اسی موصوفہ میں تحقیق ہے نہ غیر میں۔ صفت کا موصوفہ میں بطور انحصار اضافی کی منحصر ہونا سوا اس لئے ہے کہ وہ صفت تو اس موصوفہ میں پائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے کل اغیار سے منفک نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے اور بعض میں نہیں پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ حصر اضافی اور نسبتی ہوا۔ پر ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو اس میں کلیۃً منحصر ہے کلی طور پر صادق آتا ہے۔ اب دیکھئے کہ آیت (جسکا مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک بھی اہل کتاب میں سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ انحصار صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے۔ نہ اور اوصاف کے لحاظ سے پس مراد الایۃ صفت الکفر کا تمام اہل کتاب سے منسوب ہونا۔ سب کے لئے صفت الایمان کا ثابت ہونا ہے۔ لا غیر۔ اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ انحصار اضافی ہے کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں تو صرف ایک صفت محض کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے۔ لہذا مفاد الایۃ یوں ہوا کہ سب اہل کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہو گئے۔ اور صفات ان میں پائی جائیں یا نہ۔ پس سب اہل کتاب سے وصف کفر جو مقتدر ہے منسوب کر دیا گیا۔ اسکا منافی یعنی ایمان سب کو ثابت کر دیا گیا ہے۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں

مختصر ہو گئے تو لازم آئیگا کہ صفت ایمان تمام کتابوں پر صادق آنا چاہیے جیسا کہ کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی اس پر ایمان لائے گا۔ اس لئے یہ قضیہ موجب محصورہ کلیہ بنا۔ جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد رکھ لیں جو کادینی بیان کرتے ہیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہوگا کہ سب اہل کتاب مسیح علیہ السلام کے قتل کی مشکوکہ پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ حالانکہ یہ معنی مردود ہے گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر صیغہ مضارع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے اس سے بھی اغماض کریں کہ نون تاکید ثقیلہ معنی استقبال کو چاہتا ہے۔ مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بالتصریح بیان کریں گے وہ یہ ہے کہ یہ حکم خاص ان ہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے جو مسیح علیہ السلام کے زمانہ اور آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے کیونکہ قاعدہ سے لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابوں کے واسطے ہے نہ بعض کے واسطے یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل کتاب کے لئے ہے یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور وہ جو اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئیگا۔ اس لئے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت میں موجود ہو۔ اجی جب تم مسیح علیہ السلام کے مرجانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لاکچے ہیں تو صاف لازم آیا کہ جو اس زمانہ میں موجود نہیں تھے موجود ہوں۔ آخر جب سب کے لئے موت مسیح علیہ السلام ہے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی موجود ہونا چاہئے ورنہ لازم آئیگا کہ صفت بغیر موصوف کے تحصیل ہو۔ یہ تجویز گویا اجتماع التخصیص کو جائز کر دینا ہے۔ نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہاں مصدر کو بلا موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے حالانکہ یہ بناوٹ ہے۔ صاحبان فہم کے ناپسند ہے۔ رہی یہ بات کہ متدل دو معنوں کو اپنی منہ سے

اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کثوف سے موبد کرتا ہے۔ سو واضح رہے کہ بالضرور دو معنوں میں سے ایک تو بالکل باطل ہے سبب یہ ہے کہ دوسری توجیہ اور معنی میں زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے۔ کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو اجتماع التخصیص لازم آتا ہے چنانچہ گرا پہلی توجیہ میں خالی عموم ہی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عموم و خصوص یہ دونوں آپس میں متغائر ہیں پس اگر پہلی توجیہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری ندارد ہے اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے۔ اب کہئے کہ اگر ایک کشف کو الہام رحمانی سے ہی فرض کر لینگے تو دوسرا بدھتہ شیطانی ہوگا۔ اس لئے کہ اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہونا چاہئے تھا۔ لہذا حق یہی ہے کہ یہ دونوں ہی رحمانی نہیں ہیں ورنہ کیوں ان دونوں پر شرعیہ اور عقلیہ اعتراضات ساطعہ قاطعہ وارد ہوتے لامحالہ ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات سامنے ہے کہ اگر ان کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں جب انجیل سامنے رکھتے ہیں تو قرآن طلب کرتے ہیں۔ جب یہ دونوں پیش کئے جا دیں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں۔ پھر عقل بھی اگر پیش کی جاوے تو کشف لے بیٹھتے ہیں۔ تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو سرگلوں متخیر ہو جاتے ہیں غرضیکہ وہ لوگ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔ ہر ایک دربار سے ان کو دھکے ملتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ لوگ شتر مرغ کے مثیل ہیں۔ اس پر جب بوجھ ڈالنا چاہیں تو اڑنے والا پرندہ بن بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اڑنا چاہیں تو اونٹ کہلاتا ہے۔ یا یوں کہ ایسے لوگ اس مریض کے مثیل ہیں جسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو نہ وہ زندہ ہو اور نہ وہ مردہ ہے۔ اور کسی نبی کے مثیل نہیں ہیں خیر جو ہیں سو ہیں۔ ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔ ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اور سلف و خلف آیت (انا قتلنا المسیح الآیہ) سے سمجھتے ہیں۔ اس طرز پر اعتراضات مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا ہے کہ ہم

مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر یقین رکھتے ہیں سو اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ پس کیونکر مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر ان کو یقین کر بیٹھنا منظور ہے اس لئے کہ علم یقینی کیلئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہو سکتا ہے کہ واقع سے مخالف ہو۔ اور پھر بھی یقینی ہو۔ ہرگز نہیں۔ لہذا انکا یہ دعویٰ کہ ہم قتل کے بارے میں متیقن ہیں باوجودیکہ دراصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے۔ بلاشبہ جہل مرکب ہے کیونکہ جہل مرکب کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اسکے بارے میں شک میں مبتلا ہیں یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے۔ نہیں ان کو یقین حاصل۔ بلکہ ظن اور جہل مرکب کے تابعدار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا یعنی قتل کا نہ پایا جانا یقینی ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ یقیناً نسی (من) کی قید ہے نہ منفی (قتلہ) کی۔ (بل رفعہ اللہ) بلکہ خداوند عزوجل نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے لیکن وہ اٹھا لینا کہ وہ (بجسدہ) منافی قتل ہے نہ وہ کہ اسکا منافی نہیں یعنی رفع روحی۔ کیونکہ رفع روحانی واقع اور اعتقاد مخاطب میں قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے۔ (وکان اللہ عزیزاً حکیماً) خداوند تعالیٰ کو مسیح علیہ السلام کے مجسمہ مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں (حکیم) خدا حکمت والا ہے رفع کے کام میں۔ نہیں کوئی ایک بھی (من اهل الكتاب الا ليو منن به) اہل کتاب میں سے اگر مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ ان کے مر جانے سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان ان کے لئے نافع ہی ہو جیسا کہ حالت حیات میں یا نافع نہ ہو جیسا کہ حالت مرگ میں اور یہ ایمان کہ جو مرگ کی حالت میں نہیں وہ اس سے عام ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہر حال ایمان کی حفاظت ہے دیکھو ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔ نون ثقیلہ جو مدخول کے استقبال پر بالا جماع دلالت کرتا ہے اپنے ہی طور پر رہا۔ اس معنی پر

اعتراضات سابقہ میں سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ کما هو الظاهر بالناسم الصادق۔ لہذا جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں اسی کو صحیح کہنا زیبا ہے اور اسکے برخلاف الہامات و کشوف کو کھنڈروں پر دیسے مارنا لازم ہے۔ یہی معنی تمام اشکالات کے دور کر نیکے لئے کافی ہے۔ اس پر بالضرور منصف مزاج ایمان لائیگا۔ گو کوئی بے انصاف اور بے علم جھگڑالو اس سے انحراف کرے۔ کادیانی کا اور بھی استدلال الزام کے طور پر ہے کہ ہر ایک جو آسمان کے موجود ہونے پر ایمان رکھتا ہے اس کا یہ عقیدہ ہے کہ آسمان کی حرکت استدارت پر ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کو اگر آسمان پر زندہ مان لیں گے تو واضح طور پر لازم آئے گا کہ مسیح علیہ السلام بھی آسمان کی حرکت سے متحرک ہوں۔ پس انکا فوق اور اوپر ہونا متعین نہیں ہوگا۔ یا یوں کہئے کہ انکے لئے جہت فوق معین نہیں ٹھہریگا۔ بلکہ اس تقدیر پر مسیح علیہ السلام کا کبھی نیچے اور کبھی اوپر ہونا ثابت ہوگا۔ لہذا نزول بھی معین نہیں ہوگا۔ کیونکہ نزول فوق سے ہوتا ہے اور فوق ہی جب معین نہیں تو نزول کا کہاں ٹھکانا ہے نیز اس صورت میں مسیح علیہ السلام کا جب تک کہ آسمان پر ہیں عذاب میں اور اضطراب میں گرفتار ہونا لازم آئیگا۔

**الجواب:** واضح رہے کہ یہ استدلال موٹی اور سرسری نظر والوں کو جلدی جھپ لے گی۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے قابو زیادہ تر اسی قسم کے لوگ آئے ہیں لیکن جو نیک بخت ہر ایک بین ہیں۔ وہ ایسے استدلالات کو کوڑے سے بھی نہیں خریدتے۔

**تقریر الجواب:** کہ دراصل فوق کا اطلاق اس لمبے خط کے جو انسان کے سر کی طرف جس وقت کہ طبعی طور پر کھڑا ہو یا بیٹھا ہو کھینچا جائے۔ منتہی پر کیا جاتا ہے۔ وہ فلک الافلاک یعنی عرش کا طرف بالا ہے۔ رہا جہت (نیچے کی طرف) اس کا اطلاق اس خط کے منتہی پر ہوتا ہے کہ انسان کے پاؤں کے تلے سے کھینچا جائے اور وہی مرکز عالم ہے۔ یہ دو جہتیں کبھی متبدل نہیں ہوتی ہیں۔ لہذا حقیقی کہلاتی ہیں۔ فوق و تحت کا اطلاق ان اطراف پر جو کہ مرکز



عالم اور فلک الافلاک کی طرف بالا کے مابین ہیں کیا جاتا ہے۔ مگر یہ اطلاق اضافی کہلاتا ہے۔ ہر ایک ان متوسط اطراف میں سے فوقیہ و تحتیہ سے موصوف ہوتے ہیں۔ مثلاً کہہ دیں کہ آسمان دنیا کا سطح بالا فوقیہ ہے اور اسی آسمان کا وہ طرف جو نیچے کو ہے بہ نسبت مذکور کے تحت ہے۔ ماسوا اس کے جتنے نزدیک نزدیک اطراف ہیں وہ باقی افلاک کی نسبت تحت ہیں اس لئے یہ معین طرف ایک اعتبار (نیچے طرف کی نسبت) سے فوق اور دوسرے اعتبار (باقی افلاک کی نسبت) سے تحت ہوا حاصل کلام یہ ہے کہ جو دو طرف مرکز عالم اور فلک الافلاک کے مابین فرض کئے جاویں ان میں سے جو مرکز سے زیادہ تر قریب اور فلک الافلاک کی طرف بالا سے زیادہ تر بعید ہوگا وہ تحت ہے اور اس کے برعکس فوق ہے۔ حقیقی دو جہتیں ان کے برخلاف ہیں کیونکہ جو ان میں سے فوق کہلاتا ہے وہ ہرگز تحت نہیں بن سکتا اور جو تحت ہے وہ ہرگز فوق نہیں ہو سکتا وجہ یہ ہے کہ فلک الافلاک کا طرف اعلیٰ ہمیشہ اعلیٰ ہے اور مرکز عالم داعیہ مرکزی ہے نہ ان میں تغیر اور تبدل ہوتا ہے۔ پس بنا بریں کہا جاسکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام چونکہ دوسرے آسمان پر ہیں تو وہ بہ نسبت مرکز کے زیادہ تر بعید ہیں۔ زمین کے باشندوں کی نسبت فلک الافلاک سے طرف بالا سے زیادہ تر قریب ہیں۔ لہذا مسیح علیہ السلام زمین کے باشندوں سے فوق ہوں گے گوان کا متحرک ہونا آسمانوں کے متحرک ہونے سے تسلیم کر لیا جائے اب دیکھئے کہ جہت فوق معین ہوا بلکہ جب تک کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر ہیں تب تک باشندگان زمین سے فوق ہی کہلائیں گے۔ پھر جب کہ خداوند تعالیٰ ان کے نزول کا ارادہ فرمائے گا تو یوں ہوگا کہ مسیح علیہ السلام دوسرے آسمان کی طرف بالا پر سے حرکت کریں گے یہاں تک آفاقانان کا فلک الافلاک کے طرف بالا سے بہ نسبت سابق بعد بڑھتا جائے گا اور وہ بعد جو ان کو مرکز سے تھا کم ہوتا جائے گا یہاں تک کہ زمین کی سطح پر آئے پھر ہوں گے اور اسی کو نزول کہتے ہیں کیونکہ یہ بات معلومات سے ہے کہ فلک الافلاک کی طرف بالا یا اس

طرف پر سے جو مرکز سے نزدیک ہے۔ حرکت کرنے کو نزول کہتے ہیں جیسا کہ مرکز عالم سے فلک الافلاک کی طرف بالا کی طرف حرکت کرنے کا نام عروج ہے۔ پس آسمانوں کے استدرانت پر متحرک ہونے سے نزول کا غیر معین ہونا لازم نہیں آتا۔ نہ ان کا آسمانوں کے متحرک ہونے کی وجہ سے اضطراب و عذاب میں ہونا ضروری ہوا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ زمانہ حال کے ہیئت والے اور انگریزی ڈاکٹروں کا یہ مذہب ہے کہ آفتاب جو ستاروں کے درمیان ہے اور وہ اسکے گردا گرد پھرتے ہیں ان کی حرکت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ زمین کے گردا گرد نہیں پھرتے ہیں بلکہ زمین ہی ان کے گردا گرد پھرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ زمین بھی ان سیارات میں سے ایک سیارہ ہے۔ وہ سیارہ یہ ہیں۔ عطارد، زہرہ، زمین، مریخ، ہوسنہ۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ سریہ حرکت ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف دن بھر میں ہوتی ہے۔ زمین ہی کی حرکت ہے اس لئے ستارہ کبھی طالع کبھی چھپے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ زمین مغرب سے مشرق کی جانب حرکت کرتی ہے اور ستارہ ساکن ہوتے ہیں یا وہ بھی مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں لیکن زمین کی حرکت سے ان کی حرکت بہت ہی بطنی ہے۔ تو ہم ہر ساعت ان ستاروں کو دیکھتے ہیں جو ہماری نظروں سے مشرق میں اس سے پہلے غائب ہوتے تھے۔ ہماری نظروں سے وہ ستارہ جو ہم کو نظر آ رہا ہے تب مغرب میں ہماری نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اسی سبب ہم کو خیال آتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور ستارہ بھی حرکت سریہ مشرق سے مغرب کی طرف کرتے ہیں جیسا کہ کشتی دریائیں چلتی ہے اور پانی جس طرف کو متحرک ہوتا کشتی اس کے مخالف طرف کو جاتی ہے تو خیال کیا جاتا ہے کہ کشتی معبد اساکن ہے۔ یہ مذہب (یعنی زمین کا متحرک ہونا) گومردوہ ہے۔ مگر بات تو یہ ہے کہ جو لوگ اس مذہب کے پابند ہیں یا ان کی باتوں کو پسند کرتے ہیں انہوں نے کیا یہ نہیں سوچا تھا کہ اس طرح پر تمام باشندگان زمین



بتلائے عذاب ٹھہریں گے پھر اگر باشندگان زمین کو اس سے معذب ہونا لازم آتا ہے تو وہ کیوں اسی دلیل سے اس مذہب کو باطل نہیں سمجھتے۔ مہذا کسی ایک مسلمان نے اور کسی نہ کسی دوسرے فلسفی نے ان کے اس مذہب کو بہ ہمیں دلیل باطل کیا البتہ عوام الناس کو بگاڑنے کے لئے یہ آسان ہے۔ عقلند تو اس عذاب کی دلیل کو پسند نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ زمین کا متحرک ہونا یہ ایک مردود بات ہے سو اس کی وجہ اور ہیں نہ وجہ عذاب۔ وجہ اول کہ زمین میں طبعاً حرکت مستقیمہ کے میلان کا مبداء موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ مستقیمہ اور مستدیرہ آپس میں مغائر ہیں کیونکہ مستدیرہ تو وہ حرکت ہے جو کہ گولائی پر ہو۔ مستقیمہ وہ حرکت ہے کہ ایک سیدھے خط پر ہو اور یہ بات کہ اس میں میلان مستقیمہ ہو اسی سے ثابت ہے کہ جب ہم زمین کے اجزائے لیس اور ان کو پھینکیں تو وہ خط مستقیم پر ہی حرکت کرتے ہیں۔ لہذا زمین کا استدارت پر متحرک ہونا مسلم نہیں ہے۔ دوسری وجہ کہ اگر اس طرح پر وہ متحرک ہوتی تو چاہیئے تھا کہ جب جانور مغرب کی طرف دوڑتا ہو تو وہ مشرق کی طرف جاتا تو وہ منزل مقصود پر نہ پہنچتا۔ مگر بعد گزرنے دن اور رات کے اکثر حصہ کے گو جس جگہ سے اس نے سیر شروع کی تھی اس سے مقصود تک تھوڑی ہی مسافت ہو حالانکہ واقع میں اس کے برخلاف معاملہ ہے۔ تیسری وجہ کہ اس صورت میں چاہئے تھا کہ جتنے جانور زمین آسمان کے مابین ہیں ان کے بارے میں بھی خیال کیا جاتا کہ وہ مغرب کی طرف حرکت کر رہے ہیں خواہ وہ بالارادہ آپ ہی مشرق یا مغرب کی طرف متحرک ہوں اس لئے کہ زمین کی حرکت سریعہ مانی گئی۔ جانوروں کی حرکت بطی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور وجہ بھی ہیں جن سے کہ یہ مذہب باطل ہوتا ہے۔ مگر خوف طول اور خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے وہ مذکور نہیں ہوئے اور یہ بھی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں بھی زمین کا ساکن ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کو متحین ٹھوک دیں۔ تم کو متحرک نہ کرے۔ کس نے خدا کے سوا زمین کو

ساکن اور فرش بنایا۔ اور اس میں نہریں جاری کیں اس کے پہاڑوں کو میخوں کا قائم مقام بنایا۔ ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے لیکن اب تک جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے فلک الافلاک کے استدارت پر متحرک ہونا اور اس کی تحریک سے باقی آسمانوں کا متحرک ہونا مان کر بیان کیا ہے۔ اب ہم اس کے مطابق جواب دیتے ہیں کہ جو شرعاً ثابت ہے وہ یوں ہے کہ شرعاً فلک الافلاک وغیرہ ہرگز متحرک نہیں ہیں اس لئے کہ نہ قرآن سے ثابت ہے کہ عرش متحرک ہے اور نہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ بلکہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ عرش کے لئے پائے ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ متحرک نہیں ہے۔ اور اس سے وہ حدیث کہ جس میں آیا ہے کہ عرش خیمہ کی طرح قہ دار ہے۔ انکاری نہیں ہے۔ آچکا ہے کہ خداوند کا عرش بالفعل چار فرشتوں نے اٹھائے رکھا ہے۔ دیکھو کہ قرآن شریف میں ہے کہ قیامت کو اس کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ پس اب فلک الافلاک کا متحرک ہونا باوجود ان اخبار اور آیات کے کب ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہاں قرآن میں ستاروں کی حرکت کا بے شک ذکر ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ آفتاب چاند کو نہیں پکڑ سکتا اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے۔ ہر ایک کیا آفتاب اور کیا چاند اور دوسرے ستارہ آسمان میں سیر کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہر ایک ان میں سے ایک وقت معین تک سیر کرتا رہے گا۔ فرمایا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ان پانچ ستاروں کی جو پیچھے ہٹ جاتے، سیدھے چلنے اور غائب ہو جانے والے ہیں۔ اور وہ ستارے یہ ہیں۔ زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد۔ اگر مان بھی لیں کہ فلک الافلاک متحرک ہے لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کریں گے کہ باقی آسمان اس کی تحریک سے متحرک ہیں۔ اسلئے کہ یہ اس صورت میں لازم تھا۔ کہ اگر شرعاً آسمانوں کا ملاپ آپس میں ثابت ہوتا لیکن ملاپ تو ثابت نہیں ہے بلکہ شرعاً ثابت ہے کہ آسمان آپس میں دور دراز فاصلہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ احادیث وغیرہ کے دیکھنے سے ظاہر ہو

گا۔ نیز آسمانوں کی کرویہ بھی شرع سے ثابت نہیں ہے بلکہ شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمان دنیا کے مقابلہ پڑا ایسی ہے کہ جیسے کسی میدان میں حلقہ پڑا ہو اسی طرح آسمان دنیا دوسرے آسمان اور دوسرا تیسرے آسمان کی نسبت ہے۔ باقی علیٰ ہذا القیاس۔ سب آسمان کرسی کے اور کرسی معہ ماتحت کے فلک الافلاک کے سامنے اس حلقہ کی مانند ہے جو میدان میں پڑا ہو۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر آسمان کروی ہوتے تو یہ تمثیل صحیح نہ ہوتی۔ اس لئے ماننا پڑیگا کہ وہ کروی نہیں ہیں۔ پس جبکہ کرویہ نہ رہی تو خود حرکت مستدیرہ بھی جاتی رہی۔ کیونکہ مستدیرہ حرکت سے تو وہ وہی متحرک ہوتا ہے جو کروی ہولا غیر۔ جبکہ آسمانوں کے مابین اتصال ثابت نہ ہو تو اگر ہم فلک الافلاک کا متحرک ہونا مان بھی لیں گے تو اس کے متحرک ہونے سے اس کے ماتحت آسمانوں کا متحرک ہونا لازم نہیں آئے گا بلکہ تم جان چکے ہو کہ فلک الافلاک متحرک بھی نہیں۔ بنا براں جو کچھ کاویانی نے الزام کے طور پر استدلال عام خیالات کی تقلید سے پیش کیا تھا۔ ہرگز پیش ہونے کے قابل نہیں ہے اور سر بسر مردود ہے۔ ہماری ساری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ ہم ان کے استدلال پر گونا گوں پے در پے ترتیب وار اعتراضات وارد کرتے ہیں بایں طور کہ اولاً فلک الافلاک کا متحرک ہونا نہیں مانتے ہیں۔ اگر یہ مان لیتے تو پھر اس کا استدارت پر متحرک ہونا نہیں مسلم ہے۔ اس کو بھی اگر مان لیں تو پھر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کی تحریک سے باقی آسمان بھی متحرک ہیں۔ کیونکہ یہ بات آسمانوں کے آپس میں متصل ہونے پر موقوف ہے۔ لیکن وہ تو متصل ہی نہیں۔ پس اس کی تحریک سے ان کا متحرک ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ اگر ہم یہ سب کچھ تسلیم کریں۔ تو ہمارا یہ کہنا کہ نہ جہت الفوق اور نہ نزول متعین ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں صبح اللیل کا عذاب دائمی میں مبتلا ہونا لازم آیا ہے۔ غلط ہے۔ ان تینوں محذورات کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے دلیل طلب کرتے ہیں مگر دلیل کہاں یہ تو یوں ہی تقلقل ہے۔ ہم نے جو کچھ مفصل طور پر

بیان کیا ہے وہ معلوم ہو ہی گیا ہے۔ اس میں ناظرین خوب تامل کریں تاکہ کاویانی کی ہیئت کاویانی اور ہندسہ فہمی وغیرہ علوم کے حالات معلوم ہوں۔ ان کے مجددیہ و محدثیہ و مسخیت کے دعوے کی بناوٹ روشن ہو۔ کاویانی علماء اسلام پر اس طور پر بھی اعتراضات کرتا ہے کہ پرانے فلسفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی جسم کو طبقہ زمہریہ تک ہرگز رسائی نہیں۔ زمانہ حال کے فلسفہ نے بھی تحقیق یوں کر لیا ہے کہ وہ بعض پہاڑوں پر چڑھے وہاں پر جا کر معلوم کیا کہ ان کی چوٹیوں پر اس درجہ کی ہوا ہے کہ وہ انسانی جسم کو سلامت رہنے نہیں دیتی۔ بلکہ اتنی بلندی پر پہنچ کر ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا پس متقدمین اور متاخرین کے اتفاق سے ثابت ہوتا ہے کہ صبح اللیل ہرگز آسمان پر نہ چڑھے ہوں کیونکہ راستہ پر اس قدر سردی ہے کہ آدمی وہاں پر پہنچنے ہی مر جائے گا۔ لہذا آسمان تک صبح اللیل کی رسائی ہرگز متصور نہیں۔ پس جبکہ طبقہ زمہریہ تک پہنچنا ہی غیر ممکن ہے تو آسمان پر پہنچنا بھی غیر ممکن ٹھہرا اس لئے کہ جب معدی ممکن نہیں تو معدلہ کیسے ممکن ہوگا۔ (معد اس کو کہتے ہیں کہ جس کا عدم بعد الوجود متاخر کے لئے سبب ہو جیسے پہلا قدم دوسرے قدم کے لئے)۔

**الجواب:** یہ ساری تقریر ہی معترض کی گویا باطل کو زینت دینا ہے۔ تاجے کو سونے کا پانی چڑھا کر سونے کے بھاؤ پہنچا ہے۔ لیکن ایسی بناوٹ دانشمندوں سے کب پوشیدہ رہتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ طبقہ زمہریہ تک بدن انسانوں کا وصول ممکن ہے اور اس کا ممکن نہ ہونا ہرگز مسلم نہیں پس صبح اللیل کا آسمان پر چڑھنا بھی منتفع نہیں ہوا۔ رہی یہ بات کہ انسان کا وصول کیوں ناممکن نہیں۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ناممکن ہونا چند امور پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ طبقہ زمہریہ کے تمام اجزاء اس ضرر رسائی کی کیفیت میں برابر ہوں لیکن ہم اس برابری کو تسلیم نہیں کرتے اس کے لئے تو کوئی دلیل چاہئے بلکہ اگر اس بات کا لحاظ کریں کہ آفتاب کی محاذات کو غرضیات و عناصر کی طرف گونا گوں نسبتیں ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ طبقہ

زمہر یہ ہے کہ اجزا کی سردی برابر نہیں۔ دوم یہ کہ وہ سردی طبقہ زمہریر یہ کی ذات میں داخل ہو جیسے کہ ذاتیات ذات میں داخل ہوتے ہیں اس طرز پر کہ وہ سردی اسکے مرتبہ ذات سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ بھی مسلم نہیں کیونکہ اگر یہ سردی اسکے ذاتیات سے ہوتی تو چاہئے تھا کہ وہ کبھی شدت اور کبھی ضعف کے ساتھ موصوف نہ ہو حالانکہ وہ اس طرز پر موصوف ہوتی ہے۔ جب ایسی ہوتی تو ذاتی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذات و ذاتیات میں تشکیک نہیں لیکن طبقہ زمہریر یہ تو مشکل ہے کیونکہ مشکل ہونا یہی ہے۔ کبھی شدت اور کبھی ضعف سے موصوف ہو پر ظاہر ہے کہ وہ طبقہ کبھی ضعیف ہوتا ہے چنانچہ جب آفتاب طبقہ کی سمت پر ہو جیسا کہ دن میں اور کبھی وہ شدید البرد ہوتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ آفتاب اس کے ساتھ مسامت نہ رکھتا ہو جیسا کہ رات میں نیز اس میں تشکیک اس وجہ سے بھی ہے کہ گرمیوں اور جاڑے میں بلکہ جنوب اور شمال میں اس کے اجزا سردی میں برابر نہیں ہوتے۔ کیا جیسے کہ گرمیوں میں اس میں سردی ہوتی ہے ویسے ہی جاڑے میں ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ جاڑے میں شدید اور گرمیوں میں ضعیف ہوتی ہے۔ پس اس قسم کا اختلاف صریح طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کیفیت اس طبقہ کے ذاتیات میں سے نہیں ہے اسی پر اس کیفیت کا طبقہ مذکورہ کے لوازم سے ہونا سو یہ اس طرح پر ہوگا کہ اس کیفیت کا اصل اور نئس (یعنی بلا شدت و بلا ضعف) اس کو لازم ہو لیکن یہ ظاہر ہے کہ اصل برودت انسانی بدن سے منافات نہیں رکھتی اور نہ انسان کو جان سے مار دیتی ہے۔ یا کہو گے کہ نہیں ہم تو اصل برودت کو لازم نہیں کہتے بلکہ اسکے ایک خاص درجہ کو لازم سمجھتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرتبہ اور درجہ ابھی تک معین نہیں ہوا اور اگر ہم اس خاص درجہ کا ہونا بھی تسلیم کر لیں لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ کبھی اس طبقہ سے جدا نہیں ہوتا پھر لازم کہاں رہا۔ اچھا بھی لازم بھی مانا لیکن مستفسر ہے کہ وہ لازم عادی ہے یا عقلی۔ عقلی تو نہیں ہے۔ اجماعی عقلی کے تو

یہی معنی ہیں کہ اپنے لزوم کو کبھی جدا نہ ہو جیسا کہ دو کے واسطے جفت ہونا لازم ہے اور یہ زوجیت کا وصف اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ عادی لازم کا اپنے معروض سے جدا ہونا جائز ہے دیکھو سکر شراب کے لئے عادی لازم ہے اسی لئے اگر اس میں نمک یا سرکہ ڈال دیا جائے تو سکر زائل ہوگا۔ حرارت آگ کے واسطے عادی لازم ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آگ سے خطاب فرمایا کہ اے آگ! تو نیک سرد ہو ابراہیم علیہ السلام کے لئے پس وہ آگ سرد ہو گئی۔ چنانچہ اس کی خود حق سبحانہ خبر دیتے ہیں کہ پھر بھی ابراہیم علیہ السلام کو قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر ڈالو یا ان کو جلا دو۔ پس خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچالیا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حرارت جو ایک عادی لازم تھی وہ آگ سے جدا ہو گئی تھی کیوں نہ ہو اگر یہ لازم ہوتی تو چاہئے تھا کہ حرارت معدوم ہوتے ہی آگ بھی معدوم ہو جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ معتبر مورخین نے بیان کیا ہے کہ میلہ الکذاب نے ابی مسلم خولانی کے جلا دیئے کا حکم دیا تھا اس لئے قوم نے ان کو آتش سوزاں میں ڈال دیا۔ مگر وہ نہ جلے آگ سرد ہو گئی تھی۔ اب دیکھئے یہاں بھی حرارت آگ سے جدا ہو گئی تھی پس جبکہ آگ سے حرارت کو باوجودیکہ وہ آگ کی ذات کو عارض ہے۔ یہ نسبت ہے تو سردی کا بہ نسبت طبقہ زمہریر یہ کے جو ہوا کا ایک مرتبہ ہی باوجود اس کے کہ وہ بالعرض سرد ہے۔ کیا حال ہونا چاہئے کیا معلوم نہیں کہ عنصر ہوا بذاتہا گرم تر ہے دیکھو کتب طب۔ چونکہ سردی نہ اس کی ذاتی ہے نہ لازم عقلی تو اس کا اس سے جدا ہونا کیسے ناروا ٹھہرے گا۔ لہذا بروقت صعود صبح علیہ السلام کے سردی کا نابود ہونا جائز ہوا اس لئے کہ ممکن ہے کہ صعود کے وقت میں وہ چیزیں موجود ہو گئی ہوں جو سردی کی تیزی کو دور کر نیوالی ہیں۔ جیسے کہ غلیظ دھویں اور اس کے پاس ہی جل کر روشن ہوئے ہوں چنانچہ بسا اوقات وہی دھویں جل کر نيزوں کی شکل اور سینک والے حیوان وغیرہ کی میت میں دکھائی



دیتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ اتنے لمبے ہوں کہ وہ زمین سے متصل ہو جائیں بلکہ کبھی متصل بھی ہو ہی جاتے ہیں لیکن اس صورت میں اس کا نام حریق ہے اور کبھی زمین سے متصل نہیں ہوتے پس چونکہ ایسے اسباب کا جو سردی کی تیزی کو دور کر دیتے ہیں مہیا ہونا ممکن ہوا۔ تو مسیح علیہ السلام کا آسمان پر چڑھنا بھی ممکن ہوا شاید اب کہو گے کہ طبقہ زمہریہ سے اوپر ایک اور طبقہ ہے جو جانے والا ہے تو مسیح علیہ السلام اس سے بچ کر کس طرح آسمان پر چڑھ گئے۔ تو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ حرارت آگ کے لئے ایک عادی لازم ہے اس لئے اس کا کرہ نار سے جدا ہونا جائز ہے۔ گو یہ جدائی آتی ہو۔ برودت کے لازم عقلی یا ذاتی ہونے کو ہم تسلیم کر کے اور طرز پر بھی جواب دیتے ہیں وہ یوں ہے کہ طبقہ زمہریہ کے اثر کرنے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ انسان اس طبقہ میں اتنا زمانہ قرار پذیر ہو کہ وہ آپس میں اثر کر سکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آسمان پر انسان کے چڑھنے کے لئے اس طبقہ میں استقرار لازم نہیں۔ کیونکہ آسمان پر جانا بطور انتقال ذبی ہے یا حرکت سے اور یہ دونوں اس مسافت میں استقرار کو مستلزم نہیں ہیں پس بدن انسانی بھی اس مسافت میں صحت کی مزاحم کیفیت سے متاثر نہیں ہوگا۔ چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ دو امر جو بلا واسطہ آپس میں ضدیت رکھتے ہوں۔ باوجود اس کے کہ متضادین زیادہ اور جلدی ایک دوسرے سے اثر کو قبول کرتے ہیں۔ تاثر تب ہی ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں ضدیں کسی ایسے زمانہ میں مجتمع ہوں کہ اتنے زمانہ میں وہ ایک دوسرے میں تاثیر کر سکیں۔ تو بلاشبہ یہ بات مشکف ہو گئی کہ جن دو چیزوں میں تضاد بالذات نہیں۔ بلکہ بالجمع ہو تو ان کی تاثیر و تاثر کے لئے بھی ان کا آپس میں اتنے زمانہ میں مجتمع ہونا کہ اس میں اثر کر سکیں شرط ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ بدن مسیح علیہ السلام کی مزاج کو گو طبقہ کی ہوا مخالف تھی لیکن ان کے صعود کو چونکہ طبقہ میں استقرار ضروری نہیں تھا تو ان کا ضرر پذیر ہونا۔ (جس کے لئے استقرار شرط ہے) لازم نہیں آتا کیونکہ ضرر پذیر ہونے کی شرط لازمی نہیں ہے۔ لہذا

آپ کا آسمان پر چڑھنا ناممکن نہیں ٹھہرا خواہ فی الواقع آپ کا صعود ذبی طور پر ہو یا حرکت کے طور پر۔ نیز معد کا غیر ممکن ہونا لازم نہیں آیا۔ پس اب معد (صعود) کا غیر ممکن ہونا اس پر مفرغ نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ کادیانی کا زعم ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب تم آگ کے شعلہ کے بیچ میں سے سرعت اور جلدی سے اپنے ہاتھ کو پار کریں اور نکالیں تو تمہارا ہاتھ متضرر نہیں ہوگا۔ اس کو آگ کی حرارت اثر نہیں کرے گی۔ ایسا ہی اگر تم بہت سی آگ روشن کرو یہاں تک کہ وہ بخوبی مستعمل ہو تو اس کے بیچ میں سے اگر تیر کسی نشان پر ماریں گے اور چلائیں گے تو وہ تیر باوجود اس کے کہ لکڑی کا ہے نہیں جلے گا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ ہاتھ اس میں سے جلدی سے نکل گیا ہے اور اس میں قرار پذیر نہیں ہوا۔ متنبہ ہو جاؤ۔ سن لو کہ محض استقرار کی ممنوعیت کی تقدیر پر باوجود آنکہ برودت کا طبقہ زمہریہ کے لئے ذاتی اور لازمی عقلی ہونا اور سردی کا اس کے تمام اجزاء میں برابر ہونا مان لیا گیا۔ تو جواب دیا گیا ہے۔ پس خود ہی سمجھ لو کہ کادیانی کا اعتراض جن تمام امور پر موقوف ہے وہی سب کے سب جب مرتفع ہوں تو کہاں ٹھکانا ہوگا۔ آخر یہ تو معلومات سے ہے کہ جب موقوف علیہ ہی نا بود ہو تو موقوف بھی بالضرر معدوم ہونا چاہئے۔ کادیانی اپنے دعویٰ کے لئے اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ زمین پر ہی زندہ رہو گے اور وہیں مرجاؤ گے اور وہیں سے زندہ ہو کر محشور کئے جاؤ گے۔ اس کے استدلال کا طریقہ اور تہذیب یوں ہے کہ آیت میں جار و مجرد (فیہا، منہا) جو فعل (تَحْيَوْنَ، تَمُوتُونَ، تَخْرُجُونَ) کے ساتھ متعلق ہے مقدم کیا گیا ہے اور یہ تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے۔ اس لئے آیت کا معنی یہ ہوا کہ زندگی نہیں کسی ایک انسان کے لئے مگر زمین ہی پر نہ اور کہیں۔ پس اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہو گئے تو اس حصر کا باطل ہونا ضروری ٹھہرے گا۔ لہذا ہم مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے پر اور پھر اس آیت کے مضمون پر کیسے اذعان کر سکتے ہیں۔ لہذا ماننا پڑتا ہے کہ مسیح علیہ السلام زندہ



نہیں ہیں بلکہ مسیح علیہ السلام بھی ویسے ہی مر گئے ہیں جیسے کہ اور حضرات انبیاء علیہم السلام مر چکے ہیں ویسے ہی وہ بھی اور ان کی روح مرفوع ہوئی ہے نہ بحسد۔

**الجواب:** تقدیم کا افادہ حصر ہی میں منحصر نہیں ہے کیونکہ اس کا مقدم کر لینا دوسرے اعتراض کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے کہ قافیوں اور فاصلوں کی رعایت سے اور کبھی بیان کے اہتمام کے لئے بھی جارو مجرور کا تقدیم ہوتا ہے وغیرہ۔ پس آیت مذکورہ میں جو جارو مجرور کا تقدیم ہے فاصلوں کی موافقت کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا اس تقدیم کا صرف حصر کے واسطے ہی ہونا متعین نہیں ہوا۔ اگر مان بھی لیں کہ یہ تقدیم صرف حصر کے ہی واسطے ہے تو بریں تقدیر ہو سکتا ہے کہ یہ خطاب اکثر بنی آدم کے لئے ہونہ کل کے لئے اگر اسے باعتبار کل کے بھی لینگے تو ہم اسکے قائل ہیں کہ یہ اسی حیات سے خاص ہے جو عالم کون و فساد میں ہے۔ نہ یہ کہ اس سے مطلق حیات مراد ہے جس کے افراد سے سماوی زندگی بھی ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ انحصار مطلق حیات سے متعلق ہوتا تو چاہئے تھا کہ اس آیت کا مفہوم بہشتیوں اور دوزخیوں کی ابد الابد زندگی کے ساتھ منقوض ہو آخر یہ تو ظاہر ہے کہ وہ زندگی بھی مطلق زندگی میں مندرج ہے۔ نیز جبکہ ہم آیت سے عالم کون و فساد کی زندگی مراد رکھ لیں گے تو اس میں اکثر احوال کی بھی قید لگانی چاہئے ورنہ یہ بھی منقوض ہوگا۔ وہ یوں ہے کہ اسی عالم میں بعض احوال میں بعض انسان صرف زمین ہی کے اوپر تمام زندگی بسر نہیں کرتے بلکہ بعض کا ملین نے خرق عادت کے طور پر یہی کچھ حصہ زندگی کا اسی عالم میں طیران کی حالت میں بسر کیا ہے حالانکہ اس حالت میں وہ زمین پر نہیں تھے۔ لیکن ایسے لوگ چونکہ خرق عادات و کرامت کو نہیں مانتے ہیں تو ان کے لئے ان کی رائیوں کے موافق جمشیل دیئے۔ وہ یہ ہے کہ

۱۔ کون و فساد کا معنی یہ ہے کہ ایک صورت نوعیہ کو قبول کرنا اور پہلی کو چھوڑ دینا۔ چنانچہ پانی جبکہ ہوا بن جاتا ہے تو وہ صورت ہوائیہ کو چھوڑ کر صورت ہوائیہ کو قبول کر لیتا ہے۔ ۱۲ مترجم

بعض لوگ غبارہ پر بیٹھ کر بھوکے سیر کرتے ہیں چنانچہ ہمارے ہم زمانوں نے اس تماشا کو دیکھ لیا ہے۔ اب دیکھئے کہ ایسے جو میں حصہ عمر کا بسر کرتے ہیں نہ زمین پر پس اس سے ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ پر یقین کر لینے اور مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کے تسلیم کرنے میں کوئی منافات نہیں آتی چنانچہ تامل سے ظاہر ہے۔ کادیانی کی استدلال یہ بھی ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہوں اور وہی پھر اتریں گے تو یا تو نزول کے وقت وصف رسالت سے منزل ہوں گے حالانکہ یہ ان کی تحقیر اور ہتک ہے یا تو اس وصف کے ساتھ موصوف ہوتے ہی اتریں گے جیسے کہ رفع سے پیشتر رسول تھے لیکن قرآن میں ہمارے سید مولا حضرت رسول اکرم ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ ”نہیں ہیں آنحضرت (ﷺ) ہمارے مردوں میں سے کسی ایک کے باپ لیکن وہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں پیغمبروں کے خاتم ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی از سر نو مبعوث نہیں ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی از سر نو مبعوث نہیں ہوگا۔ پس جبکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں تو مسیح علیہ السلام نبوت کی حالت کیسے نازل ہو سکتے ہیں۔ پس یہ عقیدہ کہ مسیح نبی ہی ہوتے اتریں گے صاف طور پر اس آیت سے مخالف ہے۔ **الجواب** پہلے ہم اجمالاً انقض کریں گے بایں طور کہ ہمارے آنحضرت ﷺ کے بعد جتنے پیغمبر تھے وہ تمام عالم برزخ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد وصف نبوت سے موصوف تھے یا عالم آخرت میں موصوف ہو گئے یا نہ اگر کہہ دیئے کہ معزول ہیں یا معزول ہو گئے تو یہ صاف سب پیغمبروں کی ہتک ہے اور نہ یہ ان کی عالی شان سے مناسب ہے۔ پہلا ایسا کیونکر ہو سکتا عقائد میں یہ ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد الا انقال ہر گز اپنے مناصب سے معزول نہیں ہوتے بلکہ بعض نے صراحت لکھا ہے کہ جو شخص اس عزل کا قائل ہوگا وہ کافر ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ دونوں عالموں میں وصف رسالت و نبوت کے ساتھ موصوف ہوتے

ہیں۔ مگر یہ بات کا دیانی کی طرز پر آیت سے مخالف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک آیت سے ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد کسی نبی کو نبوت و رسالت کی صفت ثابت نہیں ہونی چاہئے۔ پس وہ پیغمبر عالم برزخ میں رسالت و نبوت سے کیسے موصوف ہو سکتے ہیں اور کیوں نہیں عالم آخرت میں ان سے عہدہ رسالت و نبوت کا چھینا گیا ہوگا۔ آخر وہ وقت بھی تو رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد ہی ہے پس جو کچھ کا دیانی جواب دیا وہی ہماری طرف سے بھی جواب ہے۔ ثانیاً ہم تفصیلی نقض پیش کریں گے۔ وہ یوں ہے کہ مسیح علیہ السلام جس وقت کہ وہ آسمان پر مستقر ہیں اور جس زمانہ میں اترینگے اسی طرح پر باقی انبیاء اللہ عالم برزخ میں اور آخرت میں بالضرور رسالت و نبوت کے ساتھ موصوف ہیں اور ہو گئے رہی یہ بات کہ یہ عقیدہ آیت (جس کا مضمون مختصر یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں) سے مخالف ہے سو ایسا نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ بعث آخر الانبیاء ہیں بایں معنی کہ وہ بعد ازاں کہ باقی انبیاء علیہم السلام نبوت دیئے گئے ہیں۔ نبوت عنایت کئے گئے اور آپ بقاء نبوت میں ان سے متاخر نہیں ہیں یعنی آپ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اور پیغمبروں سے پیغمبری چھینی گئی۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ۲ ان سے متاخر ہونے۔ ان پیغمبروں کی رسالت و نبوت باقی رہنے میں کچھ منافات نہیں ہے کیونکہ دو چیزوں کی بقاء میں معیت ایک کی بعد بیٹا۔ دوسرے کی حدوداً اولیت کی مغائر نہیں ہے۔

۱۔ شاید بعض لوگ یہ کہہ دیں کہ عالم برزخ اور آخرت مستثنیٰ ہے ہم ان کے جواب میں کہہ دیں گے کہ مسیح علیہ السلام بھی مستثنیٰ ہے اس سے حضرت مولانا صاحب مدظلہم کا یہ فرمودہ لما هو جواہکم فهو جواہد خوب ذہن نشین ہو گا۔ ۱۲ مترجم

۲۔ کا دیانی صاحب اس حدیث نے بھی جس کا یہ مضمون ہے کہ میرے بعد وہی نہیں اترے گی۔ دہوئی سحبت پر چست و چالاک۔ کیا ہے۔ مگر اس میں ہے کہ ان کو اتنے نریض و طویل دعوے کو ہوتے یہ معصوم نہیں ہوا کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابو احمد بنی کے بعض ابواب میں بیان کر چکے ہیں ۱۲ مترجم

دیکھو عمارت اور معمار۔ بیٹا۔ باپ اسلئے کہ عمارت معمار کے موجود ہونے کے بعد موجود ہوتی ہے۔ بیٹا، باپ کے موجود ہونے کے بعد موجود ہوتا ہے۔ معبد عمارت۔ معمار۔ بیٹا۔ باپ بقائیں معیت رکھتے ہیں۔ دوسری مثالیں بھی ہیں لیکن اتنی ہی مثالوں پر کفایت کی گئی۔ پھر اس کا دیانی نے اپنے اس اعتراض کو دوسرے مقام پر اپنی کتاب میں تائید کی ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر نزول کے لئے منتظر ہیں تو جس وقت اتریں گے تو اس وقت تو وہ عربی نہیں جانتے ہوں گے۔ لہذا علم القرآن کی طرف محتاج ہو گئے اور یہ تو ان کے لئے آسان نہیں ہے کیونکہ وہ عربی جانتے ہی نہیں اور کسی سے تعلیم پانا بھی ان کے واسطے مشکل ہے۔ اس وقت وہ سن شیوخت میں ہو گئے لہذا لازم ہوا کہ ان پر کوئی نئی کتاب انہی کی زبان میں نازل ہوتا کہ لوگوں کو تعلیم دیں اور نماز میں پڑھیں۔ لوگوں کو اپنی زبان میں ہی کلمہ توحید کی تعلیم دیں حالانکہ یہ دین اسلام کو گویا جڑ سے اکھاڑنا ہے ہم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سے تمسک کر کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم المضال والمضلل پڑھ کر اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ باطل ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کا دیانی کو یہ علم یقینی کہاں سے حاصل ہوا کہ مسیح علیہ السلام عربی نہیں جانتے۔ حالانکہ عربی اور عبرانی زبان آپس میں بہت موافق ہے۔ جیسے کہ پنجابی۔ اردو زبان ایک دوسرے سے بہت کچھ موافق ہے اب کہئے کہ پنجابی دان پر اردو کا جان لینا دشوار ہے ہرگز نہیں پس کا دیانی کا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام پر عربی کا علم دشوار ہے مردود ہے۔ کیا دیکھا نہیں ہوا ہے کہ جو لوگ مختلف زبانیں جانتے ہیں وہ انکے مضامین کو مختلف زبانوں میں ادا کر سکتے ہیں۔ اجماعی اپنے ہی آپ کی طرف خیال کیجئے کہ جو خود پنجابی ہے اور فارسی کو جانتا ہے پس یہ کس منہ سے کہہ دیا کہ مسیح علیہ السلام تعلیم عربی سے (خواہ تعلیم اللہ ہو یا تعلیم البشر سے۔ اسلئے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو ازل میں ہی دین محمدی ﷺ کا مجذوب بنا رکھا ہے۔) عاجز ہو گئے کیا وہ نبی عاجز ہو گئے کیا

وہ نبی عاجز ہوا اور کادیانی عاجز نہ ہوا۔ سبحان اللہ صبح اللہ پر یہ دشوار اور کادیانی کے لئے آسان۔ حالانکہ صبح اللہ وہ پیغمبر ہیں کہ جن کے حق میں قرآن شریف میں آیا ہے کہ صبح اللہ نے سن صبا میں یہ گفتگو کی کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی۔ اس نے مجھ کو نبی مبارک بنایا۔ اب دیکھئے کہ صبح اللہ کی یہ گفتگو سن صبا میں تھی اور کادیانی کہتے ہیں کہ جب اتریں گے (اور باتیں تو درکنار رہنے دو) تعلیم سے بھی عاجز ہوں گے۔ نفوذ باللہ منہ۔ اچھا مان لیا کہ مرفوع ہونے سے پہلے آپ عربی نہیں جانتے تھے لیکن کادیانی کو یہ یقین کہاں سے حاصل ہوا کہ صبح اللہ کو عالم ملکوت میں یہ علم نہیں دیا گیا۔ یہ بھی ماننا کہ ملکوت میں بھی ان کو یہ علم نہیں دیا گیا ہے۔ لیکن یہ خبر اسکو کہاں سے ملی ہے کہ علم عربی صبح اللہ کے لئے ممکن یا آسان نہیں۔ بھلے مانسوا دم اللہ کو کس نے تمام چیزوں کے نام سکھلائے تھے۔ ہمارے سردار محمد کو کس نے باوجود امی ہونے کے بے کنار دریائی علوم عنایت کیا تھا۔ جس نے ان کو عنایت کیا وہی صبح اللہ کو عنایت کرے گا۔ اجماع کادیانی کے کانوں کو اس خبر کی ہوا کی چوٹ نے نہیں کھڑکایا ہے کہ صاحب قوت قدسیہ کے سامنے نظریات بھی بدیہی ہو جاتے ہیں۔ یہ بات اہل معقول کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ پس کیسے صبح اللہ کا عربی کو جان لینا بعید سمجھا جائے اور وہ بعید نہیں سمجھا گیا۔ اگر اس کے بعید ہونے کو ہم تسلیم بھی کر لیں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ معانی قرآن کا سمجھنا۔ کلمات توحید یہ کے معانی کو ادا کرنا عربی کے بغیر دوسری زبان میں اسلام کو بدل ڈالنا ہے۔ احکام کو منسوخ کر دینا ہے۔ اذین اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا ہے جیسا کہ کادیانی کہتے ہیں اس لئے کہ اگر ایسا

۱۔ حدیث میں آیا ہے کہ صبح اللہ جزیرہ کو موقوف کر دے گا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ناخ دین محمدی ﷺ ہونگے جب یہ ہے کہ یہ حکم بھی دراصل احکام محمدیہ سے ہے۔ ہاں یہ تو ضرور ہے کہ یہ حکم اس زمانہ کے واسطے ہے کہ جب صبح اللہ اتریں گے چنانچہ ہم انوار محمدی کی بعض اہزاب میں بخوبی اس بات کا فیصلہ دے چکے ہیں ۱۲ مترجم

ہوتا تو لازم آتا کہ مسلمان اہل عرب کے سوا سب کے سب اسلام کو بدل ڈالنے والے ہوں۔ بلکہ خود کادیانی جو عقائد اور معانی قرآن۔ معانی کلمات توحید یہ کو اردو میں جیسے کہ اس کو پسند آتے ہیں ادا کرتے ہیں۔ نیز محرف اسلام ہوں اجماع کادیانی کی تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کی توحید ذاتی و صفاتی۔ جناب سید و مولا حضرت رسول کریم ﷺ کی رسالت اور اس پر جو آپ خدا سے احکام لائے ہیں ایمان رکھتا ہے۔ اس کو فارسی، کشمیری، اردو، پنجابی میں بیان کرتا ہو باوجود اس کے کہ اسی عقیدہ اور بیان پر مر بھی گیا ہو مسلمان نہ ہوا العیاذ باللہ۔ پس کیا یہ رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے عموم اور قرآن کی دعوت عامہ سے انکار نہیں ہوا۔ بلکہ انکار ہے حالانکہ وہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ پاک پروردگار وہ قادر مطلق ہے کہ اس نے اپنے خاص بندہ پر قرآن کو نازل فرمایا تاکہ وہ تمام عالموں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ نیز فرماتا ہے کہ ہم نے تجھ کو یا رسول اللہ ﷺ نہیں مبعوث فرمایا مگر تمام عالموں کے واسطے رحمت۔ نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام لوگوں کی طرف (خواہ عربی ہوں یا ترکی یا فارسی وغیرہ) نیز فرمایا کہ یا محمد ﷺ تم کہہ دو کہ میں تمہارے سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ کیا یہ معلوم نہیں جیسے کہ آپ کی خود پیغمبری سے انکار کرنا کفر ہے ویسے ہی آپ کی عموم نبوت سے منکر ہو جانا کفر ہے۔ کیونکہ جس طرح کہ اصل نبوت سے انکاری ہونا نصوص قطعیہ کو رد کرتا ہے اسی طرح عموم نبوت سے انکاری ہونا نصوص قطعیہ سے لڑائی اور مقابلہ ہے۔ کادیانی صبح اللہ کے آسمان پر زندہ نہ ہونے کے لئے یوں بھی استدلال کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبح اللہ نے بیان کیا کہ خداوند مزا سے نے مجھ کو نماز، زکوٰۃ کا جب تک کہ میں زندہ ہوں حکم دیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو اپنی والدہ سے نیکی کاندھ بنایا ہے۔ استدلال اس طرح پر کرتے ہیں کہ اگر صبح اللہ آسمان پر زندہ ہوتے تو بلاشبہ ادائے صلوٰۃ، زکوٰۃ، والدہ سے احسان کرنے کے ساتھ مامور ہونے چاہئے۔ حالانکہ آسمان پر ہوتے نہ تو زکوٰۃ



ادا ہو سکتی ہے اور نہ والدہ سے نیکی کر سکتے ہیں۔ پس حکم الہی کا خلاف لازم آئے گا۔

**الجواب:** یہاں پر زکوٰۃ مالی کی زکوٰۃ مراد نہیں ہے بلکہ طہارت جو اس کا حقیقی معنی مراد ہے نہ اور کچھ جیسا کہ اس آیت میں جس کا مضمون یہ ہے کہ جو پاک ہو وہ اپنے آپ کے لئے پاک ہوتا ہے۔ ان کے خدا نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اس کے بدلے ایسا دلدادے کہ پاکیزگی میں، صلہ رحمی میں بہتر ہو۔ نیز رسول کریم ﷺ نے ترش روئی کی جس وقت آپ کی خدمت میں نابینا حاضر ہوا کس چیز نے آپ کو یا رسول ﷺ جتلیا۔ شاید کہ وہ پاک ہو جاتا، یا نصیحت قبول کرتا پس اس کو نصیحت نفع دیتی۔ اس پر جو دولت مند ہوتا ہے آپ اس کی طرف ہی التفات کرتے ہیں۔ آپ اس کے ذمہ دار نہیں کہ اگر وہ پاک نہ ہو۔ بلاشبہ اس شخص نے خلاصی پائی کہ جس نے اپنے آپ کو پاک کیا ہے۔ قریب ہے کہ اس سے ہٹایا جائے گا۔ وہ شخص جو مالدار ہے مال کو خدا کی راہ میں اس لئے خرچ کرتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے وغیرہ۔ اب دیکھو ان آیات میں زکوٰۃ کا معنی بجز تزکیہ نفس کے اور کچھ نہیں ہے دیئے ہی مسیح علیہ السلام کو بھی تزکیہ نفس کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ہر جگہ ہو سکتا ہے۔ زمین پر ہو یا آسمان پر پھر کہیے کہ ان کے آسمان پر ہونے سے خلاف حکم الہی کیسا لازم آیا۔ چنانچہ ظاہر ہے گوان لوگوں پر جو مبتدعین اور فاجرین کی طرح بصارت نہیں رکھتے ہیں۔ پوشیدہ ہو رہی ہے یہ بات کہ مسیح علیہ السلام کو گواہ آسمان پر ہی مستقر مان لئے جائیں۔ والدہ سے احسان نہیں کر سکتے اور انہیں خلاف حکم الہی لازم آتا ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ اس صورت میں۔

۱۔ حضرت معنف علام ادام اللہ فیوضہم کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بے ہودہ اعتراض کا اور بھی جواب ہے وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ مالی جب ہی فرض ہوتی ہے کہ مالک نصاب بھی ہو پس چونکہ اہل اسلام اس کے کہ مسیح علیہ السلام تجارت یا خوراک کے لئے مال آسمان پر لیں گے۔ قائل نہیں ہیں اور نہ یہ ثابت ہے لہذا مسیح علیہ السلام پر آسمان پر زکوٰۃ بھی فرض نہیں ہے۔ ۱۳ مترجم

لازم آتا کہ اگر بڑا صلوة پر جو اوصافی سے متعلق ہے۔ معطوف ہوتا۔ کیونکہ اس تقدیر پر یہ معنی ہوتا کہ مجھ کو خداوند تعالیٰ نے نماز کا اور والدہ سے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب تک کہ میں زندہ رہوں لیکن بڑا تو اس مجرور پر معطوف ہی نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس پر معطوف ہوتا تو برا منصوب نہ ہوتا۔ بلکہ مجرور ہوتا اور بڑا پڑھا جاتا نیز بڑا کی باکو زبردی جاتی نہ زبردی بڑا ہوتا تو اس کا معنی خالی نیکی ہوگا۔ نہ نیکی کنندہ کیونکہ نیکی کنندہ تو بڑا کا معنی ہے۔ پس چاہئے تھا کہ بڑا پڑھا جاتا نہ بڑا۔ ورنہ لازم آئے گا۔ مامور بہ مسیح علیہ السلام ہوں کہ جن کے ساتھ بڑا قائم ہے جیسا کہ نماز، زکوٰۃ مامور بہا ہیں۔ حالانکہ مامور بہ فعل ہوتا ہے نہ ذات اس لئے کہ ذات کا مامور بہا ہونا صریح باطل ہے۔ پھر کہئے کہ قرآن شریف میں بڑا (نصب باورا) قدیم الایام سے کیوں لکھا چلا آیا ہے۔ کیوں ہمیشہ بڑا پڑھا جاتا ہے۔ پس قراء کا اجماع بڑا ہی پر اس کے صلوة پر معطوف ہونے سے انکاری ہے ہاں اگر بڑا کو باوجودیکہ منصوب الراولباء ہے مجرور پر معطوف سمجھیں گے تو اس میں یہ قباحہ ہے کہ اعتراض سابق کے دور کرنے کے لئے صفت مشبہ بمعنی مصدر لینا پڑے گا۔ ہاں طور کہ بڑا جو بمعنی نیکی کنندہ اور صفت مشبہ ہے (جیسا حسن) اس کا معنی بڑا ہے۔ یعنی نیکی۔ حالانکہ یہ ایسی بناوٹ ہے کہ اس کا داعی بھی موجود نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ بڑا کو نہیا پر معطوف کر کے اصلی معنی (نیکی کرنے والا) میں مستعمل کرنا جائز ہے۔ اب کون سی ضرورت درپیش ہے جس کے لئے وہ چھوڑا جائے۔ جاننا چاہئے کہ جب ہم بڑا کو نہیا پر عطف کریں چنانچہ قرآن میں بھی ایسا ہی ہے۔ تو جعنی کے دو مفعول ٹھہرے۔ ایک نہیا و سر ابرا اور یہ عطف مفرد کے مفرد پر عطف کرنے کے طرز پر ہوگا۔ اور اگر بڑا سے پہلے بھی 'جعلنی' مقدر مانا جائے اور یہ 'جعلنی' پہلے صریح 'جعلنی' پر معطوف کر دیں تو یہ عطف جملہ کے جملہ پر عطف کر دینے کے طریق پر ہوا۔ پوری آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خدا کا خاص بندہ



ہوں۔ اس نے مجھ کو انجیل عنایت فرمائی ہے۔ مجھ کو نبی مبارک کہیں پر رہوں بنایا۔ اس نے مجھ کو نماز۔ زکوٰۃ کا جب تک کہ زندہ رہوں حکم دیا ہے۔ اور اس نے مجھ کو اپنی والدہ پر نیکی کنندہ بنایا ہے۔ پس وہ توجیہ جو ہم بیان کر آئے ہیں تکلف اعتراض سے بری ہے اور اس توجیہ پر بنا کر کے مسیح علیہ السلام کا آسمان پر ہوتے ہوئے بھی اپنی والدہ سے نیکی کرنے کے ساتھ مامور ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ بریں تقدیر مامت حیا (جب تک کہ زندہ ہوں) کی قید اگر ہے تو صلوٰۃ۔ زکوٰۃ کی فرضیت کے واسطے ہے۔ نہ برا کے لئے۔ اگر ہم کا دیانی کی توجیہ کو ہی مان لیں گے۔ اعتراض تکلف مذکورین سے قطع نظر کر لیں تو پھر اس بات کو کہ مسیح علیہ السلام کا آسمان پر ہوتے والدہ سے ہار ہونا متصور تسلیم نہیں کریں گے۔ کیونکہ احسان جیسا کہ نیکی کنندہ اور نیکی کردہ شدہ کی حیات میں متصور ہے۔ ویسے ہی جس زمانہ میں نیکی کا مستحق مر گیا ہو۔ اس پر احسان کرنا متصور ہے۔ کیا اس کے لئے استغفار اور دعائے ترقی درجات اور ثواب پہنچانا احسان نہیں بیشک احسان ہے لیکن یہ تو آسمان پر ہوتے بھی خواہ مستحق زندہ ہو یا مردہ۔ متصور ہے۔ لہذا کا دیانیوں کا یہ حکم بالجزم کہ آسمان پر ہوتے احسان متصور نہیں۔ کیسا ہی محل ہے۔ خلاصہ کلام کہ مسیح علیہ السلام خدا کے رسول اب تک زندہ ہیں اور

۱۔ حضرت مصنف مرشد الکمل کی تقریر سے مترشح ہوتا ہے کہ عادت حیا نبیا مبارکاً کے لئے بھی قید نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آجیگا کہ مسیح علیہ السلام بعد الموت نہ ہی ہوں اور نہ مبارک العیاذ باللہ۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر مامت حیا برا کی قید بھی مان لیں تو حاضر ہونا خاص خدمت کے لئے شرط ہے دیکھو مسیح علیہ السلام یا اور کوئی خدمت خاصہ کے ساتھ حیا ہی مامور ہے کہ جب کہ حاضر خدمت ہو۔ اس لئے اگر بیاسف میں اور الدین یا ایک ان میں سے عقیم ہو تو خاص خدمت اسی ضروری سفر میں فرض نہیں ہو سکتی ورنہ چاہئے تھا کہ مسیح علیہ السلام جس حالت میں تبلیغ کے لئے مسافر اور والدہ سے جدا ہوتے تھے اس خاص خدمت کی ترک سے گنہگار ہوتے۔ نعوذ باللہ منہ یا تو ثابت کر دیں کہ مسیح علیہ السلام والدہ سے کہیں بھی زمین پر ہوتے جدا نہیں ہوئے تو تاہم کچھ بن چکے گا۔ لیکن اس کا ثبوت کہاں ہے۔ ۱۲ مترجم

آسمان پر بحمدہ موجود ہیں سبب یہ ہے کہ یہی بات قرآن شریف (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) اور احادیث میں اور اتفاق امت سے ثابت بھی ہے۔ آیات توبہ ہیں "ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ۔ ما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ۔ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ" اب رہا ان کا ترجمہ سو وہ مذکور ہو چکا ہے۔ نیز استدلال کا طریقہ ہم بیان کر آئے ہیں مگر اب اور ہی ایک استدلال پیش کریں گے کہ جس سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوگا وہ یوں ہے کہ خداوند عز و سر فرماتا ہے کہ بلاشبہ ان لوگوں نے کفر کیا ہے کہ جنہوں نے کہہ دیا ہے کہ خدا وہی مسیح علیہ السلام ہے کیا اگر خداوند تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے مار ڈالنے۔ ہلاک کر دینے کا ارادہ کرے گا۔ بی بی مریم رضی اللہ عنہا تمام باشندگان زمین کا تو کون اپنے آپ پر مختار ہے۔ کون اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ پس جبکہ مسیح علیہ السلام وغیرہ میں ہلاکت کی دفعیہ کی قدرت نہیں اور نہ خود مختار ہیں تو وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں یہ آیت مسیح علیہ السلام کی حیات پر یوں دلالت کرتی ہے کہ ان کا لفظ جو ارادہ پر داخل ہوا ہے حروف شرط سے ہے اور وہ جزا کے مستقبل میں وقوع کے لئے موضوع ہے اس سبب سے کہ شرط مستقبل میں واقع ہے۔ ظاہر ہے کہ شرط اہلاک مسیح علیہ السلام کا ارادہ ہے۔ جزا ہلاکت کے دفعیہ پر غیر اللہ کا قادر نہ ہونا۔ گویا جزا فمن یملک کا مدلول التزامی ہے۔ مدلول التزاما اس لئے ہے کہ یہ استفہام انکاری ہے۔ اور وہ قائم نشی کے ہوتا ہے۔ بر تقدیر اس کے کہ خداوند تعالیٰ کسی کے اہلاک کا ارادہ کرے۔ غیر اللہ سے ملک کا منتفی اور نابود ہونا بالضرور اس کو چاہتا ہے کہ کوئی ایک بھی ماسوی اللہ اہلاک کے دفعیہ پر قادر نہ ہو۔ اور یہی جزا ہے۔ لہذا واجب ہوا کہ شرط۔ جزا (یعنی اہلاک کا ارادہ۔ غیر اللہ سے قدرت کا منتفی ہونے) کا مستقبل میں موجود ہو جانا متوقع اور ماسول ہو۔ ورنہ لفظ ان کے وضع سے مخالفت ہوگی۔ حالانکہ یہ باطل ہے لیکن ان دونوں کے زمانہ مستقبل

میں متوقع الوجود ہونے سے لازم آتا ہے کہ یہ آیت جبکہ رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو مسیح علیہ السلام بھی اس وقت زندہ ہوں کیونکہ اگر فرض کر لیں کہ مسیح علیہ السلام اس زمانہ میں زندہ نہیں تھے بلکہ رسول کریم ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی مر گئے ہوئے تھے تو اس تقدیر پر ہلاک شدہ کے اہلاک کا ارادہ متوقع ٹھہریگا اور یہ باطل ہے۔ اسی یہ تو ایسا ہوا کہ کہا جائے کہ خداوند تعالیٰ موجود کو موجود کرے گا یا نابود کو نابود کرے گا حالانکہ یہ تحصیل حاصل ہے اور وہ محال ہے۔

**سوال:** اس آیت میں اس حالت سے کہ مسیح علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان زمین پر زندہ تھے۔ حکایت ہے لہذا اس آیت سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

**الجواب:** اولاً کہ ان دراصل مفید استقبال ہے تو یہ تمہارا قول مخالف اصل اور وضع ہوا جو باطل ہے۔ دوم اصلی کے معنی چھوڑ دینا تب ہی جائز ہوتا ہے کہ کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو۔ اور وہ بھی موجود نہیں ہے۔ پس یہ مجاز کو سوائے ضرورت مراد رکھ لینا ہے حالانکہ یہ بھی باطل ہے۔

**سوال:** جائز ہے اِنْ بمعنی لَوْ ہو۔ جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ شرط چونکہ ماضی میں نابود ہے تو جزا بھی نابود ہے۔

**الجواب:** اس میں بھی خلاف وضع، مجاز کا اختیار کرنا، بلا قرینہ لازم آتا ہے۔ لہذا یہ بھی باطل ہے شاید اب یہ کہو گے کہ چونکہ اس آیت میں بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مارنے کا بھی ذکر ہے اور وہ بزمانہ ماضی مرچکی ہیں تو یہی اس بات کا قرینہ ہے کہ آیت حالت حیات سے حکایت ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ صریحاً اس کا مسیح بن مریم علیہ السلام پر معطوف ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اگر ایسا ہوتا تو حالت مذکور سے حکایت ہو سکتی تھی یا بمعنی لَوْ لینے کا قرینہ بن سکتا تھا۔ لیکن ایسا تو نہیں ہے اس لئے یہ حمل یا استعمال صحیح نہیں ٹھہرا۔ وجہ یہ ہے کہ جائز

ہے کہ اُمّہ (مسیح علیہ السلام کی والدہ) فعل مقدر کا مفعول ہو۔ یہ وہ فعل مساوی (برابر ہے) اور اسے جملہ حالیہ کہتے ہیں۔ پس آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ خداوند تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے مارنے، ہلاک کر دینے پر در حالیکہ مسیح علیہ السلام اپنی والدہ اور تمام باشندگان زمین کے ساتھ خدا نہ ہونے میں مساوی اور برابر ہے۔ قادر ہے پس جیسے کہ خداوند تعالیٰ مریم وغیرہ کے اہلاک پر قادر ہے۔ ویسے ہی مسیح علیہ السلام کے اہلاک پر قدرت رکھتا ہے۔ مساوات اس واسطے ہے کہ نہ مسیح علیہ السلام اور نہ مریم علیہا السلام وغیرہ خدا ہیں بلکہ قابلِ تربیہ ہے کہ اُمّہ کو یا وہی کا مفعول سمجھیں۔ اور آیت کا معنی وہی ہے جو ہم بیان کرتے ہیں سبب یہ ہے کہ اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ جو لوگ مسیح علیہ السلام کو خدا بتلاتے ہیں ان کی تردید ہو۔ اور تو کچھ مقصود نہیں لیکن یہ مطلب جب ہی اس آیت سے حاصل ہوگا کہ مسیح علیہ السلام کو مریم علیہا السلام وغیرہ سے خدا نہ ہونے میں مساوات ہو۔ اب چونکہ یہ مطلب ایسی تقریر پر موقوف ہے جو کہ ہم بیان کرتے ہیں تو اسی تفسیر کو قبول کرنا واجب ہوا پھر معہذا کیسا اُمّہ کا معطوف و قرینہ ہونا صحیح ہوگا۔ بنا براں اس آیت سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوا۔ نیز اگر اِنْ کو بمعنی لَوْ لیں گے تو ہمارے مفید مطلب ہے وجہ یہ ہے کہ گو ہم اعتراض سابق سے قطع نظر بھی کر کے اِنْ کو بمعنی لَوْ لیں گے تو آیت کا یہ معنی ہوگا کہ خدا نے زمانہ ماضی میں مسیح علیہ السلام کے اہلاک کا ارادہ نہیں کیا۔ پس اس سے صاف لازم آتا ہے کہ مسیح علیہ السلام مرے بھی نہیں ہیں۔ آخر جب خداوند تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو ہلاک کر دینے کا زمانہ گزشتہ میں ارادہ ہی نہیں کیا تو مسیح علیہ السلام کیسے مرے۔ لہذا اس توجیہ سے بھی ہمارا یہی مطلب ثابت ہوا اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر ان حقیقی اور وضعی معنی مراد لیں گے تو دلیل مخرج ہے مگر پھر ہمارا مقصود حاصل ہے۔ قادیانیوں کا نہیں۔ اگر اِنْ سے لَوْ کا معنی لیں گے تو اس تقدیر پر بھی ہمارا یہی دعویٰ ثابت ہے نہ قادیانیوں کا۔ غرض کہ بہر تقدیر آیت ہمارے لئے حجت ہے۔ ان کے لئے نہیں چنانچہ یہ بات ادنیٰ اعتقائد

پر بھی روشن ہے اب امت محمدیہ ﷺ کا اجماع لو۔ اجماع سے بھی ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔ اگر یہ بات اجماعی نہیں ہے تو پھر کیوں زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اب تک مسیح علیہ السلام کی وفات شرعی کتابوں میں منقول نہیں ہے۔ اجماعی اگر کسی صحابی یا کسی تابعین یا تبع تابعین یا دوسرے اکابر امت کا یہ اعتقاد کہ مسیح علیہ السلام مر چکا اور زندہ نہیں ہے ہوتا تو ناقلمین اس عقیدہ کو کتابوں میں کیوں نہ نقل کرتے اور اگر یہ کسی کا مذہب ہوتا تو ناقلمین بیک زبان اجماعاً کیوں لکھتے کہ مسیح علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا متفق علیہ اور اجماعی ہے۔ ہاں ایوں بھی کہنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انی متوفیک کا الی مصیبتک (میں تیرا مارنے والا ہوں) معنی کرتے ہیں کا دیاہوں کے لئے مفید مطلب نہیں کیونکہ یہ تفسیر بالتصريح مسیح علیہ السلام کے زمانہ گزشتہ میں مرجانے پر دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ مصیبتک اسم فاعل ہے نہ کہ فعل اور اسم کو ماضی یا غیر ماضی زمانہ سے خصوصیت نہیں ہے جیسا کہ اسم کی

۱۔ کا دیاہی جی اس کو زمانہ اجماع کہتے ہیں اس کی سند پیش کرتے ہیں۔ کہ وہب کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر گئے سو واضح ہو کہ یہ شخص دھوکا ہے کیونکہ وہب یہ کہہ کر کہ مسیح علیہ السلام اتنی مدت اموات میں داخل ہوئے ساتھ ہی کہتے کہ وہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گئے۔ اب کہتے کہ وہب کس طرح اجماع سے مخالف ہوئے بلکہ وہ بھی اس بات کے قائل ہوئے کہ مسیح علیہ السلام اب تک زندہ ہے پس اجماع کو مانہ نہیں بلکہ فہم ہی کو مانہ ہے۔ ۲۔ مترجم

ع۔ حضرت مصنف علامہ رحمہ اللہ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ چنانچہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہو کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تجھ کو اسے مسیح علیہ السلام بعد از رفع قیامت بعد از نزول باروں گا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی حق ہے کیا دیکھتے نہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مسیح علیہ السلام کے اب تک زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ دیکھو ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کی طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح السند روایت کی ہے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مسیح علیہ السلام کے تا قریب قیامت زندہ ہونے کے قائل ہیں جس کو تفصیل کا شوق ہو وہ تحقیق کرے۔ اب اگر مصیبتک سے وہی نہ سمجھا جاوے کہ جس کی طرف حضرت مصنف نے ارشاد فرمائی ہو تو جی کہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال میں تاقص نہیں ہوگا۔ ہاں ضرور ہوگا۔ مترجم جی نہ نہ نہ

تعریف سے ظاہر ہے نیز یہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ جس کو امام نسائی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جب مسیح علیہ السلام کے مرفوع کرنے کا ارادہ فرمایا تو مسیح علیہ السلام ایک مکان میں تشریف لائے اس موقع پر اس مکان میں اور بھی بارہ شخص تھے اس وقت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ ایمان کے بعد کافر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی اس بات کو قبول کرے کہ اس کی شکل گویا میری شکل کی مانند ہو جائے اور میرے بدلہ صلیب پر چڑھا دیا جائے تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص نے جو جوان تھا اس بات کو قبول کیا غرضیکہ مسیح علیہ السلام نے اسے تین بار بٹھایا اور تین ہی بار رو یا فت فرمایا اور اس نے ہر دفعہ قبول کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اس کے بعد آسمان پر چڑھایا گیا اور اس شخص کو یہودیوں نے اس گمان سے کہ مسیح علیہ السلام یہی ہے صلیب پر چڑھا کر مار دیا۔ اب دیکھئے کہ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مسیح علیہ السلام کے بحمدہ مرفوع ہونے کے قائل ہیں۔ اب رہی یہ کہ اس سو جس کی خواہش ہو کر تاجائے منع کون کرتا ہے۔

**سوال:** حضرت وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کچھ عرصہ مر گئے تھے۔ پس اجماع کہاں ثابت ہوا۔

**جواب:** اولاً کہ یہ قول سند ابیان نہیں کیا گیا۔ دوم اگر مان بھی لیں کہ یہ قول مستند ہے تو جائز ہے کہ یہ اہل کتاب سے لیا گیا ہو چنانچہ یہی مؤید ہوتا ہے اس سے کہ محمد بن اسحاق اور بیضاوی اور صاحب دجیز نے اس قول کو نصاریٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہو دجیز میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اب تک زندہ ہونے کے بارے میں اجماع ہے۔ حافظ ابن قیم اور فاضل لکھنوی نقل بیان کرتے ہیں کہ کل مسلمانوں کا مسیح علیہ السلام کے زندہ

ہونے پر اتفاق ہے۔ لہذا وہب رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کے واسطے اور کوئی محمل ماسوا اس کے جوہم بیان کر آئے ہیں نہیں ہے۔ اے ناظرین اگر آپ کا دیانی کے رسائل کو غور سے دیکھیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ کا دیانی کے پاس نہ تو شرعی اور نہ عقلی دلیل ہے۔ صرف یہی دیکھیں گے کہ اس کی دلیل بجز اس کے کہ یہ خلاف عادت ہے یا بعید ہے اور کچھ نہیں۔ یہی اس کا بھاری تمسک ہے لیکن یہ داب ان لوگوں کا ہے کہ جن کو علم نہیں ہے یہ ایسا ہے کہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں کفار بوسیدہ ہڈیوں کے زندہ ہونے کو (قیامت کو) بعید اور محال جانتے تھے چنانچہ خداوند تعالیٰ اس کی قرآن میں خبر دیتے ہیں کہ انسان نہیں سوچتا ہے کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے اب وہ ظاہر جھگڑا لو بن گیا ہے اور وہ مثال بیان کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ہے۔ یہ انسان کہتا ہے کہ خدا عز و جل قیامت کو بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے پیدا کریگا یعنی کافروں کا اس کو بعید سمجھنا بالکل باطل ہے کیونکہ جس حالت میں کہ انسان کو مٹی سے پیدا کرتا ہے تو وہ ہڈیوں کو زندہ کیوں نہیں کر سکتا ہے۔ ہڈی تو از کردہ مٹی انسانیہ کی طرف اقرب ہے۔ اسی طرح پر کافروں کے استبعاد سے قرآن شریف میں یوں خبر دی گئی ہے کہ کافروں نے کہا ہے کہ معبود کا ایک ہی ہونا عجیب ہے غرض کہ اسی طرح پر قرآن شریف میں کافروں کے استبعادات بیان فرمائے گئے ہیں مگر خوف طول سے تھوڑی ہے پر بس کی گئی۔ **فائدہ** کا دیانیوں اور نیچر پسندوں نے دراصل محال اس کو بھی سمجھ لیا ہے جو نادر الوقوع ہو نیز اس کو جو ان کی عقل سے بعید ہو۔ مگر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ ذہیل وصال تو پنجاب سے فرانس تک عریض و طویل رکھتے ہیں۔ اپنی عالیٰ فہمی پر تو اتنے نازاں ہیں کہ علماء و فضلاء اسلام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ محال کس چیز کا نام ہے۔ بھلے مانس یہ امتیاز نہیں رکھتے کہ محال اور ہے اور نادر الوقوع اور ہے۔ رہی عقل سوا اگر ان کی عقل سے بعید ہے تو اہل اسلام کی عقل کے نزدیک ایسے امورات کا خداوند تعالیٰ سے ظہور

بالکل آسان ہے اور وہ قادر مطلق ہرگز ایسے امورات کے پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہے گو ان کی عقل اسے عاجز سمجھ رکھے۔ نیز انسان کی عقل کیا غلطی سے مبرا ہے تو پھر وہ کیوں اپنی عقلوں پر بھروسہ کر کے نقول قطعیہ کو تاویلات رکیکہ سے مطابق عقل بنانا چاہتے ہیں۔ کیا ایک امر یقینی کو غیر یقینی پر محمول کرنا داب دانش مندی ہے۔ انتہا حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اس کتاب کے لکھنے سے جو لوگوں کے لئے نافع ہے۔ ۱۳۱۱ ہجری میں ہم فارغ ہوئے۔ اب ناظرین سے التماس ہے اپنے خاص وقتوں میں ہم کو دعائے حسن خاتمہ و امثالہ سے یاد کرتے رہیں اسی کلام سے اس کتاب کا اختتام بھی ہوا۔ خداوند تعالیٰ ہی پر بھروسہ ہے۔ آخری ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ تمام حمد خاص خداوند تعالیٰ کو ثابت ہیں خداوند اپنے حبیب ﷺ بہترین خلق اور ان کی قوم، اولاد، یار و غیرہ پر رحمت نازل فرمائے۔



قاری اہلسنت حضرت علامہ  
مولانا مفتی قاضی فضل احمد نقشبندی  
فجڑی لدھیانوی خطی جہانگیر

○ حالاتِ زندگی

○ رذقادیات

## حالات زندگی

فاضل اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی فضل احمد نقشبندی حنفی لودھیانوی رحمۃ اللہ علیہ راجپوت کے ایک ممتاز عالم دین تھے۔ شاہ پور ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے، حصول علم کے بعد محکمہ پولیس میں بطور کورٹ انسپکٹر مقرر ہوئے، ۱۸۹۶ء میں گورداسپور سے لودھیانہ آئے اور اسی کو آپ نے اپنا وطن غائبی بنایا، یہیں شادی و قیام رہا، ساری زندگی قاریوں، غیر مقلدوں اور وہابیوں سے معرکہ آرائی رہی۔  
(تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے)

## تصانیف

۱. "انوار آفتاب صداقت" (سن تصنیف ۱۳۳۷ھ)
- رد و ہایہ، "اسمعیلیہ دیوبندیہ" (مبسوط)
۲. "میزان الحق" (سن تصنیف 1892ء)
۳. "مفید النساء" (1884ء)
۴. "گفتگو جمعہ" (1892ء)
۵. "فضل الوحید فی اثبات التوحید" رد و ہایہ
۶. "ازالة الريب عن مبحث علم القیاب" (روئے)
۷. "الامامة بالعمامة، والصلوة بالمروحة" (۱۳۳۹ھ)
۸. "الدرا المکنون فی دعا دفع الطاعون" (۱۳۳۱ھ)
۹. "عہدہ پولیس کی ملازمت سنت و حلال ہے" (۱۳۳۰ھ)

۱۰۔ "احتجاج الہدایت" رد شیعہ (۱۳۴۱ھ)

۱۱۔ "خالص حمیت الاسلام" رد دہلیہ (۱۳۴۲ھ)

۱۲۔ "اطلاع حالات و اہیہ فرقہ گاندھویہ و اہیہ" (۱۳۴۳ھ)

۱۳۔ "آہ صیدۃ ابن سعود نجدی ظالم" (۱۳۴۳ھ)

### اقتباسات

۱۔ "انوار آفتاب صداقت": قاضی علیہ الرحمہ اس کتاب کا آغاز یوں کرتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّدُنَّہِ الْبَعْدُ وَالْاٰہِ  
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ عَرَضَ کَرَامَہٗ خَاسِرَ ذُرِّہٖ بِمَقْدَارِ اِحْتِرَافِہٖ  
الْعَرَفِ قَاضِی فُضَّل اَحْمَد عَلٰی اللہ تَعَالٰی مَدَنی حَقِّی تَعْلِیْقِ مَجْدِی صَادِقِ کَوْنِ اَسْکِنَہٗ یَوْلِسَ بَشَرِہٖ  
لَوْدِہِیَانِہٖ کَے عَرَصَہٗ تَحْمِیْنِ اَدُوْسَالِ کَاہُو اَہٗہٗ دِیُوْبِنْدِیہٗ لَوْدِہِیَانِہٖ نَہٗ خَاسِرَ کَوْبِہٖ جَاہِہٖ کَے  
کَے مَوْلُوْدِ شَرِیْفِ کِی مَحْفَلِ کَرْنَا اُوْر اِس مِیْن حَاضِر ہوتا اور تَعْلِیْمِ مِیْن رَسُوْلِ فِدَا ﷺ کَے  
ذِکْرِ وِلَاوَتِ شَرِیْفِ کَے وَقْتِ قِیَامِ کَرتا ہَے اُوْر فَاتِحَہٗ خَوَالِی وَاِیْصَالِ ثَوَابِ سُوْنِی کُو جَاہِزِ رَکھتا  
ہَے۔ کَافِر وِشْرَک کہنا شروع کیا اِس لَئے مِیْن نَہٗ اِیکِ نَہْرَسْتِ مَخْضَرِ عَقَاکَدِ دِہْلِیہٖ اَحْمَدِیہٖ  
دِیُوْبِنْدِیہٖ کِی ہِہٗ تَعْدِیْقِ مَوْلَا نَا مَوْلٰی عِبْدِ اَحْمَدِ صَاہِبِ مَعْنٰی شَہْرِ لَوْدِہِیَانِہٖ شَاخِ کِی جِس کِی نَقْلِ  
شَاہِ ہَے اِس واسطَے دِہْلِیہٖ دِیُوْبِنْدِیہٗ لَوْدِہِیَانِہٖ آگِ بَگولہٗ اُوْر جَلِ کَر کُو کَلَّہٗ ہُو گئے اُوْر  
مِرْزَا یُوْسُوْلِ (قَادِیَانِہٖ) کَے سَا تَہْ مِل کَر اِیکِ اِشْتِہَارِ جَہَا پَا جِس مِیْن مَچھِے گَالِیَاں دَے کَر  
تُوہِیْنِ کِی گئی۔ اِس سَے پَہلے مِرْزَا یُوْسُوْلِ نَہٗ تِیْنِ اِشْتِہَارِ مِیرے بَر خُلاَفِ شَاخِ کَے جَب دِیکھا  
کَہ یَہ لوگ گَالِیَاں دِیْنِے اُوْر تُوہِیْنِ کَرْنِے سَے باز نِہِیْسِ آتے نا چار اَنصَافِ کَے لَئے نَالِشِ

دائر کردی۔ جس کے دوران میں دہلیوں نے مرزا یوں کی امداد دہلی سے کی۔ اور نہایت  
دلی کوشش سے کسی نے ان کے کائنات کھٹنے میں مدد دی، کسی نے کتاب بحر اراکئی بہم  
پہنچائی، کسی نے شرح مواقف مہیا کر دی، کسی نے ان کی عبارت غلط سلاطین کے محل نکال کر  
نشان کر دیے، کسی نے اپنے دفتروں میں مرزا یوں کی تعریفیں کی، کسی نے میرے خطوط  
کچھری میں پیش کئے وہی دہلی جن کے بزرگوں نے اپنے فتوؤں میں لکھا تھا کہ مرزائی اور  
مرزا مرتد ہیں ان کے ساتھ میل ملاپ رکھنے والا بھی ویسا ہی کافر و مرتد ہے۔ ان فتوؤں کی  
بھی پروا نہیں کی۔ خیر اس پر کفایت نہ ہوئی تو ایک دہلی دیوبندی اپنے رشتہ دار قریبی کے  
نام سے ایک رسالہ ۳۴ صفحے کا "قاضی فضل احمد کے اشتہار کی حقیقت کا انکشاف" نام کا شائع  
کیا۔ در آنسلاطین میں مقدمہ کی چیر دی میں مصروف تھا۔ نہرست عقائد کو جواب دیتے ہوئے  
بڑی تھکن کے ساتھ گالیاں دے کر اپنی تہذیب کو بے گناہ کر دیا۔ طرمان مقدمہ کو کچھری بے  
رہا کر دیا۔ چونکہ اس کے جواب لکھنے کو اس لئے دل نہیں چاہتا تھا کہ کچھری کتابیں ایسی  
موجود ہیں جن میں فرداً فرداً قریباً تمام مسائل کے جوابات ہو چکے ہیں۔ اس لئے "حق  
ساکن" ہی علاقہ ریاست پنیالہ کو جس کے نام سے رسالہ مذکور دہلیانہ میں چھپا گیا، جواب  
لکھنے میں تعویق کی اور یہ بھی خیال تھا کہ کچھری میں یہ سب جوابات آجائیں گے لیکن  
عدالت نے میرا حق کر رسالات کے جوابات دینے کا منصب کر کے انکار کر دیا۔ اور جواب  
ت کو نہیں لکھا۔ چونکہ لاواقظوں کو خیال پیدا ہونے کی وجہ سے اس کا جواب شاید نہ ہو سکتا ہو  
جیسا کہ کتاب رسالہ نے تھکن کی ہے۔ اس لئے مناسب تصور کیا گیا کہ جواب رسالہ مذکور کا  
مختصر سا لکھ دیا جائے اور وہ ایسا مسکت ہو کہ کافی شرابی سے بھی زیادہ ہو۔ لہذا خدا تعالیٰ اور  
آنحضرت ﷺ کے فضل و کرم سے جواب اس کا بطرز قولہ اور بقول کے تحریر کرتا ہوں تاکہ  
ناظرین کو اصل رسالہ دیکھنے کی بھی ضرورت نہ رہے۔ امید ہے کہ خداوند کریم کسی دہلی کو بھی

ہدایت نصیب کرے۔ اور اپنے خالص سنی اہلسنت و جماعت بھائی کثافت ایمان و ایمان کا باعث ہو۔ واللہ المستعان۔ (ص ۳۱) اس کتاب کے شروع میں لودھیانہ، جالندھر، امرتسر، بریلی، رام پور، مراد آباد، حیدر آباد، کشمیر، علی پور، خلیفہ سیالکوٹ، لاہور، قصور اور ہری پور ضلع ہزاروں کے مشاہیر علماء کی تصدیقات و تقریقات موجود ہیں۔

## ۲۔ "ازالة التریب عن مبحث علم الغیب" (۳۳۵ء)

آپ نے مشہور غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اعتراضات جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے علم غیب پر کئے تھے کہ جواب میں یہ کتاب لکھی جو کہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ آپ کی اس کتاب سے چند اقتباسات ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسولہ سيدنا محمد وآله واصحابہ واهل بيته وذريته واتباعہ اجمعين ہر حمک بالرحم  
الرحمن انا بعد احقر اعلم ان اللہ الصمد قاضی فضل احمد مدظلہ سنی خفی نقشبندی مجددی  
مقیم لودھیانہ عرض پرداز ہے کہ میں نے ایک مضمون مضمون شام حضرت سید المرسلین  
والنبيين افضل الاولين والآخريين سيد ولد آدم عالم الغيوب الاولين والآخريين محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ  
خاتم النبیین شفیع المذنبین ﷺ میں بحالہ سالانہ انجمن نعمیہ ہند لاہور واقع ۵ ربیع الاول  
۱۳۳۸ھ المقدس پڑھا تھا اس میں ضمناً علم غیب رسول ﷺ کا ذکر بھی تھا اس پر  
ایڈیٹر صاحب الحمدیت امرتسر بہت غیظ و غضب میں آئے اور اپنی اخبار الحمدیت مورخہ  
۲۵ جون ۱۹۲۰ء میں اس پر سخت ناراضگی فرما کر ایسا لکھا کہ جس کی تصدیق یا تا سید کسی اہل  
اسلام کے علماء سلف و خلف سے نہیں تفسیر ہارائے ہی سے لکھا جو کچھ لکھا۔

تجربہ ہو چکا ہے کہ جہاں کسی اہلسنت و جماعت نے کوئی تعریف یا مدح حضرت

محمد ﷺ کے عویشان اور مراد کی کی فوراً اس کی مخالفت کر کے توہین اور حقیر کی تہنیر کی۔  
فریق مخالف کا یہی عوامی طرہ ہے ان سے ایسا دیکھا اور سنا نہیں جاتا اور یہ ان کے لئے عاونا  
مجبوری ہے خدا کی قدرت مادہ جلت ہی ایسا ہے اس میں کسی کا چارہ نہیں، خیر۔

واقعہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۰ء کو مولوی صاحب ایڈیٹر الحمدیت انٹارٹائیڈس انٹیشن  
امرتسر پر ملاتی ہوئے اور بالمشافہ بہت ناراضگی ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ ہم نے تمہارے  
مضمون کا جواب لکھا ہے۔ عرض کیا کہ اس پر چاہا کہ احقر کے پاس روانہ فرمایا ہوتا۔ آپ  
نے فرمایا کہ ہم کو خیال نہیں رہا۔ خیر۔ بڑی تک و دو سے وہ پر چالیں حدیث میں کیا گیا جو اس  
وقت سامنے رکھا ہے جس میں آپ نے علم غیب حضور ﷺ کی استہزاء کلیتاً انکار کیا ہے۔  
اب ہم اس کا جواب پیش کرتے ہیں کہ ایڈیٹر صاحب الحمدیت کی مفسرانہ اور مجتہدانہ  
قابلیت معلوم ہو۔ جواب اس کا بطریق الحمدیت و اہلسنت کے موزوں الفاظ میں ہوگا۔  
تا کہ ناظرین کو پر چاہا حدیث کے دیکھنے کی بھی ضرورت نہ رہے۔ اولیٰ ان کی بلقلم عبارت  
ہوگی اور پھر اس کا جواب ہوگا۔ اور الفاظ ہم اور نہیں اور ہمارے وغیرہ بے نیچہ جمع حکمانہ  
جو حضرت ایڈیٹر الحمدیت نے استعمال فرمائے ہیں ویسے ہی احقر کی طرف سے بھی مجبوراً  
ہوں گے۔ و ہذا الخیر۔

اہلحدیث: لاہور میں ایک انجمن نعمانیہ ہند ہے جس کے زیر اہتمام عربی کا ایک مدرسہ  
بھی ہے اس انجمن کے ارکان کا عربی ہے کہ ہم ہی اہلسنت و جماعت ہیں۔ ان کے  
اہلسنت: واقعی یہ دعویٰ صحیح ہے جو آپ نے لکھا ہے اس کی بحث اخبار "الافتح" میں کافی  
سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اور عربی کا مدرسہ بھی عالی شان ضرور ہے جوہر جناب میں ایسا نہیں  
ہے۔ اہلسنت و جماعت ہونا اس کا بھی اظہار من الخیر ہے اور یہ طے شدہ مسئلہ عرب و عجم  
ہے کہ مقلدین اربعہ مذاہب ہی اہلسنت و جماعت ہیں اور جو ان میں نہیں وہ خارج از



اہلسنت وجماعت ہے اور اسی پر علمائے عرب و عجم بالخصوص حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کا اجماع ہے۔

**اہلحدیث:** اس انجمن کے عقائد بالکل وہی ہیں جو بریلوی گروہ کے ہیں۔

**اہلسنت:** حضرت مولانا فاضل ابن فاضل ابن فاضل مجدد مائے حاضر و بریلوی مدظلہ العالی کا گروہ کوئی نیا گروہ نہیں، ان کے عقائد وہی ہیں جو تمام عرب و عجم کے مسلمانان اہلسنت و جماعت کے ہیں۔ بالخصوص علماء و مفتیان حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً ان کے عقائد کے مداح ہیں بلکہ ان سے سندیں حاصل کرتے ہیں۔

**اہلحدیث:** یاہوں سمجھتے کہ وہ عقائد مائے پرانے ہیں کہ قرآن شریف کے نزول سے بھی پہلے کے ہیں بلکہ قرآن شریف انہی کی اصلاح کے لئے نازل ہوا تھا۔

**اہلسنت:** ناظرین ایڈیٹر صاحب کی فاضلانہ تحریر کو ملاحظہ فرمائیے جس میں آپ نے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے خواہ وہ اپنے استاد ہوں یا استاد استاد یا وہابیہ کے پیرو مشدد ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اس وقت تک ایک ہی لائحہ عمل سے ہائیکر سب کو کافر و مشرک قرار دے دیا۔ آپ کے نزدیک مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ، حدیبیہ، مصر، دمشق، بیت المقدس، شام، روم، بصرہ، بغداد تمام مسلمانان بلاد اسلامیہ وغیرہا کے کافر و مشرک ہیں کیونکہ ان کے وہی عقائد ہیں جو ہمارے اور مولانا بریلوی کے ہیں، اگر ہمارے عقائد وہی ہیں جو کفار و مشرکین کے قبل از نزول قرآن شریف کے تھے اور ہمارے ہی عقائد کی اصلاح کے لئے قرآن شریف کا نزول ہے اور یہ آپ کا فتویٰ ہے تو بس مسلمان دنیا پر یہی شرارت قبیلہ ثنائیہ لاجول و لا قوۃ ایڈیٹر صاحب کی جرأت اور بہادری ملاحظہ فرمائیے جزاک اللہ۔

**اہلحدیث:** ان میں ایک مسئلہ علم غیب ہے۔ اس انجمن کے جلسہ میں ایک صاحب قاضی فیصل احمد نور ہیانوی نے تقریر کی جو انجمن کی رپورٹ میں درج ہوئی ہے۔ اس میں مسئلہ علم غیب اور اسکے منکر دلائل کا ذکر ہوا ہے۔ انجمنہ صلوٰۃ لم ہم

**اہلسنت:** واقعی ہماری تقریر ہے جو حضور ﷺ کی شان اعلیٰ و ارفع میں ہے اس کے ضمن میں علم غیب کا بھی مختصر ذکر آ گیا تھا۔ جس کا جواب آپ نے منکر دلائل میں داخل ہو کر دیا ہے۔ گو آپ کا اس میں نام نہ تھا لیکن یہ مضمون ہی ایسا تھا جو آنحضرت ﷺ کی تعریف شان عالی شان میں تھا آپ صاحبان کو دیکھ کر اس کی تاب کیونکر رو سکتی ہے۔ جب تک اس کی مخالفت کر کے کسر شان اور اہانت نہ کر لیں کھانا ہضم کیسے ہو جس پر حسب دستور عادت ڈال سکیں چاہے فرما کر خامہ فرسائی فرمائی اور دل کی رنجش و عداوت قلبی زبان اور قلم پر آئی۔

دوسری بات یہ کہ ایڈیٹر صاحب اہلحدیث اس حق کو اچھی طرح جانتے ہیں اور پرانا تعارف ہے لیکن آپ ایسی لائحہ عمل میں فرماتے ہیں کہ "ایک صاحب قاضی فیصل احمد نور ہیانوی نے تقریر کی" خیر یہ ان کی علوشافی کی دلیل ہے۔

**اہلحدیث:** لطیفہ، ایام طالب علمی مدرسہ دیوبند میں تفسیر بیضاوی کا سبق تھا آیت پیش تھی لتکونوا شہداء علی الناس ویكون الرسول علیکم شہیداً انشاء سبق میں ایک شخص ہمارے پاس ہی آجینا، حلقہ وسیع تھا، میں نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ بولا۔ مسئلہ مولود پوچھنے آیا ہوں، مولانا محمود الحسن صاحب تقریر ختم کر چکے تھے تو میں نے عرض کیا جناب بعض لوگ اس آیت کو اس دعا کے لئے پیش کیا کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مجلس مولود میں حاضر ہوتے ہیں بكون الرسول علیکم شہیداً فرمایا ان بدعتوں سے بچو، پھر تو ہم بھی ہوتے ہوں کیونکہ لتکونوا شہداء پہلے آیا ہے۔ اتنے ہی سے اس سائل کی تسلی ہوئی۔ چاند

**اہلسنت:** یہ آیت شریف سورہ بقرہ پارہ دوم کے پہلے رکوع میں ہے جہاں تک ایڈیٹر احمد ریٹ نے مولوی محمود الحسن صاحب سے پڑھا ہے آپ یہ سبق پڑھ رہے تھے اس وقت کا لطیفہ چلانے میں مگر یاد رہے کہ یہ لطیفہ نہیں بلکہ خاصہ استہزاء ہے اور اس کو لطیفہ کے نام سے لکھا ہے جو مولوی محمود الحسن اور ایڈیٹر صاحب نے حضور ﷺ کی جناب میں سخت استہزاء کیا اور آیت قرآنی پر بھی استہزاء کر کے تفسیر بالرائے کی۔ دونوں صاحب اس جرم قبیح میں داخل ہیں نہ تو اللہ تعالیٰ سے شرم کی اور نہ اس کے رسول ﷺ کی پرواہ کی۔ آفرین ہے۔ ہم کو افسوس ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے اور ان کے استاد صاحب نے صرف آیت شریف کو تفسیر بیضاوی میں پڑھا، لیکن اس کی تفسیر کو نہ پڑھا حالانکہ مقصود تفسیر کا پڑھنا تھا۔ مگر غرض آپ کی محض استہزاء تھا اور دیانت بھی آپ کی اس کے مقتضی تھی کہ صرف استہزاء کی جائے۔ اگر تفسیر پر ایمان ہوتا تو ایسا نہ لکھا جاتا۔

دیکھئے! آیت شریف کی تفسیر کا ترجمہ یہ ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ دیگر اشیں قیامت کے دن انبیاء پیغمبر کی تبلیغ کا انکار کریں گی تب ہمارے حضرت ﷺ کو اللہ طلب فرمائے گا کہ تبلیغ میں ان کی شہادت لی جائے تاکہ مکرمین پر رحمت ہو پھر امت آنحضرت ﷺ کی آئے گی اور ان مکرمین پر شہادت دے گی تو تب وہ امتیں کہیں گی تم نے ہم کو کیسے جانا اور پہچانا پس کہیں گے کہ ہم نے پڑھا ہے اور سیکھا ہے ان خبروں کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمائی ہیں۔ جس کو ہمارے سچے نبی ﷺ نے ہم کو فرمایا اور سکھایا ہے پھر آنحضرت ﷺ کی شہادت ہوگی۔ پس وہ اپنی امت کے حال کی گواہی دیں گے کیونکہ رسول ﷺ اپنی امت کے حالات پر نگہبان دیکھنے والے اور گواہ ہیں۔ ختم ہوا ترجمہ اخیر بر اصل الفاظ یہ ہے نعاکان الرسول کالرقیب المہیمن علی اعداء اب اپنے استہزاء

پر نظر کیجئے اور اس تفسیر پر غور کیجئے اور خدا سے ڈریئے۔ ناظرین اللہ توجہ فرمائیے کہ کہیں بے باکی سے استاد اور شاگرد دونوں نے کیسا ٹھنٹھا اور استہزاء اللہ چارک دہائی اور اس کے رسول ﷺ سے کر کے حق بات کا کتنا ان کیا ہے۔ آیت شریف پر استہزاء کر کے اس کی تفسیر بالرائے کر دی اور دھوکہ دہی سے تفسیر کو بالکل چھوڑ دیا، حالانکہ مولود شریف کے عمل کو آنحضرت ﷺ کا دیکھنا اور وہاں تشریف لانا اس آیت سے ثابت ہے اور وہ سائل صاحب بھی آپ کے ہی تہمین سے ہوں گے جن کی تسلی فوراً ہوگی۔

سبحان اللہ! کیا لا تفرحوا بالصلوة کو پڑھا اور والتمس مسکارتی کو ترک کر دیا ہم کہتے ہیں کہ کوئی شبہ نہیں کہ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ ہم پر ضرور گواہی دیں گے کہ یہ لوگ میری امت کے میرے دوست ہیں میرا ذکر خیر بڑے شوق سے کرتے تھے اور مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے اور جب میری ولادت کا ذکر آتا تھا تو بڑی تعظیم اور شکریم سے سرزد کھڑے ہو جاتے تھے اور دست بستہ مجھ پر درود و سلام پڑھتے تھے، یہ میرے دوست اور محبت ہیں، ان کی بڑے زور سے شفاعت کرتا ہوں اور یہ دوسرے گروہ منکرین میری ہجو اور کسر شان کرتے تھے، میرے دوستوں، عاملین مولود شریف کو کافر اور مشرک کہا کرتے تھے، واقعی یہ لوگ میرے دشمن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بھی دشمن ہیں وغیرہ وغیرہ۔

## رد قادیانیت

حضرت قاضی عبد الرزاق رذ قادیانیت کے میدان میں وہ عظیم شہسوار ہیں جس کا جواب دینے سے آج تک مرزاہیت قاصر ہے۔ آپ دجلان مرزا کے آبائی ضلع گورداس پور سے ہی تعلق رکھتے تھے اور مرزا کا بڑا بیٹا مرزا افضل احمد۔ قاضی صاحب کے ساتھ ملازمت کیا

کر رہا تھا اس لئے آپ مرزا کے گھریلو و اندرونی حالات سے بخوبی واقف تھے۔ چونکہ کورٹ انسپکٹر تھے چنانچہ تحقیق و تفتیش میں آپ کا جواب نہیں تھا اور آپ کے یہاں دینی تعلیم کے ساتھ جدید تعلیم و انداز بھی موجود تھا۔

#### ۱۔ کلمۂ فضل و رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی: (۱۳۱۴ھ)

۱۳۱۴ھ میں جب مرزا غلام احمد قادیانی پادری فری عبد اللہ انجم کے مقابلے میں شرمناک شکست سے دوچار ہوا تو اس موقع پر مرزا نے ایک کتاب بنام ”اتجام انجم“ اور دیگر تین رسائل ”خدا کا فیصلہ“، ”دعوت قوم“ اور ”مکتوب عربی بنام علماء و مشائخ بلاد ہند“ تحریر کیے۔ جس میں حسب عادت علماء و مشائخ کو گالیوں سے نوازا۔ جس کا جواب حضرت قاضی عبدالرحمنؒ ”کلمۂ فضل و رحمانی“ بجواب اوہام غلام قادیانی“ تصنیف فرما کر دیا۔ یہ قاضی صاحب کی رومرزاہیت میں پہلی تصنیف ہے۔

اس کتاب کے شروع میں آپ نے چاروں رسائل کا خلاصہ اور مرزا کے دعوئی اور دلائل تحریر فرمائے۔ اور اس کے بعد اس کا بھرپور رد کیا اور اس کی اخلاقی حالت، علماء پر تبر اور دشنام طرازی کی عادت، جھوٹی تعلیمات، بیان فرمائیں اور پھر محمدی بیگم کے آسمانی نکاح سے متعلق جملہ تفصیلات بھی شائع فرما کر مسلمہ پنجاب کو برہنہ کر دیا۔ قاضی علیہ الرحمۃ اپنی اس کتاب میں علامہ غلام دہلویؒ کی تصوری علیہ الرحمۃ کا خصوصی تذکرہ بطور پیشرو فرمایا اور حضرت کی ”رحم علیا طین برداخلوطات المبرائین“ اور ”تقدیس الوکیل“ کا ذکر بھی فرمایا۔ کلمۂ فضل و رحمانی کے آخر میں اس دور کے معروف علماء کی تعداد بطور موجود ہیں جن میں مبسوط تقریظ مولوی محمد بن عبدالقادر لودھیؒ کی صاحب کی ہے۔

۲۔ ”نیام ذوالفقار علی برگرہن خاظمی مرزا خروند علی“: (۱۳۲۵ھ)  
قاضی صاحب کی یہ دوسری تصنیف ہے۔ ہمیں دستیاب نہ ہو سکی۔

#### ۳۔ جمعیت خاطر: (۱۳۳۳ھ)

قاضی صاحب کی تیسری تصنیف ہے جو کہ غلام رسول قادیانی نامی انسپکٹر پولیس (نیروز والا) اور آپ کے مابین خط و کتابت پر مبنی ایک قلمی مناظرہ ہے جس میں قاضی صاحب نے مرزا دجال کو جھوٹا، کذاب مدعی نبوت ثابت کیا۔ اور انسپکٹر غلام رسول قادیانی اپنی پوری کوشش کے باوجود مرزا کو ان الزامات سے نہ بچا سکا۔ اور نہ ہی اس سے کوئی جواب بن پڑا۔ (یہ کتاب عقیدہ ختم نبوت جلد دوم میں شامل کی گئی ہے)

#### ۴۔ کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟: (۱۳۳۷ھ)

۵۔ تردید فتویٰ ابوالکلام آزاد و مولوی محمد علی مرزائی: (۱۳۳۲ھ)

۶۔ اتفاق و اتفاق بین المسلمین کا موجب دیکھا کون ہے؟: (۱۳۳۵ھ)

۷۔ مخزن رحمت بر دہ قادیانی دعوت: (۱۳۳۷ھ)

(نوٹ: ۲ اور ۲۷ نمبر تک کتابیں دستیاب نہ ہو سکیں اگر کسی کے پاس ہوں تو عنایت فرمائیں تاکہ اس مجموعہ کا حصہ بن سکیں)

محمد امین قادری مدظلہ



إِنَّ أَرْيَبَكُمْ إِلَّا الْإِسْلَامُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَى اللَّهِ  
الآيَةُ (١٠٠) سورة هود

# کلمہ فضل رحمانی بجواب اَوْہامِ غلامِ قادیانی

(من تصنیف : ۱۸۹۶ء / ۱۳۱۴ھ)

تصنیف لطیف

قاری المصطفیٰ محمد رفیع کھانہ

مولانا مفتی قاضی فضل احمد صاحب مدنی

کچھڑی چننی لدھیانوی دہلی



## فہرست مضامین کلمہ فضل رحمانی بجواب ادہام غلام قادیانی

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	تحمید و تسلیم و تمجید	3
2	اڈل: خلاصہ مختصر رسالہ انجام آتھم	15
3	دوم: مختصر رسالہ خدا کا فیصلہ	22
4	سوم: مختصر خلاصہ رسالہ دعوت قوم	25
5	چہارم: مختصر خلاصہ مکتوب عربی عام علماء ہندو مشارع ہذا البلاد وغیرہ	37
6	مرزا صاحب کا حضرت رسول اکرم ﷺ کے معراج حسینی کا انکار اور حضرت ﷺ کے جسم اطہر نورانیہ کو کثیف گھسا اور اس کا جواب۔	68
7	موشع یا قصبہ قادیانی کی تحقیق	97
8	خاتمہ کتاب اور التماس بخدمت شریف علماء و فضلاء ملتیان شرع اعلیٰ انعام اللہ تعالیٰ بطور استفتاء و رد یا مسادق	155
9	کلمہ فضل رحمانی بجواب ادہام غلام قادیانی پر مولوی صاحبان کی تخریج	173

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ

وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَاتَّبَاعِهِ أَجْمَعِينَ

امداد بعد تحقیر پر تقصیر احتیاج من عباد اللہ الصمد قاضی فضل احمد بن حضرت قاضی الدین صاحب متوطن ضلع گورداسپور حال کورٹ انجمن لوہیہ، ناظرین متین کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ آج کل (ماہ شعبان ۱۳۲۷ھ) ایک کتاب مسمیٰ بانجام ہاتھم معہ ۳ رسالے دیگر خدا کا فیصلہ، دعوت قوم، مکتوب عربی عام علماء ہندو مشارع ہذا البلاد وغیرہ تصنیف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مطبوعہ خیاء الاسلام پریس قادیان تاریخ طبع ندارد دیکھنے میں آئی۔ جو اکثر علماء و مشارع کی خدمت میں مرزا صاحب کی طرف سے بذریعہ رجسٹری بھیجی گئی ہے۔ جس میں مرزا صاحب نے تمام مخالفین کی بالعموم اور علماء و مشارع کی بالخصوص خوب خبر لی ہے۔ اور سب دشمن کے تیروں سے ان کے دلوں کو چھلنی کی طرح خوب چھیدا ہے اور اپنے غصے کی آگ کو بزم خود خوب بھڑکایا ہے۔ گویا سب کے جسم کو مہاشو خان جلا دیا ہے۔ قتل اسکے کہ میں ان کے موٹے موٹے مضامین کو بہت ہی اختصار کے ساتھ اجابت سلیس عام فہم پیش ناظرین کروں اور مرزا صاحب کی ہی الہامات و تخریبات کے مقابلے میں ہدیہ شائقین باحکین کروں نہایت ہی افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ مرزا صاحب نے جو روش تحریر اس کتاب میں اختیار کی ہے ان اسلام کو تو کیا دیگر مذاہب کے قوتوں کو بھی نہایت ناپسند ہوئی، اور تحقیر کی نظروں سے دیکھی گئی ہے کیونکہ مرزا صاحب نے احکامات الہی و احادیث رسول اکرم ﷺ و اقوال جمہور کائنات صرف اغراض ہی نہیں کیا بلکہ

۱۔ علی تشددی احمدی حسی قصبہ شاہ پورہ پٹنہ کورٹ ضلع گورداسپور ۱۳۲۷ھ

بصورت انکار ان کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ بطور نمونہ آیات واحادیث واقوال واقعال  
بزرگانِ فتنہ کرتے ہیں۔

### آیات قرآنی جن کی مرزا صاحب نے تہلیل نہیں کی

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وَاَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا**۔ یعنی  
خدا کے دین کو سب اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑو اور متفرق نہ ہو جاؤ۔

۲۔ **وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا**۔ یعنی: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ  
جنہوں نے فرق اور اختلاف کیا۔

ان ہر دو آیات کی تہلیل تو مرزا صاحب نے یہی کی کہ حرمِ اہل اسلام سے ایسی تفریق اور مخالف  
پیدا کر لی کہ کسی کو لگے اپنے ساتھ نہیں رکھا۔ حتیٰ کہ حضرت رسول اکرم ﷺ سے لیکر آج تک  
کوئی بھی آپ کے عقائد سے متفق نہیں ہوا۔

۳۔ خداوند کریم کا حکم ہے۔ **انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم**۔ یعنی:  
مسلمان سب بھائی ہیں، بھائیوں میں املاح کرو۔ اس حکم کی تہلیل مرزا صاحب نے اس  
طرح کی کہ بجائے املاح کرنے کے اور آتش فساد مشتعل کر دی اور اپنے خاص بھائیوں کو  
دشمن بنالیا۔

۴۔ حکم اللہ ربک ربانی کا ہے: **وَلَا تَنَازَعُوا فَنَفْسُکُمْ وَتَدْهَبَ وَیَحْکُمَ**۔ یعنی: آپس  
میں مت جھگڑو ورنہ تمہاری ہوا بکھڑ جائے گی۔ اس کی تہلیل میں مرزا صاحب  
نے رفع تنازع کیلئے ایسی کوشش کی کہ کوئی وقت کوئی ساعت جھگڑے یا فساد سے خالی ہی  
نہیں رہی۔ کبھی کوئی کتاب کبھی کوئی رسالہ کبھی کوئی اشتہار نکالے ہی گئے جس سے جھگڑوں  
میں روز افزوں ترقی ہی ہوتی گئی۔ یہاں تک پہنچے کہ ایک اشتہار جمعہ کے روز کی تعطیل کا

۱۔ اشتہار جمعہ کے روز کی تعطیل روز جمعہ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے۔

نکالا اس میں اپنے مسلمان بھائیوں کے برخلاف گورنمنٹ کو اس امر کی توجہ دلائی کہ مسلمان  
لوگ گورنمنٹ کیسے تمہارے خیال رکھتے ہیں۔ اس کی شناخت یہ ہے کہ جو لوگ نماز جمعہ نہیں  
پڑھیں گے وہ سرکاری باغی اور بدخواہ سمجھے جائیں گے مطلب اس سے یہ تھا کہ جو لوگ باعث  
نہ پورا ہونے شرائط جمعہ کے شہروں یا دیہات میں نماز جمعہ نہیں پڑھتے وہ باغی سمجھے  
جائیں۔ مگر آفرین ہے گورنمنٹ کی دانش پر کہ اس نے ایسی غویانہ اور اشتہار پر کچھ توجہ نہ  
فرمائی ورنہ مرزا صاحب نے اس آیت کی تہلیل میں ذرہ بھر بھی نشیونہ کرنے میں  
قربانداشت نہ کی تھی کہ جہت مسلمان لوگ باغی قرار دیئے جائیں کہ احکام مضابطہ جاری ہوتے۔

۵۔ **وَلَا تَفْسُدُوا فِی الْأَرْضِ**۔ یعنی: فساد مت کرو دنیا زمین کے۔ مگر افسوس مرزا صاحب  
کو اس فساد اور جھگڑوں میں ہی سزہ اور روٹی ہے۔ طبیعت کا لگاؤ اور رجحان ہی اسی طرف  
ہے۔

۶۔ حکم خداوندی ہے۔ **وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِسْمِ الْأَسْمِ الْمُسَوِّفِ**  
بعد الايمان۔ یعنی: اپنے دین والوں کا عیب نہ کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے  
پکارو۔ بدنامی ہے کسی کو ایمان کے بعد لٹق سے پکارتا۔

مرزا صاحب نے اس حکم کی تہلیل یہ کی ہے کہ اس کتاب انجامِ آختم میں مولوی صاحبان  
و صحابہ نقیین صاحبان میں سے کسی کو دجال کسی کو بلال کسی کو شیخ نجدی کسی کو شیطان کسی کو  
فرعون کسی کو ہامان وغیرہ وغیرہ لقبوں سے یاد کیا ہے۔ مہذب اہل اسلام و دیگر ناظرین  
مرزا صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ طریق جو آپ نے اپنی کتاب میں اختیار کیا ہے  
کوئی صفحہ یا سطر ایسی نہیں جس میں کوئی نہ کوئی گالی نہ ہو۔ یہ کس آیت یا حدیث یا الہام کے  
ارشاد سے کیا گیا ہے۔

۷۔ **وَلَا تَسْبُوا الدِّینَ یَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ**۔ یعنی: کافروں کے معبودوں کو بھی گالی

شدہ کہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے خدا کو گالیوں دیں۔ اس جہم کی تعمیل مرزا صاحب نے ایسی کی کہ مرزا صاحب کی کتابیں بالخصوص رسالہ انجام آئیں اور اسکا ضمیمہ شاہد ہیں اور ان کی تصدیق کیجئے کہ یہ اور عیسائیوں کی کتابیں موجود ہیں جن میں مرزا صاحب کی بدولت خداوند کریم اور تمام پیغمبران علیہ السلام اور خصوصاً حضرت رسول کریم ﷺ کی نسبت ایسے ایسے الفاظ دیکھے گئے ہیں کہ جن سے ایک ادنیٰ انسان کا جگر بھی پارہ پارہ ہوتا ہے۔ کیا یہ حکم خداوند تعالیٰ کی تعمیل ہے؟ کیا یہ کل تحریروں کا ثواب مرزا صاحب کے اعلیٰ نامہ میں روز بروز درج نہیں ہوتا؟ ضرور بلکہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔

۸۔ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے۔ فَوَلُوا لِلنَّاسِ حِسْبًا۔ یعنی: لوگوں سے ٹیک اور بھلائی کی بات کہو۔ اس حکم میں کسی مسلمان کی بھی تخصیص نہیں عوام تو کہاں بچے دے خاص بھائی اور عزیز مسلمان بھی نیکی اور اچھے کلمے سے یاد نہیں کئے گئے۔ جب مرزا صاحب بقول خود تمام انبیاء اور رسولوں کی صفات سے موصوف ہیں تو ایک ہی جسم سے ملیم، مہر، مثل، مسیح، مسیح موعود، مہدی مسعود ہیں تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان کے سینہ بے گنجیت نہان بے عنان سے ایسی فحش گالیاں مسلمان بھائیوں بالخصوص مولوی صاحبان و سجادہ نشین صاحبان کو کتابوں میں دیجاتی ہیں جیسے بد ذات، بے ایمان، دجال، لعین، شیطان، فرعون، ہامان، ظالم، یہودی، بظالم، خبیث گدھے، کتے، سورد وغیرہ وغیرہ۔ اگر مسیح موعود کی ٹہنڈ ب اور خواص ایسے ہی ہوتی چاہئے تو مرزا صاحب کو مہارک ہو۔

### احادیث جن سے مرزا صاحب نے روگردانی کی

۱۔ امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ رحمہ اللہ علیہم نے ایک حدیث میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تو حید اور نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج اور صدقہ

اور تہجد اور جہاد کا ذکر فرما کر ارشاد کیا کہ کہو تو بتاؤں تمہیں ان سب کی جزاں کواور اصل کو۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں! اے نبی اللہ کے۔ آپ نے اپنی زبان مبارک کو چکر کر فرمایا کہ اس کو روکے رہو۔ (مرزا صاحب نے زبان کو خوب روکا)

۲۔ حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں من صمت لجا۔ جو چپ رہا نجات پا گیا (مرزا صاحب اتنے بڑے پیغمبر ایسی چھوٹی حدیث پر کیسے عمل کرتے) خداوند۔

۳۔ صحیحین میں ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو لعنت کہنا مانند قتل کرنے اس کے ہے۔ (قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے)

۴۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان لعنت کر نیوالا نہیں ہوتا یعنی لعنت کرنا ایمان کے مخالف ہے (مرزا صاحب کی کل کتاب لعنتوں سے پر ہے)

۵۔ صحیحین میں ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا گالی دینا مسلمان کو بڑے گناہ کی بات ہے۔ (تمام کتاب ہی گالیوں سے بھری پڑی ہے حتیٰ کہ حضرت مسیح رضی اللہ عنہ کو بھی)

۶۔ امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے سند صحیح روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ گالی بکئے والا اور بے حیائی کی بات کرنے والا اسلام میں سے اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ (گالیاں بھی خود اللہ وہ کہ مسیح رضی اللہ عنہ کی دایوں نائیںوں تک نوبت پہنچادی)

۷۔ ترمذی اور تہذیبی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ تمہیں ہے مسلمان طعن کر نیوالا اور نہ لعنت کر نیوالا اور فحش بکئے والا اور نہ بیہودہ گو۔

۸۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسکی مدد چھوڑے نہ اس کو ذلیل سمجھے پر بیہودہ گدی یہاں ہے۔

۹۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت کا ذکر ہوتا ہے۔ کہ نماز بہت



پر مبنی ہے۔ روزے بہت رکھتی ہے اور خیرات بہت کرتی ہے لیکن وہ اپنے مسائیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے آپ نے فرمایا وہ روزہ نہیں ہے۔

۱۰۔ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے۔ کیا میں تم کو نہ بتاؤں وہ عمل جو روزہ، صدقہ، نماز سے افضل ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا۔ ہاں! فرمائیے۔ آپ نے فرمایا صلح کرانا؟ پس میں۔ اور نساؤ النایہ خصلت دین کی جڑ اکھاڑ ڈالنی ہے۔

۱۱۔ ایک شخص نے پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر۔

۱۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا تیرے نزدیک تیرے بندوں میں کونسا بہت عزیز ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کسی کو کسی کی طرف سے ایذا پہنچے تو اس کو بخش دے۔

آثار صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

واقوال و افعال علماء کرام و مشائخ عظام رحمہ اللہ علیہم

اگر خطیب تحریر میں لائے جائیں تو ایک عرصہ دراز چاہیے ان کے لکھنے کے واسطے بھی ضرورت نہیں درآں چاہیے۔ آیت شریفہ و حدیث شریفہ سے ہی اعتراض ہے تو باقی پر کیا اعتبار و لحاظ ہے۔ لیکن مرزا صاحب کے ہی الہامات و تحریرات پیش کرنا ضروری ہے تاکہ ناظرین اس پر توجہ فرمائیں۔

مرزا صاحب کے الہامات و تحریرات جن پر انہوں نے خود بذاتہ مطلق عمل نہیں کیا اور حافظہ سے اتر گئے

میں نہایت افسوس سے کہتا ہوں اگرچہ مرزا صاحب نے قرآن شریف و احادیث شریفہ و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر (جو تیرہ (۱۳) سو سال سے حضرت رسول خدا ﷺ

پر نازل ہوا ہے) غور و نظر پر اندھ ہونے یا کسی اور وجہ سے عمل نہیں کیا جیسے کہ عرض ہوا ہے مگر ان کو اپنے الہامات قطعی اور یقینی اور تحریرات الہامی پر تو (جو تازہ ہیں) ضروری عمل کرنا چاہیے تھا۔ مگر ان پر بھی کوئی توجہ نہیں کی گئی۔

۱۔ اول: رسالہ انجام آتھم میں لکھتے ہیں۔ کہ مجھ کو خدا نے الہام کیا ہے کہ تعلق بائناس و لزوحہم علیہم یعنی لوگوں کے ساتھ تعلق اور مہربانی اور رحم کر۔ (صفحہ ۵)

۲۔ دوم: اسی کتاب میں ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ بااداء و تعامل بائناس و لفقاً و احساناً یعنی اے داؤد (پیغمبر) لوگوں کے ساتھ رفاقت اور احسان کر۔ صفحہ ۱۰۔

فرمائیے مرزا صاحب! تعلق، رحم، رفق، احسان، مان چاروں الہامی احکام کی آپ نے کیا قیام کی؟ اور داؤد علیہ السلام کی صفت لوہے کو سوم کر ڈیوانی نے آپ میں کیا اثر کیا۔ بلکہ اللہ موم دانوں کو لوہا اور پتھر کر دیا اور پتھر کر لیا۔ کاروائی ہی معکوس کر لی۔ گویا تعلق کی جگہ سب و شتم۔ رحم کی جگہ ورش و شتم۔ رفق کی جگہ نفق اتم۔ احسان کی جگہ صمم کو پورا کیا۔

۳۔ سوم: ہر ایک صاحب کی خدمت میں جو اعتقاد اور مذہب میں ہم سے مخالف ہیں۔ بعد ادب اور بجز عرض کی جاتی ہے کہ اس کتاب کی تصنیف سے ہمارا ہرگز یہ مطلب اور مدعا نہیں جو کسی کے دل کو رنجیدہ کیا جائے یا کسی نوع کا بے اصل جھگڑا اٹھایا جائے۔

انجی۔ صفحہ ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹،



۵. پنجم: عام اطلاع: ناظرین پر واضح رہے کہ ہمارا ہرگز یہ طریق نہیں کہ مناظرات و مجالس میں یا اپنی تالیفات میں کسی نوع کے سخت الفاظ کو اپنے مخاطب کے لئے پسند رکھیں یا کوئی دل دکھانے والا لفظ اس کے حق میں یا اس کے کسی بزرگ کے حق میں بولیں کیونکہ یہ طریق علاوہ خلاف تہذیب ہونے کے ان لوگوں کے لئے مضر بھی ہے جو مخالف رائے کی حالت میں فریق ثانی کی کتاب کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ وجہ یہ کہ جب کسی کتاب کو دیکھتے ہی دل کو رنج پہنچ جائے تو پھر برسی طبیعت کی وجہ سے کس کا حق چاہتا ہے کہ ایسی دل آزار کتاب پر نظر بھی ڈالے بلکہ رسالہ خوش خلق صفحہ ۱۱ (الف) ملاحظہ فرمائیے۔

۶. ششم: بخدا ہم دشمنوں کے دلوں کو بھی جگ کرنا نہیں چاہتے۔ اور ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے حضرت مسیح کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں ہوتا مگر اپنے وطن میں اتھی۔ ملاحظہ فرمائیے رسالہ خوش خلق صفحہ ۱۱ (الف)۔

۷. ہفتم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے اتھی۔ بلکہ مخالفانہ رویہ رکھیں گے اور ہر ذمہ دار صاحب۔

۸. ہشتم: یہ کہ تکبر اور نخوت کو ہلکی چھوڑ دیگا۔ فردوسی اور عاجزی اور خوش خلقی اور علمی اور مسکین سے زبردگی بسر کرے گا۔

۹. نہم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لذت مشغول رہے گا۔ جہاں تک اس چمٹا ہے اپنی خدا دہاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔ اتھی بلکہ رسالہ سخن چینی صفحہ ۱۱ (الف)۔

ناظرین امرزا صاحب کو تمام آیات و احادیث و الہام خاص و تحریرات الہامی سب کی سب یکدم فراموش ہو گئیں۔ اور اپنی اقراری و سناویزات اور الہامی عبادات سب کو یک لخت ملیامیت کر دیا یا یاد ہوں مگر پھر انہوں نے خدا کے حکم (او فوالہ عقود... الآية)

(اپنے وعدوں اور اقراروں کو پورا کرو) کی تعمیل نہیں کی۔ پھر خیال فرمائیے کہ نہ تو احکام الہی کی تعمیل کی اور نہ احکام رسول خدا ﷺ پر کچھ توجہ کی۔ اور نہ اپنے الہامات کی پروا کی جب یہ حالت ہے تو مرزا صاحب کے پاس کیا خاص وجہ ہے کہ باوجود ایسے صریح اور بدیہی احکام کی تعمیل پر بھی لوگوں سے اپنے صحیح موعودی اور تاویلات خائیز کو مٹانا چاہتے ہیں؟

”اس خیال است و حال است و جنوں“

البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولوی صاحبان و سجادہ نشین صاحبان نے کیوں مرزا صاحب پر تکفیر کا فتوہ دیا؟ اور ممکن ہے کہ مرزا صاحب خود اس کا جواب دیدیں کہ جب انہوں نے مجھ کو کافر کہا اور کفر کے فتوے میری نسبت دیئے ہیں نے بھی یہ گالیاں ترکی بہ ترکی دیں جیسے کہ ایک نقض مشہور ہے کہ کسی لادہوری مسلمان نے ایک لادہوری بنیا کو کسی بات کے تکرار پر بہت مارا۔ بنیا بچا رہ کر زور تھا۔ مقابلہ نہ کر سکا۔ لیکن جیسے وہ مارتا رہا۔ بنیا بہت سی گالیاں دیتا رہا۔ جب وہ زبردست مسلمان چلا گیا۔ تو مسالہ کا نثار نے پوچھا کہ کو بھی کیا ہوا۔ بنیا نے اپنی دغا بازی بولی میں کہا ”میںوں مسے نے“ (مصنوع) نے بہت مارا پر میں بھی اسنوں گالیاں دے نال پیڑہی کر چھڑیا۔ یعنی اگرچہ اس مسلمان نے مجھ کو بہت مارا لیکن میں نے بھی اس کو گالیوں سے اوجھ مو کر دیا۔ سو اس میں شک نہیں کہ مولویوں اور سجادہ نشین صاحبوں نے مرزا صاحب کو کافر کہا، و حال کنھا جس کا انتقام مرزا صاحب نے اس کتاب (انجام آیتھم) میں گالیوں سے لیا انتقام بھی ایسا کہ وہ بھی یاد ہی کریں گے۔ اور قیامت تک یہ کتاب مملو بہ در سب و شتم اگلی یا دفر مائی اور مرزا صاحب کے ثواب اخروی اور دنیائی کی یادگار رہے گی۔ جزاک اللہ۔

یہ بتانا کہ مرزا صاحب کو جب انہوں نے کافر کہا۔ اور دجال لکھا تب مرزا

۱۔ بخدا ہم دشمنوں کے دلوں کو بھی جگ کرنا نہیں چاہتے۔ اور ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے حضرت مسیح کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں ہوتا مگر اپنے وطن میں اتھی۔ ملاحظہ فرمائیے رسالہ خوش خلق صفحہ ۱۱ (الف)۔

صاحب نے غصہ میں آکر گالیوں سے بدلا لیا۔ مگر اسوس مرزا صاحب نے یہاں بھی تو حکم خداوندی کی (والکاضمین العیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین) یعنی غصہ کے بھگم کر نیوالے ہا وجود قدرت کے اور معاف کرنے والے لوگوں سے اللہ دوست رکھتا ہے احسان کر نیوالوں کو) تعمیل پر کچھ توجہ نہیں کی۔ مؤخر الذکر آیت کے تحت میں اکثر مفسرین نے روایتیں لکھی ہیں جن میں سے صرف درود اکتیں جو خاص مرزا صاحب کی توجہ کے قابل ہیں، لکھی جاتی ہیں۔

روایت کسی نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کو طمانچہ مارا امام صاحب نے فرمایا کہ میں بھی تجھے طمانچہ مار سکتا ہوں مگر نہیں ماروں گا۔ اور اس بات پر قادر ہوں کہ خلیفہ وقت سے تیرے پر نالاش کروں مگر نہ کروں گا۔ درگاہ الہی میں نالہ و فریاد کر سکتا ہوں مگر نہ کروں گا۔ کہ قیامت کے دن تجھ سے جھگڑوں اور بدلہ لوں مگر نہ لوں گا۔ اگر فردا قیامت کو مجھے چھکارا ملے اور حق تعالیٰ میری سفارش قبول کرے تو تیرے بغیر جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔

بیٹ۔

مردی گمان مبرکہ بزور است و ہرودی  
باخشم گر برائی دامن کہ کالی

روایت دوم تبصر میں لکھا ہے کہ ایک دن جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کھانا تناول فرماتے بیٹھے تھے آپ کا خادم چلتی ہوئی آتش کا کاسہ بھس میں لایا دہشت سے اسکا پاؤں فرش کے کنارے لڑکھڑایا کاسہ جناب امام حسین کے سر مبارک پر گر کر ٹوٹ گیا اور چلتی ہوئی آتش سر اطرہ پر گر گئی حضرت نے ادب سکھانے کی راہ سے خادم کی طرف دیکھا خادم کی زبان کی طرف جاری ہوا والکاضمین العیظ آپ نے فرمایا غصہ میں نے فرمایا خادم بولا والعافین عن الناس حضرت نے فرمایا میں نے معاف کیا۔ خادم نے باقی

آیت واللہ یحب المحسنین پر ہی حضرت امام نے فرمایا جا میں نے اپنے مال سے تجھے آزاد کر دیا! آیات

اہدی را مکافات کردن ہدی  
بر اہل صورت بود بخردی  
بمعنی کسانے کہ پے پردہ اند  
بدی دیدہ و نیکی کر رہ اند

من وعن ارفیہر جینی۔ کائن آدمیوں کی اس سے شناخت ہوتی ہے جس پر مرزا صاحب نے بھی اپنی تصانیف میں ادعہ کیا ہے۔

یہ ہر دو روایتیں بطور ضروری مرزا صاحب کی توجہ کے واسطے اس لحاظ سے لکھی گئی ہیں کہ اول آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۱ میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کی بہت تعریف لکھی ہے اور انکا اجتہاد اور استنباط قبول کر کے دادرسی ہے اور پھر کتاب انجام آہٹم صفحہ ۵۳۲ میں ولو کان الابسان معلقاً بالنار بالنالہ۔ جو حدیث حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کی ششیم گوئی میں ہے اپنی طرف لگا کر فارسی النسل تسلیم کیا ہے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام بھی بذات خاص آپ اہی ہیں۔ جیسے کہ آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۶ نے ۷۰ تک اسکی تشریح کی ہے۔ قادیان کو دمشق قرار دیا ہے۔ اور وہاں کے لوگوں کو یزیدی ہکا کر خود حضرت امام حسین علیہ السلام بن گئے۔ حاصل کلام جب حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ و حضرت امام حسین علیہ السلام بھی آپ ہی ہیں۔ تو پھر اس آیت کی تعمیل کرنے کے وقت کیا ہوا اور کیا بن گئے؟ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مرزا صاحب نے غضب و غیظ میں آکر ایسی کاروائی کی ہے کہ تمام کوشش مسجوعہ کے ہونے کو یکدم لمبا میٹ کر دیا۔ تمام احکامات الہی

واحد بیٹ رسول اکرم ﷺ اور الہامات وحی خود اور دستاویز قلمی کے برخلاف ایسی چال چلے جس سے عوام کو بدظنی پیدا ہوگئی۔ مسیح اوعانی کو لازم تھا کہ اگر کوئی ایک رخسار پر عمامہ مارتا تو دوسرا رخسار بھی اسکے آگے کر دیا جاتا۔ کہ نیچے دوسرا بھی حاضر ہے۔ اب اسکا کیا کیا جائے کہ مسیح موعود تو بننے اور بننا چاہتے ہیں مگر افسوس جسم میں خواص نہیں۔ جلد تادلی تو بتادیں مگر لباس نہیں، ارعاص نہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ فی الواقعہ آپ بقول خود (انجام صفحہ ۶۸) ثوئی مسیح اور خونی مہدی نہیں ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں۔ تو آپ کی مسیح اور مہدی ہیں۔ خود ہادہ ملنا کیونکہ اس میں آپ کو کمال حاصل ہے۔ پچارے علماء و مشائخ وقت آپ کے کس شمار و قطار میں ہیں۔ جبکہ آپ سے بے شماران عظیم اسلام بھی نہیں چھوٹے۔ مرزا صاحب گستاخی معارف بچائے اسکے کہ آپ مسلمانوں کے بزرگ جماعت علماء و مشائخ کو گالیاں دے کر اپنا دشمن بنا لیتے۔ اور کرامات و خوارق عادات کا اشران کے دلوں پر ڈال کر اور اپنی دعا سے جو چٹکی کی طرح کودتی ہے (انجام صفحہ ۲۷۵) اپنی طرف جذب کر لیتے مگر افسوس اس طرف آپ نے بالکل رخ ہی نہیں کیا۔ کیا تو یہ کیا گالیاں اور لعنتوں کے بوجھ سے ان کی کمر توڑ ڈالی اور کچھ بھی پاس مسلمان نہ کیا۔ یہی باتیں ہیں کہ اس وقت آپ پر سب مسلمانوں کی طرف سے سخت درجہ کی بدگمانی ہے۔ دعوے آپ کے عداوی ہیں اور عمل آپ کے شادی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وَمَا اُولٰٓئِکَ اِلَّا اَصْلَاح۔

اب میں نہایت اختصار کے ساتھ مرزا صاحب کی کتاب انجام بختم و ضمیمہ متذکرہ بالا کا خلاصہ پیش ناظرین کرنا ہوں اور اس کے متعلقہ میں کچھ اپنی طرف سے بہت ہی کم کچھوں کا درجہ کلیم مرزا صاحب کی ہی تصانیف سے ہدیہ ناظرین کر دوں گا۔ جس سے مرزا صاحب کی حالت (جو گمراہ کی طرح بدلتی رہی ہے اور بدلتی جائے گی) کوئی ظاہر ہو جائے گی۔

### اول مختصر خلاصہ رسالہ انجام بختم

مسٹر عبداللہ آختم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور مر گیا پہلے تاریخ مقررہ پر جو نہیں مرا تھا اسکا سبب یہ تھا کہ عبداللہ آختم نے رجوع الی الحق کر لیا تھا اس واسطے تاریخ مقررہ پر فوت نہیں ہوا۔ جب ہم نے ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء کو اشتہار دیا تھا۔ کہ اگر اس نے رجوع الی الحق نہیں کیا تو قسم کھائے، اس نے قسم نہیں کھائی۔ اس لئے وہ ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو مر گیا۔ اور ہماری الہامی پیشین گوئی کے مطابق مرا۔ ملخص من ابتداء صفحہ ۱ لغایت ۳۳۔ اور صفحہ ۲۱ میں جلی قلم سے لکھتے ہیں۔ ”اے بدذات فرقہ مولویاں! تم سب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئیگا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے بے ایمانی کا بیالہ پیدا ہی عوام کا لانعام کو بھی پلایا۔“ ص ۲۱۔ ہفت۔

ناظرین! اول میں بابت پیشین گوئی مسٹر عبداللہ آختم صاحب کے لکھنا ہوں جو مرزا صاحب نے اس کی نسبت لکھا تھا اور جو ۵ جون ۱۸۹۳ء کی پیشین گوئی ہے۔ وہ اس طرح پر ہے۔ ”وہو ہذا“ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی تھی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے پندرہ ماہ (۱۵) کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے ہزارے موت ہادیہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھے ذلیل کیا جائے میرے گلے میں رساؤا لدا جائے مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں

۱۔ مرزا صاحب اور عبداللہ آختم کی بحث بمقام اسرتر ابتدا ۲۳ مئی ۱۸۹۲ء سے شروع ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء کو ختم ہوئی یعنی ۱۵ اپریل تک بڑے دور و دراز سے ہوتی رہی جب مرزا صاحب سے کچھ نہ رہا حتیٰ کہ چہ ہر ایک مسلمان نہ ہو اور مسیحائی نے خود ہمارا نہ کیا تو آپ نے غصہ میں آکر یہ اقرار دیا کہ وہ اس کے ہرے نہ ہونے پر سخت مشتعل ہوئے اکثر سے ہاتھ پاؤں رجوع الی الحق کے بارے میں کچھ نہ بن سکا ساری بدو عاکیں بیت اصر علی میں محمد درویش ۱۲ مئی ۱۸۹۲ء



میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کریگا۔ ضرور کریگا۔ ضرور کریگا۔ زمین و آسمان مل جائیں گے پر اس کی باتیں نہ لیں گی۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سوئی تیار رکھو۔ تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔ بلکہ یہ الہامی پیشین گوئی تھی۔ اس پیشین گوئی کی ميعاد ۶۵، ۶۶ ستمبر ۱۸۹۳ء کی رات کو پندرہ ماہ پورے ہوئے تھے اس تاریخ کی کیفیت میں اخبار وفادار مطبوعہ ۸ ستمبر ۱۸۹۳ء کے پرچے سے نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ وہو ہذا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئی مسٹر عبداللہ آتھم کی موت کی نسبت لاہور میں ۵ ستمبر ۱۸۹۳ء کی رات تک بڑا چرچا رہا کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی کیا انتظام کا وقت آج رات کو ختم ہے۔ چاہے بڑے مجمعے اور طرفدار پارٹیوں کے لوگ مختلف قسم کے خیالات ظاہر کرتے رہے ایسے ہی امید کجیاتی ہے کہ جناب کے تمام مقامات میں بھی یہی کیفیت ہوگی۔ ۶ ستمبر ۱۸۹۳ء کی صبح کو مسٹر عبداللہ کی پارٹی بکاش اور مرزا صاحب کی پارٹی مشہور اور پریشان حالت میں تھی۔ بلکہ پھر اخبار وفادار مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۸۹۳ء میں حسب ذیل درج ہے۔

مرزا قادیانی کی پیشین گوئی اور مسٹر عبداللہ آتھم کی مذہبی صداقت کچھ کہنے میں بدترین خطرات جھوٹ کہنے میں خمیر پر بد نما و عیب۔ گو کچھ مشکل و مگر نہ گویم مشکل کا سامعہ ملے ہے۔ پس جھوٹ سے گریز اور توبہ ہزار تو ہے۔

روح راستی موجب رضائے خدا است

مرزا قادیانی کی مسٹر عبداللہ کی نسبت پہلی پیشین گوئی غلطہ، غلطہ، جھوٹ اور سراسر جھوٹ ثابت ہونے پر بعض عام بازاری لوگ نادانیت سے اسلام پر بڑے نامعقول فقرات اور اعتراض جمائے ہیں اور خاص لوگ مگر غیر مذہب والے منانیت سے اپنے دلی

مذہبی تعصب کے خیالات کے ظاہر کرنے میں اپنا زور قائم دکھا رہے ہیں جو چنگ زبردستی اور غلطی کر رہے ہیں۔ پہلے خیال کے لوگ مذہبی امور سے ناواقف ہیں مگر دوسرے واقف ہو کر اسلام کی حقیر پر وضعداری پر کمر بستہ ہیں۔ ہم ان دونوں خیالات والوں کی عنایت غائی مرزا قادیانی کی جھوٹی پیشین گوئی سمجھتے ہیں نہ کچھ اور۔ جس کی وجہ سے ہم بلا تامل اصول مذہب اور مذہبی اشتعال کی وجہ سے ایسا کہنے میں دریغ نہیں کرتے کہ اسلام ایسے صادق مذہب اور اسلام کے بانی صادق غیر خدا ﷺ کے اصول، مذہب کو بدنام اور ان کی تحقیر کر دینا لا مرزا قادیانی ہے۔ نہ کوئی اور۔ جسے بعد ہم ایسا کہنے میں بے اختیار ہیں۔ کہ او مرزا! او قادیانی! او جھوٹے مسیح موعود! او غلام! او عبداللہ راہم! او الدنا میرزا! او خداوند خدا تجھے تیری بدعتی اور تیری جھوٹی پیشین گوئی کے صلہ میں اور تو غیر مگر کم سے کم تیری جھوٹی پیشین گوئی کے نتیجہ کے تمام فقرات کا تجھ پر ہی خاتمہ کر کے تمام دنیا میں تجھے عبرت ختم بنا کر اسلام کی صداقت کی زیادہ تر صریح نظیر قائم کرے اور عام طور پر جتنا دے کہ تیری ایسی بدعتی سے شہرت پسندی کے خیال سے ایسی جھوٹی پیشین گوئی کرنے والے دنیا میں ایسے ذلیل ہوا کرتے ہیں۔

ناظرین! مرزا قادیانی نے پہلے یہ پیشین گوئی کی تھی جو شرمناک طور پر ۵ ستمبر ۱۸۹۳ء کو غلط ثابت ہوئی کہ آج سے پندرہ ماہ تک مسٹر عبداللہ آتھم سزائے موت پاویں میں گرایا جائے گا۔ اور میری پیشین گوئی کبھی نہ ٹلے گی خواہ زمین و آسمان مل جائیں۔ ۵ ستمبر ۱۸۹۳ء کو آفتاب نہیں غروب ہوگا جب تک عبداللہ آتھم نہیں مرے گا۔ اگر میری پیشین گوئی جھوٹ ہو تو مجھے ذلیل کیا جائے وغیرہ وغیرہ اور اب ۶ ستمبر ۱۸۹۳ء کو اسی مرزا نے جو پیشین گوئی شائع کی ہے اس کے پورے اندراج سے گریز کر کے صرف اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنے دل میں عظمت اسلام اور اسلام قبول کر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہادیہ میں نہیں گرایا گیا۔ ہاں اب بھی اگر وہ عام مجمع میں اسلام کے خلاف کہہ دے تو



وہ ایک سال تک مرجائے گا۔ اگر نہ مرے تو میں ایک ہزار روپیہ اسے ایک سال کے بعد دوں گا۔

ناظرین! آپ نے مرزا صاحب کی پہلی پیشین گوئی کے فقرات بغور ملاحظہ فرمائے ہونگے۔ اب دورانہ پیشی سے توجہ کیسا نہ خیال فرمائیں کہ جس صورت میں مرزا صاحب کی پیشین گوئی ایسی فاش غلط اور جھوٹی ثابت ہو چکی ہے تو کیوں نہ آپ دعا کریں گے کہ خداوند خداوند قدس تعالیٰ ایسے شخص کیسا چھ ایسا ہی سلوک کرے جس کا مرزا قادیانی مستوجب ہے پس کیوں نہ آپ آمین کہیں اور کیوں نہ خدا کی طرف سے ایسے شخص پر اسکا قہر نازل ہو جس نے اس کے پیغمبر ﷺ کے برخلاف اپنے جھوٹے الہام کے نام سے عام مشورٹ پھیلادی اسے خدا تو ایسے مذہبی رخصتا انداز شخص کو دنیا سے ناپید کر اور ضرور کر اور ہماری دعا ہے کہ تو حق پسند ہے۔ چونکہ مرزا نے شخص بدعتی اور جھوٹے الہام کے ذریعہ سے غریب عبد اللہ آتھم اور اسکے متعلقین کو چند ماہ مشورٹ اور پرخطر رکھا اس لئے تو اپنے انصاف سے کم سے کم چند ماہ تک اسے نہایت سختی کے ساتھ دنیا سے اٹھالے تاکہ تیری قدرت اور تیرے پیغمبر ﷺ کے سچے طریق کے سیدھے راستہ میں پھر ایسے ایسے لاپس کے کسی دوسرے مسیح موعود کو رخصتا اندازی کا موقع نہ ملے۔ ناظرین! یہ جو کچھ لکھا گیا ہے مرزا کی پہلی پیشین گوئی کے جھوٹ ثابت ہونے کی وجہ سے۔ اب ذرا دوسری پیشین گوئی کی تکذیب بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اسے ہے! یہ شخص مسلمان ہے۔ اور اسے توبہ مسلمانی اسی کا نام ہے؟ خدا ایسے مسلمانوں اور ایسی مسلمانوں سے بچائے۔ مرزا کی جدید پیشین گوئی کے بعد مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کا ایک خطا ہمارے پاس پہنچا ہے۔ جس کا خلاصہ ہم درج ذیل میں درج کرتے ہیں وہو هذا۔

”میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ صفحہ ۸۱-۸۲۔ مرزا صاحب

کی بنائی ہوئی کتاب نزول مسیح موعود کی طرف دلاتا ہوں۔ جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی نسبت موت کی پیشین گوئی ہے۔ اسے شروع کر کے آج تک جو کچھ گزرا ہے ان کو معلوم ہے اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے اپنے دل میں اسلام قبول کر لیا ہے اس لئے نہیں مرا۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سوئیں۔ جب انھوں نے میرے مرنے کی بابت جو چاہا سو کہا۔ اور اس کو خدا نے جھوٹا کیا اب بھی ان کو اختیار ہے جو چاہیں سونا ویل کریں کون کسی کو روک سکتا ہے میں دل سے اور ظاہر پہلے بھی عیسائی تھا اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جب میں امرتسر میں جلسہ عیسائی بھائیوں میں شامل ہونے کو آیا تھا تو وہاں بعض اشخاص نے پہلے تو ظاہر کر دیا کہ آتھم مر گیا ہے نہیں آئے گا۔ جب مجھے ریلوے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا تو کہنے لگے کہ یہ آتھم کی شکل کا ریڑ کا آؤی بنا ہوا ہے۔ انگریز حکمت والے ہیں ریڑ کے آؤی میں کل لگا دی ہے اسکی اسکی باتوں کا جواب صرف خاموشی ہے میں خاموشی و خوشی تندرست ہوں اور ویسے ایک دن مرنا تو ضروری ہے۔ زندگی موت صرف رب العالمین کے ہاتھ میں ہے اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے اور جو کوئی چاہے پیشین گوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے اس دنیا کے ہیں سب مرجائیں گے۔“

کیوں مرزا جی! یہی آتھم کے اسلام قبول کرنے کا ثبوت ہے اور اسی پر آپ ایک ہزار روپیہ انہیں انعام میں دیتے ہیں مرزا جی! آپ کے سفید بال ہو گئے ہیں۔ اب تو ایسی جھوٹی پیشین گوئی سے تو بہ کر ویہ جھوٹا خضاب بچائے بال سیاہ کرنے کے چہرہ مبارک سیاہ کر رہا ہے کیا اچھا ہوتا کہ آپ سچائی کی مہندی لگا کر دنیا کے تمام لوگوں میں اور علماء دین کے سامنے سرخرو ہو جائے مگر یہ کب۔ جب آپ جھوٹے مسیح موعود بننے کا دعویٰ نہ کرتے اب تو جو حال جھوٹ بولنے والوں کا چاہیے وہی آپکا مناسب بلکہ انسب ہے۔ مرزا قادیانی کی

بابت ہم عام لوگوں کو غموں اور عیسائی صاحبان کی خدمت میں خصوصاً عرض کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی اگر درست نہیں ہوئی تو اسکا التزام مرزا کی ذات خاص پر آسکتا ہے نہ خدا خیر المستسلم کے پاک اور سچے اصول پر مرزا کی نسبت پہلے ہی اللہ پاک کے علماء و فضلاء شاید تکفیر کا طوفان صادر کر چکے ہیں ایسے شخص کی دروغ گوئی کا اثر ہرگز ہرگز اسلام کی سچائی پر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ سچے مسلمان مرزا کی پیشین گوئی کو ہمیشہ نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بلکہ من و عن شتم ہوئی عبارت اخبار و قادیان کی۔

**دوم:** مرزا صاحب کا مزید خاص لو دیانوی (اگرچہ اسی تحریر کے باعث سے اصحاب بدر میں نام نہیں لکھا گیا) میاں الدین جلد ساز اخبار اور علی نور۔ میں بہت حد و حد کے ساتھ دروغ گوہر لکھتا ہے تھوڑا سا خلاصہ اس کا بھی پیش ناظرین کرتا ہوں۔ ”اب چونکہ اس پیشین گوئی کی مینا گذر کر بارہ تیرہ روز ہو گئے اور عبداللہ اعظم عیسائی اب تک زندہ اور بالکل تندرست ہے اور مرزا صاحب نے اپنے اشتہار فتح الاسلام میں جو دلیل کی ہے وہ بالکل قابل اطمینان نہیں ہے۔ پس ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے المرء یوخذ باقرارہ آدمی اپنے اقرار کے سبب آپ گرفتار ہوتا اور پکڑا جاتا ہے اور ہم مرزا صاحب کے عقائد جدیدہ یعنی اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دینا نہیں مانتے۔ ہمارے وہی عقائد ہیں۔ جو پیغمبر علیہ السلام و اسلام اور آپ کے صحابہ کرام اور سلف صالحین فرقہ اہل تشیع و اہل جہاد سے برابر اب تک منظور اور متواتر ہیں۔“ (استقامۃ العبد کمترین الہ دین اجلہ ساز لو دیانوی۔)

بلاشبہ یہ روز علی نور روز ۱۲ جنوری ۱۸۹۳ء۔

اب میں عرض کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کے اشتہار پیشین گوئی میں کوئی اگر مگر کا

۱۔ یہاں زیادہ بہت غلطیوں میں سے ہیں اور اپنی بات سب سے اوپر دیکھتے ہیں۔ ۱۲۔

لفظ نہیں تھا۔ اور نہ اس میں شرط رجوع الی الحق کی تھی جیسے کہ اوپر نقل کیا گیا ہے۔ لیکن مرزا صاحب کی تاویلات کا پھانک کھلا ہے۔ تاویل درست ہو نہ ہو۔ اپنی تحریر کے مطابق ہونہ ہو مگر غلط ثابت ہونے پر کوئی نہ کوئی تاویل ضرور ہی کر دیجئے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ عبداللہ اعظم کی عمر ۲۸ سال سے زیادہ تھی جس وقت مرزا صاحب کی پیشین گوئی سے بچ رہا تھا۔ اس سے بھی واضح ہے کہ مسٹر اعظم اپنے پاؤں قبر میں لٹکائے بیٹھا تھا۔ آج نہ مرزا کل مرتا۔ مگر انہوں نے کہ اس وقت نہ مرتا کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی سچ ثابت ہو جاتی۔ نیز ناظرین کو یہ بھی یاد رہے کہ مرزا صاحب کی شرط اس بات پر تھی کہ میں مسیح موعود ہوں اور اس بات میں سچا ہوں۔ اسلام کی حقانیت پر شرط نہ تھی۔ اگر صرف اسلام کے ہی مقابلہ میں ایسی شرط کی جاتی تو یہ ضرور تھا کہ مرزا صاحب کامیاب ہو جاتے مگر انکا دعویٰ ایسا تھا جو خود اہل اسلام کے ہی مخالف اور غلط اور دروغ تھا اسی لئے مرزا صاحب سخت مایوسی کی حالت میں ناکام رہے کیونکہ اہل اسلام کی طرف سے تو پہلے ہی بڑی نظروں سے دیکھے جاتے اور تکفیر کی تشہیر میں نزدیک و دور مشہور تھے یہی وجہ تھی کہ مولویوں اور سجاد و فقیہوں کی گالیوں سے خبر لی خدا رحم کرے۔

۱۔ شرط رجوع الی الحق واقعی مرزا صاحب نے اگرچہ جنگ مقدسہ ۱۸۹۲ء کے پہلے ۱۸۹۱ء بشرط یہ کہ حق کی طرف رجوع نہ کرے باوجود شہر گرایا جائے گا بلکہ لکھتے ہیں کہ مخالف شراب رجوع الی الحق کو تو ذکر صلی ۱۸ میں اس کے بعد اپنے اقرار واثق میں بڑے زور سے دہرائے گئے ہیں جو میں نے صلی ۱۸ میں درج کیا ہے اس میں کوئی شرط رجوع الی الحق کی نہیں ہے۔ بلکہ پیشین گوئی کی شرط کو مرزا صاحب کے اہل اقرار نے جو اس پیشین گوئی کے بعد کیا ہے بالکل تو ذکر معدوم کر دیا ۱۲۔

## دوم مختصر خلاصہ رسالہ خدا کا فیصلہ

یہ رسالہ صفحہ ۳۴ سے ۳۱ تک ہے۔ اس میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

(الف) جیسا کہ ہم نے کتاب ست بجن میں لکھ دیا تھا کہ کوئی بھی چولہ کی تمام گرو کے چیلوں کو زیارت کرا دی ہے اسی طرح ہم یسوع کے شاگردوں کو بھی ان کے تین جسم خداؤں کے ورثین کرا دیتے ہیں اور ان کے ساتھ گشت نشینی خدا کو دکھلا دیتے ہیں چاہے کہ ان کے آگے چھکیں اور کائناتوں اور وہ یہ ہے۔ جس کو ہم نے عیسائیوں کے شائع کردہ تصویروں سے لیا ہے بلطف ص ۳۵۔ یسوع کی شکل پر۔ روح القدس کبوتر کی شکل پر۔ باپ آدم کی شکل پر۔

ناظرین! مرزا صاحب نے اسی صفحہ ۳۵ پر تین تصویریں بالا بٹائی ہیں۔ جسکے واسطے سخت ممانعت خداوند تعالیٰ در رسول اکرم ﷺ کی ہے کہ ہرگز تصویر نہ بنائی جائے۔ قیامت کو تصویر بنانے والے کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے۔ پھر تعجب ہے کہ مرزا صاحب اپنے لئے قبیح سنت نبویؐ بڑے زور سے لکھتے ہیں۔ اور عمل ان کا بالکل خلاف کتاب و سنت ہے شاید مرزا صاحب اس کو جواب دیں کہ ہم نے تو عیسائیوں کی ان کتابوں سے تصویریں دیکھ کر اپنی کتاب میں بھی بنادی ہیں۔ کوئی جدید تصویریں نہیں بنائیں۔ ممکن ہے کہ ناظرین خیال کر بھی لیں مگر جبکہ ان کی کتابوں میں تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اور وہ روز روشن کرتے ہیں۔ تو مرزا صاحب کو کون سی ایسی ضرورت سخت پڑی تھی کہ آپ بھی تصویریں بنا کر حکم خدا اور رسول ﷺ کے منکر ہوتے۔ جبکہ مرزا صاحب حکم خدا اور رسول ﷺ کی مخالفت میں قدم بڑھائے جاتے ہیں۔ اور ان کو ایک ذرہ بھر بھی پروا نہیں پھر کون شخص یا کون عالم اور مفتی ہے جو مرزا صاحب کو مرد مسلمان بھی قبول کر سکے۔ چہ جائیکہ مرد صالح، الہامی، مجدد و محدث، نبی، رسول، مسیح موعود، مہدی، مسعود

منقولہ کر لے گا۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ علماء و مشائخ و مفتیان عرب و عجم فوراً سکتے ہیں ضرور کافر کا فتویٰ عداوتاً (جو حدیث کی زمین اراضی ملکیت پر ہے) لگا دیں گے۔ اس واسطے میں ان کے فتویٰ کا منتظر نہیں۔ البتہ مرزا صاحب کی ہی دستاویزات کو پیش ناظرین کرنا ضروری ہوا۔ سنئے۔

۱۔ اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی ﷺ کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام المرسل کے حاصل ہو سکیں۔

بالفہ ازالہ اہم ص ۳۸ اور کتاب اعلام نامہ ص ۲۵ چہادہ مؤلفہ مولوی محمد حسن امروہی حوالہ عام ص ۷۷۔

۲۔ شتم قال اللہ وقال الرسول کو اپنے ہر ایک راوی میں دستور العمل قرار دیا۔

رسالہ تحفہ ص ۷۷۔ مسئلہ ۸۵۔

۳۔ ہمیں قرآن اور حدیث صحیحہ کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ اور القرآن ۱۹۶/۱۹۷ میں ملاحظہ۔

مرزا صاحب نے تمام اپنی تالیفات میں اس بات کا اذعان کیا ہے کہ ہم کامل قبیح رسول اکرم ﷺ کے ہیں۔ اسی واسطے ہم یہ ہیں اور وہ ہیں اب ان کی دو تین عبارتیں بھی نقل کر دی ہیں مگر میں پہلے بطور نمونہ کئی آیات اور احادیث لکھ کر دکھلا چکا ہوں کہ مرزا صاحب نے ان کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔ پس جو کوئی ایسا کرے اس کے لئے مفتیان شرع ستین فتویٰ دیں اور مرزا صاحب خود اپنی تحریر کو سامنے رکھ کر قبول کر لیں۔ مگر امید نہیں کہ مرزا صاحب کوئی نہ کوئی تاویل نہ کریں۔ مگر افسوس صریح روگردانی کی بھی کوئی تاویل قابل قبول ہے۔ نیچہ ان تصاویر کے بنانے اور احکامات نصی اور احادیث صحیحہ کے انکار کا یہی نکتہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کو آزادی مد نظر ہے۔ جب عیسائیوں کے کفارہ کی طرح آپ کے اگلے پچھلے گناہ

۱۔ دیکھو صفحہ ۵۹ براہین احمدیہ ۱۲ ص ۱۲



معاف ہو گئے ہیں تو یہ تصویریں بنالینے میں کوٹا گناہ ان کے لئے مُضر ہو سکتا ہے۔

(ب) مسیح نے پہلے نبیوں سے بڑھ کر کیا دکھایا۔ خدائی کی عدتیں کون سے کام کے کیا یہ کام خدائی کے تھے کہ ساری رات آنکھوں میں سے رو رو کر نکالی پھر بھی دعا منظور نہ ہوئی۔ ایللی ایللی کہتے جان دی باپ کو کچھ بھی رحم نہ آیا اکثر چشمیں گویاں پوری نہ ہوئیں۔ معجزات پر تالاب نے دھبہ لگایا فقہوں نے پکڑا اور خوب پکڑا کچھ بھی پیش نہ گئی۔ ایللیا کی توبہ میں کچھ عمدہ جواب میں نہ پڑا اور نہ چشمیں گولی کو اپنے ظاہر الفاظ پر پورا کرنے کے لئے ایللیا کو زمرہ کر کے دکھلا رکھا اور لہذا صیقتی کہہ کر بعد حسرت اس عالم کو چھوڑا ایسے خدا سے ہندوؤں کا خدا ارام چندرئی اچھا رہا۔ جس نے جیتے جی راجن سے اپنا بدلہ لے لیا۔ بلاطہ نورالقرآن ص ۱۸۹۔

(ج) مریم کا بیٹا عیسیٰ کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ بلاطہ انجم ص ۲۸

۳۔ مرزا صاحب کے کلمات اور البانات تو ہیں واستہزاء واستخفاف حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف نمود فرمائیں۔ کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو یہ بھی سوچ لیں کہ یہ ان کی کیسی توہین و تحقیر ہے اور اللہ سہا کسی مسلمان کی طرف سے تو ایسا ہونا ممکن نہیں۔ مسلمانوں کے عقائد میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کا بیٹا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا (جو اولوالعزم و بقیہ ہیں) کوئی نہیں ہے اور مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو غیر ان بہم اسلام میں سے کسی غیر یا نبی علیہ السلام کی توہین کفر ہے۔ کیا یہی قرآن شریف کی تعلیم اور احادیث کی تہذیب اور اپنے البانوں کی تعمیل ہے؟ کہ آیت شریف وَلَا تَسْبُو الدِّینَ... الاٰیہ کو کیسا نہیا نہ کیا کر دیا۔ کسی طرف بھی کوئی خیال نہیں کیا عداوت اور غصہ پادریوں کے ساتھ ہے اور توہین و گالیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توبہ توبہ توبہ! توبہ! (نقل کفر طرہ شہد)

ع کھلا رہا یہ رام چندرئی کی اس کا نام ہے جس کو بدو لوگ بعض پریشور بعض اوتار اور راجہ جانتے ہیں۔ ص ۱۲۔

مرزا صاحب شاید یہ تاویل کریں کہ مریم ایک تیلن قادبان میں ان کے محلہ میں رہتی ہے تیلن وغیرہ کے گھگھڑے میں اسکی بابت لکھا ہے۔ یہ وہ نہیں سکتا کیونکہ مخاطب اسکے عیسائی ہیں تیل نہیں۔ افسوس! ادھر تو مریم کا بیٹا عیسیٰ کا بیٹا ہے اور ادھر خود مرزا صاحب ابن مریم ہیں۔ اس جگہ اتنا ہی لکھا گیا۔ باقی جو فحش اور گندی گالیاں مرزا صاحب نے اپنے قصیدہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کو منہ پھڑ پھاڑ کر دی ہیں ان کو اپنی جگہ ملاحظہ فرمائیں۔

### سوم مختصر خلاصہ رسالہ دعوتِ قوم

یہ رسالہ صفحہ ۴۵ سے ۷۲ تک ہے اسی میں اشتہارِ مباہلہ بھی درج ہے۔

۱۔ (الف) رجال اکبر پادری لوگ ہیں۔ اور یہی قرآن اور احادیث سے ثابت ہے اور مسیح موعود کا کام ان کو قتل کرنا ہے۔ ص ۲۷۔

صفحہ ۵۱ سے البانات جو اکثر آیات قرآنی ہیں مرزا صاحب پر بڑے بدوئی القاب ہوئے ہیں جن کا ترجمہ اردو بہت اختصار و انتخاب کے ساتھ بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے۔ جس سے مرزا صاحب کو نبی عظیمہ۔ سرسل کے قطابات اور مراحب عطا ہوئے ہیں گویا دوبارہ نزول قرآن شریف آپ پر شروع ہو گیا ہے۔

(ب) اے وہ عیسیٰ جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائیگا۔ ص ۵۱۔

۲۔ ان کو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میرے پیچھے ہو لو تو خدا بھی تم سے محبت کرے۔ ص ۵۲۔

۳۔ اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قتل اسکے جو میرا نام پورا ہو۔ ص ۵۲۔

۴۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ ص ۵۱۔

۵۔ تیری شان عجیب ہے۔ ص ۵۲۔



- ۶۔ تو میری جناب میں وجہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے نہیں لیا ہے۔ صفحہ ۵۰۹۔
- ۷۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندہ کو رست میں سیر کرایا۔ (معراج) صفحہ ۵۱۰۔
- ۸۔ تجھے خوشخبری ہو اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ صفحہ ۵۱۰۔
- ۹۔ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔ صفحہ ۵۱۰۔
- ۱۰۔ لوگوں سے لطف کے ساتھ پیش آ اور ان پر رحم کر۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۱۱۔ تو ان میں بمنزلہ موسیٰ کے ہے۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۱۲۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۱۳۔ خدا عز و جل پر سے میری تعریف کرتا ہے۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۱۴۔ سب تعریف خدا کو ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۱۵۔ کہ میں ایک آدمی تم جیسا ہوں مجھے خدا سے الہام (وحی) ہوتا ہے۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۱۶۔ تیرا بدگو بنے خیر ہے (میاں سعد اللہ مدرس لوریان)۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۱۷۔ نبیوں کا چاند آریگا۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۱۸۔ تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرا بھید میرا بھید ہے۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۱۹۔ وہ خدا جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۲۰۔ اے نبی میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف انھماؤں گا۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۲۱۔ ان کو کہہ دے آؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں اور عورتوں عزیزوں سمیت ایک جگہ اکٹھے ہوں پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجیں۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۲۲۔ ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا صاحب) پر سلام۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۲۳۔ اے داؤد لوگوں کے ساتھ نرمی اور احسان کے ساتھ معاملہ کر۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ۲۴۔ اے نوح اپنی خواب کو پوشیدہ رکھ۔ صفحہ ۵۱۱۔

- ۲۵۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اترا (نور ہندوستان ہندواں) اسکا نام عثمانی ہے۔ صفحہ ۵۱۱۔
- یہ کسی قدر نمونہ ان الہامات کا ہے جو وہ فنا و فنا مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہیں اور ان کے سوال اور بھی بہت سے الہامات ہیں۔ مگر خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے لکھا ہے وہ کافی ہے اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین، خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اسکا دشمن جہنمی ہے۔ صفحہ ۵۱۱۔
- ناظرین! خود فرمائیے گا۔ ان الہامات و تحریرات مندرجہ بالا مرزا صاحب بہادر میں کوئی یہ لکھا ایسا نکال سکتے ہیں کہ مرزا صاحب بخیر کی کا دعویٰ کھنم کھان نہیں کرتے کیا بخیر ان ہمہ الامم کے القابات سے ملقب نہیں ہوئے؟ کیا خدا کا فرستادہ رسول نہیں؟ کیا خدا کا مامور بخیر نہیں؟ کیا خدا کا امین نبی نہیں؟ ان دعاؤں میں کوئی شبہ ہے کہ جس سے آپ مرزا صاحب کو بخیر یا نبی یا رسول نہیں کہہ سکتے؟ کیا جس قدر لوگ (گویا کھلم) مسلمان جو مرزا صاحب پر ایمان لائے لہذا اللہ سنا کا فر نہیں ہیں؟ پھر تعجب یہ ہے کہ جب کوئی مرزا صاحب کو کہتا ہے کہ تم بخیر کی اور نبوت کا دعویٰ کرتے ہو تو فوراً کہتے ہیں کہ "ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں"۔ لیکن میں مرزا صاحب کی ہی تحریرات و الہامات سے ان کی نبوت و دعائی کے اثبات کو پیش نظر میں کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں
- (الف) "اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کیسے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سے ممکن ہوئے گا ایک شرف رکھتا ہے۔ اور مامور غیبی اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اسکی وحی کو بھی دلیل شیطان سے منزع کیا جاتا ہے اور مغرور شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور

بعض انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے کہ اپنے تئیں باوازا بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنا بالکل ایک حد تک مستوجب مرزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی مجرا اسکے اور کچھ نہیں کہ امور خد کرہ بالا اس میں پائے جائیں اگر یہ عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے۔ اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوئی ہے اور اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوه باب نبوت مسدود ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس اہمیت مرحومہ کیلئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ فقط توضیح مرام صفحہ ۱۸۔

(ب) رسالہ شریعت حق کے صفحہ ابتدائی ج پر جبکہ مرزا صاحب کو قادیان والوں نے سخت تنگ اور بے عزت کیا تو اظہار نبوت اس طرح پر کر کے لکھتے ہیں۔ ”بھدا حضرت مسیح کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔“ لفظ (ج) جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھے مامور کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔

لفظ ص ۶۰ ضمنیہ نام۔

(د) اس عاجز کا نام خدا نے اسی بھی رکھا اور فی بھی۔ صفحہ ۵۳۳ ازالہ ۱۱۴۔

(ه) مرزا صاحب اپنی کتاب آریہ ہرم کے اخیر نوٹس میں صفحہ ۱۶۵ پر نام اس نقب سے لکھتے ہیں۔ ”حضرت اقدس امام امام مہدی مسیح موعود مرزا غلام احمد“ لفظ۔

ناظرین! اب انصافاً فرمائیے گا کہ پیغمبری، رسالت، نبوت میں کچھ کسر باقی ہے؟ پھر ایسی ایسی وضعی لعنتیں کس پر جوئیں۔ مگر مرزا صاحب کو ان لعنتوں، چھٹکاروں اور گالیوں کی پروا نہیں۔ بلکہ وہ اس کو عین تمہید سمجھتے ہیں۔ جب کہ مرزا صاحب کو ابتداء سے ہی ایسی عادت ہے تو اسکے جواز کے واسطے قرآن شریف پر ہی الزام لگا کر اس طرح پر لکھتے ہیں

عقل کفر کفر نباشد

(الف) ”قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غمی اور سخت درجہ نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو ستانا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ جملہ صفحہ ۲۵۔ ۲۶۔ ازالہ ۱۱۴۔

(ب) ایسا ہی ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں۔ جملہ ۱۲۴۔ ازالہ۔

تو یہ خود ہندو یہ عقیدہ مرزا صاحب کو ہی نصیب ہوا کہ قرآن شریف میں بدعتیہ اور گندی گالیاں بھری پڑی ہیں۔ کسی مسلمان سے خداوند کریم ایسی اہانت کلام الہی کی نہ کرائے۔ جس سے مسلمانی سے خارج ہو جائے۔ مفتیان شرع اس گستاخی اور اہانت قرآن شریف کلام پاک پر مرزا صاحب کی نسبت خود قتل دینگے۔ خدا تعالیٰ مرزا صاحب کو بھی ہدایت بخشے اگر انکی مشیت ہو۔ پھر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ”اب اسے مخاطب مولوی اور سجادہ نشینوں یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی ہے اور ذمہ قلیل ہے اور شاید اس وقت تک چار ہزار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی۔“ لفظ ص ۱۶۱ انجام ختم۔

ناظرین! اور مرزا صاحب کے حافظہ کو ملاحظہ فرمائیے گا کہ چار پانچ ہزار کی تعداد اسی کتاب میں درج کی ہے اور پھر اسی کتاب کے ضمیمہ میں صفحہ ۲۶ ہفتہ عشرہ کے بعد آٹھ ہزار سے زیادہ لکھ دی ہے۔ جیسے لکھتے ہیں کہ ”اب آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ وہ لوگ ہیں جو اس ماہ میں جان فشاں ہیں“ لفظ صفحہ ۲۶۔ ضمیمہ۔ پھر لکھا ہے کہ ”اب خدا کے فضل سے آٹھ ہزار کے قریب ہیں۔“ صفحہ ۱۶۱۔ لیکن صفحہ ۳۱ سے ۳۲ تک ضمیمہ میں کل ٹہرست اپنی

جماعت کی تین سو تیرہ (۳۱۳) لکھی ہے۔ ممکن ہے کہ مرزا صاحبان کل اختلافات کی کوئی تاویل گھڑ بیٹھے۔ اسکی بابت ضمیمہ کے خلاصہ میں بھی لکھا جائے گا۔ فانتظرہ  
(ج) شہر کسی خوبی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔ سہ ۱۹، انعام۔

حضرات ناظرین! مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ بروقت ظہور مہدی علیہ السلام و زوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وعدہ ہمال سے جہاد ہوگا۔ جس میں اکثر افواج کام آئیں گی۔ اس بات کو مرزا صاحب نے تمام اہل اسلام کے عقائد کی مخالفت میں توہیناً، استہزا و استخفافاً حضرت مہدی علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خونی کے لفظ اور لقب سے منسوب کیا ہے اسی اعتقاد سے جہاد و غزوات مرید وغیرہ حضرت رسول خدا ﷺ و خلفاء راشدین و صحابہ مہدیین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم، ہمیں کو بھی کشت و خون کچھ کر ان کو بھی نواز اللہ سبحا خونی ظہیر اور خونی خلفاء سمجھا جاتا ہے۔ مقتدیان شرع زرا اس طرف بھی توجہ فرمائیے گا۔ توبہ! توبہ! توبہ! توبہ!

وہاں لکھا ہے کہ مرزا صاحب اپنے میں اب تک کوئی جرأت یا حوصلہ نہیں دیکھتے اور نہ کچھ امید رکھتے ہیں کہ جنگی کاروائی کریں اگرچہ اپنی جماعت کو کبھی کبھی قلیلہ بیان کر کے لوگوں سے ایک لاکھ فوج کی درخواست کرتے ہیں۔ اور پانچ ہزار سپاہی منظور ہوتے۔ جیسے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ "کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا۔ کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر بیٹھا تھا۔ مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اُسے میں نے مخاطب کر کے کہا۔ کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ بولا کہ ایک لاکھ فوج نہیں سے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے دل میں کہا کہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا چاہے تو تھوڑے بہتوں پر سچا

سکتے ہیں اسوقت میں نے یہ آیت پڑھی۔ کم من لہ قلیلة غلبت فنة کثیرة ہا ذلک اللہ الذی اراہم حاشیہ صفحہ ۹۸-۹۹۔

ناظرین! اور مرزا صاحب سے درپخت تو فرمائیے گا کہ ایک لاکھ فوج کی ضرورت کس کے واسطے ہوئی مگر افسوس درخواست ایک لاکھ فوج کی وہ انسانی صورتوں سے کیجانی ہے اور صرف پانچ ہزار ہی سپاہی منظور ہوتے ہیں یہ درخواست ۱۳۵۸ھ میں جس کو عرصہ سات سال کے قریب گزر گیا ہے کی تھی۔ اسوقت صرف ۵۰ ہی سپاہی لنگرے کا لے رہے تھے اور اس وقت ہی دعویٰ صلیب کے توڑنے کا بھی کیا تھا۔ اور وہاں پادریوں کے قتل کا مگر استعارات سے اور اسی وقت یہ درخواست بھی ایک لاکھ فوج کی کی گئی تھی۔ مگر افسوس منظور نہ ہوئی و نہ ضرورت تھا کہ غدر کر کے پادریوں کو قتل کرتے اور صلیب کو توڑتے اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں مسلمانوں پر بھی زور ڈالتے۔ اسی خیال سے اس رسالہ انجام میں اپنی جماعت کی تعداد چار پانچ ہزار بھی لکھی ہے۔ اور اسکے ضمیمہ میں آٹھ ہزار تک لکھ کر اپنا رعب دکھلایا ہے کہ جس سے گورنمنٹ کو بھی خیال ہو جائے مگر افسوس یہ تعداد محض خیالی اور دماغی ہی ہے کیونکہ جب ضمیمہ میں فہرست لکھنے بیٹھے تو صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) کے ہی نام درج کئے ان میں بھی بہت سے مردوں کے نام لکھ کر تعداد پوری کی۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ اسی قدر فوج مرزا صاحب کی مع مردوں کے ہے جو درج فہرست کر دی ہے۔ یوں تو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ ہمارے پاس نے گھوڑے دیئے آدمی

۱۔ دے باپ نے گھوڑے دیئے مرزا صاحب نے اپنے اشہار اسلامی انجمنوں کی خدمت میں التماس ضروری کے مفاد آل الف مشمولہ برائے احمد پختہ دوم میں یوں لکھا ہے۔ کہ "تغیر ۱۸۵۸ء میں ہمارے والد صاحب مرحوم نے پچاس (۵۰) گھوڑے اور پچاس مضبوط لائق سپاہی بطور مدد کے سرکار میں نذر کئے منکھ۔ یہ ایسا کھن مرزا صاحب کا محض جھوٹ ہے جیسے کہ مرزا صاحب کے والد کے دوست مولوی عبدالحق بن مان اللہ ساکن در حکومت رندھاوا تحصیل ہالہ علیہ السلام گورداسپور اپنے رسالہ فتح مرزا نے ۱۳۵۸ھ میں طبع کیا تھا (جاری)



دیے۔ مگر جب پادری لوگ اچھو گورنمنٹ حال کے ہم مذہب و ہر و مرشد اور بزرگ عیسائی

(تقریباً) اس طرح پر گھٹتے ہیں وہ وہنا۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب والد مرزا غلام احمد صاحب موعود کے سکھوں کے جد میں واسطے تلاش معاش رہائی کشمیر ہو کر بسا رہی ایک جھونپڑی سے جو بزرگ کے قائم آئم کے پاس مکان دہر کوٹ رندھاواہ داد فرود کش دوسے۔ صاحب شیش کیا گیا۔ یہاں سے منزل منزل خطہ کشمیر شیش گئے۔ چند ایک فوٹری کی تلاش کی مگر سیر نہ ہوئی آخر الامریہ جدار مگر تلاش گئے دیے دیر کوئی کے پاس وہاں اسے لیسہ ایک فوٹری زمانہ سیمان پور تلاش دھیر تلاش کے پشاور پہنچے اور ان فقہ کے چند مدت گذاری اتفاقاً سردار بہان سنگھ صاحب کشمیر فوت ہو گیا۔ تو وہ چند ارادہ مرزا صاحب جائیں تشریف لائے اور پھر شہزاد شیر سنگھ کے زمانہ میں پھر کشمیر کو گئے اور وہیں آگے شیر سنگھ صاحب بہادر مرزا صاحب سے سخت ناراض ہو گئے۔ تو مرزا صاحب اور تو بھان تھا نہ و مطالب پور کو علیحدہ کر دیا۔ مرزا صاحب اپنے گھر موضع قاضیان میں آ کر پیشہ ملاہت میں مشغول ہوئے۔ پھر لڑائی گو پال سبائے سے مرزا صاحب کی دوستی ہوئی۔ سرکار انگریزی کے وقت میں ملکیت آراضی قاضیان محل کی آگے نام کر دی۔ وقت مسدود رہی تو مرزا حکیم غلام مرتضیٰ صاحب والد مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے پاس سے ایک سواری کو کر رکھ کر دوسرے کا نہیں دی اور اس وقت ان کے پاس قاضیان ایک گھوڑی چھوٹی سی مٹی اپنے زور سواری تھی کہ وہ مسدود سے پانچ سو روپے مرزا غلام مرزا غلام رشید تھا نہ داری دنیا گھر سے محروم ہو کر بے لکڑی چھپے علاقے شمع کے بھرتے تھے۔ اور قائم الحروف ان دنوں دنیا گھر میں بدست تھا۔ مگر مرزا صاحب کو توفیق دوداری سرکار کی تھی تو ان کا خلف الرشید کہیں بابا مارا پھرتا تھا۔ فریڈا اگر سرکار کو اپنے رسالہ سے مدد کی تھی تو دفتر شاہی فرجی جہاں پہنچا ہوگا۔ اس کے بعد میں کوئی انعام یا جائیداد نہیں دی۔ اس وقت سرکار عام نوکر رکھتی تھی اگر قاضیان کے پاس رہا دی نوکر ہوئے ہوں تو کیا عجب ہے۔ بلکہ منتظر۔ کہاں مرزا صاحب کے والد کا پاؤں روپے ہزار ہزار کے پر جانے پر نوکر ہونا پھر اس سے بھی برطرف ہونا۔ اور کیا بچاں سوار بھرتی کر کے سرکار کو دیتا۔ بھل جیوت ہے۔ اگر تسلیم نہیں کر لیا جائے تو پھر یہ سوال ہے۔ مگر مرزا صاحب کے خیالات اپنے والد کے مطابق ہیں؟ جواب یہی ہوگا کہ ہر شخص جب باپ نے ایسی حالت میں گورنمنٹ کی مدد کی تو اب مرزا صاحب نے باوجود صاحب جہانیاہ دوسرے کے کوئی مدد کی۔ اس رعایا انگلشیہ میں لہر دلوئے اور ایک دوسرے کو جانی دشمن جانے میں کوئی رقیب تھا نہ کیا۔ پس بھی رعایا کو دشمن بادشاہ کا دشمن ہونا ہے۔ ۱۲۰۰

ل پادری لوگ اچھو گورنمنٹ عالیہ بھی عیسائی مذہب رکھتی ہے اور پادری صاحبان بھی عیسائی مذہب کے وارث ہیں اور گورنمنٹ کے ہر و مرشد۔ جس دوست کو دوست دوتا ہے اور دوست کا دشمن دشمن ہے۔ ۱۲۰۰

زبان کو درجہ مال مقرر کیا گیا ہے۔ اور ان کو قتل کے لئے آپ مسیح موعود بختے ہیں تو پھر گورنمنٹ کی خیر خواہی کیسی۔ کیا گورنمنٹ کے ہر و مرشد کا دشمن گورنمنٹ کا دوست ہوگا۔ ہر گز نہیں۔ کیا گورنمنٹ کے بزرگ فرقہ کا دشمن اور قاتل گورنمنٹ کا دشمن اور قاتل نہیں؟ ضرور ہے ضرور ہے مگر افسوس تو وہاں ہے کہ مرزا صاحب کے پاس ایک لاکھ نوچ نہیں ورنہ مرزا صاحب کے ہاتھ دیکھتے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جس وقت مرزا صاحب کے پاس پانچ ہزار سپاہی بھی ہو گئے اسی روز انہوں نے اپنے الہام حکم من فیلہ اللہ کے مطابق ضرور جنگ کرنا ہے۔ اور فتح کی خوشی کے ارادہ پر اپنے الہام کے پورے اور سچا ہونے پر زور دینا ہے خواہ کسی موت سے مریں۔ مگر کچھ یہ امید سوہو مبی معلوم ہوتی ہے۔ اب تو میرے خیال میں چوٹی کو پر لگ گئے ہیں اور وقت قریب آ گیا ہے فقط۔

(و) مرزا صاحب نے اپنے مخالف مولویوں اور سجادہ نشینوں کے نام صفحہ ۶۹ سے ۷۲ تک اور صفحہ ۲۸۲ پر درج کئے ہیں۔ مولوی صاحبان مقلدین وغیرہ مقلدین تعداد میں پچاس ہیں۔ اور سجادہ نشین صاحبان انچاس کل ایک سو چونتیس ہیں جو ہندوستان اور پنجاب میں مشہور اور معروف ہیں سب کو ایک ہی رسے سے ہانکا ہے اور بہت سی لعنتیں دے دیکر مہالہ کیلئے طلب کیا ہے اور لکھتے ہیں۔ میں پھر ان سب کو اللہ میں شانہ کی قسم دیتا ہوں کہ مہالہ کیلئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدان مہالہ میں آئیں اگر نہ آئے اور نہ تکفیر و تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مر گئے۔ صفحہ ۶۹۔

(ہ) خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پچھنے کے بعد نہ مہالہ میں حاضر ہوا ورنہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے۔ صفحہ ۶۷۔

(د) لیکن میں نے یہ اشتہار دیدیا ہے کہ جو شخص اس کے بعد اس سیدھے طریق سے میرے ساتھ مہالہ نہ کرے اور نہ تکذیب سے باز آئے وہ خدا کی لعنت فرشتوں کی لعنت اور تمام



صحابہ کی اہانت کے بیچے ہے۔ وما علی الرسول الا البلاغ۔ ہذا معنی ہے۔

ہاں میں!! مرزا صاحب نے مباہلہ کی درخواست پر کس قدر مخالفین کو لعنتیں دی ہیں۔ لیکن پہلے اس سے جو کچھ مرزا صاحب اپنے غالی عقائد بیان کر چکے ہیں ان کو برائے ملاحظہ و تازگی حافظ مرزا صاحب پیش کرتا ہوں۔ وہ وہ ہاں۔

۱۔ یہ نادان کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی اس سے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا باہم مباہلہ جائز ہے مگر یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ابن مسعود نے اپنے اس قول سے رجوع نہیں کیا۔ حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا نبی اور رسول تو انہیں تھا اس نے جوش میں اس غلطی کھائی تو کیا اسکی بات کو (ان ہوا لا وحی یوحی) میں داخل کیا جائے۔ بلاذری ۱۰۶ ص ۵۹۱۔ ۵۹۲۔

یہاں مرزا صاحب نے کمال تعلق کی ہے اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں میں مباہلہ نہیں ہونا چاہئے اور ناجائز ہے۔ اور ساتھ ہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی کی کیسی بے ادبی کی ہے کہ ان کے نام پر کوئی کلمہ تعظیم نہیں لکھا۔ اور نہ کوئی کام میں ادب ٹونڈ رکھا۔ بلکہ لکھتے ہیں کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا اور اس نے جوش میں آکر غلطی کھائی جو ماننے کے قابل نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی کو اپنے مقابلہ میں معمولی انسان سمجھتے ہیں اور کیسے گستاخانہ الفاظ سے تحریر کرتے ہیں اور خود غرور سے اس سے اوّل صفحہ پر لکھتے ہیں۔ کہ اس عاجز کو آدم اور خلیفۃ اللہ کہا۔ انہی جاعلی فی الارض خلیفۃ ازالہ ابواب ۶۹۵۔ حافظ اسکے بعد ۸۹۴ء کو مرزا صاحب کتاب آئینہ کمالات میں اس طرح اپنا الہام نکلتے ہیں۔ ”اور مباہلہ کے بارے میں جو کلام الہی میرے پر نازل ہوا وہ یہ ہے نظر اللہ البکب معطر او قالوا فیہا من یصلیہا فانہی اعلم مالا معلومون۔ قالوا کتابہ من الکفر والکذب فل تعالوا ندع ابنہ ونا وبنائہ کم ونساء نا ونساء کم وانفسا

وانفسکم ثم یجعل لعنت اللہ علی الکاذبین۔ یعنی خدا تعالیٰ نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا اے خدا کیا تو زمین پر ایک ایسے شخص کو قائم کر دینگا کہ دنیا میں فساد بچھا دے تو خدا نے ان کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور ان لوگوں نے کہا کہ اس شخص کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے۔ سوال کو کہہ دے کہ آدم اور تم مع اپنی عورتوں اور بیٹوں اور عزیزوں کے مباہلہ کریں پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں۔ حافظ کتاب آئینہ کمالات ص ۲۹۶۔ ۲۹۷۔

اب مندرجہ بالا اجازت اور حکم کے پانچ سال بعد یہ مباہلہ کا اشتہار نہایت سختی کے ساتھ شائع کیا اور عبارات تحریف قرآن شریف۔ اور حضرت آدم رضی اللہ عنہ اور فرشتوں کی بات چیت جو قرآن شریف میں ہے۔ اور ادھر ادھر الفاظ قرآنی اکٹھے کر کے اور ازالہ ابواب میں اپنے تئیں آدم رضی اللہ عنہ اور خلیفۃ اللہ قرار دیکر اپنے عرصہ بعد یہ الہام ہوا۔ اور آیت مباہلہ جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی آپ پر بھی کئی بار نازل ہوئی۔ مگر انہوں نے پہلے مباہلہ کو ناجائز اور خلاف شرع لکھ کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سخت بے ادبی کی۔ اور عرصہ پانچ سال کا ہوا کہ آیت مباہلہ اور حکم نازل ہوا۔ مگر اسکی تعمیل نہیں کی گئی۔ اب پھر وہی الہام ہوا اور آیت نازل ہوئی جس کو مرزا صاحب نے اپنے انجم کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے اور تاکید کی لعنتیں دی گئیں کہ اگر کوئی مولوی یا شیخ اس رسالہ کے پچھنے کے بعد مباہلہ کے لئے حاضر ہوگا اس پر لعنت ہے اور دو لعنتوں کے بیچے مرگا۔ لیکن اس رسالہ کے پچھنے کے بعد یسے سے علماء نے آپ کو مباہلہ کے واسطے بلایا مگر آپ نے اس طرف رخ نہ کیا۔ حضرت مولانا مولوی محمد ابو عبد الرحمن غلام و فقیر صاحب ہاشمی دوم شعبان ۱۳۵۰ھ سے بعد کہنے منقولہ مباہلہ کے مع اپنے دو صاحبزادوں کے لاہور میں تشریف لے آئے۔ پہلے

۱۵ شعبان مقرر کی مگر مرزا صاحب لاہور میں حاضر نہ ہوئے۔ پھر انہوں نے ۲۵ شعبان مقرر کر کے لکھ بھجوا پھر بھی مرزا صاحب لاہور میں بمیدان مباہلہ حاضر نہ ہوئے۔ بعد اس انتظار کے مولانا صاحب چار پانچ روز تک امرتسر میں مرزا صاحب کے منتظر رہے مگر وہ نہ آیا۔ البتہ کہ اپنے گھر قصور سے علیحدہ ہو کر لاہور اور امرتسر میں مباہلہ کے لئے حاضر رہے۔ مگر انہوں نے مرزا صاحب نے باوجود ایسی لعنتی تاکیدوں خود کے بھی اس طرف رخ نہ کیا جب یقین ہو گیا کہ مرزا صاحب محض اشتہاری ہیں اور حاضری مباہلہ سے انکاری اور فراری ہیں۔ تب مولانا نے اشتہار شائع کروا کر مرزا صاحب لاہور میں مباہلہ کیلئے حاضر نہ ہوئے اسکے جواب میں مرزا صاحب نے ادھر ادھر کی باتیں یہ عدا مباہلہ ایک سال نزول عذاب کے واسطے لگا کر اخیر پر ایک جھوٹ کا الزام اس طرح پر لگا دیا کہ ”مولوی صاحب (یعنی مولوی غلام دستگیر صاحب) کے نزدیک ضرورت کے وقت کذب کا استعمال جائز ہے بھلا ہم حضرت موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ کب اور کس وقت میرے دوست مولوی حکیم فضل الدین صاحب آپ سے ڈر کر قادیان میں بھاگ آئے تھے۔“

بلاغہ اشتہار مطبوعہ ۱۲ شعبان ۱۳۶۰ھ ص ۲۱۰ ط ۲۱۰ مرزا صاحب۔

اشتہار حضرت مولانا مطبوعہ ۱۶ شعبان مذکورہ جو اس وقت تھا ہم نے رکھا ہے دیکھا گیا اس میں ہرگز یہ الفاظ حکیم فضل الدین بھگت سے ڈر کر قادیان میں بھاگ گئے تھے درج نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے خود عدا کذب کا استعمال کیا اور ناحق بہتان لگایا۔ مولانا صاحب کے اشتہار کے الفاظ اسکے متعلق صرف یہ ہیں۔

”حکیم مذکور (فضل الدین) بغیر تصدیق ترک عدا کے قادیان کو چلا گیا۔“

فرہم ہے وہ الفاظ ذکر کر قادیان کو بھاگ آئے۔ کہاں درج ہیں انہوں نے مرزا صاحب ذرا ذرا سی بات پر جھوٹ اور کذب کے استعمال سے اجتناب نہیں کرتے تو باقی ہم اعلیٰ

معاملات پر تو خدا حافظ!!

ناظرین! ذرا انصاف فرمائیے گا کہ مرزا صاحب نے ایسی سخت تاکیدیں اور مباہلہ نہ کر شیوالوں کو خدا تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام صلحاء کی لعنتیں لکھی ہیں جب علماء دین مباہلہ کے واسطے اپنا گھر یا چھوڑ کر ایک دارالسلطنت میں دوبارہ بارہ اشتہار دے دیکر بلواتے ہیں تو مباہلہ شرعی سے گریز کر کے اس طرف رخ بھی نہیں کرتے پھر فرمائیے یہ کل لعنتیں کس کی طرف عود کرتی ہیں؟

چہارم مختصر خلاصہ مکتوب عربی بنام علماء ہند و مشائخ ہذا البلاء وغیرہ

یہ مکتوب عربی مع ترجمہ فارسی مرزا صاحب نے صفحہ ۳۷ سے شروع کر کے نہایت طوالت کیساتھ ایک ہی بات کا چند بار اعادہ کر کے صفحہ ۲۸۲ تک پہنچایا ہے علماء و مشائخ کی سخت درجہ کی توہین کر کے اور بری گندی گالیاں دی ہیں جن کے دھرانے کی ضرورت نہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے بہت زبردستی کی ہے اور دور تک توہین پہنچائی ہے اور لو اشخاص علماء کی طرف اشارہ کر کے دس علماء ہند کے نام درج کئے ہیں اور سب علماء کے علاوہ ان کو اپنی پاک زبان سے بڑھ کر گالیوں کی خلعت عنایت کی ہے ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے بلا در یافت اصلیت کے مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ اور طاہری طرز اور اوعالیٰ النقاء کی تعریف کی تھی اور مرد صالح لکھ دیا تھا۔ اور جب مرزا صاحب کی اصلیت معلوم ہو گئی تو وہاں اور کافر لکھا تھا۔ خلاصہ مکتوب عربی کا نہایت اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ اس میں بھی مرزا صاحب نے اپنے الہامات درج کئے ہیں۔ وہ وہ ہذا ۱۔ خدا نے میرا نام مسیح ابن مریم اپنے فضل اور رحمت سے رکھا ہم دونوں ایک مادہ کے دو جوہر ہیں۔ ص ۵۵۔

۲۔ مجھ کو علم الغیب ازیل سے آگاہ کیا۔ ۷۔ (مشیین گوئیوں کی صحت اسی پر ہے)

۳۔ جس نے تیری ہیبت کی اسکے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ ہے۔ صفحہ ۷۔

۴۔ و ما ارسلاک الا رحمة للعالمین، تجھ کو تمام جہانوں کی رحمت کے واسطے بھیجا ہے۔ صفحہ ۷۔

۵۔ انی مرسلاک الی قوم المفسدین، میں نے تجھ کو مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ صفحہ ۷۔

۶۔ مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ مر چکے اور دنیا سے اٹھائے گئے پھر دنیا پر نہیں آئیں گے خدا نے حکم موت کا اس پر جاری کیا۔ اور پھر کر آنے سے روک دیا۔ اور وہ مسیح میں ہی ہوں۔ صفحہ ۱۰۔

۷۔ عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر مجھ کو رسول خدا ﷺ نے خبر دے دی ہے۔ صفحہ ۱۰۔

۸۔ مجھ کو خدا نے قائم کیا مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ سمکھام دیا۔ صفحہ ۱۱۔

۹۔ مجھ کو اس امت کا مجدد بھیجا اور عیسیٰ نام رکھا۔ صفحہ ۱۲۔

۱۰۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی انسان آسمان پر گیا۔ اور پھر واپس ہوا ہو۔ صفحہ ۱۲۔

۱۱۔ میرے برابر کوئی کام فصیح نہیں لکھ سکتا۔ وان لم يفعلوا ولن يفعلوا، (اگر نہ کریں اور ہرگز نہ کریں گے) صفحہ ۱۵۔

۱۲۔ کیا تمہارا مسیح آسمان پھانسی کر آئے گا۔ صفحہ ۱۷، ۱۷، ۱۷۔

۱۳۔ خدا کا روح میرے میں باتیں کرتا ہے۔ صفحہ ۱۷، ۱۷، ۱۷۔

۱۴۔ میرے پر دروازہ الہامات کا کھول دیا ہے۔ مکاشفات کے دروازوں کو مفتوح کر دیا ہے۔ صفحہ ۱۵۔

۱۵۔ یہ مستہرام ہے جو کفر ہے۔ صفحہ ۱۷۔

۵۔ نوکس شریر اس ملک میں ہیں جنہوں نے زمین پر فساد مچا رکھا ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) مولوی رسل بابا امرتسری، (۲) مولوی احمد علی، (۳) مولوی محمد حسین بنالوی، (۴) مولوی نذیر حسین دہلوی، (۵) مولوی عبدالحق دہلوی، (۶) مولوی عبداللہ ٹوکنی، (۷) مولوی احمد علی سہارنپوری، (۸) مولوی سلطان الدین چیمپوری، (۹) مولوی محمد حسن امروہی، (۱۰) مولوی رشید احمد گنگوہی۔

ابتداءً صفحہ ۲۳۶ لغایت ۲۵۲۔

انہی پر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی نسبت الفاظ مندرجہ ذیل لکھے ہیں۔ اخرهم شیطان الاعمى والغول الاغوى يقال له رشيد احمد ن الجنت جوہی و هو شقی کالامر ومن الملعونین صفحہ ۲۵۲، ۲۵۲۔

۱۶۔ مولوی حکیم الرحمن الدین فاضل بزرگ ہے۔ صفحہ ۲۶۳۔

۱۷۔ میرے پاس ایسی دعا ہے جو بکلی کی طرح کوہی ہے۔ صفحہ ۲۷۵۔

خلاصہ ختم ہوا نظر ثانی شروع ہوئی

حضرات ناظرین! یہ سترہ نمبر تک مکتوب عربی کا خلاصہ مختصر طور پر پیش کر کے جوابات عرض کرتا ہوں بغور ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ مرزا صاحب کا نام خدا نے مسیح ابن مریم رکھا۔ اور وہ اور حضرت مسیح ابن مریم ایک مادہ کے دو جوہر ہیں۔ مگر مرزا صاحب نے کوئی ترکیب نہیں بتلائی کہ کیونکر حضرت مسیح علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے فرزند تھے۔ کیا آپ کی والدہ کا نام بھی مریم ہے؟ (اگر چہ مجھے نام معلوم ہے۔ لیکن تہذیب بتلانے یا کہنے سے روکتی ہے) پھر آپ تو خود ہی مریم بھی ہیں۔ اس صورت میں آپ عیسیٰ (علیہ السلام) نہیں ہو سکتے۔ اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) تو انیس



ناظرین! رسول خدا ﷺ کا وجود باوجود بموجب حکم خدا تعالیٰ مسئلہ و متفقہ فیہم جہانوں کے لئے رحمت ہے۔ ابتداء ولادت سے حشر تک رحمۃ للعالمین ہیں۔ حضرت ﷺ کی برکت اور رحمت سے ایسی خیر و برکت و رحمت ہوئی کہ قلعہ سخت و شدید دور ہوئے خوب بارشیں ہوئیں۔ فصلیں میوہ جات بکثرت ہوئے۔ امراض دور ہوئے۔ مرزا صاحب کے ظہور و نزول آیت کے وقت سے تصدیق الہام یہ ہوئی کہ بارش کا نام و نشان نہیں۔ قلعہ ایسا عاتقگیر ہو گیا کہ سینکڑوں آدمی غاقول مر گئے۔ لوگوں نے اپنے مویشی ذبح کر کے کھائے ہال بچے چھوڑ دیئے خویش و اقارب سے دور ہو گئے۔ اپنے عزیزوں کی محبت اُٹھائی۔ دباء و طاعون نے ملک کو برباد کر دیا گھروں کے گھر بے چراغ ہو گئے زلزلوں نے خیروں کے شہر مہدم کر دیئے۔ اور مکانات اپنے کینوں سمیت زمین سے فٹ گئے۔ مزید براں ایک اور رحمت مرزا صاحب کی ہوئی کہ مسلمانوں کے حج بند کر دیا پیچے۔ فرائض اہل اسلام میں بھی دست اندازی کروائی۔ مرزا صاحب کی رحمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے اور استدر جا رحمت کی رہ نہ قطع ہی پڑتا گیا۔ اور آپ کا استدر راج ثابت ہوا۔ جیسا کہ مسیلہ کذا اب کا جس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کا کیا تھا۔ جیسے لکھا ہے کہ مسیلہ کے پاس کسی شخص نے اس کے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے میثار و معجزات ہیں اونی ان میں سے یہ ہے کہ: لکھو اندھے کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرما میں تو وہ بینا ہو جاتا ہے اگر کسی کڑوے کنوے میں اپنا لب مبارک ڈال دیں تو فوراً پانی اس کا میٹھا ہو جاتا ہے۔ مسیلہ کذا اب نے

۳۴۔ ۵۔ میں مرزا صاحب نے اپنی نبوت اور رسالت کو کامل طور پر ثابت کیا ہے جس سے کسی شخص کو شبہ کر چکی بھی گنجائش نہ رہے جیسے کہ حضرت رسول خدا ﷺ کے واسطے حکمی نزول

۱۔ صفحہ ۲۰۳ زوالہ امام احمد

۲۔ صفحہ ۱۷۱ احجام اعظم



کہا۔ کہ یہ تو کچھ بھی بونی بات نہیں۔ لاؤ ایسا تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ اسی وقت ایک آدمی پیش کیا گیا جس کی ایک آنکھ نہ تھی۔ اس نے اس آنکھ پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ فوراً دوسری آنکھ بھی پھوٹ گئی۔ اسی طرح ایک کڑوے کتوں میں اپنا تھوک ڈالا تو اور بھی سخت کڑوا ہو گیا۔ اس کا نام استدراج ہے۔ ایسے ہی مرزا صاحب کے اور بھی استدراج ہیں۔ جیسے (الف) مرزا صاحب نے دعا کی اور الہام ہوا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا، بجائے اسکے لڑکی پیدا ہوگئی۔ (ب) پھر کہا کہ لڑکا ضرور ہوگا۔ جس سے قومیں برکت پائیں گی، زمین کے کناروں تک مشہور ہوگا۔ تب لڑکا تو ہوا لیکن ۱۶ ماہ کا ہو کر گناہ اور بے برکت مر گیا۔ اور اپنے باپ ملہم کو کاٹ بھانک کر الٹا دوغ جگر پر دھر گیا۔ (ج) مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں ہمارے نکاح میں آگئی ہا کر وہ یا بیوہ ہو کر بھی۔ مگر افسوس ہے کہ وہ بچاری لڑکی اپنے خاوند کے گھر میں بخوشی وغیرہ آباد اور صاحب اولاد ہے۔ مراد پوری نہ ہوئی۔ (د) عبداللہ اعظم چندرہ ماہ کے اندر مرجہ بیگہ۔ مگر وہ زندہ رہا۔ (ه) مرزا صاحب کا الہام ”میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کیساتھ شہرت دوں گا، تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا“۔ صفحہ ۱۳۲-۱۳۱ ازالہ۔ برعکس اسکے سخت بے عزتی اور نفرت کے ساتھ درد تک شہرت ہوگئی۔ اور لوگوں کے دلوں میں نہایت شدت کے ساتھ بدرجہ غایت دشمنی اور عداوت پڑ گئی، علی ہذا القیاس۔ مرزا صاحب کے اور بھی استدراجات ہیں جس سے آپکا دھوکہ نجات اور رسالت باطل اور کذب ثابت ہو رہا ہے۔

۶۔ میں مرزا صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور دنیا پر آنے سے روک دیئے گئے مسیح موعود میں ہوں۔ مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب پہلے اس سے اپنی کتاب نزال اوہام کے صفحہ ۱۹۹ میں اس طرح رد فرمائی فرما چکے ہیں کہ ”میں نے مسیح ادینکا دھوکہ کیا ہے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل مسیح ہونا میرے ہی پر ختم

ہو گیا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار (۱۰۰۰۰) بھی مثیل مسیح آجائیں۔ ہلفظ صفحہ ۱۹۹-۱۹۸ ازالہ اوہام۔ اب فرمائیے مرزا صاحب کا کونسا الہام صحیح اور کونسا غلط ہے یا حافظہ نہیں ہے۔ مرزا صاحب کا جواب ہو سکتا ہے کہ ۱۳۰۸ھ میں ہمیں مثیل مسیح کا عہدہ ملا تھا اب ۱۳۱۴ھ چھ سال کے بعد مسیح موعود کا عہدہ مل گیا جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام من کل الوجوه فوت ہو گئے اور مستقل عہدہ خالی ہو گیا۔ آپکا عہدہ بھی روز بروز بڑھتا ہی گیا اور غایت درجہ کو پہنچ گیا۔ پہلے تو آپ صرف حادث کا شکار تھے، پھر مجدد ہوئے، پھر مثیل مسیح، پھر مسیح موعود و مہدی مسعود، دونوں خود ہو گئے۔ پھر بغیر ان الہام بھی آپ بن گئے، پھر حضرت علی علیہ السلام، پھر حضرت امام حسین علیہ السلام، پھر حضرت امام اعظم رحمہ اللہ بن گئے۔ پھر ایسی چھلانگ ماری اور ایسے کودے کہ نہ تو ہندو سنا خدا بھی بن گئے۔ ناظرین اور مرزائی اس بات پر ضرور چٹکیں گے کہ ہیں!! خدا کہاں بن گئے؟ البتہ باقی عہدے تو ضرور مرزا صاحب نے الہاموں کے ذریعہ سے حاصل کر کے اختیار کیے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھے ہیں مگر خدا اپنا تو کہیں نہیں۔ لیجئے حضرات! میں مرزا صاحب کا خدا بننا بھی انکی تالیفات و تحریرات سے نکال کر پیش کرتا ہوں۔ وہو هذا

(الف) غرض بحدیث و دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی سے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام اتنی بھی رکھا اور نبی بھی۔ ہلفظ صفحہ ۵۲۳-۵۲۲ ازالہ اوہام۔

(ب) اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ ہلفظ اشتہار (نصر ام کی موت کی نسبت اور آریہ صاحبوں کے خیالات) ۱۵۰۶ء مارچ ۱۸۹۹ء ۱۲۹۳ کالم ۱۸۰-۱۸۱

ان دونوں تحریرات مرزا صاحب سے یہ ثابت ہے کہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے جو مرزا صاحب کی تصنیف ہے اور کلام اللہ قرآن شریف مرزا صاحب کے منہ کی باتیں

ہیں۔ گویا قرآن شریف مرزا صاحب کا کلام ہے جو کلام الہی ہے۔ پس اب فرمائیے مرزا صاحب کے غور و خوض خدا ہونے میں کوئی شبہ باقی ہے جو کوئی شخص اپنی تصنیف کو خدا کا کلام کہے اور کلام الہی قرآن شریف کو اپنا کلام متلاذیے پھر کسی اور کی سمجھدار کو بھی اس کے خدا ہونے میں کوئی تردد ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مرزا صاحب کچھ ایسے بے خوف ہیں کہ اندھا دھند جو چاہتے ہیں اور جو جی میں آتا ہے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ جو کچھ قلم سے نکل جائے پس وہی الہام ہے اور جو کچھ زبان سے نکال دیں وہی قرآنی کلام ہے۔ خدا بھی اس لئے بن گئے ہیں کہ عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کر لیا ہے۔ مرزا صاحب اپنی کاروائی کرنے ہیں جب تک کسی عہدہ دار کو جان سے مار نہیں ڈالتے تب تک اس عہدہ پر قائم نہیں ہوتے اور نہ اس بات کو منظور کرتے ہیں کہ کسی پشن خوار یا مستغنی یا رخصتی کا عہدہ اختیار کریں یہ خیال رہتا ہے کہ ہمیں دایس آجائے اور یہ چھاپا ترنا پڑے یا برخاست ہونا پڑے جب تک اس کو قبر میں ہی داخل نہ کر لیں تب تک دم نہیں لیتے۔ یہ بھی کسی کسی کا ہی کام ہے۔

ع این کار از آئید مردان چنین کنند۔

### مرزا صاحب کے دلائل وفات مسیح علیہ السلام میں

مرزا صاحب نے اس کتاب دیگر تصانیف میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات میں حسب ذیل دلائل اور ثبوت بطور دھوکہ تحریر کئے ہیں۔ پہلے ان کے دلائل لکھے جاتے ہیں پھر ان کے جوابات ہونگے۔

اول: مجھ کو خدا نے خبر دی ہے۔ (یا عیسیٰ انی متوفیک ورائعک الی) حضرت عیسیٰ مرچنے اب وہ وہاں نہیں آئیں گے۔ (انہو نہ تخر)

دوم: مریم عیسیٰ یا مریم حور ثانی میں ہے۔ یہ مریم نہایت مبارک مریم ہے۔ جو رخصتوں اور جراحوں اور نیز رخصتوں کے نشان معدوم کرنے کے لئے نہایت نافع ہے۔ طبیبوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ مریم حور یوں نے حضرت عیسیٰ کے لئے تیار کی تھی یعنی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یسوع علیہم السلام کے پیچھے میں گرفتار ہوئے اور صلیب پر چڑھانے کے وقت ان کو خفیف دھم بدن پر لگ گئے تھے اس مریم کے استعمال کرنے سے بالکل دور ہو گئے اور نشان بھی مٹ گیا تھا۔ لہذا بقدر ما فیہ معلق کتاب ص ۱۲۸ مطبوعہ ۱۸۹۵ء مرزا صاحب

سوم: ہمارے متعصب مولوی یہ کچھ بیٹھے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم نصری آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور آسمان پر موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ صلیب پر بھی چڑھائے نہیں گئے بلکہ کوئی اور شخص صلیب پر چڑھایا گیا۔ لیکن ان یہودہ خیالات کے رد میں ایک اور قوی ثبوت یہ ہے کہ صحیح بخاری کے صفحہ ۳۳۹ میں یہ حدیث موجود ہے۔ لعنت اللہ علی الیہود والنصارى اتخلدوا قبور انبیاء ہم مساجد۔ یعنی یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا لیا بادشاہ شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی پرستش جوتی ہے اور مقررہ تاریخوں پر ہزار ہا عیسائی سائے بساں جمع ہوتے ہیں سو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ حقیقت وہ قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہی قبر ہے۔ لہذا ما فیہ مایہ مطبوعہ ۱۸۹۳ء کتاب ص ۱۲۸

چهارم: اخویم حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ میں قرآن چودہ برس صلیب یعنی چہرہ سولی بھی نہیں دیکھا ہے اور نہ درہم نہ کینک صلیب کی شکل یہ ہے (+) جب صلیب پر آدمی کو بٹایا جاتا ہے تو صلیب کی ٹوک مقعد سے گزر کر لوہے سے پار ہو جاتی ہے جب یہ حالت ہے تو انسان کا پورا ہر گز ممکن نہیں۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا اور پھر اٹھ لیا گیا تو اور خفیف دھم بدن پر لگ گئے تھے بالکل بے فائدہ ہے۔

تک جموں و کشمیر کی ریاست میں نوکر رہا ہوں۔ کشمیر میں ایک مشہور اور معروف قبر ہے جس کو یوز آسف نبی کی قبر کہتے ہیں۔ اس نام پر سرسری نظر کر کے ہر ایک شخص کا ذہن ضرور اس طرف منتقل ہوگا۔ کہ یہ قبر کسی اسرائیلی نبی کی ہے کیونکہ یہ لفظ عبرانی کے مشابہ ہے۔ دراصل یسوع آسف ہے یعنی یسوع مسیحین۔ مگر بعض کا بیان ہے کہ دراصل یہ لفظ یسوع صاحب ہے پھر اجنبی زبان میں مستعمل ہو کر یوز آسف بن گیا۔ لیکن میرے نزدیک یسوع آسف اسم بائسکی ہے۔ حضرت مسیح اپنے ملک سے نکل گئے کشمیر میں جا کر وفات پائی اور اب تک ان کی قبر کشمیر میں موجود ہے۔ ہاں! ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی بلا و شام میں قبر ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کے لئے مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے حضرت مولوی نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ یسوع صاحب کی قبر جو یوز آسف کی قبر کر کے مشہور ہے وہ جامع مسجد سے آتے ہوئے بائیں طرف واقع ہے میں کو چھ لگیں ہے اس کو چکانام خان بار ہے۔ ملخصاً بلفظ حاشیہ ۱۶۲، ۱۶۳۔ کتاب ست پنجن۔

**پنجم:** مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ مر چکے اور اس دنیا سے اٹھائے گئے ہیں پھر دنیا میں نہیں آئیں گے۔ خدا نے حکم موت کا اس پر جاری کیا اور پھر کوٹ کر آنے سے روک دیا اور وہ مسیح میں ہی ہوں۔ بلفظ سورہ انعام ۱۰۸۔

### ازالہ دلائل مندرجہ بالا

**ازالہ اول:** اس میں مرزا صاحب نے آیت شریفہ انی متوفیک ورافعک الی الاقیۃ میں یقیناً فوت ہو جانا حضرت مسیح علیہ السلام کا ثابت کیا ہے اس آیت شریفہ کا ترجمہ اور معنی جو مرزا صاحب نے یا ان کے بزرگ فاضل حکیم نور الدین صاحب نے کئے ہیں انہیں کو پیش کرتا ہوں۔ جس سے ناظرین کو واضح ہو جائیگا کہ مرزا صاحب کی دلیس کہنی باطل اور ناقابل یقین اور غیر معتبر ہے۔

(الف) مرزا صاحب کے فاضل بزرگ مولوی حکیم نور الدین صاحب کتاب تصدیق برائین احمدیہ میں لکھتے ہیں اذلال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی الاقیۃ جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف۔ بلفظ صفحہ ۸۔ کتاب تصدیق برائین احمدیہ بلفظ حکیم صاحب۔

(ب) خود مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ انی متوفیک ورافعک الی میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ بلفظ صفحہ ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲۔

(ج) پھر خود مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی اسے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا بلفظ صفحہ ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲۔

ناظرین! مرزا صاحب کے بزرگ فاضل متوفی کے معنی "لینے والا ہوں" کرتے ہیں اور خود بدولت "پوری نعمت دوں گا اور کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا"، لکھتے ہیں فرمایے کس کے اور کیا معنی صحیح سمجھ جائیں؟ اب یہ مشکل ہے کہ وہ تو مرزا صاحب کے فاضل بزرگ ہیں اور مرزا صاحب خود ملہم اور نبی اور مرسل ہیں بہر حال مرزا صاحب کے ہی معنی کئے ہوئے صحیح سمجھ جائیں گے۔ لیکن ایک اور مشکل پڑ گئی کہ جب برائین احمدیہ میں یہ دو دفعہ ترجمہ لکھا وہ بھی الہام سے اور اب جو لکھا وہ بھی الہام سے، تو کونسا الہام سچا سمجھا جائے اور کونسا جھوٹا، یا تو یہ مشبہ الہام، پوری نعمت دوں گا یا کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا ان تینوں باتوں میں سے ایک کروں گا، یا تینوں یا اب کا الہام، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی آیت کی سند سے فوت ہو چکے ہیں کس بات کا اعتبار کیا جائے؟

مرزا صاحب کے فاضل بزرگ اور خود مرزا صاحب جو خدا کے درجے پر بلند ہوتے ہیں، قرآن شریف کی رم الہام سے بھی واقف نہیں جیسی کہ یا عیسیٰ لکھتے ہیں۔ افسوس! ۱۲۔



(د) میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بکریہ کمال پہنچا دیگا، سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں میں جا بیٹھے۔ ہاتھ براہین احمدیہ ص ۲۸۱۔

اس جگہ مرزا صاحب مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں۔

(ه) ایسے ایسے دکھانے کا ہر طریقہ سائنس کا مرگیا۔ ہاتھ براہین احمدیہ ص ۲۸۹۔

یہاں پر عیسائیوں کے اقرار کے مطابق مرنا حضرت مسیح علیہ السلام کا لکھا ہے۔ مسلمانوں کا اس میں اقرار یا اعتقاد نہیں۔

(و) مرزا صاحب کا سب سے عمدہ اور مشرق و مغرب الہام یہ ہے کہ الہامی اور الہی رسول و مہدی بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلمہ (لفظ کلمہ غلط ہے صحیح کلمہ ہے) پیدا ہوتا ہے جس کی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کلمہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمع آفاق اور انظار میں یکجہل جائیگا۔ ہاتھ براہین احمدیہ صفحہ ۲۹۸، ۲۹۹۔

مجھے حضرات! مرزا صاحب کے الہامات اس الہام کے بچے آ کر رہ گئے اور نہایت بری طرح سے کالعدم ہو گئے اور ساری کاروائی مسیح موعود ہونے کی مایامیت ہوئی۔ ان کی ہی تحریر اور الہام سے حیات حضرت مسیح علیہ السلام کی واضح طور پر صاف صاف ظاہر ہو گئی اور حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ اس دنیا پر تشریف لانا انا اظہر من الشمس بیان کر دیا۔ جب مرزا صاحب خود اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور دین اسلام دنیا میں پھیلا کیونکہ تو اب کون سے مرزا صاحب کے خدا کا دوسرا الہام اسکے خلاف میں ہوا ہے جو قابل پذیرائی ہے، اب ان

الہاموں کے ناقص میں امید نہیں کہ کوئی تاویل چل سکے، ہاتھ پاؤں تو ضرور مار بیٹھے خواہ کتنا سے پرہیزگار یا بیچ میں ہی رہیں۔ ایسے ہی الہامات ہیں جن پر مرزا صاحب عدم تسلیم کی وجہ سے لوگوں کو مستوجب سزا قرار دیتے ہیں۔

**ازالہ دوم:** اس میں مرزا صاحب نے اپنے دُعا میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر ضرور چڑھائے گئے اور پھر اتار لئے اس حالت میں کہ ابھی زندہ تھے اور زخموں کے واسطے ان کے حواریوں نے مرہم تیار کی جس سے وہ راضی ہو گئے اور کشمیر میں آ کر فوت ہوئے مگر اس کے خلاف میں سند درج ذیل ثبوت نمبر سوم ایسا متناقص ہے کہ وہ اس بات کو بالکل باطل قرار دے رہا ہے جس کا بیان مفصل آتا ہے۔ طاعتظرہ

تاظرین! ذرا مرزا صاحب سے یہ تو دریافت کیجئے گا کہ آپ کی اس مرہم میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہود نے سولی پر چڑھا دیا تھا؟ اور پھر جلدی سے اتار لیا تھا اور دُعا میں ان کو لگے تھے ان کے لئے یہ مرہم تیار کی گئی تھی؟ اگر یہ الفاظ یا یہ بات اس مرہم میں لکھی ہوئی نہیں ہے (جو ہرگز نہیں ہے) تو پھر آپ یہ حکم کیسے لگا سکتے ہیں کہ ان کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور اسی لئے یہ مرہم تیار ہوئی تھی۔

اس مرہم میں لکھا ہے کہ یہ مرہم بارہ اقسام کے امراض کی داغ ہے، کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو ان بارہ اقسام کی امراض میں سے کوئی مرض تھی یا بارہ کی بارہ ہی پر یاں نہیں؟ اگر ہر مرض محال تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ مرہم حضرت مسیح علیہ السلام کے واسطے ہی تیار کی گئی تھی تو بھی اس سے یہ بات کہاں سے ثابت ہے کہ فی الواقع وہ مرہم صلیب ہی کے زخموں کے واسطے بنائی گئی تھی۔ جب یہ نہیں تو کچھ نہیں پر تال کتب طب ہی فضول ہوئی۔ اب میں ان امراض کے نام بھی درج کئے دیتا ہوں کہ تاظرین کی بھی مرزا صاحب کی صداقت کلام میں استیاز ہو۔ وہو هذا اورام حاسبہ (جمع ورم مرم یا سخت) خنازیرہ (کٹھنہ مالا) طواغین



(جمع طاعون) سرطانات (ورم سوداوی) حقیقہ جراحات (زخموں کا مجموعہ) اور اسخ (چرک) جہت رو باندین گوشت تازہ، ریح شقاق و انظار (شکاف پاؤں) حکمہ (خارش جدید) جرب (خارش کہنہ) مضعفہ (مرض سرخج) بواسیر (مشہور) بالفاظ قراہین قادری صوفی

۹۹ مشہور معجزات ائمہ اربعین اور ائمہ

جہاں سے یہ مرہم شروع ہوتی ہے وہ الفاظ یہ ہیں۔ مرہم حوارشین کہ مسمی است مرہم سبیحا و مرہم رسل نیز و انرا مرہم عیسیٰ نامند۔ پس لفظ رسل سے جو رسول کی جمع ہے، ظاہر دور ہا ہے کہ بہت سے قدیروں کا یہ نسخہ ہے اور اس نسخہ کا نام حوارشین، سبیحا، رسل، عیسیٰ چار ہیں۔ پھر اس پر مرزا صاحب کا فتویٰ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صیہی زخموں پر ہی قائم ہو سکتا ہے، ممکن ہے کہ ان بارہ بیماریوں میں سے کوئی بیماری حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی ہوئی ہو اور اکثر سفر کرنے سے جیسے کہ ان کی عادت مبارکہ تھی ان کے پاؤں میں شقاق ہو گیا ہو یا کسی قسم کی حکمہ (خارش جدید) یا اسخ (چرک) یا جرب (خارش کہنہ) کی بیماری ہو گئی ہو جس کے لئے یہ مرہم تیار کیا گئی ہو۔ ہاں اگر مرزا صاحب مرہم میں سے یہ الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہود نے صلیب پر چڑھا دیا تھا اور پھر جلدی سے اتار لیا تھا، اس وقت ان کو زخم ہو گئے تھے، ان زخموں کے واسطے یہ مرہم تیار کی گئی تھی بلکہ لکھی ہوئی لکائ کر دکھاتے تو شاید کسی کو کچھ کسی قدر سائل کی محبت بخش بھی ہوتی۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب ایسے ویسے خیالی اور کمزور استعاروں سے ایسے بڑے اہم امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جو محض خیال ہی خیال ہے۔ اور پھر یہ کتنی بڑی زبردستی ہے کہ اپنی طرف سے یعنی کر کے لکھتے ہیں "یعنی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود علیہم اللعنة کے بچہ میں گرفتار ہوئے اور صلیب پر چڑھانے کے وقت خفیف زخم بدلتا پر لگ گئے تھے اس مرہم کے استعمال کرنے سے بالکل دور ہو گئے اور نشان مٹ گئے تھے"۔ یہ انکا اپنا خاکھی الہام ہے۔ لیکن کسی طب کی کتاب یا اس مرہم میں

ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے آپ کا مدعا ثابت ہو سکے، نرے استعارات ہی استعارات ہیں اور بے سود۔

**اذائہ سوم:** اس میں مرزا صاحب اپنے زعم میں ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور فوت ہو گئے اور بلا در شام میں دفن بھی کر دیئے گئے اور اس قبر کی پرستش قوم نصاریٰ اب تک سال بسال ایک تاریخ پر جمع ہو کر کرتے ہیں اور حضرت رسول خدا علیہ السلام سے حدیث بھی نقل کی ہے لعن اللہ کی بجائے لعنت اللہ لکھا ہے کہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا پس اس استعارہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے فوت ہو گئے اور قبر میں دفن کر دیئے گئے۔ اسی قبر کی بلا در شام میں پرستش ہوتی ہے۔

ناظرین! غور فرمائیے گا، یہاں پر وہ مرہم حوارشین بالکل بیکار ہو گئی۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے فوت ہو گئے تو ان کی دلیل نمبر دوم کی مرہم کس لئے تیار ہوئی تھی اور اس کی کیا ضرورت پڑی؟ آپ کی ہر دو دلائل میں اجتماع اللحدین وارد ہو گیا ہے جس کی کوئی تاویل گھڑنی پڑے گی۔ اس دلیل کے اثبات میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے مگر فرمائیے تو یہی اس حدیث میں یہ بات کہاں لکھی ہے جس سے یہ بات ثابت ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو کر قبر میں دفن نہیں ہوئے تو نصاریٰ کس قبر کی پرستش کرتے ہیں؟ کیا خوب امر مرزا صاحب خود اپنے گل تصانیف میں لکھ چکے ہیں کہ عیسائی یعنی نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جعفر نہیں بلکہ خدا تصور کر کے پرستش کرتے ہیں لیکن حدیث شریف کی تصدیق کے لئے میں مانا ہوں کہ یہود اور نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں جانتے اور پرستش کرتے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ جس قدر انبیاء گذرے ہیں شاذ و نادر کم ہی ہو گئے جن کو یہود اور نصاریٰ بالاتفاق نبی نہ

مانتے ہوں، بلکہ انجیل موجودہ میں جا بجا لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں تورات کو پورا کرنے کے واسطے آیا ہوں۔ انہیں دس (۱۰) احکامات کو جو تورات میں ہیں سب کو عیسائی مانتے ہیں اور کل انبیاء جن کا ذکر تورات میں موجود ہے، سب کو اپنا انبیاء جانتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ جو انبیاء علیہم السلام یہود کے ہیں وہی انبیاء علیہم السلام نصاریٰ کے ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی مائیں مانتے لیکن اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا کہ جو انبیاء علیہم السلام یہود کے ہیں وہی نصاریٰ کے۔ اسی سے حدیث شریف کی تصدیق ہو گئی۔

مرزا صاحب اس بات پر بھی بہت زور دیتے ہیں کہ ”درحقیقت وہ قبر (جلادشام میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہی قبر ہے۔“ نصاریٰ کا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام چڑھائے گئے اور فوت ہو گئے اور قبر میں دفن کر دیے گئے اور تیسرے روز کے بعد زندہ ہو گئے اور قبر سے نکل کر آسمان پر چلے گئے۔ جس قبر میں حضرت مسیح علیہ السلام کو بقول و اعتقاد مرزا صاحب و نصاریٰ کے دفن کر دیا گیا تھا۔ کیا مرزا صاحب کو اس قبر کے ہونے میں کچھ شبہ ہے۔ اگرچہ مرزا صاحب و نصاریٰ کا اس اعتقاد میں فرق صرف اتنا ہی ہے نصاریٰ کہتے ہیں کہ تیسرے روز کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے اور مرزا صاحب کا اعتقاد ہے کہ وہ قبر ہی میں زندہ رہے صرف روح آسمان پر گئی مگر یاد رہے کہ یہ اعتقاد کسی اہل اسلام کا نہیں ہے پس اگر نصاریٰ اس قبر پر اعتقاد یہ چند روزہ کی پرستش کرتے ہوں تو کیا عجب ہے۔ یہ دوسری وجہ صداقت حدیث رسول خدا ﷺ کی ہوئی۔ مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے خلاف اہل اسلام کے کیا کیا ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور کیا کیا اعتقاد پلٹے ہیں پھر بھی سمجھ نہ بن۔ کا ہلک الہی حافظہ کی خرابی اور دماغ کے تحلیل و تہات پائے گئے، جیسے آگے آئیے۔

**ازانہ چہارم :** اس میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ”اخویم حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ہم چودہ سال ریاست جہوں اور کشمیر میں ملازم رہے۔ یسوع کی قبر کشمیر میں محلہ خان یار میں معلوم ہوئی اور تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ یسوع کی قبر کشمیر ہی میں ہے۔“

حضرات!!! اخویم کی محوی ترکیب پر خیال نہ فرما کر سب ذرا بدل توجہ فرمائیے گا کہ حکیم صاحب کی شہادت مذہب کے مقابلہ میں وہ حدیث شریف صحیح الاسناد بھی ندرت و نادر اہل اعتبار نہیں رہی۔ اے توبہ۔ مرزا صاحب کی چغٹا کی بہادری نے مرزا صاحب کے دل میں ایسی بے خوفی پیدا کی کہ میاں نور الدین صاحب کی شہادت بے معنی کے مقابلہ میں اپنے استعارات و امیر سے حدیث شریف حضرت رسول خدا ﷺ کو کیسے منافق اہل اعتبار قرار دیا۔ العباد باللہ اور کیسے کیسے ڈھکوسلوں سے لفظ اور نام یوز آصف کو یسوع آصف یا یسوع صاحب بنا دیا گیا ہے۔ کیا ایسی ایسی خیالی باتوں سے آپ یہ ثابت کر سکتے گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بی بی الواقعہ کشمیر میں قبر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے ایسے دھوکے یا ڈھکوسلے اور بھی بنا سکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اور قرین قیاس بھی۔ سنئے۔

(الف) کیا وہ لفظ یوز آصف زوج آصف نہیں بن سکتا؟ ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کی عورت کی قبر ہو جس کا نام آصف اور یہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کشمیر میں تشریف لے گئے اور ان کے وزیر آصف برحق نامی ساتھ تھے اور یہ بھی کہا ہوا ہے کہ تخت سلیمان علیہ السلام اس وقت تک موجود ہے۔ اغلب ہے کہ وزیر صاحب کی عورت فوت ہو گئی ہو اور زوج آصف سے بڑھ کر یوز آصف یا آصف بن گیا ہو۔

(ب) یا یوز آصف ہو یعنی وزیر آصف نے کوئی یوز یعنی چیتا یا شیر مارا اور اس کی لاش کو

وہاں دفن کر دیا ہو۔

(ج) یا جو اس شعب (لاپچی آری کا جتو کرنا) کا نام ہو یعنی کوئی اشعب شخص کسی شے کی تلاش میں آیا اور یہاں آکر مر گیا اور دفن کر دیا گیا ہو۔

(د) یا کسی عاسف (جو ناقہ نام امید ہو کر دم ہلاتی ہوئی مر جائے) ہو جو ناامیدی کی حالت میں یہاں پر دم ہلاتی ہوئی مر گئی اور دفن کر دی گئی ہو۔

غرض یہ کہ میں کہتا ہوں کہ ایسے ایسے ڈھکوسلے جس کا جی چاہے اور جتنے چاہے بنائے لیکن کیا ان سے کوئی اصلی یا صحیح واقع ثابت ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں!! مگر یہ کیا ہے کئی بات ہے کہ یسوع تو عبرانی لفظ ہو اور آسف اس کے ساتھ عربی کا لفظ لگا دیا جائے۔ اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ جب وہ عبرانی ملک سے نکل کر کشمیر کی حالت میں کشمیر میں چلے آئے تو یہاں کشمیریوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو آسف (غٹکین) کا خطاب دیدیا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ لفظ عربی کیوں لگایا۔ مناسب تو یہ تھا کہ کشمیری زبان کا لفظ اس کے ساتھ لگایا جاتا۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا اور وضعی ڈھکوسلہ بیان کرنا کہ حضرت مسیح علیہ السلام غٹکین کی حالت میں تھے محض غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کبھی غٹکین نہیں ہوئے اور نہ ہوتے تھے جیسے کہ اکثر کتب سے یہ بات ان کے خوش و خرم رہنے کی ثابت ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں گفتگو ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے تھے کہ بتانا نہ بہتر ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کہتے تھے کہ رونے والی آنکھ بہتر ہے۔ آخر دونوں صاحبوں نے فیصلہ اس کا حکم الہی پر رکھا۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہشتے منہ کو دوست رکھتا ہوں کہ میرے فضل و کرم کا امید وار ہے اور رونے والی نگاہ اپنے غفلتوں پر نگاہ کرتی ہے پس چاہئے کہ خلق خدا کے ساتھ کبھی خوشی سے پیش آئے اور درگاہ الہی میں تضرع و زاری رہے۔ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم بہت رویا کرتے ہو۔ عابست من رحمۃ اللہ یعنی آیاتِ رحمت الہی سے ناامید ہو گئے ہو! حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم ہمیشہ خوش اور شگفتہ رہتے ہو، اَیْنَتْ مِنْ مَنَکُورِ اللہ آیاتِ خوفِ خداست! میں ہو گئے ہوں سبحان اللہ کیا خوب سوال و جواب ہیں۔ ملففہ سلوہ دار کتاب مہد صلاصالحین مطبوعہ طبعی نکاحی۔

یہاں پر مرزا صاحب نے ایک اور غضب کیا ہے کہ انھوں نے نور الدین کی شہادت کے مقابلے میں حدیث شریف رسول اکرم ﷺ کو بھی ناقابل اعتبار کر کے پس پشت ڈال دیا اور انکا ذکر دیا ہے۔ جیسے لکھتے ہیں کہ "ہاں! ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضرت مسیح کی بلا دشام میں قبر ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کیلئے مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے حضرت مولوی نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ یسوع صاحب کی قبر جو یوز آسف کر کے مشہور ہے وہ جامع مسجد سے آئے ہوئے بائیں طرف واقعہ یمن کو چہ میں ہے اس کو چہ کا نام خان یار ہے۔" مرزا صاحب کا الہامی حافظہ بھی کیا خوب ہے لکھتے ہیں کہ "ہم نے کسی کتاب میں لکھا ہے کہ بلا دشام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔" حالانکہ اسی کتاب ست چکن کے حاشیہ پر لکھا ہوا موجود ہے اب میں ان معتبر خطوط کی نقل کرونا غلریں کے لئے بہ مخدیب دلائل مرزا صاحب بہتر سمجھتا ہوں تاکہ ان کی دلیل کا ازالہ کافی طور پر ہو جائے۔

### نقل خطوط رؤسا کشمیر متعلق تحقیقات قبر یوز آصف

جوابین اسلام علیکم مکانہ سرست طراز مخصوص دریافت کردن کیفیت صلیب مقبرہ یوز آصف مطابق تواریخ کشمیر در کوچہ خان یار حسب تحریر تالیفات جناب مرزا صاحب قادیانی حاشیہ جو خط میں نے یہاں سے کشمیر کو بھیجا تھا کہ اس کو یہ طوالت کے نقل نہیں کیا گیا۔ مثالی وجوہات معرفت غریبہ لامعی الدین صاحب ملک اخبار دیوبند کشمیر در کس عظم بود یا نہ کشمیر سے آئے۔ ۱۴ منہ ہر۔



واخلاص آن زمان سعید رسید باعث خوشوقتی شد۔ من مطابق چشمی مرسلہ آن معنی چہ از مردم عوام چہ از حالات مندوجہ کشمیر در پے آن رفتہ آنکہ واضح شد اطلاع آن مکلفم مقبرہ روضہ بل یعنی کوچہ خان یار بلا شک بوقت آمدن از راه مسجد جامع بطرف چپ واقع است مگر آن مقبرہ بلا حلقہ تاریخ کشمیر نسخہ عمل خواجہ اعظم صاحب دیدہ مرد کہ ہم صاحب کشف و کرامات حقیقی بودند "مقبرہ سید نصیر الدین قدس سرہ میباشد بلا حلقہ تاریخ کشمیر معلوم نمیشود کہ آن مقبرہ بمقبرہ یوز آصف مشہور است چنانچہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی تحریر میفرمایند۔ بے اینقدر معلوم میشود کہ در مقبرہ حضرت سنگ قبری واقع است آنرا قبر یوز آصف نوازش است بلکہ تحریر فرمودہ اند کہ در محلہ از مرہ مقبرہ یوز آصف واقعست مگر آن نام بافظ سین نیست بلکہ بافظ صا د است و این محلہ بوقت آمدن از راه مسجد جامع طرف راست است طرف چپ نیست در میان آن مرہ و روضہ بل یعنی کوچہ خان یار مسافت واقعست بلکہ نالہ ہار ہم باینجا مائل است پس فرق بدو جہ معلوم میشود ہم فرق لفظی ہم فرق معنوی فرق لفظی آنکہ یوز آصف بہ صا د است و از مرہ مدفون نوشتہ اند بافظ سین آن نیست و تغائر اسم بر تغائر مکی دلالت میکند و فرق معنوی آنکہ یوز آصف کہ مرزا صاحب میفرمایند کہ در کوچہ خان یار واقعست۔ این در محلہ از مرہ تغائر مکان بر تغائر یکین دلالت میکند کہ یک شخص در دو جا مدفون بودن ممکن نیست عبارتیکہ در تاریخ خواجہ اعظم صاحب دیدہ مرد مذکور است نیست۔

حضرت سید نصیر الدین خان یاری از سادات عالیشان است در مرہ مستوری بود بتقریب ظہور نمود مقبرہ میر قدس سرہ در محلہ خان یار مہبط فصوص و انوار است و در جوار ایشان سنگ قبر سے واقع شدہ و در عوام مشہور است کہ آنجا مقبرہ ہے آسودہ است کہ در زمان سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ بود این مکان بر مقام آن پیغمبر معروف است در کتابی از تواریخ دیدہ

ام کہ بعد قضیہ دور در از حکایت مینویسد کہ یکے از سلاطین زاد ہائے برادر زہد و تقوی آئندہ ریاضت و عبادت بسیار کرد بر سالت مردم کشمیر مبعوث شد و در کشمیر آمدہ بدعوت خلایق مشغول شد و بعد رحلت در محلہ از مرہ آسودہ در آن کتاب نام آن پیغمبر را یوز آصف نوشتہ۔ از مرہ و خان یار متصل واقعست۔ از ملاحظہ این عبارت صاف عیان است یوز آصف در محلہ از مرہ مدفون است در کوچہ خان یار مدفون نیست و این یوز آصف از سلاطین زادہ ہا بود و است و این عبارت تواریخ مخالف و مناقض ارادہ حضرت مرزا صاحب است زیرا کہ یوز آصف خود را یکے از سلاطین وغیرہ انتساب نکرده اند۔ فقط زیوہ و السلام

راقم خواجہ سعد الدین علی بن فرزند خواجہ شاہ اللہ مرحوم و مغفور از کوچی خواجہ شاہ اللہ۔ غلام حسن از کشمیر ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ۔

**جواب دوم:** اطلاع بادچوں ارقام کردہ بود کہ در شہر سرینگر در ضلع خان یار پیغمبر آسودہ است معلوم سازند صاحب آن خود بذات بابت تحقیق کردن آن در شہر رفتہ ہمیں تحقیق شدہ خوشتر از دو صد سال شاعرے معتبر و صاحب کشف بودہ است نام آن خواجہ اعظم دیدہ مری داشتہ یک تاریخ از تصانیف خود نمودہ است کہ در این شہر درین وقت بسیار معتبر است و در آن ہمیں عبارت تصنیف ساختہ است کہ در ضلع خان یار در محلہ روضہ بل میگوید کہ پیغمبر آسودہ است یوز آصف نام داشتہ و قبر دوم در آنجا است از اولاد زین العابدین علیہ السلام سید نصیر الدین خان یاری است و قدم رسول در آنجا ہم موجود است اکنون در آنجا بسیار مرجع اہل تشیعہ دارد بہر حال سوائے تاریخ خواجہ اعظم صاحب موصوف دیگر سندے صحیح ندارد و اعلم عند اللہ تعالی۔ سید حسن شاہ از کشمیر ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ۔

حضرات! ان دو معتبر اور ذی عزت رئیسوں کے خطوں سے مرزا صاحب کے دہنے بائیں کے حوالے اور محلہ خان یار کا حوالہ غلط ثابت ہوا۔ بلکہ صاف ہو گیا کہ ایک قبر



یہاں محلہ انزمرہ میں ہے جو یوز آصف تفسیر کی (جو اولاد سلطین میں سے تھے) ہے اور کشمیر  
اس کے واسطے مبعوث ہوئے تھے اور تیسرے ایک تاریخ معتمد کی شہادت پیش کرتے ہیں  
جس کا مصنف بھی صاحب کشف و کرامات تھا جس سے مرزا صاحب کے کل استعارات  
غلط ہوتے ہیں۔ تاریخ کشمیر کے صفحہ وغیرہ کا حوالہ انہوں نے نہیں دیا ہے۔ جس کو میں پورا  
کردیتا ہوں کیوں کہ وہی تاریخ کشمیر میرے سامنے رکھی ہے۔ دیکھو تاریخ کشمیر اعظم  
مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ۱۳۰۳ھ تصنیف خواجہ سید محمد اعظم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مؤلف ۱۱۱۱ھ  
صفحہ ۸۰، ۸۱ (اصل خطوط شامل کئے گئے)۔

یہ تین شہادتیں ایسی مضبوط اور قوی اور ثقہ ہیں جن پر مصنف مزاج آدمی کو فورا  
اعتبار کر لینا چاہئے۔ مرزا صاحب جو اپنی تاویلات و استعارات سے یوز آصف کو یسوع  
صاحب یا یسوع آصف بناتے ہیں محض غلط بلکہ الغلط ثابت ہوا۔ امید نہیں کہ مرزا صاحب  
ایسی کافی اور ثقہ شہادت کو قبول کریں کیونکہ اس طرف اخویم نور الدین صاحب کی شہادت  
ہے جس کے مقابلے میں آپ نے اپنی ہی مسلحہ حدیث شریف صحیح کو غلط ثابت کر کے  
نور انکار کر دیا حالانکہ شریعت میں دو گواہان کے بغیر مقدمہ فیصل نہیں ہو سکتا لیکن  
مرزا صاحب ہمیشہ ایک ہی گواہ سے کام لیا کرتے ہیں اور اپنے دعویٰ اہم کو ثابت کیا کرتے  
ہیں اور آیت وحدیث کی پرواہ نہیں کیا کرتے جیسے میاں کریم بخش یا ایک ناخواندہ کی شہادت  
پر اپنے آپ کو یکتائی ثابت کیا تھا تمام آیات و احادیث و اجماع امت کو اسکی شہادت کے مقابلہ  
۱۔ یعنی خطوط اصل میرے پاس موجود ہیں۔ ۱۲۰

۲۔ دیکھو صفحہ ۸۰، ۸۱ از اولاد امیر مرزا صاحب ان میں میاں کریم بخش مجدد ناخواندہ بول حضرت خیراڑی  
کا بے غم خواندہ خدا شافعی آپ نہیں کہیں برس گذشتہ زمانہ کو ذکر ایک عام شخص خجوا اٹھواں صاحب شاہ کی زبانی  
روایت کرتے ہیں کہ میں نے جو ان کو دیا وہ پانہ میں آچکا اور قرآن کی خطایاں نکالنے کا اور بہت ساری (ہادی)

میں بالکل ردی کر دیا۔ اسی طرح مولوی نور الدین صاحب اپنے بڑے حواری کی مدد بذ  
شہادت کے مقابلہ میں اپنی مسلحہ حدیث شریف اور ساری اپنی تحقیقات اور الہامات کو ردی  
کر دیا حالانکہ مولوی صاحب نے صرف اسقدر کیا تھا کہ "کشمیر میں ایک قہر مشہور اور معروف  
ہے جس کو یوز آصف نبی کی قبر کہتے ہیں"۔ اس سے یہ بھی ثابت نہیں کہ مولوی صاحب نے  
یوز آصف بحرف صاد کہا یا بے بین کہا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے یسوع صاحب کا  
نام نہیں لیا۔ مرزا صاحب نے یہ اپنا ڈھکوسلہ پیش کیا ہے الہام بھی نہیں پھر اس ڈھکوسلے پر  
کس کو اعتبار ہو سکتا ہے اور اعتبار ہو بھی کیسے؟ کیونکہ مرزا صاحب کو ایک بات پر قہر نہیں۔  
جیسے خود لکھتے ہیں۔

(۱) کہ تو ج ہے کہ مسیح اپنے وطن میں گلیل جا کر فوت ہوا لیکن یہ ہر مزاج نہیں کہ وہی جسم جو  
دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا۔ ص ۲۲۔

(ب) یہ تیسری آیت باب الاعمال کی مسیح کی طبعی موت کی نسبت گواہی دے رہی ہے، یہ  
گلیل میں اس کو پیش آئی۔ ملاحظہ فرمائیے ص ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳

(ج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلا دثام میں ہے جس کی پرستش عیسائی لوگ کرتے ہیں۔  
ملخصاً صوفیہ احادیث کا یہ کتاب ہے۔

(د) یسوع صاحب کی قبر کشمیر میں ہے۔ ملخصاً صوفیہ احادیث کا یہ کتاب ہے۔

اب فرمایا ہے مرزا صاحب کی کس تحقیق یا کس الہام یا بات پر اعتماد کیا جائے آیا حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر گلیل میں ہے یا بلا دثام میں یا کشمیر میں؟ ممکن ہے کہ مرزا صاحب اسکا جواب استعارہ لگا کر یوں دیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر تو گلیل میں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلا دثام میں اور حضرت یسوع علیہ السلام کی قبر کشمیر میں۔ سبحان اللہ مرزا صاحب کی تحقیقات و کشف و الہامات پر اعتماد قربان۔ یہی باتیں ہیں جن سے عام فہم کا آدمی بھی من کر ہڈیاں، مانگو لیا، خط، مراقب میں داخل کرے گا۔ بس یہاں مرزا صاحب کی کل کاروائی نابود اور مردود ہو گئی۔

**ازالہ پنجم:** اس امر میں مرزا صاحب نے اپنے الہام قطعی اور یقینی سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے، دوبارہ آنے سے روک دیئے گئے اور آنے والا کجا میں ہی ہوں یہ مجھے خدا نے خبر دی ہے۔

اس میں ناظرین کو یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا مرزا صاحب کا الہام وحی الہی و رسول کی طرح قطعی اور یقینی ہے اور اس پر ویسے ہی ایمان لانا چاہئے جیسے پیغمبران علیہم السلام کے الہام پر؟ نیز مرزا صاحب کا خدائے تعالیٰ وحی مسلمانوں کا خدا ہے یا کوئی اور؟ اس میں مجھے ان کے ہی الہامات سے کام لینا ہوگا کسی اور کی ضرورت نہیں۔

پہلا: مرزا صاحب اپنی براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵ میں انگریزی، عربی، عبرانی زبانوں کے الہامات درج کر کے لکھتے ہیں کہ ان کے معنی مجھے معلوم نہیں ہوئے کوئی انگریزی خوان اس وقت موجود نہیں اس الہام کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا وغیرہ وغیرہ ملخصاً۔ پس اس سے

ثابت ہے کہ مرزا صاحب کا خدا انہم ایسا ہے کہ اپنے منہم کو جو الہام کرتا ہے محض فضول اور بے سود کرتا ہے کہ اس کا مطلب یا معنی منہم اور منہم دونوں کو نہیں آتے۔ یہ خوب ہوئی کہ مرزا صاحب کا خدا الہام کرتا ہے مگر اس کے حکم اور کلام کے جو اپنے نبی پر بھیجتا ہے کچھ معنی نہیں ہوتے۔ اور نہ کوئی مترجم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو اسکا ترجمہ بتائے اور نہ اس کا خدا اس الہام کرتا ہے کہ مرزا صاحب کی سمجھ میں آئے تاکہ اس کے مطلب سے آگاہ ہو کر تعمیل احکام الہی کریں۔ یہ عجیب الہامات ہیں کہ مرزا صاحب جن زبانوں کے سمجھنے سے بالکل غافل ہیں ان کو اتنا کئے جاتے ہیں، پھر انکا عجب خدا ہے کہ جو شخص جن زبانوں کو سمجھ نہیں سکتا انہیں زبانوں میں الہام کرتا ہے۔ اس سے مرزا صاحب کے خدا کی بے علمی اور جہالت ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان کے خدا کو اگر معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب انگریزی، عبرانی، اور بعض الفاظ عربی نہیں جانتے اور نہ سمجھ سکتے ہیں تو کبھی ان زبانوں میں الہام نہ کرتا کیا آپ اس بات پر یقین کر لیں گے عبرانی، انگریزی، عربی وغیرہ میں الہامات ہوں جو مرزا صاحب نہ جانتے ہوں اور نہ ان کا مطلب کسی کو سمجھا سکتے ہوں۔ یہی الہامات قطعی اور یقینی ہو سکتے ہیں۔ انہیں سے ان کو مسیح موعود مان لیا جائیگا۔ اس طرح پر کہ مرزا صاحب منہم تو ہیں مگر الہاموں کے معنوں اور مطلقوں سے نہ واقف اور ان کے بیان کرنے سے عاری اور چائل ہیں۔ مجھے یہاں پر ایک مشہور حکایت یاد آگئی ہے جو اس کے مطابق ہے۔ یہ ناظرین کرتا ہوں۔ وہ وہذا۔

اکبر بادشاہ کے وقت میں جب ان کو بغیر بننے کی مہم اور ابو الفضل اور فیضی ان کے وزراء نے ان کو بغیر ثابت کرنا چاہا اور وہیں الہی کو قائم کرنے پر آمادہ ہوئے تو قرآن شریف کی ضرورت ہوئی اور پہلے ہی سے تجویز کر کے ایک نے ان میں سے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو الہام ہوا ہے کہ جیسے حضرت رسول خدا ﷺ اُنکی تھے ایسے ہی آپ ہیں اور آپ

پر بھی قرآن شریف نازل ہوا ہے اور ایک درخت میں ہے بادشاہ سلاست پیغمبری کی دھن میں آلو ہو گئے اور جمعیت کثیر نہایت بڑکے واسطے سے درخت معلومہ میں سے قرآن وضی نکالا گیا، جو زبان عربی میں تھا نہایت احتیاط سے وہ قرآن دربار میں لایا گیا ہر ایک شخص اس قرآن کو بوسہ دینا زیارت کرتا، مبارک دینا، ادب سے رکھتا جانتا تھا۔ اٹنے میں ابوالحسن معروف بہ "ملاوینہ زہ" بھی آگئے۔ انہوں نے بھی اس قرآن کو دیکھا اور بغیر کسی بوسہ و ادب کے وہی طرز سے رکھ دیا کہ بادشاہ کو اچھا نہ لگا۔ بادشاہ نے اسکی حرکت کی بابت ملا سے پوچھا کہ کہو کیا ہے؟ ملا صاحب نے کہا کہ ہاں! خیر اچھا ہے۔ اس پر بادشاہ کو اور بھی شبہ ہوا۔ آخر بادشاہ کے بار بار کے اصرار پر عرض کی کہ قبلہ عالم جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ملک کنعان میں تھے اُنکی زبان عبرانی تھی اس لئے توریت عبرانی زبان میں نازل ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ملک کی زبان سریانی تھی اس لئے زبور سریانی زبان میں نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ملک کی زبان یونانی تھی اس لئے خداوند کریم نے انجیل کو یونانی زبان میں نازل فرمایا اور حضرت رسول اکرم ﷺ کے ملک عرب میں ہوئے اس لئے خداوند کریم نے قرآن کو زبان عربی میں نازل فرمایا اور یہی سنت اللہ ہے کہ ہر ایک پیغمبر ﷺ کو ان کی ہی زبان میں کتاب یا صحیفہ نازل ہوتا رہا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ دُونِیْ اِلَّا بِلِسَانٍ قَوْلِهِ یعنی ہم نے کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا جو اپنی قوم کی زبان نہ جانتا ہو۔ پیغمبر ﷺ کی زبان اور اس کی قوم کی بول چال ایک ہو۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پیغمبر قوم ہندوستان کا ہو اور قوم اسکی عرب کی ہو، میں نہایت تعجب سے سوچ رہا ہوں کہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے ہندوستانی میں نہیں، اسے نہ تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں اور نہ آپ کسی کو سمجھا سکتے ہیں۔ ہاں! اگر یہ قرآن ہندوستانی یا اردو میں ہوتا جو قبلہ عالم کی زبان ہے تو البتہ مان لینے کے قابل ہوتا۔ بادشاہ یہ سن کر چپ ہو گیا اور وہ قرآن وضی گاؤ

خود ہو گیا پس مرزا صاحب کی جید اکبر بادشاہ کی سی مثل ہے کہ انہوں نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا اور قرآن ان کا پیغمبر زبان میں اترا جس کے سمجھنے اور سمجھانے میں بالکل لاچار تھے اور مرزا صاحب نے بھی دعویٰ پیغمبری کیا لیکن الہامات آپ پر ایسی عربی، انگریزی زبانوں میں نازل ہوئے کہ جس کے سمجھنے اور سمجھانے اور قلیل علم بچالانے میں باقر خود کا حصار اور لاچار رہے۔ پس ایسے مصنوعی قرآن اور مصنوعی الہاموں کا اعتبار مرزا صاحب کے ہی چند مریدوں میں ہوگا اور کسی کو کیوں ہونے لگا ایسے ہی مرزا صاحب کے خدا بھی پتہ نہیں کہ کون ہے کیونکہ وہ خود اپنی کتاب براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں مجھے الہام ہوا ہے کہ ہمارا راجا جی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے بلکہ صفحہ ۵۵۹ء۔ براہین احمدیہ اصل الہام حاشیہ میں ہے۔

لیجئے مرزا صاحب کو ابھی تک اپنے خدا کا بھی پتہ نہیں کہ کون ہے اے غضب اور افسوس! جس شخص کو اپنے خدا کا بھی پتہ نہ ہو کہ کون ہے اس کے الہاموں کا کیا پتہ ہو سکتا ہے کہ وہ کیا ہیں پھر وہ قطعی اور یقینی بھی ہیں۔ ناظرین و مرزائی نہایت غور و توجہ فرمائیں کہ جس ملہم کو اپنے خدائے ملہم کا بھی پتہ نہ ہو کہ وہ کیا اور کون ہے پھر اس کے کسی الہام یا بات پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۱۔ امارادب عالمی ہے اصل الہام زبان عربی مرزا صاحب کا یہ ہے رَبِّ اَعْظَمُوا رَحِمَ مِنَ السَّمَاءِ وَ اِنَّا عَاجِلٌ لِّقَوْلِهِمْ ۵۵۵ براہین احمدیہ۔ معنی اُنکے بول چل میں اے میرے رب میرے گنہگار بخش اور آسمان سے رحم کر دے ہمارا عاج ہے۔ مرزا صاحب نے عاج کا ترجمہ نہ کیا ہے۔ ناظرین پوچھ سکتے ہیں کہ عاج کے معنی عالمی کیونکر ہوئے۔ گو یہ صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا خدا عاج ہوا اور عاج کے معنی صفحہ ۵۵۴ء پر درج ہیں یعنی ہاتھی دانت اور گور۔ حرف یا نسبتی مرزا صاحب نے خود اپنی طرف سے لگا دی اور اس کے معنی ہاتھی دانت کا گور کا کتا کر اور بھی تشریح کر دی ہے یہی موجب الہام عربی مرزا صاحب کے ان کا (رب و حج) خدا اُنکی دانت کا گور ہے۔ مرزا انیسویں مہارک، دہک ان کے پیغمبر کا خدا اور ان کے پیغمبر کا خدا کا خدا اُنکی دانت اور گور ہے۔ مزہ خور!



خیر اب میں ہی مرزا صاحب کے خدا کا پتہ دیتا ہوں جس کی بابت وہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے تعجب ہے) کہ مرزا صاحب کیوں کہتے ہیں کہ عاجی کے معنی معلوم نہیں ہوئے کیا ان کے پاس کوئی چھوٹی بڑی لغت کی کتاب نہیں؟ اگر ملہم نے معنی یا مطلب نہیں بتایا تو کوئی کتاب ہی دیکھ لیتے جس سے عاجی کے معنی معلوم ہو جائے۔ یہاں اگر مرزا صاحب بوجہ قصور حافظہ اور مرزائی یہ کہہ دیں کہ الہامی لفظوں کے معنی اور مطلب جو خدا نے ملہم بتائے یا سمجھائے وہی ہو سکتے ہیں، کتاب لغت پر اعتبار نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے لفظوں کے لئے کوئی کتاب لغت دیکھنے کا حکم ہے، لیکن ان کا یہ کہنا محض لغو اور باطل ہوگا کیوں کہ مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ میں اس طرح پہلے لکھ چکے ہیں کہ اور یہ الہام اکثر معطلات امور میں ہوتا ہے، لیکن اس میں ایسے الفاظ بھی ہوتے ہیں جن کے معنی لغت کی کتاب میں دیکھ کر کرنے پڑتے ہیں۔ ہندو سفر ۲۲۸-۲۲۹ براہین احمدیہ۔

مرزا صاحب ہی اس کا جواب دیں گے کہ انہوں نے کیوں عاجی اپنے خدا کے معنی لغت کی کتاب سے نکال کر نہ کہے اور کیوں کہہ دیا کہ اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سچا الہام آپ کی قلم سے نکل گیا، جب بعد میں اس کے معنوں پر علم ہوا کہ اور مخالف معلوم ہوئے تو کھد دیا کہ اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے مگر خداوند کریم کی حکمت ہے کہ مرزا صاحب کے ہی منہ اور قلم سے جی بات نکل گئی۔ لیجئے میں دو معتبر کتب لغت سے لفظ عاجی مرزا صاحب کے خدا کے معنی تحریر کر کے پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب کا خدا کیا اور کون ہے۔ لفظ عاجی میں اصل لفظ عاج ہے اور حرف ی اس کے ساتھ نسبتی ہے لفظ عاج کے معنی یہ ہیں۔

اصل الہام کی مہارت پچھلے مضمون میں گزر چکی ہے، باہمینی مرزا صاحب نے الہام میں اپنی طرف سے کالی ہے۔

(الف) استخوان قیل، فاقہ کہ جائے خواب اونرم باشد، سرگین، لکھ کہ بدان شتر را نند، راہ ز مکتبی، منتخب اللغات صفحہ ۳۰۰۔

(ب) عَاجٌ مَبْنِيَّةٌ بِالْكَسْرِ وَجُزْءٌ لِلنَّاقَةِ وَالْعَاجُ الْمَرْبِيُّ وَالنَّاقَةُ الذَّبَابُ الْعَظَاطُ وَعَظْمُ الْفِيلِ، قاموس رابع اول صفحہ ۲۷۷ سطر ۱۳ کالم ۲۔ و عَاجٌ مُعْتَبَرٌ قَامُوسُ رَابعِ اَوَّلِ صَفْحَةِ ۲۷۷ سطر ۱۳ کالم ۱۔

(ج) واما المعاج الذي هو عظم الفيل فجنس عند الشافعي۔

(د) قلبین من عاج هو هنا المزيل او ظہر السلسلۃ والعاج الذي يعرطه العمادة عظم انياب الفيل۔ لفظ سفر ۳۶ کتاب البت احادیث صحیحہ نور اور نور سطر ۱۵۱۔

پس لفظ عاجی کے معنی ہاتھی کے دانت کا یا والا، ہونٹ کی نرم جگہ پر سوئی ہوئی کا یا والا، گوبر کا یا والا، درازن، والا، اتھڑا ہوا یا اتھڑے ہوئے کا یا والا، پس بقول مرزا صاحب ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا خدا عاجی ہاتھی دانت کا یا گوبر کا ہے۔ یا مرزا صاحب جو ان معتبر کتابوں کے معنی کئے ہوئے ہیں کسی ایک کو مان لیں۔ خواہ کوئی بھی ہو، جب ان کے ہی خاص قطعی اور یقینی الہام سے ان کا خدا ملہم عاجی، ہاتھی کے دانت کا یا ہاتھی کے دانت والا، یا گوبر کا ہے، تو پھر علماء و فضلاء و مشائخ صلحاء، اہل اسلام مہلہ کیلئے کیوں کھٹکھٹش ہو رہے ہیں جتنی کارروائی مرزا صاحب کی اب تک ہوئی ہے سب خاک میں مل گئی اور ملیا میٹ ہو گئی۔ میرے خیال ناقص میں ہے کہ یہ صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ کا کسی کے زیر نظر یا مطالعہ میں نہیں آیا۔ ورنہ پہلے ہی سے یہ سب جھگڑے کھجڑے ختم ہو جاتے۔ مگر اتفاق ہے کہ ایسا

۱۔ کسی ایک کو مان یعنی بطریق اہل اہل تصوف و صاف و صاف ہونا ہو چکا ہے اگر بطریق بعض بھی مرزا صاحب لفظ عاجی یا عاج کا کچھ ماننا چاہیں تو بھی ان کے خدا کی کوئی اچھی ترکیب یا توصیف نہیں ملتی اور نہ کوئی خدا کے ۱۰۱ میں سے نہ منہ میں سے کچھ نہ ملتا ہے۔ ۱۲ مئی ۱۹۰۷ء۔



نہ ہوا۔ جب مرزا صاحب کا خدا ملہم عالمی ہے جس کے معنی واضح ہو چکے ہیں تب مرزا صاحب کے الہامات مندرجہ ذیل کے معنی کیا ہوئے اور کیا سمجھے جائیں گے۔

۱۔ جس نے میری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔ ص ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲

۲۔ مجھ کو دونوں جہانوں کی رحمت کے واسطے بھیجا۔ ص ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲

۳۔ خدا نے میرا نام صبح امین مریم رکھا۔ ص ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲

۴۔ عیسیٰ مرچنگہ عیسیٰ میں ہوں۔ صفحہ ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱

۵۔ خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا۔ صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴

ان الہاموں میں سے صاف ہے کہ مرزا صاحب کی جس نے بیعت کی اس کا ہاتھ ہاتھی کے دانت والے یا گوبر والے کے ہاتھ پر ہوا۔ گوبر والے نے دونوں جہان کی رحمت کے واسطے مرزا صاحب کو بھیجا۔ جو اظہار من القہس ہے، جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہ بھی ضرور ہے کہ آپ کے خدا عالمی نے آپ کا نام عیسیٰ بھی رکھ دیا ہوگا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا بلکہ نہایت ہی قرین قیاس اور یقینی امر ہے کہ خدا عالمی گوبر کا ہے تو اس کا عیسیٰ بھی شفاست میں اس سے بڑھ چڑھ کر ہونا چاہئے، سو میں اس عیسیٰ کو جس کی تعریف مرزا صاحب نے خود کر کے اپنے پر منطبق کیا ہے ناظرین کے ملاحظہ کیلئے ضبط تحریر میں لاتا ہوں اور نہایت ہی خوش ہوں کہ مرزا صاحب اعلیٰ درجہ کے منصف مزاج ہیں لکھتے ہیں کہ ”مجھے سخت تعجب ہے کہ ہمارے علماء عیسیٰ کے لفظ پر کیوں چڑھتے ہیں۔ اسلام کی کتابوں میں تو ایسی چیزوں کا بھی عیسیٰ نام ہے جو سخت مکروہ ہیں چنانچہ برہان قاطع میں حرف عین میں لکھا ہے کہ عیسیٰ دھقان کنایہ شراب انگوری سے ہے۔ عیسیٰ نو ماہہ اس خوشہ انگور کا نام ہے جس سے شراب بنایا جاتا ہے اور شراب انگوری کو بھی عیسیٰ نو ماہہ کہتے ہیں۔ اب غضب کی بات ہے کہ مولوی لوگ شراب کا نام تو عیسیٰ رکھیں اور تالیفات میں بھی اس کا ذکر کریں اور ایک پلید چیز کی ایک

پاک کے ساتھ مشارکت کریں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ کے نام سے موسوم کرے وہ ان کی نظر میں کافر ہو۔ باقظ ص ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱

اور نہ برائیاں کریں۔ اب صاف ہو گیا ہے کہ انکا خدا جو بر اور عیسیٰ شراب انگوری، اس کی رہائش کا دیان (حرص والی) انکی الہامی کتاب انجیل انجام آختم معضیہ ہے مرزا صاحب اور مرزائیوں کو مبارک ہو۔

۱۸ اور ۹ میں مرزا صاحب کا وہی دعویٰ تہذیبی ہے یہاں تک کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ لکھا گیا تو اب آپ بھی کلیم اللہ ہیں شاید یہ کہہ طور کی بجائے آپ کا پڑا وہ کہہ کا کوئی ٹیلا ہو۔

۱۰۔ اس میں مرزا صاحب کو معراج جسمانی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے انکار ہے اور یہ کاسہ لیس کسی ربطار صاحب بہادر کی ہے جو تمام اہل اسلام کی مخالفت میں آیات اور احادیث متواترہ و اقوال جمہور علماء متکاثرہ کا صریح انکار کر دیا ہے۔ اور یہاں پر ایک اور غضب کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی خست تو ہیں کی ہے۔ حضور ﷺ کے جسم اطہر منظر نورانی نور کو تو بہت زیادہ کثیف (جو ضد ہے لطیف کی) لکھ دیا ہے، جیسے لکھتے ہیں۔ اگر اس جگہ کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسان پر جانا محالات سے ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ میر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ بلغلطہ حاشیہ صفحہ ۷۴۔ ازالہ اودام، حالانکہ اپنی کتاب الہامی براہین احمدیہ میں آنحضرت ﷺ کی نسبت لکھتے ہیں یعنی جبکہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء ﷺ میں کئی نور جمع تھے سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الہی سے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باوجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ غلطہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۔

خیال فرمائیے! کہیں حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ کا جسم مبارک مجمع الانوار تھا اور کہاں مرزا صاحب کی تقریر یہ کہ اس جسم مبارک کو کثیف لکھ دیا خدا چاہتا میں رکھے ایسے مردود اعتقاد سے۔ آمین ثم آمین۔ اہل اسلام اور اہل سنت والجماعت کے عقائد میں ہے کہ اگر کوئی شخص

توبہ کسی نبی ﷺ کے میلے کپڑے کو میلا کہے گا تو کافر ہو جائیگا چہ جائیکہ حضرت ﷺ کے جسم اطہر نورانی نور کو (برای من خلصہ کما یوی من قبلہ جزا کے پیچھے سے برابر دیکھتے تھے اور تمیں تک جسم مبارک پر نہیں ٹیٹھکتی تھی اور اسی لئے ساری ہی آنحضرت ﷺ کا نہیں تھا) جسم کثیف لکھ دیا۔

میں مرزا صاحب کا ہی اعتقاد پیش کرنا ہوں کہ جو شخص حضرت ﷺ کے جسم مبارک کو کثیف کہے وہ کون ہے۔ وہ وہ ہلا۔

نور شان یک عالمے را در گرفت  
تو هنوز اے کور در شور و شرے  
لعل تابان را اگر کوئی کثیف  
ترین چہ کا بد قدر روشن جوہرے  
طعنہ برپا کان نہ برپا کان بود  
خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

(بالادہ برآین احمدیہ صفحہ ۷۴۔)

لیجئے یہاں اپنی ہی مشینہ اور مسلمہ دلیل سے مرزا صاحب جو تہذیبی اور خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں حضرت رسول اکرم ﷺ کے جسم مبارک مجمع الانوار کو کثیف کہہ کر خود قاضی ثابت ہو گئے اب وہی کسی ایسے بزرگ کا قول بھی مرزا صاحب پر ثابت ہو گیا۔

چون خدا خواہد کہ پر وہ کس درد  
میلش اندر طعنہ یا کان بود  
کیا خوب امرزا صاحب کے شعر کے مطابق ہی کسی بزرگ کا قول بھی منطبق ہو گیا پس  
ایرزا صاحب نے حضرت ﷺ کی تہذیب میں پہنچے یہ تھا تھا کہ جب خود پیغمبر ہے تو جسم اطہر کو کثیف لکھ دیا۔  
ع حضرت مولانا قاضی کوٹلی دارالاحیاء صفحہ ۱۸۔

مرزا صاحب کی پردہ دوری عنقریب ہے اور رفتہ رفتہ ہوتی ہے آخر موقع بھی جو علی اعلان پردہ دوری کا ہونے والا ہے اب بہت ہی قریب معلوم ہوتا ہے۔ تعادلاً اللہ

اللہ تعالیٰ اپنے قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقاً نبیا۔ ورفعه مکانا علیا۔ (سورہ مریم) یعنی یاد کرو (اے رسول خدا ﷺ) حضرت ادریس علیہ السلام کا حال تحقیق تھا وہ سچا نبی اٹھ لیا ہم نے اس کو مکان عالی پر۔ تمام تقاسیر اور کتب اہل اسلام میں یہی معنی اور یہی اعتقاد ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام پر زندہ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اور وہی جسم عنصری کے ساتھ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا قُلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعْنَاهُ اِلَیْهِ وَہُوَ رَفِیْعُ کَآرِبِہَا بھی ہے یہاں پر صرف حضرت شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کا ایک تو کتاب فصوص الحکم سے نقل کرتا ہوں۔ جن کی سندیں مرزا صاحب بھی اپنے ازالہ ابہام میں لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ الیاس حضرت ادریس علیہ السلام ہی ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام نبی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مکان عالی پر اٹھالیا۔ پس وہ قلب الافلاک یعنی فلک الشمس میں رہتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ شہر بلک کی طرف ان کو مبعوث فرمایا۔ کیا اب بھی آپ کو حضرت رسول خدا ﷺ کا جسمی معراج شریف حالات سے معلوم ہوتا ہے؟ کیا خداوند کریم کو آپ قادر نہیں سمجھتے۔ کیا مرزا صاحب کے فلسفہ توڑنے کی قدرت اللہ جبارک وعلی میں نہیں۔ ہاں الہوت ان کے خدا عاجی میں ضرور قدرت نہیں ہے اس لئے اپنے فلسفی دھوکے سے آیات و احادیث اجماع امت کے مقابلہ میں بڑے بڑے زور سے بترجیح پیش کرتے ہیں جو نہایت بودے اور ناقابل لحاظ ہے۔

۱۔ یہ دعویٰ عربی دانی کا بھی محض قسط ہے کیونکہ مرزا صاحب سے بڑے بڑے فاضل عربی اس وقت پنجاب و ہندوستان میں موجود ہیں جن کی عربی دانی مسلمہ ہے۔

۱۲۔ آسمان پھر ذکر کر کے ﷺ کا آنا۔ مرزا صاحب کی طرف سے تسخر اور استہزا ہے۔ اور یہی استہزا حضرت رسول خدا ﷺ کے معراج شریف جسمانی میں ہے کہ وہ آسمان پھاڑ کر تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے۔ آپ نے بھی آریوں سے لڑتے جھگڑتے یہ عقیدہ حاصل کر لیا کہ خداوند تعالیٰ قادر مطلق نہیں جو کسی کو آسمان پر زندہ بھید عنصری بچا سکے۔

۱۳۔ مرزا صاحب میں تو خدا کی روح باتیں کرتی ہے اور دیگر آپ کے حواریوں میں انہماک کسی معلم الملکوت کی روح باتیں کرتی ہے۔

۱۴۔ ہاں بیشک مرزا صاحب پر چھوٹے انہماک کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

۱۵۔ مرزا صاحب نے مولوی صاحبان کی طرف قلم اٹھایا مگر دس مولوی صاحبان کے نام درج کئے اور بعض مولوی صاحبان اہل حدیث جو آپ کے جانی دوست تھے۔ وہ ایسے ایسے خلاف شرع دعویٰ نبوت سے جانی دشمن بن گئے۔

۱۶۔ حکیم نور الدین صاحب مرزا صاحب کے فاضل بزرگ ہیں، تو کیا سبب وہ بھی مرزا صاحب کے برابر کلام فصیح نہیں لکھ سکتے ہیں؟ جیسے کہ ان کا دعویٰ نمبر ۱۱ میں گزر چکا ہے۔ اگر حکیم صاحب مرزا صاحب کے برابر کلام فصیح لکھ سکتے ہیں؟ تو مرزا صاحب کے فاضل بزرگ نہیں، ایک نہ ایک بات تو ضرور غلط ہوگی کیونکہ اجماع الطہرین محال ہے اور یہ اعتقاد بھی عجیب ہے کہ حکیم صاحب تو فاضل بزرگ ہو رہے مگر تمام علماء و فضلاء و ہندوستان اور پنجاب کے بچے اور پوچھ بول!!

۱۷۔ یہ بھی ہرگز صحیح نہیں۔ اگر مرزا صاحب کی ایسی دعا ہوتی جو بچی کی طرح کودتی ہے تو مسٹر عبداللہ اختر کے واسطے ۶ ستمبر ۱۸۹۳ء کو رخصت لے کر نہ چلی جاتی اور نہ آپ کو وقت پر دھوکہ دیتی اور آپ کے معاش دیتے پر حواریوں کی تفریح و بازی کے وقت پر موجود ہوتی



انفوس ایسی دعا بجلی کی طرح ہوا اور قادیان سے امرتسر تک بھی پہنچ نہ سکی۔ اگر یہ دعا آپ کی پاس ہوتی تو ایک بھی مولوی زمرہ نہ رہتا اور ایک بھی پادری دنیا پر نہ رہتا اور آپ کی بیسویت نمایاں طور پر بدلتی اور ایک بھی آریہ صفیہ سستی پر نہ رہتا اور پتھر اہم کوئی سال تک لرختی نہ ہوتا کرتے نہ پھرتے اور آپ کے قادیان کے رہنے والے سب کے سب غارت ہو جاتے حتیٰ کہ آپ کو طلاق اور طلاق کرنے کی بھی نوبت نہ پہنچتی۔ یہی دعا ہے جس کا آپ فخر کرتے ہیں جو مینڈک کی طرح نہ کوئی، جب کبھی آپ نے دعا کی تو یہ کہ فلاں پادری چند روزہ ماہ کے اندر مر گیا، فلاں مولوی ایک سال تک مرے گا، فلاں آریہ چھ سال میں مرے گا، جو کوئی میرے ساتھ مبالغہ کرے ایک سال میں مر جائیگا۔ نہایت ہی انفوس ہے کہ کبھی آپ نے یہ دعا نہ کی کہ میرے قادیان کے رہنے والے سیدھے ہو جائیں! کبھی یہ دعا نہ کی کہ پادری اور آریہ مسلمان ہو جائیں! کبھی یہ دعا نہ کی کہ میرے مختلف مولوی و دیگر اہل اسلام میرے دوست ہو جائیں! یہی دعا اگر رمل کی طرح نہ سہی کسی تنگڑے گھوڑے شو کی طرح تپتی تو بھی منزل مقصود تک پہنچ جاتی مگر مرزا صاحب نے سمجھ نہ کیا کہ تو یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر زور دے کر خود ان کی جگہ دینے کا دعویٰ علی الاعلان کر دیا، یہاں مجھے ایک حکایت بخو اور اطمینان ہو جائیگی ہے۔

**حلیفہ** مرزا صاحب نے سرسید احمد خان صاحب بہادر کے چہرے سے کہا کہ انہوں نے مسلمانوں کا کیا بنا دیا، کون سی بڑی بات کر کے دکھائی، کونسی نئی ریفہ دمری کی۔ اس بیرونے کہا کہ سرسید صاحب نے بہت ہی بڑا کام کیا ہے، وہ یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا فوت ہو جانا ثابت کر دیا، جس سے آپ کو اپنے مسیح موعود ہونے کا موقعہ ہاتھ آ گیا۔

الحمد للہ کہ خلاصہ مختصر جوابات رسالہ انجام مستقیم ہوا۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے انجام مستقیم کا ختم بھی چھپوایا۔ اس کو بھی دیکھا گیا ضرور ہوا کہ اس کا بھی خلاصہ ہدیہ ناظرین کیا جائے جس سے مرزا صاحب کی بہادری اور بھی بڑھ جائے کہ معلوم ہو گئی۔

پہنچم خلاصہ مختصر ختم انجام مستقیم

۱۔ یہودی صفت مولوی ان (عیسائیوں) کے ساتھ ہو گئے۔ مؤلف۔  
۲۔ عمر شاید ہزارت مولوی منہ سے اقرار نہ کریں۔ مؤلف۔  
۳۔ یہ تو وہی بات ہوئی جیسا کہ کسی شریعہ کار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی۔ ہندو جاپیہ سہ۔

۴۔ آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے کچھ نہیں تھا، پھر انفوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین وادیاں اور نائیاں آپ کی زنا کا راور کسی عورتیں تھیں جن کے وجود سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا، آپ کا کچھ بچوں اسے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان بختری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ نہیں کہ ایسا انسان کس چٹن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ مؤلف۔

۵۔ مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا کے تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ مؤلف، صفحہ ۱۶۔

۶۔ اے مردار خوار مولوی اور گندری روحوالا اے ایمان اور انصاف سے دور بھاگنے والو! تم جھوٹ مست ہلو اور دوجہاست نہ کھاؤ، جو عیسائیوں نے کھائی ہے۔ بے ایمان اور اندھے مولوی۔ ملخصاً صفحہ ۱۶۔

۷۔ شیخ علی حمزہ بن علی ملک انطرسی اپنی کتاب جواب الاسرار جو ۸۴۲ھ میں تالیف ہوئی تھیں مہدی موعود کے بارہاں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں دراز بعین آمد واست کہ خروج مہدی



از قریہ کدہ ہاشد۔ قال النبی ﷺ يخرج المہدی من قریہ بقال لہا کدہہ  
یصدقہ اللہ تعالیٰ ویجمع أصحابہ من اقصى البلاد علی عدة اہل بدر ثلاث  
ماتہ و ثلاثہ عشر رجلا ومعہ صحیفۃ مکتومۃ (ای مطبوعہ) فیہا عدد اصحابہ  
باسمائہم ویلاہم ویخللہم یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدہ ہے  
(یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے) پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تقدیر  
کرے گا اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جس کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر  
ہوگا یعنی تین سو تیرہ (۳۱۳) ہو گئے اور ان کے نام بتیہ مسکن و فصلت چھٹی ہوئی کتاب میں  
درج ہو گئے۔ اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعودہ  
ہونے کا دعویٰ کرے اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام  
درج ہوں لیکن میں پہلے اس سے بھی آئندہ کمالات اسلام میں تین سو (۳۰۰) نام درج کر چکا  
ہوں اب دوبارہ اتمام بحث کیلئے تین سو (۳۱۳) تیرہ نام ذیل میں درج کرتا ہوں تا ہر ایک  
منصف سمجھ لے کہ یہ پیشین گوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی۔ موعودہ ص ۱۵۱۔

### خلاصہ مختصر ضمیمہ ختم ہوا۔

### جواب مختصر شروع زیب قلم ہوا

حضرات باظہرین! مرزا صاحب نے ضمیمہ الہامی میں پہلے تو مولوی صاحبان پر  
اس طرح کی گالیوں کی شک کی ہے۔ یہودی، بد ذات، مردار خور، گندی روج، بے  
ایمان، اندھے، کتے وغیرہ بعد اس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سخت زبان درازی کی۔ خود کہ  
مہ جس کے نقل کرنے سے نہایت خوف آتا ہے اور دیکھنے کٹرے ہو جاتے ہیں، کہیں ایسا  
نہ ہو کہ اس کے نقل کرنے پر بھی خداوند کریم اخذ کرے۔ لیکن مرزا صاحب کے ایمان پر  
نہایت تعجب ہے کہ باوجود ایسی گندی گالیوں اور توہین کے (جو ایسے اولیٰ اعظم وغیرہ علیہ السلام کی

شان میں کی گئی ہے) پھر بھی ایمان میں روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ خدائی کے درجے  
تک پہنچ گئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہی ذات خاص تک نہیں بلکہ ان کی وادیوں اور  
بانیوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ انہوں نے۔

لکھتے ہیں کہ ایک زمانہ کار کجی نے آپ کے سر پر ناپاک اور حرام کی کمانی کا عطر  
ملا اور نبیوں نے اس کو بغل میں لیا وغیرہ وغیرہ۔ کیوں صاحب! آپ نے ایسے ایسے الزامات  
والہامات سب دشمن کہیں اہل اسلام کی عقائد کی کتابوں میں دیکھے یا سنے ہیں؟ العیاذ باللہ  
اہل اسلام میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ایسے عقائد کو دالے کو کفر نہ کہے بلکہ جس کے عقائد میں تو  
تین انبیاء جائز اور سخت گندی گالیاں نکالنا درست ہو وہ کافر نہیں بلکہ اکفر ہے۔ یہی علم کلام  
اور کتب عقائد میں درج ہے۔

مرزا صاحب نے جو ایک کجی کو بغل میں رکھنا اور سر پر حرام کا عطر تنوانا لکھا  
ہے۔ اس کا قصہ انجیل میں یوں لکھا ہے جس کو مرزا صاحب نے کسی قدر مخرف کیا ہے۔  
وہو ہذا۔ اس شہر میں ایک عورت گنہگار تھی جب جانا کہ وہ فریسی کے گھر کھانے بیٹھا ہے  
سنگ مرمر کے عطر دان میں عطر لائی اور وہ نیچے پاؤں کے کٹری تھی اور دور سر آنسوؤں سے  
اس کے پاؤں دھونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھ کر اس کے پاؤں کو شوق سے چوما  
اور عطر ملا اور اس فریسی نے جس نے اس کی دعوت کی تھی یہ دیکھ کر دل میں کہا کہ اگر یہ نبی  
ہوتا تو جانتا کہ یہ عورت جو اس کو چھوتی ہے کون ہے؟ اور کیسی ہے کیونکہ گنہگار ہے۔ یسوع  
نے اسے جواب میں کہا کہ اے شمعون میں تجھے کچھ کہنا چاہتا ہوں، اس نے کہا کہ اے استاد  
! کہہ ایک شخص کے دو قرضدار تھے، ایک پانسو دراکہ، دوسرا پچاس کا، پر جب ان کو اداس کرنے  
کا مقصد نہ تھا دونوں کو بخش دیا۔ سو کہہ ان میں سے کونسا اس کو زیادہ یہ رکرے گا۔ شمعون  
نے جواب میں کہا، میری دانست میں وہ جسے اس نے زیادہ بخشا، تب اس نے اسے کہا کہ

تو نے ٹھکے فیصد کیا اور اس عورت کی طرف متوجہ ہو کہ شمعوں سے کہا کہ تو اس عورت کو دیکھتا ہے؟ میں تیرے گھر آیا تو نے مجھے پاؤں دھوئے کو پانی نہ دیا، پر اس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے دھوئے اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھے، تو نے مجھ کو نہ چوم پر اس نے جب سے میں آیا میرے پاؤں کو شوق سے چومنا نہ چھوڑا۔ تو نے میرے سر پر تیل نہ ملا پر اس نے میرے پاؤں پر عطر ملا۔ اس عورت سے کہا تیرے گناہ معاف ہوئے۔ غلطی تو باب ہے، آپت

ابن ماجہ ۴۷۸۱

دیکھئے مرزا صاحب نے کتاب بڑا اندھیرا اور کذب کا استعمال کیا ہے، ایک ذمہ بھر بھی خدا کا خوف نہ پا کہ ایسا بہتان صریح ایک اولوالعزم پیغمبر ﷺ کی شان میں لگا دیا ہے ایک گنہگار عورت کو (جو یہ تقاضائے بشریت، بجز تقصیر ان علیہ السلام سب گنہگار ہیں) گھڑی زنا کار بنادینا، حالانکہ اس گنہگار عورت نے محض اپنے گناہوں کی معافی کے واسطے حضرت مسیح ﷺ کی طرف رجوع کیا تھا اور نہایت ہی گریہ و زاری اور ادب سے حضرت کے پاؤں پر سے اور ان پر عطر تھا اور پیچھے ہٹ کر پاؤں کے پاس کھڑی رہی۔ مرزا صاحب کے بہتات کیا ہیں کہ یسوع نے اس گھڑی کو بغل میں لیا اور حرام کی کمالی کا عطر اپنے سر پر ملا دیا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم، کیا اگر کوئی گنہگار مرد یا عورت مرزا صاحب کے پاس بیعت کے لئے جائے تو بیعت نہیں کریں گے اور اگر وہ مرد یا عورت بیعت کے اذکار بعد کوئی نذرانہ خوشبو، عطر وغیرہ پیش کرے تو مرزا صاحب قبول کر کے اس کی مغفرت یا نجات کیلئے دعا نہ کریں گے اور اس عطر کو جو وہ یا عیدین کو بھی پیش مبارک پر لگا کر مہکتے ہوئے نہ جائیں گے؟ ضرور بالضرور ایسا ہی کریں گے۔ کیا مرزا صاحب یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ ان کی خاص جہمت ہنہ فہرست اہل بدر بالکل معصوم اور بے گناہ ہے؟ اگر مرزا صاحب کا یہ اعتقاد ہے کہ ان کی جماعت کے صحابہ گنہگار نہیں، بلکہ معصوم ہیں۔ اس صورت میں سب کے

سب انبیاء ہوئے۔ نوراۃ من ذالک۔

الغرض یہ جس قدر بہتات مرزا صاحب نے حضرت مسیح ﷺ پر لگائے ہیں اور سخت توہین کر کے گندی گالیاں دیں، یہ ان کی سراسر زبردستی اور خدا تعالیٰ سے بے خوفی اور لا پرواہی کا باعث ہے اور یہود اور نصاریٰ کی پیروی کی ہے۔ سو میں ان سب بہتات اور الزامات کا جواب مرزا صاحب کی ہی تحریرات سے پیش ناظرین کرنا ہوں اور انہیں کے عظیم خطابات کو جو انہوں نے خود تجویز کر کے لکھے ہوئے ہیں ان کے ہی قبول کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ پڑھیے!

اول: مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

گالیاں سنکے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو  
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

نقطۃ بیعت ۲۷۵۔

مرزا صاحب نے کیا عمدہ رحم کوٹھا کر دعائیں دی ہیں، گالیوں کو زندہ پک بھٹکے نہیں دیا، رحم کو بے رحمی میں ڈال دیا اور غیظ و غضب الہی میں۔  
ع برعکس نہ بند نام زنگی کا فور

دوم: مرزا صاحب لکھتے ہیں یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال و افعال انبیاء سے ظہور میں آتے رہے ہیں جو نادانوں کی نظروں میں سخت یہودہ اور شرماک کام تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ ﷺ کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لیجانا اور پھر انہیں صرف میں لانا، حضرت مسیح ﷺ کا کسی قاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کر دہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا اور لگانے سے روک نہ دینا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین مرتبہ ایسی طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ ہیں داخل تھا پھر اگر کوئی تکبر

اور خود مستثنیٰ کے راہ سے اس بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی کہے کہ عودہ مائل حرام کھانے والے تھے یا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ نہ مان پر لائے کہ وہ طوائف کے گندے مال کو اپنے کام میں لایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت تحریر شائع کئے کہ مجھے جس قدر ان پر بدگمانی ہے اس کی وجہ ان کی دروغ گوئی ہے۔ تو ایسے غیبت کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے متماثر نہ ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور غیر ہے۔ ملفوظ ص ۱۸۵ تا ۱۸۶

لہجے مرزا صاحب! آپ کو ہوا ہی خطا بات جن کو آپ اپنے الہامات سے پہلے لکھ چکے ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ بموجب اپنے الہام قطعی اور یقینی کے وہی کچھ یعنی پاک لوگوں کی فطرت کے متماثر وغیرہ وغیرہ بقول اپنے سب کچھ ثابت ہو گئے اور عقلی نوادہ کی پوری تصدیق ہو گئی۔

**سوم:** مرزا صاحب لکھتے ہیں مسیح علیہ السلام کا بیان کہ میں خدا ہوں، خدا کا چہا ہوں، بھری خود کشی سے لوگ نجات پائیں گے، کوئی آدمی اس کو مانا یا راہ راست پر نہیں کہہ سکتا مگر الحمد للہ قرآنی تعلیم نے ہم پر کھول دیا ہے کہ اس مریم پر یہ سب جھوٹے الزام ہیں۔ ملفوظ ص ۱۸۵ تا ۱۸۶

یہاں پر مرزا صاحب نے خود حضرت مسیح علیہ السلام پر جھوٹے الزام لگا دیئے ہیں جو خلاف تعلیم قرآنی ہیں اور عموماً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹے بہتانات اور الزام لگائے گئے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ وہ خود اپنی ہی تحریر سے نادان ہیں اور راہ راست پر نہیں آئے۔ چہئے

**چہارم:** مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ان دو مقدس نبیوں پر یعنی آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح علیہ السلام پر بعض بدذات اور غبیٹ لوگوں نے سخت افتراء کئے ہیں چنانچہ ان

پلیدوں نے لعنت اللہ علیہم پہلے نبی کو تو۔۔۔ قرار دیا جیسا کہ آپ نے اور دوسرے کو دلدار لڑکا کہا جیسا کہ پندیل طبع یہودیوں نے ملفوظ ص ۱۸۳ تا ۱۸۴ اور نور القرآن، ۱۰ جنوری ۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۶ء تک۔

لہجے۔ مرزا صاحب خود بخود اپنی ہی الہامی تحریر سے جو انہوں نے مولوی صاحبان اور بزرگوں کو گالیاں دی ہیں اس کے مصداق بن گئے۔ سبحان اللہ جادو جو سر چڑھکر بولے، کیا عہدہ مجتہد عیسوی ثابت ہوا کہ جیسی مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دی تھیں، اپنے ہی منہ سے ویسے ہی گئے اور جو اہل اسلام کے علماء اور صلحاء کو لعنتیں اور گالیاں دی تھیں وہی ایضاً الٹ کر ان پر وارد ہو گئیں اور وارد بھی ایسی ہوئیں کہ اپنے ہی الہام قطعی اور یقینی کی رو سے اور وہ حدیث شریف نہایت ہی صادق الظہر من الغیث ہوئی۔ جس میں ذکر ہے کہ جو شخص کسی پر لعنت کرتا ہے اگر وہ ناقض لعنت ہے تو وہ لعنت لعنت کرنے والے پر واپس آتی ہے۔ سو یہ لعنتیں آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے ہی الٹ کر مرزا صاحب پر خود گر گئیں جس کی مبارک باد دی جاتی ہے، یہاں علماء و صلحاء و نظام کی سرامت بھی نمایاں ہوئی۔

ماں! ایک جگہ کتاب رسالہ جنگ مقدس ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب اس طرح بھی لکھتے ہیں کہ ”میں حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک بچائی اور برگزیدہ خدا تعالیٰ کا پیارا بندہ سمجھتا ہوں۔ ملفوظ ص ۱۸۳ تا ۱۸۴۔ پھر لکھتے ہیں کہ گالی کا استعمال جو کیا گیا ہے وہ اسکا اثر امی جواب ہے۔ ملفوظ۔

۱۔ مرزا صاحب بھی خلاف تعلیم قرآن شریف از الہام کے ملفوظ ص ۱۸۳ میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نبی کے بچے ہیں، یہودیوں کا بھی اعتقاد یہی ہے کہ یوسف نبی سے حضرت مریم علیہا السلام کا منہ نہ جاتا تھا۔ ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام پید ہوئے تھے، وہی الزام مرزا صاحب نے قائم کیا اور یوسف نبی کا منہ نہ جاتا تھا۔ ۲۔ ملفوظ ص ۱۸۴



یہ بات ۱۸۹۳ء کی ہے کہ جب کے مرزا صاحب کے دل میں گامیں بھری ہوتی  
 تھیں اور پھر ۱۸۹۵ء و ۱۸۹۶ء میں زبان پر قلم پر کتبوں پر آئیں، پھر جو چاہا سو کہہ دیا  
 مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ شریانیوں کا طریق ہے کہ انھوں نے کے وقت ایک تعریف کا  
 لفظ بھی لے آتے ہیں۔ گویا وہ منصف مزاج ہیں۔ کتاب ست بکس ص ۱۳ حاشیہ لہر۔

یہی طریق مرزا صاحب نے بھی اختیار کیا جس سے خود ہی شریعہ ثابت ہو گئے۔ یہاں ایک بات قابل غور بھی ہے کہ جب تک مرزا صاحب تمام جہاں کے علماء و فضلاء کرام و مشائخ عظام اور اولو العزم پیغمبرانِ نبیہم اسلام کو گالیاں نہ دیں خوب توہین نہ کریں اور ان کی اچھیل اچھیل کر کشتی نہ کریں تو انکی بزرگی کی پٹری کیسے جم سکتی ہے جیسے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں۔ مگر ایسے جاہلوں کو ہمیشہ سے یہی اصول ہوتا ہے کہ اپنی بزرگی کی پٹری جتنا اسی ٹیڈ دیکھتے ہیں کہ ایسے بزرگوں کی خواہ خواہ تحقیر کریں۔ صفحہ ۱۸، سطر ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴۔

جب مرزا صاحب حضرت مسیحی (علیہ السلام) کو گالیاں دے دے کر تھک گئے اور جو کچھ کہہ سید سب دشمن عقیدہ میں بھرا ہوا تھا، خرچ کر چکے، جب خیال ہوا کہ میں نے یہ کام نہایت اسی برا کیا ہے، جس سے میں اہل اسلام کے تمام فرقوں میں سے نکل گیا ہوں، مسلمان لوگ فوراً مجھے کافر کفر کہہ اٹھیں گے، تب کیا بات بناتے ہیں کہ مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں یسوع کی خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ حافظ صفحہ ۹، مصرعہ ۱۶ ضمیمہ۔ اس کے کہنے سے مرزا صاحب کی منشاء اور مراد یہ ہے کہ میں نے یسوع کو گالیاں دی ہیں، جس کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں۔ اگر قرآن میں ذکر ہوتا کہ یسوع دیکھ میرے تو گالیاں نہ دیتا۔

تاخرین الزمرہ صاحب کے اس حیلہ وایب پر غور فرمائیے گا، کیا جس شبیہ پر ﴿۱﴾

﴿۲﴾ کہ قرآن میں ذکر نہ ہوا اس کو مرزا صاحب کے مذہب میں گالیاں دینا اور قسطنطنیہ لگانا جائز

ہیں۔ کیا مرزا صاحب کا ایمان ایک لاکھ پیغبر علیہم السلام پر نہیں۔ اس سے کثرت ہوتا ہے کہ جس پیغبر ﷺ کا قرآن شریف قبول میں ذکر نہیں ہے اس پر مرزا صاحب کا اعتقاد ہی ایمان بھی نہیں۔

**اول:** اس صورت میں جو ایک لاکھ کی ہزار تیرہ سو اسی نام پر ایمان لا نا کتب عقائد میں لکھا ہے، کیا سب کا تذکرہ یا نام قرآن میں آگیا ہے۔ ایک لاکھ کا نہیں۔ مرزا صاحب دس، بیس ہزار کا ہی تذکرہ نکال کر دکھادیں۔ دس، بیس ہزار کو تو جاننے والا، ایک ہزار اور پندرہ ہزار کے فرق سے نکال دیں، اچھا ایک ہزار نہ سنی صرف ایک سو ہی نکال کر پیش کریں، سو وہ بھی نہ سنی چلیں بچاؤ تک کے نام اور مذکورے قرآن شریف سے ثابت کر دیں۔ مگر افسوس مرزا صاحب نہیں سمجھا سکیں گے، مجھ پر یہاں نہ کیا لغو اور بیوقوفی ہو رہی ہے کہ یوں کام تر آن میں نہیں آیا، اس لئے ہم نے گلایاں دے کر بہتانات لگائے ہیں۔ افسوس!

**حوا:** مرزا صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ یوشع علیہ السلام بھی نبی تھے جو حضرت نون کے بیٹے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ تمام کتب الہیہ اسلام میں لکھا ہے کہ بعد وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یوشع بن نون خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد کالب بن یوتنا خلیفہ ہوئے اور بعد ان کی وفات کے حضرت خرقیل ہوئے۔ ان تینوں پیغمبروں کا نام قرآن شریف میں مذکور نہیں اور تواریخ کی کتابوں میں جو ان کا ذکر ہے سو اس قدر ہے کہ یہ تینوں پیغمبر تھے بلطفہ میں رہے، کتاب روحۃ الامعیاء۔ یہاں یوشع اور یوشع میں حرف شین جمعہ اور مہملہ

۱۔ قرآن شریف: اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: ﴿مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصِصْ عَلَيْكَ﴾ یعنی تبلیغ ہوں یہ وہ ہیں جن سے انھیں قصہ کا ذکر نہیں کیا مگر وہ اہم جب تو اسی تبلیغ پر ایمان رکھتے ہیں جس کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے، باقی پر نہیں۔ ایمان الہیہ ص ۱۱۱، اور تفسیر جلد ۱، صفحہ ۱۱۱۔



کا فرق ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ مرزا صاحب یوز آسف سے یثوع آسف یا یثوع صاحب بنائیں، اور پھر قطعی اور یقینی سمجھ لیں کہ حضرت یسوع صاحب کشمیر میں فوت ہوئے اور ان کی قبر وہاں موجود ہے اور یسوع اور یوکر فرق سمجھیں۔

**سوم:** اسی یثوع علیہ السلام بن نون کو یثوع بن نون تواریت میں بھی لکھا ہوا ہے۔ دیکھیں یثوع کی کتاب، باب اول آیت اول اور اسی یثوع یا یثوع بن نون علیہ السلام کا ذکر قرآن شریف میں بھی آیا ہے جیسے قال اللہ تعالیٰ والذوال موسیٰ لقہ لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین اومضی حقیقا، باتفاق علماء سیر وقاریخ مراد از لفظ فتنے وریں آئے کہ یہ یثوع بن نون است و او از جملہ عظماء انبیاء است۔ و دلت اللہ تعالیٰ علیہ ص ۶۹ و ص ۷۰۔

**چہارم:** قرآن شریف میں البسح یا بسح علیہ السلام کا نام اور ذکر موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت بسح علیہ السلام یسوع علیہ السلام میں کیا فرق ہے۔ اگرچہ یسوع علیہ السلام اور بسح علیہ السلام جدا جدا ہیں مگر یہ کہہ بنا کہ یسوع علیہ السلام کا نام قرآن شریف میں نہیں ہے مرزا صاحب کی الٹی منطق ہے۔ ہاں البتہ مرزا صاحب یہ جواب دیں گے کہ یسوع سے میری مراد یہ تھی کہ میں نے رسالہ انجام میں لکھا ہے اور یاد ہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو چور اور ثمار کہا۔ بلکہ ص ۱۳ انجام۔ اسکا جواب وہی ہے جو مرزا صاحب نے خود لکھا ہوا ہے کہ یہ سب جھوٹے الزام ہیں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسیح کا بیان کہ میں خدا ہوں اور خدا کا بیٹا ہوں، میری خود کشی سے لوگ نجات پا جائیں گے کوئی آدمی والا اور رام راست پر نہیں کہہ سکتا مگر اللہ کے قرآنی تعلیم نے ہم پر کھول دیا ہے کہ ابن مریم پر یہ سب جھوٹے الزام ہیں۔ ملاحظہ ص ۳۱، نو طرین

ابتداء و زوال و عیادت ص ۵۵

فرمائیے مرزا صاحب کی رائے صائب ہے یا الہام اور قرآنی تعلیم کا انکشاف

بہر حال الہام اور قرآنی تعلیم ہی مرزا صاحب کو قبول کرنے پر مجبور کر گئی مگر ممکن ہے کہ مرزا صاحب اس پر بھی استدراست و کنایات سے ہی کام لیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ خود ہی جھوٹے الزامات کا حضرت مسیح علیہ السلام پر ہونا ثابت کرتے ہیں اور پھر خود ہی الزامات، بہتانات بڑی ولیری اور بدوری سے لگاتے ہیں۔ ایک بات پر تو مرزا صاحب کا استقلال اور قیام ہی نہیں۔ ایسے خصصات میں غرق ہیں کہ ایک چھپچھپ سے ٹلنا چاہتے ہیں تو دوسرے محاکم میں گرتے ہیں اس سے لکھنا چاہتے ہیں تو تیسرے باطل میں پڑتے ہیں اور غرق ہو جاتے ہیں اور پھر اسی لفظ فرق ص ۱۳ سے اپنی نبوت کی تاریخ بھی نکال لیتے ہیں۔

**پنجم:** اب میں یسوع کے نام اور لفظ کی تحقیق مختصر طور پر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

(الف) یسوع علیہ السلام منقلب ہے، یعنی یسوع کا حرف و کا بدل الف سے ہوا۔

(ب) یہ نام اصل میں عبرانی زبان کا ہے، اصل اس کی بسح یا بسح کی لفظ سے یثوع ہو۔ دیکھو لغات عبرانی صفحہ ۱۶۲، ص ۱۰۔ بسح کے معنی نجات اور یثوع نجات دینے والا اور یثوع کا یونانی زبان میں اے ای سوس adug بنایا گیا اے ای سوس کا عربی زبان میں عیسیٰ علیہ السلام بن گیا۔ دیکھو گئیس ڈکشنری ص ۲۷۳۔ اور ڈکشنری ص ۷۹، ص ۸۹ اور انگریزی میں جی سس jesus یسوع اسکا ترجمہ اردو کیا گیا جو ہر ایک چھوٹی مولیٰ ڈکشنری میں لکھا ہوا موجود ہے۔

پس اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اصل نام عبرانی زبان میں یثوع ہے اور یونانی میں ای اے سوس ہوا اور انگریزی میں جی سس ہو، اس کا ترجمہ اردو میں یسوع ہوا اور یونانی میں ای اے سوس سے عربی میں عیسیٰ علیہ السلام ہوا۔ پس یسوع علیہ السلام وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فقہو الحراء۔ افسوس۔

ششم: تمام ان جیل موجود ہیں، یسوع مسیح یا صرف مسیح یا عیسیٰ علیہ السلام لکھا ہوا ہے اس کی نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ انجیل میں ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں۔

ہفتم: یسوع اور مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے ہیں بنفسطہ ص ۵۱ مقدمہ تفسیر حقانی۔

ہشتم: اب میں مرزا صاحب کی کتاب ہی سے یسوع کا نام نکال کر دکھاتا ہوں۔

مرزا صاحب اپنے اشتہار اثر ریزی وار دو مشمولہ کتاب سرمدہ چشم آریہ کے اخیر ورق پر لکھتے ہیں تاریخ اشتہار ندارد، میں ہزار چھاپے گئے۔

I am also inspired that i am the Reformer of my time and that as regards spiritual excellence, my virtues beara very close similarity and strict analogy to those of Jesus Christ,

مجھے الہم ہوا ہے کہ میں مجدد وقت ہوں اور روحانی طور پر میرے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات کے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے شدت منہست و مشابہت ہے۔

بلفظہ۔ اس جگہ مرزا صاحب کے مترجم نے بطورہ مرزا صاحب کے جی سس کرسٹ Jeses christ، (جس کا ترجمہ یسوع مسیح علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام ہے جو تمام انجیل میں موجود ہے۔) مسیح ابن مریم کا لکھا ہے مگر معلوم نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب یا ان کے مترجم نے ابن مریم کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے اور کہاں سے لیا ہے کیونکہ اصل عبارت میں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں ہے جس کا ترجمہ ابن مریم ہو سکے

نہم: مرزا صاحب نے کتابت شیعہ حق کے اخیر پر مسٹر الیگزینڈر رسل دب ص ۷۷ کی چٹھی کے ترجمہ میں Jeses جی سس کے معنی عیسیٰ لکھتے ہیں، اور Jeses Christ جی سس

کراہیت کے معنی عیسیٰ مسیح کے ہیں پس ثابت ہوا کہ وہی جی سس اردو میں یسوع ہے اور جی سس کراہیت یسوع مسیح یا عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہیں جس کو مرزا صاحب نے بھی اپنے تراجم میں مسیح یا عیسیٰ مسیح لکھا ہے یعنی جو نصاریٰ کا نبی یا خدا یسوع ہے وہی آپ کا مسیح یا عیسیٰ ہے جس کے تذکرہ سے قرآن شریف مملو اور مشغول ہے۔ یہ وہی بات ہوئی کہ قرآن شریف میں ذوالقرنین کا نام اور ذکر تو ہے مگر سکندر کا نام نہیں یا حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے مگر یوحنا کا کوئی ذکر نہیں ہے یا حضرت مسیح یا عیسیٰ علیہ السلام کا نام اور تذکرہ قرآن شریف میں ہے مگر یسوع علیہ السلام کا کوئی تذکرہ یا نام درج نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کا نام بھی تو قرآن شریف میں نہیں، تو کیا اس سے ثابت ہوگا، مرزا صاحب بھی نہیں۔ یہ کیا الٰہی منطق ہے۔ مرزا صاحب اور لوگوں کو تو فوراً ہر ایک چھوٹی موٹی بات پر مباہلہ کے واسطے اشتہار دیا کرتے اور قسمیں کھانا لکھا کرتے ہیں، ہر مہربانی کر کے اس بات کی تو سچے دل سے قسم کھائیں اور اپنے ہی اعتقاد اور جان کے ساتھ مباہلہ کریں کہ یسوع علیہ السلام اور ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام اور ہیں اور خود ہی ایک سال کی میعاد بھی رکھ لیں اور پھر انتظار کریں اور اپنے آپ پر اس قسم کی آزمائش کر کے دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔

۵۵۵: یقین نہیں کہ آپ اس بات کو قبول کر کے اپنی زبان سے اقرار کریں کہ یسوع مسیح عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں۔ بلکہ اصرار کر کے ضرورتاً دیلات رکھ کر استعارات بعیدہ پر عمل کر چکے کہ یسوع اور ہیں اور حضرت مسیح اور ہیں جو گالیاں یا توہینات یا نفس الزمات لگائے ہیں وہ یسوع کے حق میں لگائے ہیں جس کا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں اور عیسیٰ یا مسیح علیہ السلام کے حق میں ہم نے کچھ نہیں کہا، اس صورت میں یہ ضرور ہوا کہ یہ عذر بھی مرزا صاحب کا ان کی ہی تحریرات سے رنج کر دیا جائے اور وہ گالیاں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے شان میں یا با تخصیص دی گئی ہیں ان کی ہی تالیفات سے نکال کر پیش ناظرین کیا کریں

تاکہ مرزا صاحب کا اصرار اور زبردستی ظاہر اور ضمن ہو جائے۔ لکھتے

(الف) یسوع مسیح عیسائیوں کا خدا ۳۳ سال کی عمر پر اس وار الفنا سے گذر گیا۔ ملخصاً

رسالہ پانچواں باب صفحہ ۱۳۳ کتاب ست چہم صفحہ ۱۵۹۔

(ب) تب وہ حضرت مسیح کی اس قدر بدتمیز ہی سے تکذیب کرتے ہیں کہ خدا کی تو بھلا کون

مانے، اس غریب کو نبوت سے بھی جواب دیتے ہیں۔ ص ۲۲، ج ۲، حاشیہ صفحہ ۱۵۹، کتاب ست چہم

(ج) مسیح کا بیان کہ میں خدا ہوں خدا کا بیٹا ہوں۔ صفحہ ۱۳۱ ذیل القرآن۔

(د) ہاں! مسیح کی راویوں اور ناویوں کی نسبت جو اعتراض ہے اس کا جواب بھی کبھی آپ

نے سوچا ہوگا ص ۱۳، طرہ انوار القرآن، شمارہ ۱۹۱۹، صفحات ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱۔

(ه) حضرت مسیح علیہ السلام کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال

و حلال سے نہیں تھا استعمال کرنا۔ ص ۱۵۸، آئینہ کائنات۔

حضرات ناظرین! مرزا صاحب سے دریافت فرمائیے گا کہ جس مسیح علیہ السلام کی

نسبت آپ نے مندرجہ بالا مقامات میں الزامات لکھے اس کا نام بھی یا تذکرہ قرآن شریف میں

آیا ہے یا نہیں اور یہ مسیح علیہ السلام کون ہیں جن کو آپ نے غریب کے لفظ توہین سے لکھا ہے یا مسیح

علیہ السلام کون ہیں جن کی راویوں اور ناویوں کا ذکر کیا ہے یا یہ مسیح علیہ السلام کون ہیں جو ایک فاحشہ

کے گھر میں چلے گئے تھے اور حرام کے عطر کا استعمال کیا تھا وہاں تو پہلے آپ نے جھٹ کہہ دیا تھا

کہ ہم نے یسوع کی نسبت گالیاں دیں جس کا قرآن میں نام اور تذکرہ نہیں ہے۔ اب کہئے کیا

اس حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی قرآن شریف میں نام اور تذکرہ نہیں، نہایت ہی شرم کا مقام ہے کہ

انہیں یسوع علیہ السلام کے نام پر سخت گالیاں نکال کر کہتے ہیں کہ ان کا نام قرآن میں

نہیں اور دوسری جگہ ہی گالیاں حضرت مسیح علیہ السلام کے نام مبارک پر لکھی ہیں اور اس کا انکار ہو

نہیں سکتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نام قرآن شریف میں نہیں ہے پھر ایسے وہی سو فطانتی دعویٰ

کثیر مری اور خدائی کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کو چاہئے کہ خدا کا خوف کریں ایسے دعویٰ میں اپنی

بیخ بنیاد کو نہ اکھاڑیں۔ ذیل القرآن سے اور تو چہ کریں، یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نیک

بندوں کے سینوں میں نیکی کے پھیلنے ہوتے ہیں اور بدوں کے سینے بدی اور کینے سے پر ہوتے

ہیں۔ ہر ظرف سے وہی برآمد ہوتا ہے جو کچھ کہ اس میں ہوتا ہے کبھی آپ نے نہیں دیکھا ہوگا

کہ سر کی بوتل سے گلاب یا بید مشک نکلا ہو، جیسے مرزا صاحب خود اپنی الہامی براہین میں لکھتے

ہیں۔ "ہمارے اندر سے وہی خیالات بھلے یا برے جوش مارتے ہیں کہ جو ہمارے اندازہ فطر

ت کے مطابق ہمارے اندر سامنے ہوئے ہیں۔" بلطف ص ۲۱۳ حاشیہ نمبر ۱۱۔ اس سے یہ بات بھی

ثابت ہوگئی کہ جو کچھ مرزا صاحب کے اندر جو اندازہ فطرت کے مطابق پایا ہوا تھا، اسی نے

جوش مارا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آدمی کی زبان سینہ اور دل کی گواہ ہے جو کچھ ان دونوں

میں بھرا ہوا ہوتا ہے اس کی شہادت ادا کر دیتے ہیں، اسی سے مرزا صاحب کی پیغمبری مسیح موعود

کی مہدی مسعودی اور خدائی ظاہر ہوئی ہے اور اسی کتاب انجام آتھم اور اس کے وسیع ضمیمہ

سے مرزا صاحب کے اندر ولی اور فطرتی جوش پایہ ثبوت کو پہنچ گئے ہیں، بلکہ برعکس اس کے

مرزا صاحب اپنے فطرتی جوش سے یہ بھی لکھتے ہیں کہ "واقعی یہ رسائل خدا کے نشانوں میں سے

ایک نشان اور شعائر اللہ ہیں اور درحقیقت ایک ربانی فیصلہ ہے۔" بلطف صفحہ ۱۸، شمارہ اخیر ضمیمہ

انجام آتھم۔ کیا جن رسائل میں اہل حق اور غلط گالیاں تمام مسلمانوں کے علماء کرام، مشائخ

عظام، اولو العزم، پیغمبران، علیم اسلام کے نام سے بھری پڑی ہوں وہی خدا کے نشان اور شعائر اللہ

ہیں اور یہی طرز اور روش تحریر ربانی فیصلہ ہے، ہرگز نہیں۔

ہاں! بقول مرزا صاحب یہ صحیح ہے، کیونکہ یہ نشان اور شعائر اللہ اور ربانی فیصلہ اسی

مرزا صاحب کے خدا کا ہے جس کا نام حاجی ہے اور یہ رسائل اسی عیسیٰ پر نازل ہوئے جس کا نام

عیسیٰ دہقان یا عیسیٰ دماہ ہے اس کی بھی مرزا صاحب اور مرزا بیوں کو مبارک ہوں۔



## بیان ظہور حضرت مہدی علیہ السلام

نمبر ایک سے چوتھ تک کا جواب ختم ہوا۔ ساتویں نمبر میں مرزا صاحب نے ایک کتاب جواہر الاسرار کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں انہوں نے بڑے غرور سے یہ ثابت کیا ہے۔ یعنی،

(الف) مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدہ ہے۔ (معرب قادیان)

(ب) خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔

(ج) دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا۔ یعنی تین سو تیرہ ہونگے اور ان کے نام بقیہ مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہونگے۔ یہ پیشین گوئی بھی میرے حق میں پوری ہوئی۔ بلکہ صفحہ نمبر۔

حضرات ناظرین! اول: یہ حدیث شریف کسی حدیث کی کتاب سے نقل نہیں کی گئی، جس کی پڑتال ہو سکے۔ اور یحییٰ جس کا حوالہ جواہر الاسرار میں اور نیز ابوعیسیٰ فی احوال الامم میں مطبوعہ ۱۲۶۸ھ کلمۃ مسریٰ نسخ جس میں یہ حدیث بالضرور ہونی چاہئے دیکھی گئی، کوئی حدیث درج نہ پائی۔ دوم: قادیان حدیث کے نام درج نہیں جس سے صحت اور ضعف معلوم ہو سکے لیکن خیر مرزا صاحب کی ہی تحریر پر اعتبار کر کے عرض کرتا ہوں، فرماتے ہیں، مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدہ ہے۔ (کدہ معرب ہے قادیان کا) یعنی قادیان کسی عجیب زبان کا لفظ ہے، اس کا عربی میں کدہ بنایا گیا ہے۔ اس کی تصدیق کی دلیل مرزا صاحب کے الہام یا وہم اور خیال میں ہوگی۔ کسی کتاب مستند سے تو مرزا صاحب نے نقل نہیں کیا۔ قادیان کے لفظ کا عجیب یا کسی دیگر زبان کا ہونا بھی مرزا صاحب ثابت نہیں کر سکے بلکہ انشان کے الہام قلعین اور یحییٰ سے لفظ قادیان خاص عربی زبان معلوم ہونا ہے، عربی بھی ایسا کہ مرزا صاحب کے خدا کی زبان خاص سے نکلا

ہوا۔ جیسے مرزا صاحب کے خدا کا الہام ہے۔ "انا انزلناہ قریباً من القادیان" جب مرزا صاحب کا خدا قادیان اپنی عربی زبان سے نکلا لکرا الہام کرتا ہے تو پھر اپنے الہام قلعین اور یحییٰ سے مخالفت کر کے کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ کدہ قادیان کا معرب ہے جبکہ قرآن شریف میں بھی قادیان کا نام درج ہے، جیسے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ "کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم غلام قادر قرآن شریف بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں اور اس میں یہ آیت انا انزلناہ قریباً من القادیان لکھی ہوئی پڑھی اور مجھ کو دکھائی تو میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید نصف کے موقع پر یہی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تو میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں لکھا گیا ہے مکہ، مدینہ، قادیان"۔ ملاحظہ ص ۶۷، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸،



ہاں اچھے یہاں پر ایک ضروری امر کا اظہار بھی ضرور ہے کہ مرزا صاحب کا اعتقاد ہے کہ یہ عبارت انا فز لنناہ قریباً من القادیان آیت قرآنی ہے اور قرآن شریف میں موجود ہے اور قرآن شریف میں قادیان کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ مرزا صاحب سے دریافت فرمائیے گا کہ وہ ٹھیک ٹھیک بتادیں کہ کس پارہ یا سورہ یا رکوع میں یہ عبارت درج ہے۔ جہاں آپ نے پتہ دیا کہ نصف کے موقع پر دائیں صفحہ پر قرآن شریف کے ہاتھ لکھا گیا ہے مگر افسوس ملا نہیں۔ مرزا صاحب اور تین سو تیرہ مرزائی قرآن شریف سے نکال کر دکھائیں، لیکن ہرگز دکھا نہیں سکیں گے۔ اگر نہ دکھا سکیں تو اس کی وجہ بتائیں کہ کہاں گئی۔ اس سے خود قرآن شریف کا کم و بیش اور ترمیم و تنسیخ ہونا ثابت ہوتا ہے اور تحریف جس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن شریف کا ایک شے شے بھی کم و بیش نہیں ہو سکتا۔ خلاف حکم خداوندی انا لہ لحاظون کے مرزا صاحب کی یہ کاروائی ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب خود پہلے لکھ چکے ہیں کہ ان کا الہامی حافظ اس طرح پر ہے۔ ”ہم پختہ یقیناً کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔ ایک شے شے یا لفظ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مؤمنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔“ (جلد ۱، صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹)

لیجئے حضرات! یہاں مرزا صاحب اپنے ہی اعتقاد اور تحریف الہامی سے جماعت مؤمنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہو گئے، کسی مولوی صاحب کے نئے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ کیونکہ تمام اہل اسلام و اہل ملت و الجماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ قرآن شریف کے ایک شے شے یا ایک لفظ میں بھی کمی و بیشی ہو سکتی ہے یا ہوئی ہے

یا ہوئی تھی وہ ضرور کافر ہو گیا۔ اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ لیکن برخلاف اس کے مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ انا الزناد قریباً من القادیان قرآن شریف کی آیت ہے اور قرآن شریف میں موجود ہے۔ خود بائبل من المحور بعد الکود۔ جملہ مقررہ ختم ہوا۔ اب میں پھر اسی لفظ کدہ کی طرف رجوع کرتا ہوں، افسوس کہ کتاب جواہر الاسرار باوجود تلاش کے دستیاب نہیں ہوئی، تلاش در پیش ہے۔ لیکن میں دعویٰ سے کچھ ہوں کہ وہ لفظ کدہ کا۔ ک، د، ع، ہ سے اصل حدیث میں ہرگز نہیں۔ یہ محض مرزا صاحب کا دھوکہ ہے۔ بغرض حال اگر ہو بھی تو بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ کاتب کی غلطی ہے۔ بہر حال لفظ کدہ حدیث کا لفظ بھی نہیں ہے، ہاں البتہ تحقیق سے صحیح لفظ حدیث کا کدہ۔ ک، د، ع، ہ سے ثابت ہوا یعنی بجائے حرف وال مہملہ کے را، مہملہ ہے، اب جو بات ذیل۔ اول: مولوی حافظ محمد کھوی اپنی کتاب پنجابی زبان احوال الآخرة نام میں (جو ۱۹۱۷ء میں تالیف ہوئی اور ۱۹۱۹ء میں بارششم محمدی پریس لاہور میں طبع ہوئی) لکھتے ہیں۔

حضرت علی امام حسین نوں اک دیند دیکھ الا یا  
ایہ بیٹا میرا سید ہے جو میں پیغمبر فرمایا  
پشت اسدی تھیں مرد ہوئی اک نام محمد والا  
خواسدی جو میں ثوبی دی صورت فرق نرالا  
عدلون بھرتی ثوب زمیں نویں مہدی ایہو جانو  
آمنہ نانومائی دا بھی عبداللہ باپ مچھانو  
کرمد نام یمن وچہ وستی اسدا جمال پیارے  
بولن لگاؤ کر بولے پٹاں تے ہتھ مارے

دفعہ ۳۳۔ کتاب احوال الآخرة، پنجابی مکتبہ صحیح محمدی لاہور ۱۹۱۷ء

**ترجمہ نظم زبان پنجابی:** یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام کو دیکھ کر فرمایا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس میرے بیٹے کی پشت سے ایک مرد پیدا ہوگا جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے ماں باپ کا نام میرے ماں باپ کے مطابق آئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ عنہا، عبداللہ علیہ السلام ہوگا، زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ لیکن میں ایک بستی جس کا نام کرعہ ہے پیدا ہوگا، ان کی زبان میں لکنت ہوگی۔ پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ لیکن میں ایک قریہ ہے جس کا نام کرعہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کے وقت میں موجود اور آباد تھا اور اب بھی موجود ہے، جس کی تصدیق اس طرح پر ہے۔

**دوم:** کراغ الغمیم وادی است میان مکہ و مدینہ بدو مرحلہ۔ بطول ۲۳۹ خطیب ۱۸۱ = بطول و قسار

**سوم:** کراغ الغمیم علی ثلاثة اعیال من عسفان، یعنی کراغ الغمیم عسفان سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ فاس و مدینہ ۱۲۰ کالم اول۔

**چہارم:** (الف) کراغ الغمیم هو اسم موضع یعنی کراغ الغمیم ایک جگہ کا نام ہے، بطول ۲۰، قسار ۱۰۰، جمع ہزار اور ہجرت سوم۔

(ب) موضع علی مرحلتین من مکة عند بئر عسفان یعنی کراغ موضع ہے مکہ معظمہ سے دو میل چار عسفان کے پاس۔ طویل ۲۰، قسار ۱۰۰، جمع ہزار و ہجرت سوم۔

**پنجم:** کراغ هو شی موضع بین مکة والمدینة یعنی کراغ ایک چھوٹا موضع ہے درمیان مکہ و مدینہ کے۔ طویل ۲۰، قسار ۱۰۰، جمع ہزار و ہجرت سوم۔

**ششم:** عسفان قریة بین مکة والمدینة، یعنی عسفان ایک گاؤں یا شہر ہے درمیان مکہ و مدینہ کے۔ طویل ۲۰، قسار ۱۰۰، جمع ہزار و ہجرت سوم۔

**ہفتم:** رسالہ الفصیل الخطاب لروایع الکذاب مصنفہ مولوی خدایت اللہ واعظ ساکن محمد مندر انوالہ ضلع امرتسر میں لکھا ہے جہاں حضرت مہدی علیہ السلام کی ششمن گوئی درج کی ہے۔ ص ۱۱۶

**عمر انہاندی چالی ہرسان سیرت حضرت نوالی**  
**کرعہ شمن بہوں انہاندی کہیا محمد علی علیہ السلام**

لیکن ان سب کتب معتبرات سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ کرعہ یا کراغ ایک جگہ یا شہر یا گاؤں کا نام ہے جو درمیان مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے ہے اور وہ گاؤں یا بستی حضرت رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں موجود اور آباد تھی اور اب بھی موجود ہے مرزا صاحب کے دو اعتراض اس میں نکلتے ہیں، ایک تو یہ کہ بعض جگہ کرعہ لکھا ہے اور کسی جگہ کراغ اگرچہ ہر دو ناموں میں چار چار ہی حروف ہیں، حروف باء ہو ز اور الف کا آپس میں فرق ہے۔ دوسرا یہ کہ کرعہ یا کراغ ملک لیکن میں ایک بستی کا نام بتلایا گیا ہے حالانکہ دیگر بعض کتب میں کراغ ایک بستی بیان کی گئی ہے جو درمیان مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے ہے۔

پہلے اس اعتراض کے جواب میں گزارش ہے کہ بہت سے شہر یا قصبہات اور بستیات اس قسم کی اس وقت موجود ہیں کہ جن کے نام اول اول میں یکہ تھے اور بعد میں بدل کر کچھ کا یکہ ہو گئے بلکہ بعض جگہوں یا شہروں کی صورت ہی مغائر ہوگئی ہیں، چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ یکہ۔ ب، ک، د، تھ، جس کو اب مکہ۔ م، ک، د، کہتے ہیں۔ اس میں ب اور م کا کتنا بڑا فرق ہے۔ دیکھیں منتخب اللغات صفحہ ۲۹، اگر کراغ کو کرعہ لکھ دیا، یا ہو گئے تو کوئی عجیب بات نہیں۔

۲۔ مدینہ منورہ کے بھی کئی نام ہیں، جیسے طاہرہ حبیبہ، خاندہ وغیرہ ہیں اور بخارہ عرب میں





یہ وجہ معرب قادیان لکھتے ہیں اور یہ نام ایک حدیث میں آیا ہے پس اس کی تصدیق کے لئے ہمیں کسی حدیث کی کتاب میں تلاش کرنا ہوگا یا کسی حدیث کی لغت میں، کتب احادیث کی لغت یا شرح نہایت مشہور اور مستند کتاب مرزا صاحب کی بھی مسئلہ ”مجمع بحار الانوار“ ہے اس میں سے مرزا صاحب یا ان کے حواری یہ نام نکال کر دکھائیں، اگر سچے ہیں؟ یا کسی اور ہی کتاب سے نکال کر پیش کریں۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ وہ ہرگز نکال کر پیش نہیں کر سکیں گے (جیسے کہ میں نے چند کتب معتبرات سے نکال کر پیش ناظرین ہے کہ وہ ہستی کرے) (ک، ر، ع، ہ) یا کراغ (ک، و، ا، ع) ہے جس میں حضرت مہدیؑ پیدا ہوئے۔

خواہ تمام عمر تلاش کریں اور تین سو تیرہ ہی مرزائی صح مردوں کے شامل ہو کر کوشش کریں۔ اور مرزا صاحب بھی اپنی بیت الفکر میں بیٹھ کر الہاموں کا زور لگائیں اور اپنے خدا عا جی سے بھی بڑاری والی حاج دعا کریں کر کے مدد لیں۔

الغرض یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ حضرت مہدیؑ مرزا صاحب کے کد معرب قادیان یا کادیان جو کنیہ اللہ شریفہ سے مشرقی جانب ہے، پیدا ہو کر ظہور فرمائیں۔ بلکہ معاملہ ہی برعکس ہے کیونکہ اکثر احادیث صحیحہ میں ہے کہ دغبال مشرق سے نکلے گا احادیث نقل کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ مرزا صاحب خود اس امر کو مانتے ہیں، جیسے کہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

(الف) دجال مشرق کی طرف سے خروج کریگا، یعنی ملک ہند سے، اس لئے کہ ملک ہند زمین مجاز سے مشرق کی طرف ہے۔ متن مایہ زاد الہام صفحہ ۲۹، ملاحظہ۔

(ب) حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال ہندوستان سے نکلے والا ہے۔ ملاحظہ از الہام صفحہ ۸۰۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مرزا صاحب کا گھوڑا قادیان ملک ہندوستان میں ہے اور عین ملک حجاز سے مشرق کو ہے، پس مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہی نہیں بلکہ بالکل

جھوٹا نکلے۔ جھوٹ بھی ایسا کہ گویا خود دجال ہی ثابت ہو گئے، اگرچہ وہ بڑے دجال نہیں لیکن خلیفہ دجال ہونے میں تو اس کتاب رسالہ انجام آتھم کی تالیف کے وقت (۱۸۹۶ء) کوئی شک نہیں رہا، (جیسا کہ میرے جیسے منجھد ان کو بھی القاء ہوا ہے کہ ہذا خلیفۃ الدجال ۱۸۹۶ء جسکے حرف کے اعداد سے پوری تاریخ ۱۸۹۶ء نکلتی ہے) کیونکہ کسی حدیث میں نہیں ہے کہ حضرت مہدیؑ ملک مشرق یا ہندوستان سے ہوں گے۔ تمام احادیث میں ہے کہ وہ حضرت ملک بن عرب میں پیدا ہوئے، فطیال اذاعاہ۔

سوم: مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ”مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدہ ہے۔ بلغظہ۔ اس سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ گاؤں کدہ ہے جس کو مرزا صاحب کدہ لکھتے ہیں، حضرت رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا اور اب بھی موجود ہے اور خود مرزا صاحب کے ترجمہ حدیث شریف اور اصل الفاظ سے ثابت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قادیان حضرت رسول خدا ﷺ کے وقت میں ہرگز موجود نہیں تھا۔ کیونکہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ بابر بادشاہ کے وقت میں یہاں پنجاب میں ہمارے مورث اعلیٰ آئے اور میدان میں ایک نصب آیا تو کیا اس کا نام اس طرح قادیان مانگی رکھا۔“ مخلص صفحہ ۱۲۲، از المداہام۔

تواریخ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء تک بادشاہی ہندوستان وغیرہ میں کی ہے جس کو اس وقت ۱۸۹۶ء کو تیرہ سو اکتھ سال ہوئے ہیں اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی حدیث شریف کو تیرہ سو سال کا عرصہ گزر گیا اور اس وقت وہ کدہ گاؤں موجود تھا اور مرزا صاحب کی قادیان یا کادیان ہرگز موجود نہیں تھی۔ لہذا حدیث شریف کا مصداق قادیان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ نرا دعو کہ ہے۔

موضع یا منصبہ قادیان کی تحقیق: مرزا صاحب نے قادیان کی کوئی وجہ تسمیہ بیان نہیں کی کہ کیوں اس کا نام قادیان رکھا گیا اس لیے میں انکی وجہ تسمیہ ظاہر کر کے



ثابت کرتا ہوں کہ دراصل اس کا نام قادیان بھی نہیں ہے۔ اسلام پور قاضیان تھا جب روز بروز شریر لوگ پیدا ہوتے گئے حتیٰ کہ بقول مرزا صاحب اس قصبہ کے باشندے یزیدی ہو گئے تو اسلام پور دور ہو گیا۔ محض قاضیان رہ گیا۔ عربی تلفظ میں ض کو ذ سے مشابہت ہے اس لئے قاضیان کا لفظ دیان بن گیا۔ کیونکہ اصل میں آباد کیا ہوا قاضی ماجھی صاحب کا ہے جو مرزا صاحب کے مورث اعلیٰ معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

(الف) ان دیہات کے وسط میں انہوں نے قلعہ کے طور پر ایک قصبہ اپنی مکونت کیلئے آباد کیا جس کا نام اسلام پور قاضی ماجھی رکھا۔ یہی اسلام پور ہے جو اب قادیان کے نام سے مشہور ہے۔ بلاخطہ صفحہ ۱۲۲ ازالہ اوہام۔

(ب) اور اس جگہ کا نام جو اسلام پور قاضی ماجھی تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتدا میں شاہان دہلی کی طرف سے اس تمام علاقہ کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دی گئی تھی اور منصب قضا یعنی رعایا کے مقدمات کا تصفیہ کرنا ان کے سپرد تھا۔ بلاخطہ صفحہ ۱۲۳، ازالہ اوہام۔

حضرات ناظرین!! مرزا صاحب کے مورث اعلیٰ قاضی ماجھی نے اس قادیان کا نام اپنے نام پر اسلام پور قاضی ماجھی رکھا تھا اسی وجہ سے اسلام پور قاضیان کہلاتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ اسلام پور دور ہو گیا مرزا قاضیان رہ گیا۔ قاضیان کا حرف ض بہ تلفظ عربی ذ سے مشتق الصوت ہے اس لئے قادیان بن گیا۔ مرزا صاحب اب لفظ کرہ اور کراغ میں بھی غور کریں اور قادیان کی وجہ تسمیہ اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو بیان کریں۔ لیکن جرگز بیان نہیں کر سکیں گے، کیونکہ اس کی تصدیق اور طور پر بھی ہوتی ہے کہ قاضی ماجھی صاحب ضرور سکندر شاہ لودھی کے زمانہ میں جو (دہلی زمانہ) بابر بادشاہ کا بھی ہے) موجود تھے جس کی تصدیق ایک کتبہ سے (جو میں نے خود ایک مسجد واقع قصبہ ماجھی واڑہ ضلع لودھیانہ میں دیکھا اور یہ مسجد بھی قاضیان کی کہلاتی ہے اور فتح ملک بنت قاضی ماجھی کی تعمیر ہے) ہوتی ہے۔ کتبہ یہ

ہے قد بناء المسجد بندگی بی بی فتح ملک بنت ملا ماجھی فی عہد بندگی اعلیٰ حضرت سلطان سکندر شاہ ابن بھلول شاہ خلد اللہ ملکہ من شہر رجب ۹۳۳ھ یعنی تحقیق یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے (یہاں دو تین لفظ ٹوٹے ہوئے ہیں) ابی فتح ملک بنت ملا ماجھی کی طرف سے اعلیٰ بندگی حضرت سلطان سکندر شاہ ابن بھلول شاہ خلد اللہ ملکہ کے زمانے اور رجب المرجب ۹۳۳ھ جری مقدمہ میں۔

اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ یہ ملا ماجھی صاحب وہی قاضی ماجھی مورث اعلیٰ مرزا صاحب کے ہیں جن کا ذکر آپ نے اپنے ازالہ اوہام صفحات ۱۲۲-۱۲۳ وغیرہ میں کیا ہے اور وہی ۹۳۳ھ سلطان سکندر شاہ لودھی قریب بابر بادشاہ کے زمانہ کے ہے، جنہیں اس وقت ۱۳۱۶ھ میں تین سو کا نوے (۳۹۱) سال ہوتے ہیں، اگرچہ اس کتبہ سے مرزا صاحب کی کسی قدر تکذیب بھی ہوتی ہے کیونکہ ملا ماجھی صاحب سلطان سکندر شاہ لودھی کے وقت میں تھے اور بابر بادشاہ ابراہیم شاہ لودھی کے زمانہ میں کامل سے آیا تھا، اس نے اس ملک کو فتح کر کے ابراہیم شاہ کو شکست دی یہ واقعہ ۱۵۲۲ء کا ہے جس کو تین سو تین (۳۷۳) برس ہوتے ہیں۔ اس میں اٹھارہ سال کا فرق ہے۔ سو فیصد تاریخی جھگڑوں سے درگزر کر کے ثابت کرتا ہوں کہ یہ قصبہ قادیان چار سو سال کے اندر کا آباد شدہ ہے اس لئے حدیث شریف مذکور سے ذرہ بھر بھی لگاؤ اس کا نہیں ہے۔ فہو المداد۔

**جہاد م:** مرزا صاحب اپنی پیش کردہ حدیث میں لکھتے ہیں کہ ”خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا“۔

حضرات! مرزا صاحب سے دریافت فرمائیے گا کہ آپ کی تصدیق خداوند تعالیٰ نے کیا کی؟ اور کس طرح پر کی؟ اور اس تصدیق کی آپ کے پاس کیا تصدیق ہے؟ کیا آپ کے تصور پر آپ سے مکہ معظمہ کے لوگوں نے رکن مقامی پر بیعت کر لی ہے؟ (مکہ معظمہ تو

خواب یا الہام میں بھی دیکھنا نصیب نہیں ہوا) کیا ابدال شامی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں؟ (ابدال آپ سے کوسوں بھاگتے ہیں) کیا غیب سے یہ آواز ہذا خلیفۃ اللہ المہدیؑ فاستمعوا واطیعوا پکاری گئی ہے؟ حاشاؤ کلا۔ کبھی آپ نے کعبۃ اللہ شریف کی طرف زرف نہیں کیا؟ (خدا نصیب نہ کرے) کبھی رکت مقامی کی زیارت نصیب نہیں ہوئی؟ (خدا نہ کرے) ابدال شامی آپ سے کوسوں دور ہیں۔ غیب سے یہی آواز ہذا خلیفۃ الدجال (۱۸۹۶ء) فاستمعوا ولا تطیعوا آرہی ہے۔ تمام جہاں کے علماء وفضلاء و مشائخ بے ریا و عوام مسلمان مخالف ہیں بلکہ سخت دشمن۔ کیا یہی آثار تصدیق خدا کے ہوا کرتے ہیں کہ ہر طرف سے فتاویٰ پر فتاویٰ خارج از اسلام آرہے ہیں۔ ہر جانب سے تکذیب ہی تکذیب ہو رہی ہے۔ ہاں، اگر مرزا صاحب کی تصدیق ان کے خدا عالمی نے کی ہو تو کی ہو ورنہ مسلمانوں کے خدا جبار، عظمیٰ نے مرزا صاحب کی تکذیب، حریم شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں بھی مشتہر فرمادی ہے۔ اسی واسطے تمام جہاں میں یہ آپ کی تکذیب پھیل گئی ہے جب مکہ معظمہ آپ کی تکذیب مشتہر ہو گئی تو بعدہ تمام اسلامی ملکوں میں نہایت ہی نفرت کے ساتھ آپ کی تکذیب مشتہر ہو گئی کیونکہ مکہ معظمہ اسلام کا مرکز ہے جو امر وہاں پسند ہو دوسری اسلامی جگہوں میں بھی قابل تنمیم ہوتا ہے ورنہ قابل انکار اور نفرت۔ اس بات کو مرزا صاحب بھی پہلے قبول کر چکے ہیں جیسے لکھتے ہیں:

”مکہ معظمہ اسلام کا مرکز ہے اور لاکھوں صلحاء اور علماء اور اولیاء اس میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ادنیٰ امر بھی جو مکہ میں واقعہ ہو فی الفور اسلامی دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔“ (صفحہ ۳۳۰، طبع مرزا صاحب کی دست نبی۔)

یہی مرزا صاحب جب بڑے گھر سے نکالے جا چکے ہیں تو پھر کیوں نہ تمام اسلامی دنیا میں آپ کی تکذیب کی تشہیر ہو۔ اسی پر مرزا صاحب کو نبی اور مرسل بننے کی آرزو

اور دعویٰ ہے، جب آپ کو مکے سے بھی دھکے مل چکے ہیں تو پھر آپ کچے کچے ہیں۔ قرآن شریف اور احادیث میں مقبولیت اور تصدیق و صداقت کی جو علامت ہے اس کو ناظرین کیلئے نقل کرنا ہوں بغور ملاحظہ فرما کر اندازہ کیجئے گا۔ وہو ہذا۔

قرآن شریف میں سورہ مریم کے اخیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللین امنوا و عملوا الصالحات سیجعل لہم الرحمن وذا العزیز تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے البتہ کرے گا ان کے لئے زمین محبت۔ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں اس آیت کے نیچے مجاہد مفسران سنہ و الجماعت سے لائے ہیں بحیث اللہ تعالیٰ ویحبہم الی عبادہ المؤمنین۔ یعنی: اللہ تعالیٰ ایمانداروں، نیکوکاروں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے اور ان کی محبت اپنے ایمانداروں کے دلوں میں سادہ ہوتا ہے اور اسی تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں موطا امام مالک رحمہ اللہ سے اسی آیت کے نیچے یہ صحیح حدیث نقل کی ہے: قال رسول اللہ ﷺ اذا احب اللہ العبد قال لجبریل قد احببت فلاناً فاحبه فیحبہ جبریل ثم ینادی فی اهل السماء ان اللہ عزوجل قد احب فلاناً فاحبوه فیحبہ اهل السماء ثم یوضع له القبول فی الارض۔ یعنی سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا دوست بناتے ہیں تو جبریل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ فلا نے کو ہم نے اپنا محبوب بنالیا ہے تم بھی اس کو اپنا دوست بنا لو، پس جبریل علیہ السلام اس کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں پھر آسمانوں کے فرشتوں میں آواز دیتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا قلم اس سے پیار ہے تم سب اس سے پیار کرو، پس سارے فرشتے اس کو اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔ پھر زمین کے لوگ بھی اس سے محبت کر کے قبول کر لیتے ہیں۔ اسی طرح خدا کے دشمنوں کا بھی حال اسی حدیث میں ہے کہ ان کی دشمنی اور بغض خلق اللہ میں پھیل جاتا ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور کرمانی شرح بخاری سے مجمع بحوالہ انوار میں لائے ہیں کہ اس

حدیث سے سمجھا گیا ہے کہ بندوں کے دلوں میں محبت حق تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ **عَارَاهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَيُؤَدُّهُمُ اللَّهُ حَسَنًا** یعنی جو مسلمانوں کے نزدیک اچھا اور نیک ہے وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا اور نیک ہے۔

پس یہ کیا عمدہ فیصلہ حضرت بل علی اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس میں کسی کو کوئی چوں و چرا کی گنجائش نہیں۔ اب سب صاحبانِ آیت شریف و حدیث لطیف و دیگر تفاسیر کے ارشادات کی رو سے معلوم کر سکتے ہیں کہ مرزا صاحب مقبول ہیں یا مردود؟ محبوب خدا ہیں یا بد؟ واللہ؟ کوئی علامت صداقت و قبولیت کی ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، عاودہ تمام کافہ اہل اسلام کے تمام جہاں (جس میں ہزاروں، لاکھوں علماء و فضلاء و مشائخ و علماء اہلِ اہلبیاء اللہ عرب و عجم کے داخل ہیں) دشمن ہے، دوست کون ہیں اور کہتے؟ وہی صرف تین سو تیرہ وہ بھی مردوں کی تعداد کے ساتھ۔ الغرض اس آیت شریف و حدیث شریف سے ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب خداوند تعالیٰ کے دشمن، جبریل علیہ السلام کے دشمن، تمام فرشتوں کے دشمن، تمام خلق خدا کے جوڑ میں پر موجود ہے دشمن ہیں، پھر فرمائیے یہ مہدی ہیں یا ضال اور مضل؟ نہیں لیکن اخیر کے ردوں۔ **فہو المطلوب**۔

**پہنجم:** مرزا صاحب حدیث کے مضمون سے لکھتے ہیں۔ ”دور دور سے اس کے دوست جمع کر لیا، جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا۔ یعنی تین سو تیرہ ہو گئے۔ اور ان کے نام پتہ مسکن اور خصلت کے چمپھی ہوئی کتاب میں درج ہو گئے۔“

حضراتِ ناظرین! مرزا صاحب کے وہی تین سو تیرہ دوست ہیں جن میں انہوں نے سترہ آدمی بدلوں کے فوت شدہ کو لکھ کر تعداد پوری کی ہے کیا عمدہ فکر کی بات ہے کہ چورانوے کروڑ (۹۸۰۰۰۰۰۰) مسلمانوں مقبول مرزا صاحب میں سے صرف تین سو تیرہ

۱۔ دیکھو مرزا صاحب کی کتاب ست چکن کا حاشیہ صفحہ ۶۔ مزید۔

ہی ان کے دوست ہیں، آپ صاحبان کو معلوم ہوگا کہ مسئلہ کذاب کے ساتھ بھی ایک لاکھ سے زیادہ معتقد تھے اور پھر مہدی سوڈانی کے پاس بھی (جو مرزا صاحب کے ہم ولادت میں برابر تھا) تین لاکھ فوج چان نثار محض اللہ جان دینے والی تھی، ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک شخص باب نامی کے پاس جو ایران میں ہوا کس قدر چان نثار معتقد موجود تھے، پھر ذرا دیرم لنگہ کو اتنی دیکھئے کہ ایک لاکھ کو تو اس کے ساتھ بھی مفت بلا تحواہ ہی ہو گیا تھا۔ اب بھی ہزاروں کو کے اس کی عدم موجودگی میں موجود ہیں، پھر مرزا صاحب کو تین سو تیرہ نہیں بلکہ سترہ مردے نکال کر دو سو چھپا نوے پر جو ان میں بھی بعض تنخواہیں لیتے ہیں کیا خیر ہونا چاہئے؟ سوچنے والے سوچ سکتے ہیں، سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں، اگرچہ یہ بھیج ہے کہ مرزا صاحب کی بھی ویسی ہی تمنا تھی مگر افسوس ایک لاکھ فوج جس کی درخواست آپ نے ہی تھی منکونہ ہوئی ورنہ مندرجہ بالا دعویداروں کی طرح آنا نہیں تو دلیہ تو ضرور کر دکھائے۔

### مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے مطابقت

چونکہ مہدی سوڈانی محمد احمد نامی کا تذکرہ درمیان میں آچکا ہے جس کی مطابقت مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش و ظہور دعویٰ وغیرہ امور امت میں ٹھیکہ ٹھیک ہوتی ہے اس لئے میں ایک رسالہ سے جو (مولوی محمد فظیل الدین صاحب مالک مطبع اخبار وفادار ۱۸۸۳ء کا مرتب) ناظرین کے لئے نقل کر کے پیش کرتا ہوں۔ ”وہو هذا“ انکے (مہدی سوڈانی) عالم وجود میں آنے کا زمانہ سن ۱۲۵۹ھ سن ۱۸۴۲ء کی ۱۸۴۲ء اور ان کے ظہور مہدیت کی تاریخ اگست (مطابق رمضان) ۱۲۵۹ء سے محسوب ہوتی ہے جسے ابھی تین سال بھی نہیں ہوئے گو ان میں یہ جھگڑا تاریخ (۱۸۵۱ء) عربی پاشا کی اعلائیہ بغاوت کی تاریخ سے تو مطابقت نہیں ہوتی جس کا آغاز ۱۰ جولائی ۱۸۵۲ء کو ہوا تھا مگر اس میں شک نہیں کہ پاشائے



موصوف کے مہدی پہ سالاری مصر کی ان تاریخوں سے برابر مل جاتی ہے، بلطف صفحہ ۵۴۔ ان کے اعلان مہدویت کا خلاصہ یہ تھا کہ میں ہی وہ مہدی موعود ہوں، جس کا تمہیں دس گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور میں ہی وہ آخری الزمان ہوں جو اس مشکل مسئلہ کو حل کروں گا کہ مسلمانوں کے پولیٹیکل نفاق کو دور کروں اور ان کو ایک اسی چکی راہ (شریعت) پر چلاؤں اور مشرق و غرب کی سہولتوں کے لئے تیار کروں اور مخالفان اسلام کا مخالف اور محبان اسلام کا دوست اور حامی بنارہوں۔" بلطف صفحہ ۵۵، ۵۶۔

اور خود بدولت اپنے اشتہارات وغیرہ میں اپنا نام محمد احمد لکھتے ہیں جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے بہر حال تمام انسانی قرآن کے بموجب یہ مہدی صادق تو نہیں مگر ایک ثبات درجہ کے مقام پر ایگزگار فاضل اسلام پرست تنظیم آدمی ہیں جنکی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ آج حضرت کے پاس کم و بیش تین لاکھ جان نثار خدا واسطے کھڑے رہنے والے موجود ہیں۔ بلطف صفحہ ۵۶، ۵۷۔

ان کے تین ہمعصر اور بھی مہدی کہلاتے ہیں۔ صفحہ ۵۷، ۵۸۔

سنا جاتا ہے کہ ان کی بیویاں بھی ۱۰ سے متجاوز ہیں۔ صفحہ ۵۸، ۵۹۔

حضرات!! مرزا صاحب کی مطابقت مہدی سوزانی سے اس طرح پر ہے کہ راقم آثم کے دل میں خداوند کریم کی طرف سے فتہ پیدائش قادیانی کا یوں القا ہوا ہے کہ اللہ جبرکہ دہائی سورۃ توبہ سے پیارہ واعلموا میں فرماتا ہے الاھی الفتنة سقطوا ۱۲۵۹ھ یعنی آگاہ ہو جاؤ وہ فتہ میں گرے۔ گویا عوام کو آگاہی دی گئی ہے کہ جو لوگ اس فتہ پیدائش قادیانی میں آکھنگے وہ فتہ اور ابتلاء میں گرینگے اور اس آیت شریفہ سے بحساب انجیل کل حروف کے اعداد ۱۲۵۹ھ تک پیدائش مرزا صاحب کا نکلا اور یہی ۱۲۵۹ھ مہدی سوزانی کی پیدائش کا ہے، جیسے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ سو یہی سن ۱۲۵۵ھ ہجری جو آیت و آخرین

منہم لمایل حقوا بہم کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے اس عاجز کے بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے۔ بلطف ۲۲۰، آئینہ کمالات اسلام۔ یعنی ۱۲۷۵ھ کو مرزا صاحب بالغ ہو کر جوان ہونے شروع ہوئے یہی سال شباب ۱۲۷۵ھ ظلم کا بھی ہے اس کے اعداد بھی ۱۲۷۵ھ ہی ہیں، جب پندرہ سال بلوغت کے اس کے اس میں سے کم کر دیئے جائیں تو وہی ۱۲۵۹ھ (بارہ سو انسٹھ) پیدائش سال نکلتا ہے۔ گویا مرزا صاحب کی مقبولہ تاریخ پیدائش ۱۲۵۹ھ جس کی خبر خداوند کریم نے آیت شریف الاھی الفتنة سقطوا کے حروف کے اعداد ۱۲۵۹ھ میں دی ہے ثابت ہے اور یہی تاریخ پیدائش مہدی کا ذب سوزانی کی ہے۔

مہدی سوزانی کی تاریخ ظہور ۱۸۵۲ء ہے جس کو پندرہ سال کا عرصہ ہوا ہے وہی تاریخ ۱۸۵۲ء مرزا صاحب کے ظہور دعویٰ مہدویت و مثل مسیح وغیرہ کی ہے جیسے مرزا صاحب کے برائین احمدیہ کے حصہ سوم کے صفحہ اول پر ۱۸۵۲ء درج ہے، جیسے لکھتے ہیں کہ "اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ مسیح موعود کو آسمان سے اتار کر دکھا دیں"۔ بلطف صفحہ ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸۔

"پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں درج کر رکھی تھی اور وہ نام یہ ہے۔" غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ھ نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں (تیرہویں صدی پر ہوا)۔ بلطف صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸۔

ابوہام۔ ان حساب سے بھی وہی پندرہ سال کا عرصہ اور وہی ۱۸۵۲ء ہوتا ہے، لیکن یہاں پر ۱۔ مقبولہ تاریخ کتاب ثنائی آسمانی مولفہ مرزا صاحب مودودی، ۱۸۹۲ء میں درج ہے کہ یہ عاجز محمد و نبی کیلئے من چاہیں میں مبعوث ہوا جس کو کینا رہ برن کے قریب گزر گیا۔ بلطف صفحہ ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱



مرزا صاحب کی یہ بڑی قوی دلیل ہے کہ میرے نام غلام احمد قادیانی کے تیرہ سو عدد پورے ہوتے ہیں اس واسطے سے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں۔ تو کیا اگر کسی اور کے نام کے بھی تیرہ سو عدد پورے نکل آئیں تو وہ بھی تیرہویں صدی کا مجدد اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہوگا اگر یہی بات ہے تو لیجئے نیچے دہان کے نام کے بھی تیرہ سو عدد ہیں۔

۱۳۰۰

۱۔ مہدی کا لقب محمد احمد بر (عاجز) سوزانی

۱۳۰۰

۲۔ سید احمد علی الشکر نیچر بیگزھی

مرزا صاحب کے بھائی صاحب جو بٹیمبر خا کروہان بھی موجود ہیں۔ یعنی

۱۳۰۰

۳۔ مرزا امام الدین ابوداؤد الان بک یان کا پانی

۱۳۰۰

مرزا صاحب کے فاضل بزرگ حواری نور الدین صاحب موجود ہیں۔ یعنی۔

۴۔ مولوی حکیم نور الدین مستہمام (حیران) بھیروی مرزا صاحب کے دوست بھی آپ کے ساتھ ہیں یعنی

۱۳۰۰

۵۔ مولوی کامل سید نیر حسین دلاوی

۱۳۰۰

۶۔ مولوی محمد حسین ہوشیار دلاوی

پانچوں موارد میں یہ عجز قائم الحروف بھی یعنی

۱۳۰۰

۷۔ ہندو بیچارہ فضل احمد محبوب

علیٰ ہذا القیاس۔ جس قدر چاہوں اور ناموں کے عدد پورے تیرہ سو کر چلا جاؤں، لیکن کیا اس سے ثابت ہو جائیگا کہ غالب کس مجدد یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے ہرگز نہیں۔ مرزا صاحب کا اپنے نام کے حروف کے اعداد نکال کر دعویٰ بٹیمبری کرنا محض بیچارہ اور بیچ

۱۔ مستہمام سرگشتہ و حیران حکیم صاحب بھی ان کے صدقہ نہ کر تھے حیرانی میں ہیں دنیا سے حیا و امن کبیر ہے خدا براہت بخشنے۔ آیت ۲۰۰۰

و پوچھنا چھٹھان ہے جو کوئی بھی نئی عقل اس طرف خیال کو جانے کی بھی اجازت نہیں دے گا۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ بٹیمبری مسیح موعود کی کما ثبات میں حسب ذیل بھی لکھتے ہیں:

(الف) یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا، جو کمال طغیان اس کا اس سن ہجری میں ہوگا جو آیت وانا علی ذہاب بہ نقضون بحساب چل چکی ہے ۱۲۰۰ھ مضافہ صفحہ ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲

(ب) جو اعداء آیت وانا علی ذہاب بہ نقضون سے سمجھا جاتا ہے یعنی ۱۸۵۰ھ کا زمانہ تو ساتھ ہی اس عاجز کا مسیح موعود ہونا بھی ثابت ہو جائے گا اس آیت میں ۱۸۵۰ھ کی طرف اشارہ ہے، جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم پیدا ہو کر آثار باقی اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپید ہو گئے تھے یہ تک اس آیت کے اعداد بحساب چل چکی ہیں اور یہ سال ۱۸۵۰ھ اس کے ساتھ مطابق ہوتا ہے، نصف اسلام کا زمانہ، یہی ۱۸۵۰ھ ہے، جس کی بابت آیت میں حکم ہے کہ قرآن، زمین پر سے اٹھایا جائیگا سو ۱۸۵۰ھ میں مسلمانوں کی ایسی ہی حالت ہو گئی تھی، پھر بدعتی اور فتنہ و فساد کے اسلام کے دشمنوں کو اور کچھ یا نہیں تھا اور سرکار انگریزی کے ساتھ بغاوت کی اور مولویوں نے فتویٰ جہاد کا دیا، انہیں معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھایا جائیگا پھر انہی حدیثوں میں لکھا ہے کہ دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد قاری الاصل لے حرف و کومرزا صاحب نے چھوڑ دیا، مولیٰ مد۔

۲۔ مرزا صاحب نے قرآن شریف کا زمین پر سے آسمان پر اٹھایا ہوا لکھا ہے جیہ کہ حدیثوں میں قیامت کی علامت میں درج ہے، لیکن شاید مرزا صاحب قرآن شریف کو صرف ہندوستان اور بالخصوص پنجاب کے واسطے نازل کیا ہوا سمجھتے ہیں، کیونکہ جب ہندوستان میں ہوا تو باقی تمام اسلامی ممالک میں سے بھی قرآن شریف اٹھایا جائیگا، یہ ہرگز نہیں ہوا تو غیب آیت شریف اور حدیث شریف کی آپ نے تصدیق کی کہ صرف پنجاب اور کسی قدر ہندوستان سے قرآن شریف اٹھایا گیا اور باقی تمام دنیا میں موجود رہا، پھر جس قرآن کو مرزا صاحب دوبارہ آسمان سے دینے پر لائے اسی میں یہ آیت وانا انزلناہ قرینہ من اللہ اذہان۔ بھی لکھی ہوئی ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کی کیا تاویلات راستہ مارت ہیں، جس پر عسکر کے آمد ہے اولدھے مٹے چلے جاتے ہیں۔ ۱۲۰۰ھ

ہوگا۔ جیسے فرمایا۔ لو کان الایمان معلناً بالشریا الحدیث متعلقہ ۱۲۷۷ سے ۱۲۷۸ تک زندہ رہا۔  
حضرات ناظرین! مرزا صاحب کے اختلافات کہ (سج موعودی کا دعویٰ اپنے  
نام غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ھ سے کیا، جسے تقریباً چند سال ہوئے اور دوسری طرف ۱۲۷۷ھ  
یا ۱۲۷۸ھ میں بیان کرتے ہیں جسے تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور قرآن شریف کا  
ترجمہ پر سے اٹھائے جانے اور مرزا صاحب فارسی الاصل کا دوبارہ قرآن شریف کو زمین پر  
لانے) پر نظر نہ کر کے اصل مدعا مرزا صاحب کا ظاہر کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آیت شریف کے  
اعداد میں ۱۲۷۷ھ سے ۱۲۷۸ھ کے مطابق ہے۔ میرے سج موعود ہونے کا ثبوت ہے سواب  
آپ کو دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان میں غدر ۱۲۷۷ھ کے کس کس ماہ انگریزی میں ہوا تھا اور وہ  
ماہ انگریزی کس کس ماہ قمری کے اور سن ہجری کے مطابق ہیں تو تاریخ (واقعات ہند) کے  
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ ماہ ۱۲۷۷ھ میں اول اول چھاؤلی میرٹھ میں غدر ہوا یہ  
تاریخ ۱۰ مئی ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۵ رمضان ۱۲۷۷ھ کے ہوتی ہے۔ اور ماہ جون و جولائی  
۱۲۷۷ھ کو دیگر اختلاف میں غدر اور جنگ ہوتے رہے اور سرکار انگریزی کا تسلط ہو گیا گو یہ ماہ  
شوال اور ذیقعد اور غایت الامر ذی الحج ۱۲۷۷ھ ہجری المقدس تک غدر کا خاتمہ ہو گیا۔ پس  
اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ۱۲۷۷ھ کے غدر کا زمانہ ۱۲۷۷ھ کے مطابق نہیں ہوا بلکہ ۱۲۷۸ھ  
ہجری کے مطابق ہوا جس کی بابت راقم الحروف کا القاء بانی سے وہ حصہ حدیث شریف کا زیاد  
دلایا گیا ہے جو صحیح بخاری کے کتاب الفتن اور باب الفتنہ من قبل المشرقي میں ہے  
(یعنی فتح مشرق کی طرف سے ہوگا) جس کو مرزا صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ دجال مشرق  
یعنی ملک ہندوستان سے نکلے گا، وہ حدیث شریف اس طرح ہے، فرمایا حضرت رسول اکرم  
ﷺ نے اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا۔ یعنی اے  
خداوند کریم ہمارے شام اور یمن میں برکت دے، اس مکان میں مشرق اور نجد کے لوگ بھی

نیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ "حضرت ولی نجدنا" یعنی ہمارے نجد مشرق  
کے واسطے بھی دعاء برکت فرمائیے جب حضرت ﷺ تین دفعہ شام اور یمن کے واسطے ہی  
دعاء برکت فرمائی اور تیسری دفعہ کے بعد حضرت نے ملک مشرق اور نجد کے حق میں  
فرمایا: ہناک الزلازل والفتن وبھا یطلع الشیطان (۱۲۷۳) یعنی اس طرف یا  
اس جگہ (نجد یا مشرق) میں زلزلے اور فتنے ہونگے اور وہاں سے شیطان نکلے گا، سو اس میں  
کچھ شک نہیں کہ قادیانی میں ہمیشہ فتنے نکلتے رہتے ہیں اور زلزلے بھی، اسی حصہ حدیث  
شریف ہناک الزلازل والفتن وبھا یطلع الشیطان کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۳  
سن ہجری کے مطابق ہوتے ہیں جو غدر ۱۲۷۷ھ کے عین مطابق ہوتا ہے، جس کی صداقت  
یوں بھی بخوبی ہوتی ہے کہ جب سے ۱۲۷۹ھ میں مرزا صاحب پیدا ہوئے جو ۱۲۷۴ھ کے  
برابر ہے، اس وقت لارڈ آلن براگوزن جنرل کا زمانہ تھا جس نے کابل اور غزنی وغیرہ پر  
چڑھائی کر کے ان کو بڑی بہادری سے فتح کیا جیسے تواریخ میں لکھا ہے کہ "غزنی کو فتح کر کے  
بالکل سہار کر دیا وہاں سے کابل کی طرف روانہ ہو کر جرنیل پالک کے پاس آ پہنچے، اس کے  
بعد افغانوں کی دغا بازی کی سزا میں کابل کے بڑے بازار کو جلا کر بالکل خاک میں  
ملا دیا"۔ بلکہ واقعات ہند صفحہ ۲۱۲۔ انہی دنوں میں عین جنگ کے دوران زلزلہ بھی آیا جیسے  
لکھا ہے کہ "جب قلعہ کی فصیل کی ذرا مرمت کر چکے تو ایک ایسا بھونچال آیا کہ وہ گر پڑی"،

۱۲۷۸ھ واقعات ہند۔

یہ ہے مرزا صاحب کی تولید کی تاریخ اور حدیث شریف کی صداقت۔

اب مرزا صاحب کی تاریخ بوقت کا حال سنئے، جو ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۲۷۸ھ زمانہ  
غدر گزرا ہے اس وقت کے لوگ اب بھی یقین ہے بہت سے زندہ موجود ہیں زمانہ غدر میں  
جو کچھ گزرا ہے تاریخ میں درج اور لوگوں کو یاد ہے کہ کیا کیا حالتیں مخلوقات کی ہوئیں جو

ناگشتہ بہ ہیں جن کی کہ حضرت اسلامی کی رہی تھی کا بھی ستیا ناس ہو گیا۔ بہادر شاہ کو جلا وطن کر کے دہلی سے دکن میں پہنچایا اور اس کے دو بیٹے اور ایک پوتا دہلی کے فتح ہوتے ہی گوئی سے مارا ائے گئے اور سرکار انگلشہ کو بھی ناحق نقصان آپ کے اثر سے پہنچا۔ دیکھو واقعات بند ہوئے ۲۲۔

پھر جب ۱۲۰۰ھ سے اپنے نام غلام احمد قادیانی کی تاریخ نکالی جو ۱۲۵۲ھ کے مطابق ہوئی جس پر بڑے زور سے دعوئی مسیح موعودی کا کیا تب اپنے بھائی مہدی سوڈانی کے ساتھ وراثہ معصری کا دیکھا کر خوب جنگ کروایا سخت کشت و خون ہوئے پھر اب ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء جب مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو تمام جہان کو قحط سخت و اسماک باران و بام خاتم و اور زلزوں نے بہا کر دیا اور یہ اثر آپ کا اب تک چاندی اور روز بروز ترقی پر ہے خداوند کریم مرزا صاحب کے ان تمام تاثیرات سے سب کو بچا دے۔ آمین۔ یہ ہیں مرزا صاحب کی پیدائش سے آج تک کے حالات جو حدیث شریف کی صداقت سے پورے ہوئی ہیں اور جو مشاہد سلطنت اور رعایا دونوں کو آپ کے وجود کے اثر نے نکال دیا ہے۔ انھیں۔ الغرض خاتمہ مرزا صاحب اور مہدی سوڈانی کی مطابقت کا یہ ہے کہ:-

۱۔ مرزا صاحب بھی ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور مہدی سوڈانی بھی اسی سال پیدا ہوئے۔

۲۔ مہدی سوڈانی نے ۱۸۸۳ء میں دعوئی مہدویت کا کیا مرزا صاحب نے بھی اسی سال میں دعوئی نبوت اور مسیح موعود کا کیا۔

۳۔ مہدی سوڈانی کا نام محمد احمد تھا اور مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے، احمد کا نام دونوں میں موجود ہے۔

۴۔ مہدی کا ذہب سوڈانی میں پیدا ہوئے اور مرزا صاحب قادیان میں۔

۵۔ اسلامی راہ نام پر بیجا خود مئے ہوئے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں ۴۰۰ سے زائد۔

۵۔ مہدی سوڈانی اپنے آپ کو عالم فاضل اسلام پرست کہلاتے تھے، مرزا صاحب بھی اپنے برابر کسی کو عالم و فاضل اور اسلام پرست نہیں سمجھتے۔

۶۔ مہدی سوڈانی کے پاس کثرت ازدواج سے کل سرائے ہوئے تھے مرزا صاحب کو بھی کثرت ازدواج کا نہایت شوق ہے گو میسر نہیں۔

البتہ مہدی سوڈانی ایک بات میں مرزا صاحب سے بڑھ کر ہیں اور مرزا صاحب بھی ایک بات میں مہدی سوڈانی سے بڑھ کر ہیں وہ یہ کہ مہدی سوڈانی کے پاس تین لاکھ فوج نقد جان نثار موجود تھی مگر مرزا صاحب کے پاس صرف دو سو چھیانوے دسک مرید خاص الخاص موجود ہیں اور مرزا صاحب بڑھکریوں ہیں کہ سوڈانی نے صرف مہدویت کا دعویٰ کیا تھا، جبکہ مرزا صاحب نے مسیح موعود اور مہدی موعود دونوں کا دعویٰ کیا۔ اب فرق صرف اتنا ہے کہ مہدی سوڈانی سرچکے اور مرزا صاحب ابھی زندہ خوار و انگی مرخص ہی تھی۔

اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں۔ مرزا صاحب نے ایک عجیب بات یہ لکھی ہے کہ مہدی مسعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے دوستوں کے نام مسج مسکن اور خصائ کے درج ہونگے۔ سو عبارت حدیث میں لفظ محیطہ مخطومہ لکھا ہے جس کے معنی مرزا صاحب نے خطوط وحدانی میں (اے مطبوعہ) اپنی طرف سے لکھ کر چھپی ہوئی کتاب لکھے ہیں، مخطوم کے معنی ہرگز ہرگز چھپی ہوئی کتاب کے نہیں ہیں۔ جیسے اللہ جل جلالہ نے قرآن شریف میں سورۃ البقرہ فرمایا ہے حتم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم یعنی مہر کر دی اللہ نے ان (کافروں) کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر، پھر دوسری جگہ سورۃ التغلفیف میں فرماتا ہے کہ یسقون من ریح مخطوم خنمہ مسک یعنی پائے جائیں گے، شراب خاص مہر کی ہوئی میں سے اور مہر کرنے کی چیز اس کی خوشبود (مفتک) ہے اسی طرح تمام احادیث اور کتاب مجمع بحارالانوار شرح کتب حدیث



و دیگر کتب مفت میں مخطوم کے معنی ہو جب معنی قرآنی مہر کی ہوئی کے لکھے ہیں ان کی عبارات کو باعث عدم الفرستی نقل نہیں کیا گیا۔ اور نہ ضرورت ہے ہر کوئی خود دیکھ سکا ہے۔ البتہ مرزا صاحب پر مجھے یقین نہیں کہ وہ کسی کتاب کو دیکھیں جب کہ وہ قرآن شریف کی ہی مخالفت میں اپنے گھر کے معنی کر رہے ہیں لہذا وہ کسی کی بات کو قبول بھی نہیں کریں گے۔ جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی بات اور حکم کو نہیں مانتے، لیکن یہ ضرور ہے کہ مرزا صاحب کی ہی تحریرات الہامی کو پیش کیا جائے تاکہ دوسرے حضرات ناظرین کو بھی معلوم ہو جائے پھر مرزا صاحب صاحب کا اختیار ہے خواہ وہ اپنے الہامی تحریرات اور دستاویزات کو اختیار کریں یا انکار مرزا صاحب کی عبارات ذیل میں لکھی جاتی ہیں:-

(الف) مرزا صاحب اپنے مرید خالص جی فی اللہ میر عباس علی صاحب لودھیانوی کی نسبت (جب وہ مرزا صاحب کی بیعت تو ذکر ان کے تحت دشمن بن گئے) لکھتے ہیں، انسان کا دل اللہ جل شانہ کے قبضے میں ہے، میر صاحب تو میر صاحب ہیں اگر وہ چاہتے تو دنیا کے ایک بڑے سنگدل اور خنوم القلب آدمی کو ایک دم میں حق کی طرف پھیر سکتا ہے۔ جملہ رسالہ آسمانی جلد ۲، دسمبر ۱۸۷۱ء کا خیر ورق۔

(ب) اجنبیت سے ترک ادب اور ترک ادب سے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جبری عداوت۔ باقظہ، موہبی رسالہ آسمانی فیصلہ مرزا صاحب کا خیر ورق۔

کیا ان متذہبہ یا تحریروں میں مرزا صاحب نے مخطوم القلب کے معنی چھاپے شدہ دل، اور ختم علی القلب کے معنی چھاپہ اوپر دل کے لئے ہیں یا کئے ہیں، ذرا مرزا صاحب ہی اپنے لکھے ہوئے پر غور فرمائیں اور وہ اور ان کے مرزائی جمع ہو کر قرآن شریف یا کسی حدیث شریف یا کسی شرعی یا غیر شرعی کتاب سے نکال کر تو دکھا نہیں سکتے۔ بلکہ مرزا صاحب نے حدیث میں (اے مطلوبہ) کے لفظ کو بڑھا کر اپنی طرف سے چھاپہ شدہ کے معنی کئے

ہیں، طلبین مطلوبہ کے ہی معنی قرآن شریف یا حدیث شریف سے چھاپہ شدہ کے نکال کر پیش کر رہا۔ بلکہ تمام کتب دینیات میں طبع کے معنی بھی ختم کے پائے جائیں گے۔ پس دعویٰ مرزا صاحب کا باطل ہوا۔

تمام لوگ جن کو عربی الفاظ کے معنی سمجھنے کا کچھ بھی ملکہ ہے وہ سب حدیث مذکورہ کے معنی بھی کریں گے کہ حضرت مہدی علیہ السلام ایک بستی میں پیدا ہوئے تھے جس کا نام کرعہ ہے اس کی تصدیق خداوند کریم کرے گا۔ اس کے دوستوں کو جو بدر کی تعداد کے مطابق تین سو تیرہ ہیں جمع کرے گا، اور حضرت علیہ السلام کے پاس ایک کتاب مہر بند کی ہوئی ہوگی (جیسے ذاک خانوں میں پمفلٹ یا پارسل وغیرہ بند ہو کر اور ان پر مہریں لگ کر ایک دوسرے کے پاس بھیجی جاتی ہیں) تاکہ کوئی سوائے مکتوب الہیہ کے کھول نہ سکے (اس کتاب میں ان کے دوستوں کے نام معان کے مسکن شہروں اور خصلتوں کے درج ہو گئے۔ اھ

حضرات ناظرین!! اب فرمائیے گا:

(الف) کہ مرزا صاحب کرعہ گاؤں میں پیدا نہیں ہوئے جو اس وقت میں درمیان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اور چارو عسکان کے پاس آباد موجود ہے (دیکھو کتاب بڈا)

(ب) خداوند کریم نے مرزا صاحب کی کوئی تصدیق نہیں کی، بلکہ تکذیب و تکذیب کی۔

(ج) مرزا صاحب کے دوست تین سو تیرہ ہیں جن کے نام فہرست میں لکھے ہیں ان میں سترہ آدمی غیر ہائے ۹۱، ۹۲، ۹۶، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶



(د) مرزا صاحب کے دوست مندجہ فہرست کسی ایک وقت پر قادیان میں جمع نہیں ہوئے اگرچہ زندوں کا قادیان میں مرزا صاحب کے پاس جمع ہو جانا ممکن ہے لیکن جو سترہ آدمی ہیں وہ تو کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے تھے نہ ہوئے۔ جب مرزا صاحب کے پاس ان کے دوست جمع نہیں ہوئے تو حدیث کی صداقت کیسے ہو سکتی ہے البتہ اگر مرزا صاحب کے مسمرینی زوج جمع ہو گئے ہوں تو عجب نہیں۔

(ھ) کیا کتاب مختومہ مرزا صاحب کے پاس اسی وقت سے تھی جب کہ وہ پیدا ہوئے ۱۲۵۹ھ میں یا جب آپ نے ظہور مہدویت و بیسویت فرمایا ۱۳۰۰ھ ہجری میں اور وہ کتاب کس کے روپر و کھولی گئی اور کہاں اور کب۔ یا یہ کہ اس ۱۳۰۰ھ میں ایک فہرست پوچھ پچا کر لکھ دی اور جب پورے تین سو تیرہ نہ ہوئے تب سترہ مردے بھی اس میں درج کر دیئے، چاہئے یہ تھا کہ مرزا صاحب کے پاس پیدا ہوتے ہی کتاب ہوتی بشرطیکہ کتب نہ ہوتے۔

(و) ایک بہت بڑی علامت ان کی خصلتوں کی حدیث میں درج ہے، مگر انہوں نے اپنے دوستوں میں سے ایک کی بھی کوئی خواہر خصلت درج نہیں کی پھر کتاب پر جو مرزا صاحب اپنی حدیث کی صداقت میں وثیقہ کرتے ہیں اس کا حال سنئے کہ مرزا صاحب نے پہلے اپنے دوستوں کے نام جگہ جگہ سے بذریعہ خط و کتابت دریافت کئے پھر ان کو جمع کیا پھر ان کی ایک فہرست بنائی۔ پھر وہ فہرست خوشنویس سے لکھوائی، پھر چھاپہ والے کو دے دی، چھاپہ والے نے اسے پتھر پر جھولیا، پھر پریس والوں نے اس کو چھاپ چھاپ کر انگ انگ رکھا پھر ورقوں اور صفحوں کو لایا، اور مرزا صاحب کے پاس پہنچایا، تب مرزا صاحب کی طرف سے دوستوں اور دشمنوں کے پتے لکھی۔

سیدنا اللہ مرزا صاحب نے کیا کہاں کیا ہے کہ یہاں وہاں کے نام بیعت کا بہانہ کر کے لکھوا منگوئے اور سب کو ایک فہرست میں لکھ کر چھاپنے کے لئے دے دیئے اور

اصحاب بدر کے نام سے مشہور کر دیئے۔ جیسے خود لکھتے ہیں کہ ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض فوائد منافع بیعت کہ جو آپ لوگوں کے لیے مقدر میں ہیں اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ سب صاحبوں کے اسماء مبارکہ ایک کتاب میں بتقدیر ولیدیت و سکونت مستقل و عارضی کسی قدر کیفیت کیساتھ اندراج پائیں، اور چھو کر ایک ایک کا پی تمام بیعت کرنے والوں کے پاس بھیج دی جائے۔“

یہی اسماء مبارکہ ہیں جو مرزا صاحب نے پہلے ۱۸۵۹ء میں جس کو عرسہ آٹھ سال کا گزرا ہے لکھوا منگوئے تھے، اور اب ۱۸۹۶ء میں ضمیر میں چھپوا کر مہدی موعود کا بھی دعویٰ کر دیا اور مرزا صاحب نے یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ ”پہلے اس سے آئینہ کمالات اسلام میں تین سو نام درج کر چکا ہوں۔“ مگر جب آئینہ کمالات مرزا صاحب کا دیکھتا ہوں تو اس میں بھی انکا دروغ پر دروغ ہی پایا جاتا ہے کیونکہ وہ لکھتے ہیں:-

کیفیت جلسہ ۲، ۲، دسمبر ۱۸۹۲ء بمقام قادیان ضلع گورداسپور اس جلسہ کے موقع پر اگرچہ پانچ سو کے قریب لوگ جمع تھے لیکن وہ احباب اور مخلص جو محض لہ شریک جلسہ ہونے کیلئے دور دور سے تشریف لائے تھے ان کی تعداد قریب تین سو پچیس کے پہنچ گئی تھی بلحاظ ضلع، لیکن فہرست احباب جو صفحہ ۴ سے ۷ تک لکھی ہے اس میں تین سو ستائیس نام لکھے ہیں۔ ملخصاً۔

”جب میاں بٹالوی نے اس عاجز کے کافر ظہرائے میں توجہ فرمائی تھی اس وقت صرف ۵۵ احباب تھے اور اب اس جلسہ سالانہ میں بجائے ۷۵ کے تین سو ستائیس احباب شامل جلسہ ہوئے۔ ملخصاً صفحہ ۱۸۔“

اس کے آگے جب مرزا صاحب تنہا (چندو) لینے بیٹھے تو کل ۹۲ ہی آدمی درج فہرست کئے۔ ملخصاً صفحہ ۲۳۔

حضرات اب مرزا صاحب کے دروغ پر غور فرمائیے گا کہ خود کہتے ہیں ہم نے تین سو نام آئینہ کلمات میں درج کیا ہے جب اس کو دیکھا جاتا ہے تو ایک جگہ تین سو پچیس لکھتے ہیں پھر اسی جگہ تین سو ستائیس لکھتے ہیں، پانچ سو بھی لکھتے اور چند ہند گان کے نام کل بانوے ہی درج کیے ہیں۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے دوست وہی بانوے تھے، جنہوں نے چندہ دیا باقی سب ناشائی تھے۔ پس تمام وجوہات ہاذا سے ثابت ہو گیا کہ حدیث مذکورہ سے مرزا صاحب کا ذرا بھر بھی لگاؤ نہیں بلکہ برعکس ان کے تکذیب کی تائید ہوئی اور مہدی کا ذب براور سوزانی ثابت ہوئے مرزائی اپنی آنکھیں کھول کر دیکھیں اور ایسے مہدی معطل سے سرخروئی حاصل کریں۔

ناظرین! جب حضرت مہدی علیہ السلام اس حدیث شریف کے مطابق ظہور پر نور فرمائیے تو ہر کہ وہ کے دل میں اللہ تعالیٰ ذال دے گا اور ہر مسلمان ان کو شناخت کر لے گا کہ حضرت مہدی امام آخر الزمان علیہ السلام کی ہیں۔ فلینظرہ

نہایت ہی تعجب!! مجھے نہایت ہی تعجب اور حیرانی ہے اور سب سے زیادہ افسوس مرزا صاحب کے الہامی حافظہ پر ہے کہ ناخن انہوں نے مہدی موعودؑ کی کوشش کی اور خانہ زاد استعارات بے مغر کو کام میں لائے کیونکہ جس مہدی موعود ہونے کا خود بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں، پہلے اسی کے وجود کا سرے سے بڑے وثوق کے ساتھ انکار کر چکے ہیں مرزا صاحب کی الہامی دستاویزات ملاحظہ کے لئے مذکور ہوں۔

(الف) سنت جماعت کا مذہب ہے کہ امام مہدی فوت ہو گئے، آخری زمانہ میں انہیں کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں ہے۔ ہندو

صفحہ ۲۵۵ از الزام نام۔

(ب) امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے جب مسیح ابن مریم آجیگا تو امام مہدی کی کیا ضرورت

صفحہ ۵۱۸ از الزام نام۔

حاصل کلام مرزا صاحب کا دعویٰ کہ میں مہدی موعود ہوں علاوہ اس بحث اور دلائل کے جو پیچھے گزر چکے ہیں ان کی اپنی ہی تحریرات الہامی سے باطل ہو گیا باطل بھی ایسا کہ تاویل و استعارہ کی بھی گنجائش نہیں رہی نہایت ہی شرم اور ذب مر نے کا مقام ہے کہ خود ہی لکھتے ہیں کہ مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے پھر اسی مہدی کے اعلیٰ بننے ہیں کہ حدیث کے مطابق میں ہوں اور یہ بھی مرزا صاحب نے جمہور کی مخالفت میں فرما دھوکہ دیا ہے کہ اہل سنت جماعت کا مذہب ہے کہ "امام مہدی فوت ہو گئے ہیں"۔ یہ مذہب اہل سنت و جماعت کا ہرگز نہیں، کچھ و کتب احادیث و عقائد و سیر، یہ صحیح ہے کہ جب کسی کے دماغ میں فتور آجاتا ہے تو اس کو اگلی پچھلی باتیں یاد نہیں رہا کرتیں مرزا صاحب اس میں مجبور اور معذور ہیں۔ العیاذ باللہ۔ الحمد للہ علی احسانہ خلاصہ رسالہ انجام ہضم وضمیمہ اور اس کے مختصر جوابات جو مرزا صاحب کے ہی تحریرات واللہ بات سے دئے گئے ہیں، ختم ہوا اب جس اس کے کہ مرزا صاحب کے عقائد اور اعمال کی فہرست لکھوں، وہ باتوں کا اظہار ضروری اور لایذی ہے، اول دعویٰ نبوت، دوم توہیات انبیاء علیہم السلام، جو مرزا صاحب نے اپنی تالیفات میں کی ہیں جس میں اہل اسلام کا مستفاد مسئلہ و فتویٰ ہے کہ یہ کفر ہے۔ اگرچہ اس مختصر رسالے میں متعدد جگہوں میں ان ہر دو امور کا ذکر اجمالاً و تفصیلاً آچکا ہے لیکن ان ہر دو امور، ہم کو الگ الگ لکھ دینا ناظرین کے لئے خالی از قاعدہ نہ ہوگا اس لئے اول دعویٰ نبوت، دوم توہیات انبیاء علیہم السلام، سوم عقائد، چہارم اعمال لکھے جائیں گے، ورنہ میں حق، اللہ تعالیٰ اور اکثر عقائد اسلام حاشیہ پر لکھے جائیں گے۔

۱۔ دعویٰ نبوت: اسلام اگر کوئی کہے کہ میں پیغمبر ہوں یا رسول اللہ ہوں اور ارادہ اس کا خدا کے رسول ہو چکا ہو تو کفر ہوا۔ بلکہ عقائد علیہم السلام ۱۶۶، سحر ۱۴، اور کتب مذاکرہ ۱۲ سے ثابت ہوا۔

## اول مرزا صاحب کی طرف سے دعویٰ نبوت

۱۔ اَلہَامُ لِقُلِّ اِنْ کُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰہُ یعنی کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ (صفحہ ۲۴۹، براہین احمدیہ۔)

۲۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک امتی سے نبی ہی ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسول اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزه کیا جاتا ہے اور ہمینہ انبیاء کی طرح ماسور ہو کر آتا ہے اور اس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ (صفحہ ۲۴۹، مرام احمدیہ۔)

۳۔ مرسل یزدانی و ماسور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد قادیانی۔ (صفحہ ۲۵۰، صلی اللہ علیہ وسلم)

۴۔ مجھ کو قادیان والوں نے نبوت تک کیا ہے جسے کہ میں یہاں سے ہجرت کروں گا، میرے روحانی بھائی مسیح کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔

(صفحہ ۲۵۰، مرام احمدیہ۔)

۵۔ خدا نے مجھے آدم صلی اللہ علیہ وسلم، نوح، یوسف، ابراہیم، اسماعیل، داؤد، عیسیٰ، موسیٰ، پھر مکیل ابراہیم کہا، پھر بارہار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔ (صفحہ ۲۵۱، مرام احمدیہ۔)

۶۔ پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث مجسمہ کے رو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا۔ وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آگیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خدا تعالیٰ کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (صفحہ ۲۵۱، مرام احمدیہ۔)

۷۔ چونکہ آدم اور مسیح میں مماثلت ہے اس لئے اس عاجز کا نام آدم بھی رکھا اور مسیح بھی۔

(صفحہ ۲۵۱، مرام احمدیہ۔)

۸۔ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(صفحہ ۲۵۲، مرام احمدیہ۔)

۹۔ ہمارا گروہ سعید ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندہ (مرزا صاحب) ماسور و قبول کر لیا ہے جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے۔ (صفحہ ۲۵۲، مرام احمدیہ۔)

۱۰۔ ہاں! محدث جو مرسلین میں سے ہے، امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔

(صفحہ ۲۵۲، مرام احمدیہ۔)

۱۱۔ محض کلام کا وجود انبیاء اور امام میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اگرچہ وہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔ (صفحہ ۲۵۲، مرام احمدیہ۔)

۱۲۔ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (صفحہ ۲۵۳، مرام احمدیہ۔)

۱۳۔ احمد اور مکیلی اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی چیز، اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشرا برسول بالنبی من بعدی اسمہ احمد علی۔ (صفحہ ۲۵۳، مرام احمدیہ۔) یعنی یہ آیت شریف مرزا صاحب کے حق میں پیشین گوئی ہے۔

۱۴۔ اور یہ آیت کہ ہوا لندی از سل رسولہ جا لہدی و دین الحق لیظہر علی الدین کلمہ در حقیقت اسی مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے متعلق ہے۔ (صفحہ ۲۵۴، مرام احمدیہ۔)

۱۵۔ وہ آدم اور امین مریم کی عاجز ہے کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کبھی کسی نے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی حوالہ دینا احمدیہ خدا کا کلام ہے۔ (صفحہ ۲۵۴، مرام احمدیہ۔)

۱۶۔ مرزا صاحب ایک ہی وقت میں امتی بھی ہیں اور نبی بھی۔ اجتماع العدین ہے، گوہ ایک ہی وقت میں رات بھی ہیں اور دن بھی، سپہ بھی ہیں اور علیہ بھی، کافر بھی ہیں اور مسلمان بھی، یہ محال ہے۔ (صفحہ ۲۵۴، مرام احمدیہ۔)

۱۷۔ جے، جے، جے یعنی مرزا صاحب! جے۔

نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔ جفقہ صفحہ ۲۹، ازاد اہام صفحہ ۱۲۸۔

۱۶۔ اور ہر ایک شخص روشنی روحانی کا محتاج ہو رہا ہے سو خدا تعالیٰ نے اس روشنی کو دیکر ایک شخص دنیا میں بھیجا وہ کون ہے یہی ہے جیابول رہا ہے۔ جفقہ صفحہ ۲۹، ازاد اہام۔

۱۷۔ حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام (نورۂ مدین الہی) جفقہ صفحہ ۲۵، رسالہ تیرا ہم کا خیر خواہ حضرت صاحب

۱۸۔ میں جوان تھا جب خدا کی وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، اور ابتدا دعویٰ پر نہیں برس سے بھی زیادہ گزر گیا۔ جفقہ صفحہ ۵۰، انعام آتم

۱۹۔ ان کو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرے پیچھے ہو لو، تاکہ خدا بھی تم سے محبت کرے۔ جفقہ صفحہ ۵۱، انعام آتم

۲۰۔ اے احمد تیرا ہم پورا ہو جائیگا، اس کے جو میرا نام پورا ہو۔ جفقہ صفحہ ۵۲، انعام

۲۱۔ تیرے شان غیب ہے۔ جفقہ صفحہ ۵۵، انعام آتم

۱۔ میں مرزا صاحب ۱۲۔

۱۔ اس بارے میں ایک چار درجہ رسالہ احسن الکلام فی بیان اصول و مسائل مرزا صاحب کے عبادی محمد احسن امر وی نے لکھا ہے اور مرزا صاحب پر درود بھیجا۔ لا اولیٰ ثابت کیا ہے۔ لکھا ہے کہ انکی (مرزا صاحب کی) محبت کو یہ نقد بخیر کرتی ہے کہ اس کے نام کے ذکر کے بعد سلام بھیجا جائے جفقہ صفحہ ۱۶، مگر افسوس ہے مولوی محمد احسن امر وی کی محبت بعد ہر کہ مرزا صاحب کے ساتھ تو بہت ہو چکی ہے پھر ان کو ان کے معروضات کے ساتھ ایک درود بھر گئی بہت خداوندہ ان کے نام پر درود و سلام نہ بھیجا جائے، جیسے اسی رسالہ میں دیکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت آدم خود حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ جیسے خلیفہ کواہ انعم اللہ علیہم شفاعت میں کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ جفقہ صفحہ ۵۱، ۵۲، دیکھئے۔ ان کے پیروان ہم سارے کے نام اللہ کی طرف سے درود و سلام کی پروا نہ کرتے ہیں کی وہ آپکا ایمان ۱۲۔

۲۲۔ میں نے تجھے اپنے لئے جن لیا ہے۔ صفحہ ۵۰، انعام آتم

۲۳۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندہ کو رات میں اسیر کر لیا۔ جفقہ صفحہ ۵۳، انعام آتم

۲۴۔ تجھے خوشخبری ہوائے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ صفحہ ۵۵، انعام آتم

۲۵۔ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔ جفقہ صفحہ ۵۵، انعام آتم

۲۶۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ جفقہ صفحہ ۵۵، انعام آتم

۲۷۔ خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ جفقہ صفحہ ۵۵، انعام آتم

۲۸۔ ان شانک ہو الا بقدر۔ تیرا ہر گونے خیر ہے (میاں سعد اللہ مددس لودھانہ)۔ صفحہ ۵۸، انعام آتم

۲۹۔ نبیوں کا چاند (مرزا صاحب) آئیگا۔ صفحہ ۵۸، ۶۰، انعام آتم

۳۰۔ تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرا مجھ پر ابھید ہے۔ صفحہ ۵۹، انعام آتم

۳۱۔ ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا صاحب) پر سلام۔ صفحہ ۶۰، انعام آتم

۳۲۔ اے نوح اپنی خواب کو پوشیدہ رکھ۔ صفحہ ۶۱، انعام آتم

۳۳۔ یہ کسی قدر مومنہ ان الہامات کا ہے جو توفیقاً مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے ہیں اور ان کے سوا اور بھی بہت سے الہامات ہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے لکھا ہے وہ کافی ہے اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا ماسور، خدا کا امین خدا کی طرف سے آیا ہے، جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اس کا دشمن جنمکی ہے۔ جفقہ صفحہ ۶۱، انعام آتم

۳۴۔ جس نے تیری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔ صفحہ ۸۷، انعام آتم

۱۔ مرزا صاحب کو معراج ہوا جس کا وہ خدا کا کار کرتے ہیں اور یہاں آیت شریفہ معراج کا آپ پر نزول و بارہا ہوا۔ ۱۲۔





کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل نیز ہوجاتی ہے۔ لفظ ملخصاً ص ۳۰۱۔

نزالہ ۱۴۱

۸۔ اس سے کچھ عجب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دارا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صنائع ایسی ایسی چیزیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور لپکتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں۔ یہی اور نگاہت میں ایسے کھلونے بہت ملتے ہیں اور یورپ اور امریکہ کے ملکوں سے بکثرت آتے ہیں۔ لفظ ملخصاً ص ۳۰۲، نزالہ ۱۴۲۔

۹۔ حضرت مسیح ابن مریم باذن اللہ تعالیٰ المسیح نبی کی طرح اس عمل القرب (مسیحیزم) میں کمال رکھتے تھے اگر یہ عاجز اس عمل کو سرورہ اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ عجوبہ نمایاںوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

جلد صفحہ ۳۰۸، نزالہ ۱۴۳۔

۱۰۔ گو حضرت مسیح جسمانی پیادوں کو اس عمل (مسیحیزم) کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے، مگر ہدایت و توحید اور ربی استقامتوں کی کامل طور پر یادوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔

جلد صفحہ ۳۱۰، نزالہ ۱۴۴۔

۱۱۔ یہ جو میں نے مسیحیزمی طریق کا نام عمل القرب رکھا ہے، جس میں حضرت مسیح بھی کسی وجہ تک رکھتے تھے۔ یہ انہی نام ہے۔ لفظ صفحہ ۳۱۱، نزالہ ۱۴۵۔

۱۲۔ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو بی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیشین گوئی کی اور وہ حضرت مسیح را خدا کے علم سے عمل مسیحیزم کرتے تھے، بقول مرزا صاحب وہ باذن اللہ کرتے تھے تو پھر مرزا صاحب اس عمل کو سرورہ اور قابلِ نفرت سمجھنے سے کہتے ہیں۔ مگر یہ سچ ہے کہ خداوند کریم ہم مرزا صاحب کیلئے سرورہ اور قابلِ نفرت ہے۔ العیاذ باللہ عنہ۔

جہوٹے لکھ اور بادشاہ کو شکست ہوئی لہذا وہ اسی میدان میں مر گیا۔ صفحہ ۲۹۹، نزالہ ۱۴۶۔

۱۳۔ جو پہلے انہاموں کو معلوم نہیں ہوا تھا، وہ اس نے معلوم کر لیا۔ ص ۳۰۳، نزالہ ۱۴۷۔

۱۴۔ حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام و وحی لفظ میں تھیں۔ ص ۳۰۹، نزالہ ۱۴۸۔

۱۵۔ اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی غرض کے بموجب مشکف نہ ہوئی اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ باجوج ماجوج کی بحیثیت وحی الہی نے اظہار کی ہو اور نہ لایہ الارض کی ماہیت کما جی بھی ظاہر فرمائی گئی ہو۔ ص ۳۱۵، نزالہ ۱۴۹۔

۱۶۔ سورہ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نقش پر مارنے سے وہ مقبول زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قتل کا پتہ دے دیا تھا، یہ محض موسیٰ کی وحی تھی اور غم مسمریزم تھا۔ ملخصاً ص ۳۱۸، نزالہ ۱۵۰۔

۱۷۔ حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی انکا مسمریزم کا عمل تھا۔ ملخصاً ص ۳۱۹، نزالہ ۱۵۱۔

۱۸۔ مسیح کی دادیں اور نیکوں کی نسبت جو اعتراض ہے اس کا جواب بھی آپ نے سوچا ہوگا۔ جلد صفحہ ۳۲۰، نزالہ ۱۵۲۔

۱۹۔ یسوع نے ایک کبھری کو اپنی بغل میں لیا اور عشر ملوایا۔ ملخصاً ص ۳۲۱، وہی رسالہ انوار القرآن جلد ۱ ص ۱۸۹۔

۲۰۔ مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں۔ حضرت آدم ماں و باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے، باہر جا کر دیکھیے کتنے کیرے مکوڑے بغیر ماں و باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ لفظ صفحہ ۳۲۲، مقدمہ مرزا صاحب ص ۱۳۵، ج ۱ ص ۱۸۹۔

۱۔ مرزا صاحب کی دیر کی اور بے باکی اور توہین نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خیال فرمائیے۔ اللہ پاک ان کے حق میں سرورہ مریم میں فرماتا ہے وَلَجَعَلْهُ آيَةً لِلْعَالَمِينَ اور جمعہ عطا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میں پہنچا کر ان کو کھیلنے نشان ہے اور رحمت مرزا صاحب کی نگاہ ایسی ہے کہ قرآن کریم بھی کوئی چیز نہیں ہے نہ وہ نہ وہ نہ وہ۔



۵۔ معجزاتِ حضرت سلیمان و حضرت مسیح علیہ السلام کے محض عقلی اور بے سود از قسم شعیبہ بازی اور لوگوں کو فریفتہ کرنے والے تھے۔

قولہ: (الف) بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بن کر ان میں پھونک مار کر آزادینا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دونوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعیبہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ جلد صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰۔

(ب) دیکھو صفحہ ۱۲۳، کتاب ہذا تو یہ بات انبیاء میں درج ہو چکا ہے۔

۶۔ حضرت محمد ﷺ کی بھی ۲ وحی غلط نکلی۔

قولہ: حضرت رسول خدا ﷺ کے انہما اور وحی غلط نکلی تھیں۔ ملخصاً صفحات ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰۔

۷۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کو ابن مریم اور دجال اور اس کے گدھے اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت سے وحی الہی نے خبر نہیں دی۔

قولہ: اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کا ماہیہ نہ موجود ہونے کی نمونہ کے موہو متکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت نکلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کے عیسیٰ تک وحی الہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ

المنجرات یا یہ سید احمد خاص صاحب بیاد کی کارسگیں ہے وہ بھی اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و امانت کے تحت رہے۔

ع وحی غلط حضرت محمد ﷺ کی نسبت ایسے کہ ان کو وہاں ذمہ دہن تھا ہے۔ یہ سخت بات حضرت ﷺ کی ہے جو کفر سے علاحدہ اسلام میں ان لوگوں پر جو کفر کا پتہ چلا ہے۔ یہ سخت بات حضرت ﷺ کی ہے جو کفر سے علاحدہ اسلام میں ان لوگوں پر جو کفر کا پتہ چلا ہے۔

الارض کی ماہیت کما ہی بھی ظاہر فرمائی گئی ہو۔ جلد صفحہ ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

۸۔ حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نجاریا کے بیٹے تھے۔

قولہ: حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے تھے۔ جلد ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵۔

۹۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسریزم میں مشق کرتے اور کمال رکھتے تھے۔

قولہ: (الف) حضرت مسیح ابن مریم البیع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسریزم) میں کمال رکھتے تھے۔ جلد صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰۔

(ب) یہ جو میں نے مسریزی عمل کا نام عمل الترب رکھا ہے یہ الہامی نام ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے۔ ملخصاً جلد صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰۔

۱۰۔ آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی کا انکار۔

(مرزا صاحب کے ایمان کا فلسفہ پر دار و مدار)

قولہ: (الف) نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاک کی جسم کے ساتھ کڑہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے جس اس جسم کا کڑہما حساب و آفتاب تک پہنچنا کسی قدر خوشیال ہے۔ جلد صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴۔

۱۱۔ قولہ یوسف خود را سر سید احمد خاص صاحب کی کارسگیں نص و ظہر نفس نبی بشوار حضرت مریم مریم علیہ السلام کا قول سند و قرآن مجید کا انکار کر رہے۔ ۱۲، دیکھو کتاب عقائد اسلام ص ۱۰۰۔

۱۲۔ معراج یا خبر المعراج حق و من و وہ ظہر معراج ضال۔ چنانچہ معراج جسمانی کا انکار کر کے اور حق کر رہے ہیں۔ انکار اکبر صفحہ ۱۲ معراج جسمانی کا عقائد اسلام معراج فی القیظۃ الی السماء ثم الی منشاء اللہ حق یعنی حضرت ﷺ کا معراج بیاد میں آسمان کی طرف پھر جہان اللہ نے چاہا حق ہے۔ جلد مکمل ایمان ترمیم تکمیل ایمان صفحہ ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸،



(ب) یہ معراج اس جسم کا کیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اپنی درجہ کا کشف تھا۔ بنظر علی

۱۱۔ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں۔

**فتوہ:** (الف) قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت ڈبائی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ جملہ ص ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱

(ب) اس (قرآن شریف) نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورتِ نگاہِ گندی دکھائے ہیں معلوم ہوتے ہیں استعمال کیے ہیں۔ اندر مٹھا سونے والا ادا ہے۔

۱۲۔ براہین احمدیہ (مؤلفہ مرزا صاحب) خدا کی کلام ہے۔

**قولہ:** خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام اُتھی بھی رکھا اور نبی بھی۔ فقط  
 صفحہ ۵۳۶، زوالِ اولیام۔

۱۳۔ قرآن شریف (کلام اللہ) مرزا صاحب کی کلام ہے۔

**قولہ:** اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے مذہب کی باتیں ہیں۔  
 رابطہ مطبعہ کالم درہم سطر ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵

۱۴۔ قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب معجزیم ہیں۔

۱۔ گندمی کا کیا ہاں، غ مسئلہ جس کلمے میں ہے اور بی یا ہانت قرآن مجید کی کسی آیت کی ہو یہ شک کفر ہے، بلفظ صفحہ ۳۲۔

۱۱۔ مرزا صاحب نے ان شخصوں کو کفر قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اللہ اعلم بحقیقہ، جلد ۱، صفحہ ۵۱۳، سطر ۲۔

130 622

**حواشی: (الف)** قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مردے زندہ ہو گئے تھے جیسے وہ مرد جس کا خون بنی اسرائیل نے چھپا لیا تھا، جس کا ذکر اس آیت واذ قتلتم اولیہ میں ہے کہ اس گائے کے گوشت کی بوٹیوں سے جس کے ہاتھ سے مقتول کے جسم پر لگنے سے زندہ ہو گیا تھا یا ہر جایگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قصہ سے واقعی طور پر زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی کہ تاجور بدل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کر دے کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عمل الترتیب یعنی مسریم کا ایک شعبہ تھا۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(ب) یاد رکھنا چاہئے کہ جو قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے ان کو اجڑا سمندر تہ بینی جدوجہد کر کے چاروں پہاڑوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بانے سے آگئے تھے یہ بھی مثل الترب کی طرف اشارہ ہے بلطف مطلق صفحہ ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸

۱۵۔ قرآن شریف میں یہ عبارت انا انزلناه قریباً من القادیان موجود ہے (کلام الہی میں کمی بیشی)

قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان۔ جلد مرقعہ صفحہ ۷۷، ۷۸۔ زادہ نام۔

۱۶۔ قادیان بمثل حرمِ کعبۃ اللہ ہے۔

ہوئے: ومن دخلہ مکان امناء ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ ہم نے ہر ایک بات میں حرمِ کعبہ کی آیت قرآن شریف کو خلافِ ظاهر سے ثابت کرنا منطبق کرنا کسی اور مطلب کے مطابق کرنا جن کا قرآن شریف میں جہدِ ظاہر کرنا جس طرح قرآن شریف ہے جو کفر ہے بلکہ ایسا ہی عقائد اسلام وغیرہ کتب عقائد اسلام میں۔

۱۷۔ یہاں پر حضرت مولانا حاجی حسین شریعتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحبِ تصدیق کی کتاب رحمتِ اہلِ طین پر مرقعاتِ البراہین سے نقل کر کے دیے تاثر ہیں کرتے ہیں۔ وہو هذا لتقریر ہے کہ آیت ومن دخلہ مکان امناء قرآن شریف میں بیت اللہ شریف کے حق میں وارد ہے۔ مسجد نبوی ﷺ کے اور نہ مسجد اقصیٰ جس کی تشریف سوری اسرائیل کے اہداء میں ہے اور وہ قلمِ اعلیٰ ہے۔ کے حق میں وارد ہے جس سے اہلِ صاحبِ برہان کہ اس کی خانگی مسجد کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ومن دخلہ مکان امناء بادل کیا ہے وہاں اپنی مسجد کو ان دونوں مسجدوں پر قضیات وفا ہے ان ملاقب سے ایک اور امر ظاہر ہو گیا ہے اور یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اہداء براہین احمدیہ کے اشتہار میں درج کیا ہے کہ ان کی تائید اور ہزار روپے کا ہے، پھر اور کیا ہے کہ مجھ کو اب مودت ہے اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب یعنی ہم کو اپنی کامیابی حاصل ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے وہ اب تک کج گوئیوں سے کج گوئی کو بخشنا اور ارقیامت کے امت کے واسطے ہے اور یہ دونوں مرزا صاحب کو حاصل ہیں کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو دی چاہے سو کبھی شک ہم نے تمہیں بخش چھوڑا ہے، جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۱ میں درج ہے اور اس قرآن کی مسجد کے نمازیوں کو حاصل ہے۔ مرزا صاحب کو خود اس کے لازم اور بانی ہیں اور ہزاروں براہین کے صفحہ ۵۲۳ سے منقول ہو چکا ہے کہ دین اسلام سب پر مشتمل ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب کو ہم دیا ہے کہ طریقہ احمد مرزا صاحب مرزا قادیانی سے حاصل کریں جس کی کتابیں اب سب قرار رکھے قادیان خود کہ بعض دینی اور ان کو کج کرنے کی کج حاجت ہے۔ جلد صفحہ ۵۳۷، خوب یاد رکھیں کہ مرزا صاحب کے بھائی مرزا امام الدین دتاروں کیوں نے مکی و مدینہ میں جو عمارتیں کج مشرک تھیں دیکھو کتاب دیدن مآخذ مرزا امام الدین۔ صفحہ ۷۷۔

تیرے لئے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت اللہ اور بیت المذکر عطا کیا، بیت اللہ سے اس جگہ مراد وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیفات کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت المذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور ومن دخلہ مکان امناء اس مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ جلد مرقعہ صفحہ ۵۵۸، ۵۵۹۔

۱۷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں دو بارہ دنیا میں تشریف نہیں لائینگے، آنے والے مسیح مرزا صاحب ہی ہیں۔  
ہوئے: (الف) یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن کھیل میں جا کر فوت ہو گیا۔

جلد صفحہ ۳۷۳، ۳۷۴۔ از الہاد ہا۔

(ب) خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ عیسیٰ مرچکے خدا نے حکم موت اللہ پر جاری کر دیا اور آئے والا مسیح میں ہی ہوں۔ جلد صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲۔

۱۸۔ حضرت رسول اکرم ﷺ خاتم النبیین ہوا المرسلین نہیں ہیں۔

ہوئے: (الف) اگر غدر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے، میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجود باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کیلئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ جلد صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲۔

(ب) وحی الہی پر صرف نبوت کا مذک کہان مہر لگ گئی ہے، اسے خالق اس امت مرحومہ میں وحی کی تائید قیامت تک جاری ہیں۔ جلد صفحہ ۳۲۱، ۳۲۲۔ زادہ نام۔

۱۹۔ فوت ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ امت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجسمِ مضر آسمان پر ہیں، قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے و لیبرہ و غیرہ مگر امت کا کافر ہے۔ عقائد اسلام صفحہ ۷۷۔

۲۰۔ خاتم النبیین ختم نبوت حضرت محمد ﷺ کا کفر کا کفر ہے۔ ۱۲۔ کھوئے اللہ اسلام صفحہ ۷۷۔



۲۸۔ عذاب قبر نہیں ہے۔

فتوہ: کسی قبر میں سائب اور کچھ دو کھاؤ۔ ملخصاً صفحہ ۴۵، از الامام

۲۹۔ تناسخ صحیح ہے۔

فتوہ: (الف)

مفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام

بارہا چون سبزہ ہار و سیدہ ام

(ملخصاً صفحہ ۸۲، کتاب ستہ پچی مرزا صاحب کی خدمت ۱۸۵۷ء کی مکتوبہ)

(ب) ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ و جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے اور بدن بدل کر

مادہ تحلیل ہو جاتا ہے۔ ملخصاً صفحہ ۱۰، جنگ شدت ۱۸۵۷ء ۵ جون ۱۸۵۷ء

۳۰۔ مرزا صاحب کا الہام قطعی اور یقینی مثل وحی انبیاء علیہم السلام کے ہے۔

فتوہ: (الف) دو الہامات جن پر خدائے مجھ کو اطلاع دی ہے۔ ملخصاً صفحہ ۲۲۳، براہین احمدیہ

(ب) جب کسی دل پر نبوی رکعتوں کا پرتو پڑے گا تو ضرور ہے کہ اس کو اپنے متبوع کی طرح علم یقینی قطعی حاصل ہو۔ ملخصاً صفحہ ۲۲۳، براہین احمدیہ

(ج) ایسے وقتوں میں وہی لوگ محبت اسلام بظہر تے ہیں، جن کا الہام قطعی اور یقینی ہوتا ہے

ملخصاً صفحہ ۲۲۳، براہین احمدیہ

(د) رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کو (الہام مرزا صاحب) بھی دخل شیطان سے

منزلہ کیا جاتا ہے۔ ملخصاً صفحہ ۱۸، فتح شہزادہ ام

۱۔ قطعی یقینی راہِ وحی نبوت ہے جو کفر ہے کیونکہ قطعی اور یقینی الہام مسوائے خطیرانِ ہر دور کے اور کسی کا نہیں ہے لہذا جب ہے کہ حضرت ﷺ کی وحی نہایت ہی براہِ مرزا صاحب کی الہام وحی کی طرح قطعی اور یقینی ہو یہاں مرزا صاحب نے فرمایا: ہر بار پچھلے وحی حضرت محمد ﷺ پر ایسی نصیحت کو کہتا ہے۔

(ھ) اس جگہ (مرزا صاحب پر) الہام بارش کی طرح برس رہا ہے۔۔۔ میں خدا سے یقینی

علم پا کر کہتا ہوں۔ ملخصاً صفحہ ۵۵، ضمیرِ مجاہد صفحہ ۵۵

۳۱۔ خدائے مرزا صاحب کے اگلے پچھلے گناہ سب بخش دیے ہیں۔

فتوہ: (الف)۔ (الہام) ہم نے تجھ کو بخش چھوڑا ہے جو جی چاہے سو کر۔ ملخصاً

صفحہ ۵۶، براہین احمدیہ۔ اصل عبارت عربی اعمیل عایشنت فانی قد غفرت ذنک۔

(ب) پھر فرمایا کہ ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تاکہ تیرا خدا

(عاشق) تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ ملخصاً صفحہ ۵۵، ضمیرِ مجاہد صفحہ ۵۵

چہارم مرزا صاحب کے اعمال

۱۔ مالکِ نصاب ہیں لیکن فرضِ حج ادا نہیں کرتے۔

فتوہ: (الف) ایسے مجیب کو بلا عذر سے دھیلنے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قرض و دخل

دریوں گا۔ ملخصاً صفحہ ۲۶، براہین احمدیہ۔ ۲۶، ۲۵، دانشناہِ علم ہی

(ب) مجھ کو چند ہزار روپیہ کے قریب قرض کا آیا جس کو شک ہو وہ ڈاک خانہ کی کتابوں کو

دیکھ لے۔ ملخصاً صفحہ ۲۸، ضمیرِ مجاہد صفحہ ۲۸

(ج) حاجی سید عبدالرحمن صاحب تاجر بدراس نے کئے ہزار روپیہ لگا دیا ہے۔

ملخصاً صفحہ ۲۸، ضمیرِ مجاہد صفحہ ۲۸

۲۔ جو جی چاہے غائبی وہ ہے کہ مرزا صاحب کے حق کو واکوں اکل اسلام کے مخالف ہیں اور ان کی پرہیزگاریوں اور نہ

کسی گناہ کا کوئی اثر پہنچتا ہے نہ کوئی۔

۳۔ حج کے ادا نہ کرنے کی وجہ مرزا صاحب کے عقیدہ نمبر ۱۹ میں گذر چکی ہے ذکوہ بھی مرزا صاحب ادا نہیں کرتے

مجھے قرآن سے بہت ہے۔ ذکوہ پر مرزا صاحب کا نذر ہو سکتا ہے کہ ہم خطیہ طور پر ادا کرتے ہیں اس لئے ذکوہ کا

نمبر ۱۹ میں مذکور نہیں ہے۔ ترکِ حج کا گناہ گہرا ہے اور انکارِ حج کفر ہے کتبِ مذکورہ۔ مذکورہ





دوسرے اشتہار میں ایک ہزار روپیہ کی شرط لگائی ہوئی موجود ہے، جو شرمناک ہے۔

۲۔ قبل از تصنیف کتب و تیاری کے حق التصنیف فروخت کرتے ہیں اور قیمت وصول کرتے ہیں یعنی بیع افا سداً یہ کا عمل مادی ہے۔

**فتوٰہ :** نام ان معاون صاحبان کے جنہوں نے خریداری کی کتاب سے اعانت فرمائی، حضرت خلیفہ مہدی محمد حسن خاں صاحب بہار و وزیر اعظم ریاست پٹنہ بابت خریداری کی کتاب براہین احمدیہ، بلظفہ براہین احمدیہ جلد اول صفحہ ۷، یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ ابھی تک کتاب کا جو بھی نہیں تھا ستر، اٹھارہ و سال ہو گئے ہیں اب تک لوگوں کو کتاب نہیں ملی، اول اس کتاب براہین کی قیمت پانچ روپیہ مقرر کی، پھر پچیس روپیہ، پھر دس روپیہ، دیکھو اعلان براہین احمدیہ۔ حصہ اول و دوم۔ پھر حصہ سوم کے آخر میں مرزا صاحب نے ایک گزارش اس طرح پر لکھی ہے، اب اصلی قیمت اس کتاب کی سو روپیہ ہے اور اس کے عوض میں دس یا پچیس روپیہ قیمت قرار پائی ہے، پس اگر یہ ناچیز قیمت بھی مسلمان لوگ بطور بخشی ادا نہ کریں تو گویا وہ کام کے انجام میں خود مائع ہیں (اب ہر سالہ سراج منیر کے واسطے بہت سا روپیہ وصول کیا مگر اب تک اس کا جو بھی نہیں۔ دیکھو اعلان مندرجہ، مالِ شہزاد، ابتدائی صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸)۔

۷۔ اپنا وعدہ ایسا نہیں کرتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔

**قولہ:** (اے) کتاب ہذا (براہین احمدیہ) بڑی مبسوط کتاب ہے یہاں تک کہ جس کی  
 لائق فائزہ عابدہ شریف حکم دے کر وہ ہے کہ سچے دلدار چیز کو اس کے پاس نہیں ملے۔ ازلی ابواب  
 الجبراع و دروازہ باب العبدیۃ وغیرہ۔ استغفر علی محمد

میں اپنے وعدہ، ناکھوت بظاہر بنا کر لکھ رہا ہے، حالانکہ اسلام و عقائد فقہانہ و غیرہ تمام کتب عقائد کو مسئلہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ منافقین کی تین علامات ہیں ایک تو یہ کہ جب امت کلمہ ہے جھوٹ کہتا ہے، دوسرے یہ کہ جب کسی سے وعدہ کرے ہے خلاف کرے، تیسری یہ کہ جب کوئی اس کے پاس امانت رکھتا ہے، اس میں خیانت کرتا ہے۔ تنبیہ الفاضلین صفحہ ۱۸۰ مگر کتب احمد دین سے نقل ملا نہیں مرزا صاحب میں موجود ہیں ۱۲۸ ملاحظہ ہو۔

فنی دست سوجھ سے کچھ زچا رہ ہوگی۔ بلکہ اہل ایمان پر بھی اتنی ہی عطا اہل طہران ہوگی۔

(ب) چونکہ کتاب (براہین احمدیہ) لب تین سو جز تک بڑھ گئی ہے، بلغۂ سطر اول گذارش ضروری ہے۔ اخیر صفحہ پانچواں احمدیہ حصہ سوم۔

(ج) یہ امر بھی واجب الاطلاع ہے کہ پہلے یہ کتاب (براہین احمدیہ) صرف تیس پینتیس جز تک تالیف ہوئی تھی۔ پھر سو جز تک بڑھادی گئی مگر اب یہ کتاب تین سو جز تک پہنچ گئی ہے۔ لفظ مائیدہ ۱۳۲۰ تا ۱۳۲۱ ص ۱۰۲ پر براہین احمدیہ۔

(د) حصہ سوم کے پچھلے تین دوسراں کا تلف ہو گیا ہے لوگ حیران ہو گئے۔

(۷) اب کی دلدادہان صاحبوں کے نام جنہوں نے قیمت پیشگی بھیجی اور کتاب کی خریداری سے اعانت فرمائی ہے بوجہ عدم غائبائش لکھے نہیں گئے۔ حصہ چہارم میں جو مصلحت ہوگی کیا جائیگا۔ فقط اعلام صلہ و سلامت و تحیات۔

(د) ہم اور ہماری کتاب۔ ابتدا میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اس وقت اس کی اور صورت تھی پھر بعد اس کے قدرت الہیہ ناگہانی تغلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک ایسے عالم کی خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی اور ایک دفعہ پر دو غیب سے الہی افاضات کی آواز آئی۔۔۔ اس کتاب کی خریداری کی حد میں غریب لوگ ہیں، اگر حضرت احدیت کا ارادہ ہے تو کسی ذی قدرت کے دل کو بھی اس کام کے انجام دینے کے لئے کہے گا۔ ہندو مت کے چارہ بڑے اجداد (مراد یہ کہ دوسرا، بہت بہت روپیہ بذریعہ مٹی آؤں دیکھیں)۔

(ج) اب یہ سلسلہ تالیف کتاب بوجہ انتہائات البتہ دوسرا رنگ پکڑ گیا ہے اور اب ہماری طرف سے کوئی ایسی شرط نہیں کہ کتاب (براہین احمدیہ) تین سو جز تک ضرور پہنچے۔ بلکہ ملخصاً ششہا بطور ابتداء کتاب سرسہ چشم آ رہی ہے۔ (گو نام صاف جواب دے رہا)

(ط) رسالہ سراج منیر جو چودہ سو روپے (۱۴۰۰) کی لاگت سے چھپا گا اور درخواستیں آنے پر پچھنا شروع ہو جائیگا، قیمت ایک روپے ہوگی۔ بلا منتظر اعلان کمال سواروہ مدد بخشنے۔ (دس گیارہ سال ہو گئے، اب بھی سراج منیر شکر میں ہی ہے)

(ی) اور قصد کر لیا گیا ہے کہ ان توضیحات کے بعد علماء کو مخاطب نہ کروں گا۔ جلد ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵ (بعد اس کے خلاف اس کے لکھتے ہیں)

(ک) میں نے اشتہار دے دیا ہے کہ اس کے بعد جو میرے ساتھ مباہلہ نہ کرے وہ خدا کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام صلحاء کی لعنت کے بیچ ہے۔

جلد ۲۸۵ صفحہ ۱۹، منیر، ابواب، ۱۹۸۴

(ل) اسے میرے دوستوں، میری اخیر وصیت سنو کہ عیسائیوں کے ساتھ بحث کرنا چھوڑ دو۔ جلد ۲۸۵، ابواب، ۱۹۸۴ (اسکے بعد مرزا صاحب نے خود امرتسر میں پہنچ کر ۱۸۹۳ء میں چار سال بعد عیسائیوں کے ساتھ ۲۲ مئی سے ۵ جون ۱۸۹۳ء، پندرہ یوم تک بحث کر کے جنگ مقدس کے نام پر شائع کیا اور عبداللہ اعظم کی نسبت مسوت کی تشہین گوئی کر کے سخت جھوٹے اور نادم ہوئے، شاکہ یہ وہ نصیحت تھی جو دوسروں کے واسطے تھی، خود اس کے پابند نہ تھے۔ دیگر ان رائیجیت، غور، غیبت۔)

ہال: اپنے اشتہار میں مرزا صاحب نے کہا کہ ”ہمارے پاس ازالہ ادہام کی جلدیں موجود ہیں جو صاحب تین روپے قیمت داخل کریں خرید سکتے ہیں“، میں خود ازالہ ادہام لینے گیا (دہلی میں مرزا صاحب کے پاس اکتوبر ۱۸۹۱ء کو) بعد اشتہار کے تین روز تک بہت آدمی روپے لیکر گئے آپ نے فرمایا میرے پاس ابھی طبع ہو کر نہیں آئی۔

باقی صفحہ جواب اشتہار مرزا غلام احمد دہلوی ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء، منیر، ابواب، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، ۲۰۳۷، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۲۰۴۰، ۲۰۴۱، ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۴۵، ۲۰۴۶، ۲۰۴۷، ۲۰۴۸، ۲۰۴۹، ۲۰۵۰، ۲۰۵۱، ۲۰۵۲، ۲۰۵۳، ۲۰۵۴، ۲۰۵۵، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، ۲۰۵۸، ۲۰۵۹، ۲۰۶۰، ۲۰۶۱، ۲۰۶۲، ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ۲۰۶۵، ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، ۲۰۶۸، ۲۰۶۹، ۲۰۷۰، ۲۰۷۱، ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸، ۲۰۷۹، ۲۰۸۰، ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، ۲۰۸۳، ۲۰۸۴، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۰۸۷، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰، ۲۰۹۱، ۲۰۹۲، ۲۰۹۳، ۲۰۹۴، ۲۰۹۵، ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ۲۰۹۹، ۲۱۰۰، ۲۱۰۱، ۲۱۰۲، ۲۱۰۳، ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸، ۲۱۰۹، ۲۱۱۰، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۴، ۲۱۱۵، ۲۱۱۶، ۲۱۱۷، ۲۱۱۸، ۲۱۱۹، ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲۴، ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، ۲۱۲۷، ۲۱۲۸، ۲۱۲۹، ۲۱۳۰، ۲۱۳۱، ۲۱۳۲، ۲۱۳۳، ۲۱۳۴، ۲۱۳۵، ۲۱۳۶، ۲۱۳۷، ۲۱۳۸، ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۴۱، ۲۱۴۲، ۲۱۴۳، ۲۱۴۴، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۲۱۴۷، ۲۱۴۸، ۲۱۴۹، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۱۵۴، ۲۱۵۵، ۲۱۵۶، ۲۱۵۷، ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، ۲۱۶۰، ۲۱۶۱، ۲۱۶۲، ۲۱۶۳، ۲۱۶۴، ۲۱۶۵، ۲۱۶۶، ۲۱۶۷، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۱۷۰، ۲۱۷۱، ۲۱۷۲، ۲۱۷۳، ۲۱۷۴، ۲۱۷۵، ۲۱۷۶، ۲۱۷۷، ۲۱۷۸، ۲۱۷۹، ۲۱۸۰، ۲۱۸۱، ۲۱۸۲، ۲۱۸۳، ۲۱۸۴، ۲۱۸۵، ۲۱۸۶، ۲۱۸۷، ۲۱۸۸، ۲۱۸۹، ۲۱۹۰، ۲۱۹۱، ۲۱۹۲، ۲۱۹۳، ۲۱۹۴، ۲۱۹۵، ۲۱۹۶، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸، ۲۱۹۹، ۲۲۰۰، ۲۲۰۱، ۲۲۰۲، ۲۲۰۳، ۲۲۰۴، ۲۲۰۵، ۲۲۰۶، ۲۲۰۷، ۲۲۰۸، ۲۲۰۹، ۲۲۱۰، ۲۲۱۱، ۲۲۱۲، ۲۲۱۳، ۲۲۱۴، ۲۲۱۵، ۲۲۱۶، ۲۲۱۷، ۲۲۱۸، ۲۲۱۹، ۲۲۲۰، ۲۲۲۱، ۲۲۲۲، ۲۲۲۳، ۲۲۲۴، ۲۲۲۵، ۲۲۲۶، ۲۲۲۷، ۲۲۲۸، ۲۲۲۹، ۲۲۳۰، ۲۲۳۱، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۲۳۵، ۲۲۳۶، ۲۲۳۷، ۲۲۳۸، ۲۲۳۹، ۲۲۴۰، ۲۲۴۱، ۲۲۴۲، ۲۲۴۳، ۲۲۴۴، ۲۲۴۵، ۲۲۴۶، ۲۲۴۷، ۲۲۴۸، ۲۲۴۹، ۲۲۵۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۲۵۳، ۲۲۵۴، ۲۲۵۵، ۲۲۵۶، ۲۲۵۷، ۲۲۵۸، ۲۲۵۹، ۲۲۶۰، ۲۲۶۱، ۲۲۶۲، ۲۲۶۳، ۲۲۶۴، ۲۲۶۵، ۲۲۶۶، ۲۲۶۷، ۲۲۶۸، ۲۲۶۹، ۲۲۷۰، ۲۲۷۱، ۲۲۷۲، ۲۲۷۳، ۲۲۷۴، ۲۲۷۵، ۲۲۷۶، ۲۲۷۷، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ۲۲۸۲، ۲۲۸۳، ۲۲۸۴، ۲۲۸۵، ۲۲۸۶، ۲۲۸۷، ۲۲۸۸، ۲۲۸۹، ۲۲۹۰، ۲۲۹۱، ۲۲۹۲، ۲۲۹۳، ۲۲۹۴، ۲۲۹۵، ۲۲۹۶، ۲۲۹۷، ۲۲۹۸، ۲۲۹۹، ۲۳۰۰، ۲۳۰۱، ۲۳۰۲، ۲۳۰۳، ۲۳۰۴، ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۰۷، ۲۳۰۸، ۲۳۰۹، ۲۳۱۰، ۲۳۱۱، ۲۳۱۲، ۲۳۱۳، ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، ۲۳۱۶، ۲۳۱۷، ۲۳۱۸، ۲۳۱۹، ۲۳۲۰، ۲۳۲۱، ۲۳۲۲، ۲۳۲۳، ۲۳۲۴، ۲۳۲۵، ۲۳۲۶، ۲۳۲۷، ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۰، ۲۳۳۱، ۲۳۳۲، ۲۳۳۳، ۲۳۳۴، ۲۳۳۵، ۲۳۳۶، ۲۳۳۷، ۲۳۳۸، ۲۳۳۹، ۲۳۴۰، ۲۳۴۱، ۲۳۴۲، ۲۳۴۳، ۲۳۴۴، ۲۳۴۵، ۲۳۴۶، ۲۳۴۷، ۲۳۴۸، ۲۳۴۹، ۲۳۵۰، ۲۳۵۱، ۲۳۵۲، ۲۳۵۳، ۲۳۵۴، ۲۳۵۵، ۲۳۵۶، ۲۳۵۷، ۲۳۵۸، ۲۳۵۹، ۲۳۶۰، ۲۳۶۱، ۲۳۶۲، ۲۳۶۳، ۲۳۶۴، ۲۳۶۵، ۲۳۶۶، ۲۳۶۷، ۲۳۶۸، ۲۳۶۹، ۲۳۷۰، ۲۳۷۱، ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، ۲۳۷۴، ۲۳۷۵، ۲۳۷۶، ۲۳۷۷، ۲۳۷۸، ۲۳۷۹، ۲۳۸۰، ۲۳۸۱، ۲۳۸۲، ۲۳۸۳، ۲۳۸۴، ۲۳۸۵، ۲۳۸۶، ۲۳۸۷، ۲۳۸۸، ۲۳۸۹، ۲۳۹۰، ۲۳۹۱، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۳۹۴، ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۳۹۷، ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۲۴۰۰، ۲۴۰۱، ۲۴۰۲، ۲۴۰۳، ۲۴۰۴، ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ۲۴۰۷، ۲۴۰۸، ۲۴۰۹، ۲۴۱۰، ۲۴۱۱، ۲۴۱۲، ۲۴۱۳، ۲۴۱۴، ۲۴۱۵، ۲۴۱۶، ۲۴۱۷، ۲۴۱۸، ۲۴۱۹، ۲۴۲۰، ۲۴۲۱، ۲۴۲۲، ۲۴۲۳، ۲۴۲۴، ۲۴۲۵، ۲۴۲۶، ۲۴۲۷، ۲۴۲۸، ۲۴۲۹، ۲۴۳۰، ۲۴۳۱، ۲۴۳۲، ۲۴۳۳، ۲۴۳۴، ۲۴۳۵، ۲۴۳۶، ۲۴۳۷، ۲۴۳۸، ۲۴۳۹، ۲۴۴۰، ۲۴۴۱، ۲۴۴۲، ۲۴۴۳، ۲۴۴۴، ۲۴۴۵، ۲۴۴۶، ۲۴۴۷، ۲۴۴۸، ۲۴۴۹، ۲۴۵۰، ۲۴۵۱، ۲۴۵۲، ۲۴۵۳، ۲۴۵۴، ۲۴۵۵، ۲۴۵۶، ۲۴۵۷، ۲۴۵۸، ۲۴۵۹، ۲۴۶۰، ۲۴۶۱، ۲۴۶۲، ۲۴۶۳، ۲۴۶۴، ۲۴۶۵، ۲۴۶۶، ۲۴۶۷، ۲۴۶۸، ۲۴۶۹، ۲۴۷۰، ۲۴۷۱، ۲۴۷۲، ۲۴۷۳، ۲۴۷۴، ۲۴۷۵، ۲۴۷۶، ۲۴۷۷، ۲۴۷۸، ۲۴۷۹، ۲۴۸۰، ۲۴۸۱، ۲۴۸۲، ۲۴۸۳، ۲۴۸۴، ۲۴۸۵، ۲۴۸۶، ۲۴۸۷، ۲۴۸۸، ۲۴۸۹، ۲۴۹۰، ۲۴۹۱، ۲۴۹۲، ۲۴۹۳، ۲۴۹۴، ۲۴۹۵، ۲۴۹۶، ۲۴۹۷، ۲۴۹۸، ۲۴۹۹، ۲۵۰۰، ۲۵۰۱، ۲۵۰۲، ۲۵۰۳، ۲۵۰۴، ۲۵۰۵، ۲۵۰۶، ۲۵۰۷، ۲۵۰۸، ۲۵۰۹، ۲۵۱۰، ۲۵۱۱، ۲۵۱۲، ۲۵۱۳، ۲۵۱۴، ۲۵۱۵، ۲۵۱۶، ۲۵۱۷، ۲۵۱۸، ۲۵۱۹، ۲۵۲۰، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲۴، ۲۵۲۵، ۲۵۲۶، ۲۵۲۷، ۲۵۲۸، ۲۵۲۹، ۲۵۳۰، ۲۵۳۱، ۲۵۳۲، ۲۵۳۳، ۲۵۳۴، ۲۵۳۵، ۲۵۳۶، ۲۵۳۷، ۲۵۳۸، ۲۵۳۹، ۲۵۴۰، ۲۵۴۱، ۲۵۴۲، ۲۵۴۳، ۲۵۴۴، ۲۵۴۵، ۲۵۴۶، ۲۵۴۷، ۲۵۴۸، ۲۵۴۹، ۲۵۵۰، ۲۵۵۱، ۲۵۵۲، ۲۵۵۳، ۲۵۵۴، ۲۵۵۵، ۲۵۵۶، ۲۵۵۷، ۲۵۵۸، ۲۵۵۹، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۲، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۶۶، ۲۵۶۷، ۲۵۶۸، ۲۵۶۹، ۲۵۷۰، ۲۵۷۱، ۲۵۷۲، ۲۵۷۳، ۲۵۷۴، ۲۵۷۵، ۲۵۷۶، ۲۵۷۷، ۲۵۷۸، ۲۵۷۹، ۲۵۸۰، ۲۵۸۱، ۲۵۸۲، ۲۵۸۳، ۲۵۸۴، ۲۵۸۵، ۲۵۸۶، ۲۵۸۷، ۲۵۸۸، ۲۵۸۹، ۲۵۹۰، ۲۵۹۱، ۲۵۹۲، ۲۵۹۳، ۲۵۹۴، ۲۵۹۵، ۲۵۹۶، ۲۵۹۷، ۲۵۹۸، ۲۵۹۹، ۲۶۰۰، ۲۶۰۱، ۲۶۰۲، ۲۶۰۳، ۲۶۰۴، ۲۶۰۵، ۲۶۰۶، ۲۶۰۷، ۲۶۰۸، ۲۶۰۹، ۲۶۱۰، ۲۶۱۱، ۲۶۱۲، ۲۶۱۳، ۲۶۱۴، ۲۶۱۵، ۲۶۱۶، ۲۶۱۷، ۲۶۱۸، ۲۶۱۹، ۲۶۲۰، ۲۶۲۱، ۲۶۲۲، ۲۶۲۳، ۲۶۲۴، ۲۶۲۵، ۲۶۲۶، ۲۶۲۷، ۲۶۲۸، ۲۶۲۹، ۲۶۳۰، ۲۶۳۱، ۲۶۳۲، ۲۶۳۳، ۲۶۳۴، ۲۶۳۵، ۲۶۳۶، ۲۶۳۷، ۲۶۳۸، ۲۶۳۹، ۲۶۴۰، ۲۶۴۱، ۲۶۴۲، ۲۶۴۳، ۲۶۴۴، ۲۶۴۵، ۲۶۴۶، ۲۶۴۷، ۲۶۴۸، ۲۶۴۹، ۲۶۵۰، ۲۶۵۱، ۲۶۵۲، ۲۶۵۳، ۲۶۵۴، ۲۶۵۵، ۲۶۵۶، ۲۶۵۷، ۲۶۵۸، ۲۶۵۹، ۲۶۶۰، ۲۶۶۱، ۲۶۶۲، ۲۶۶۳، ۲۶۶۴، ۲۶۶۵، ۲۶۶۶، ۲۶۶۷، ۲۶۶۸، ۲۶۶۹، ۲۶۷۰، ۲۶۷۱، ۲۶۷۲، ۲۶۷۳، ۲۶۷۴، ۲۶۷۵، ۲۶۷۶، ۲۶۷۷، ۲۶۷۸، ۲۶۷۹، ۲۶۸۰، ۲۶۸۱، ۲۶۸۲، ۲۶۸۳، ۲۶۸۴، ۲۶۸۵، ۲۶۸۶، ۲۶۸۷، ۲۶۸۸، ۲۶۸۹، ۲۶۹۰، ۲۶۹۱، ۲۶۹۲، ۲۶۹۳، ۲۶۹۴، ۲۶۹۵، ۲۶۹۶، ۲۶۹۷، ۲۶۹۸، ۲۶۹۹، ۲۷۰۰، ۲۷۰۱، ۲۷۰۲، ۲۷۰۳، ۲۷۰۴، ۲۷۰۵، ۲۷۰۶، ۲۷۰۷، ۲۷۰۸، ۲۷۰۹، ۲۷۱۰، ۲۷۱۱، ۲۷۱۲، ۲۷۱۳، ۲۷۱۴، ۲۷۱۵، ۲۷۱۶، ۲۷۱۷، ۲۷۱۸، ۲۷۱۹، ۲۷۲۰، ۲۷۲۱، ۲۷۲۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۴، ۲۷۲۵، ۲۷۲۶، ۲۷۲۷، ۲۷۲۸، ۲۷۲۹، ۲۷۳۰، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، ۲۷۳۳، ۲۷۳۴، ۲۷۳۵، ۲۷۳۶، ۲۷۳۷، ۲۷۳۸، ۲۷۳۹، ۲۷۴۰، ۲۷۴۱، ۲۷۴۲، ۲۷۴۳، ۲۷۴۴، ۲۷۴۵، ۲۷۴۶، ۲۷۴۷، ۲۷۴۸، ۲۷۴۹، ۲۷۵۰، ۲۷۵۱، ۲۷۵۲، ۲۷۵۳، ۲۷۵۴، ۲۷۵۵، ۲۷۵۶، ۲۷۵۷، ۲۷۵۸، ۲۷۵۹، ۲۷۶۰، ۲۷۶۱، ۲۷۶۲، ۲۷۶۳، ۲۷۶۴، ۲۷۶۵، ۲۷۶۶، ۲۷۶۷، ۲۷۶۸، ۲۷۶۹، ۲۷۷۰، ۲۷۷۱، ۲۷۷۲، ۲۷۷۳، ۲۷۷۴، ۲۷۷۵، ۲۷۷۶، ۲۷۷۷، ۲۷۷۸، ۲۷۷۹، ۲۷۸۰، ۲۷۸۱، ۲۷۸۲، ۲۷۸۳، ۲۷۸۴، ۲۷۸۵، ۲۷۸۶، ۲۷۸۷، ۲۷۸۸، ۲۷۸۹، ۲۷۹۰، ۲۷۹۱، ۲۷۹۲، ۲۷۹۳، ۲۷۹۴، ۲۷۹۵، ۲۷۹۶، ۲۷۹۷، ۲۷۹۸، ۲۷۹۹، ۲۸۰۰، ۲۸۰۱، ۲۸۰۲، ۲۸۰۳، ۲۸۰۴، ۲۸۰۵، ۲۸۰۶، ۲۸۰۷، ۲۸۰۸، ۲۸۰۹، ۲۸۱۰، ۲۸۱۱، ۲۸۱۲، ۲۸۱۳، ۲۸۱۴، ۲۸۱۵، ۲۸۱۶، ۲۸۱۷، ۲۸۱۸، ۲۸۱۹، ۲۸۲۰، ۲۸۲۱، ۲۸۲۲، ۲۸۲۳، ۲۸۲۴، ۲۸۲۵، ۲۸۲۶، ۲۸۲۷، ۲۸۲۸، ۲۸۲۹، ۲۸۳۰، ۲۸۳۱، ۲۸۳۲، ۲۸۳۳، ۲۸۳۴، ۲۸۳۵، ۲۸۳۶، ۲۸۳۷، ۲۸۳۸، ۲۸۳۹، ۲۸۴۰، ۲۸۴۱، ۲۸۴۲، ۲۸۴۳، ۲۸۴۴، ۲۸۴۵، ۲۸۴۶، ۲۸۴۷، ۲۸۴۸، ۲۸۴۹، ۲۸۵۰، ۲۸۵۱، ۲۸۵۲، ۲۸۵۳، ۲۸۵۴، ۲۸۵۵، ۲۸۵۶، ۲۸۵۷، ۲۸۵۸، ۲۸۵۹، ۲۸۶۰، ۲۸۶۱، ۲۸۶۲، ۲۸۶۳، ۲۸۶۴، ۲۸۶۵، ۲۸۶۶، ۲۸۶۷، ۲۸۶۸، ۲۸۶۹، ۲۸۷۰، ۲۸۷۱، ۲۸۷۲، ۲۸۷۳، ۲۸۷۴، ۲۸۷۵، ۲۸۷۶، ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۸۷۹، ۲۸۸۰، ۲۸۸۱، ۲۸۸۲، ۲۸۸۳، ۲۸۸۴، ۲۸۸۵، ۲۸۸۶، ۲۸۸۷، ۲۸۸۸، ۲۸۸۹، ۲۸۹۰، ۲۸۹۱، ۲۸۹۲، ۲۸۹۳، ۲۸۹۴، ۲۸۹۵، ۲۸۹۶، ۲۸۹۷، ۲۸۹۸، ۲۸۹۹، ۲۹۰۰، ۲۹۰۱، ۲۹۰۲، ۲۹۰۳، ۲۹۰۴، ۲۹۰۵، ۲۹۰۶، ۲۹۰۷، ۲۹۰۸، ۲۹۰۹، ۲۹۱۰، ۲۹۱۱، ۲۹۱۲، ۲۹۱۳، ۲۹۱۴، ۲۹۱۵، ۲۹۱۶، ۲۹۱۷، ۲۹۱۸، ۲۹۱۹، ۲۹۲۰، ۲۹۲۱، ۲۹۲۲، ۲۹۲۳، ۲۹۲۴، ۲۹۲۵، ۲۹۲۶، ۲۹۲۷، ۲۹۲۸، ۲۹۲۹، ۲۹۳۰، ۲۹۳۱، ۲۹۳۲، ۲۹۳۳، ۲۹۳۴، ۲۹۳۵، ۲۹۳۶، ۲۹۳۷، ۲۹۳۸، ۲۹۳۹، ۲۹۴۰، ۲۹۴۱، ۲۹۴۲، ۲۹۴۳، ۲۹۴۴، ۲۹۴۵، ۲۹۴۶، ۲۹۴۷، ۲۹۴۸، ۲۹۴۹، ۲۹۵۰، ۲۹۵۱، ۲۹۵۲، ۲۹۵۳، ۲۹۵۴، ۲۹۵۵، ۲۹۵۶، ۲۹۵۷، ۲۹۵۸، ۲۹۵۹، ۲۹۶۰، ۲۹۶۱، ۲۹۶۲، ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ۲۹۶۵، ۲۹۶۶، ۲۹۶۷، ۲۹۶۸، ۲۹۶۹، ۲۹۷۰، ۲۹۷۱، ۲۹۷۲، ۲۹۷۳، ۲۹۷۴، ۲۹۷۵، ۲۹۷۶، ۲۹۷۷، ۲۹۷۸، ۲۹۷۹، ۲۹۸۰، ۲۹۸۱، ۲۹۸۲، ۲۹۸۳، ۲۹۸۴، ۲۹۸۵، ۲۹۸۶، ۲۹۸۷، ۲۹۸۸، ۲۹۸۹، ۲۹۹۰، ۲۹۹۱، ۲۹۹۲، ۲۹۹۳، ۲۹۹۴، ۲۹۹۵، ۲۹۹۶، ۲۹۹۷، ۲۹۹۸، ۲۹۹۹، ۳۰۰۰، ۳۰۰۱، ۳۰۰۲، ۳۰۰۳، ۳۰۰۴، ۳۰۰۵، ۳۰۰۶، ۳۰۰۷، ۳۰۰۸، ۳۰۰۹، ۳۰۱۰، ۳۰۱۱، ۳۰۱۲، ۳۰۱۳، ۳۰۱۴، ۳۰۱۵، ۳۰۱۶، ۳۰۱۷، ۳۰۱۸، ۳۰۱۹، ۳۰۲۰، ۳۰۲۱، ۳۰۲۲، ۳۰۲۳، ۳۰۲۴، ۳۰۲۵، ۳۰۲۶، ۳۰۲۷، ۳۰۲۸، ۳۰۲۹، ۳۰۳۰، ۳۰۳۱، ۳۰۳۲، ۳۰۳۳، ۳۰۳۴، ۳۰۳۵، ۳۰۳۶، ۳۰۳۷، ۳۰۳۸، ۳۰۳۹، ۳۰۴۰، ۳۰۴۱، ۳۰۴۲، ۳۰۴۳، ۳۰۴۴، ۳۰۴۵، ۳۰۴۶، ۳۰۴۷، ۳۰۴۸، ۳۰۴۹، ۳۰۵۰، ۳۰۵۱، ۳۰۵۲، ۳۰۵۳، ۳۰۵۴، ۳۰۵۵، ۳۰۵۶، ۳۰۵۷، ۳۰۵۸، ۳۰۵۹، ۳۰۶۰، ۳۰۶۱، ۳۰۶۲، ۳۰۶۳، ۳۰۶۴، ۳۰۶۵، ۳۰۶۶، ۳۰۶۷، ۳۰۶۸، ۳۰۶۹، ۳۰۷۰، ۳۰۷۱، ۳۰۷۲، ۳۰۷۳، ۳۰۷۴، ۳۰۷۵، ۳۰۷۶، ۳۰۷۷، ۳۰۷۸، ۳۰۷۹، ۳۰۸۰، ۳۰۸۱، ۳۰۸۲، ۳۰۸۳، ۳۰۸۴، ۳۰۸۵، ۳۰۸۶، ۳۰۸۷، ۳۰۸۸، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۳۰۹۱، ۳۰۹۲، ۳۰۹۳، ۳۰۹۴، ۳۰۹۵، ۳۰۹۶، ۳۰۹۷، ۳۰۹۸، ۳۰۹۹، ۳۱۰۰، ۳۱۰۱، ۳۱۰۲، ۳۱۰۳، ۳۱۰۴، ۳۱۰۵، ۳۱۰۶، ۳۱۰۷، ۳۱۰۸، ۳۱۰۹، ۳۱۱۰، ۳۱۱۱، ۳۱۱۲، ۳۱۱۳، ۳۱۱۴، ۳۱۱۵، ۳۱۱۶، ۳۱۱۷، ۳۱۱۸، ۳۱۱۹، ۳۱۲۰، ۳۱۲۱، ۳۱۲۲، ۳۱۲۳، ۳۱۲۴، ۳۱۲۵، ۳۱۲۶، ۳۱۲۷، ۳۱۲۸، ۳۱۲۹،

اللہ کے بانی ہیں ان کو سزا دینی چاہیے۔ دیکھا جائے کہ جس کی تصویر کا مورخہ کم از کم ۱۹۹۷ء (ریپاتی مسلمان جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی سب باغی ہوئے۔ نورانیہ)

۱۳۔ مرزا صاحب اپنی کتابوں میں تصویریں ابھی بناتے ہیں۔ (خلاف احادیث صحیحہ آپکا عمل ہے)

ہوئے: ہم یسوع کے شاگردوں کو بھی ان کے جنم جسم خداؤں کے درشن کرا دیتے ہیں اور ان کے سر گوشہ تشکیلی خدا کو دکھا دیتے ہیں۔ چاہئے کہ اس کے آگے جھکیں اور یسوع کو ادیں۔ اور وہ یہ ہے جس کو ہم نے عیسائیوں کی شائع کردہ تصویروں سے لیا ہے۔ تصویر یسوع کی شکل پر جسم بیٹا۔ تصویر کبوتر کی شکل پر جسم روح القدس۔ تصویر آدم کی شکل پر جسم باپ۔ (۱۳۵ صفحہ ۱۳۵) ہم یہ بھی (نہیں تصویریں کبوتر، آدم، یسوع کی بنائی ہیں)

۱۳۔ خدا کی حفاظت سے ناامید ہو کر اپنی جان کی حفاظت کے لئے پولیس کی مدد کی درخواست کرتے ہیں۔

(جب ٹکڑا کر یہ واقعہ، مارچ ۱۹۹۷ء کو لاہور میں قتل ہوا تو بعض آریہ لوگوں نے سخت طیش میں آکر یلپور گناہ مرزا صاحب کے قتل کی دھمکیاں دیں تب انہوں نے خدا سے روگرداں ہو کر گورنمنٹ میں درخواست کی کہ میری جان کی حفاظت کے واسطے پولیس

ع تصویریں نا حدیث شریف میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے کوئی تصویر بنائی، اللہ عذاب کرے گا اس کو قیامت کے دن یہاں تک کہ چھوٹے دھاس میں روح اور کبھی چھوٹے دھاس میں، اس طرح وہ کبھی عذاب سے چھوٹے دھاس میں، ان ترقی الہاب اللہ اس اور سید احمد غلامی حاشیہ رقمدار میں فرماتے ہیں کہ غلامی کا نام امام نووی کی تصحیح مسلم شریف میں ہے کہ اسے اس سے تصویر چانداری بنائی حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور تصویر کو بنائے کرنے کے واسطے ہو۔ جلد ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳



رہنے والے اور کیا ہندوستان کے باشندے اور کیا عرب کے مسلمان اور کیا روم اور فارس کے کلمہ گو۔ اور کیا افریقہ اور دیگر بلاد کے اہل اسلام اور ان کے علماء اور ان کے فقہاء اور ان کے مشائخ اور ان کے صلحا اور ان کے مرید اور ان کی عورتیں مجھے کاذب خیال کر کے پھر میرے مقابل دیکھنا چاہیں کہ قبولیت کے نشان مجھ میں ہیں یا نہیں۔ بلاط صفیہ ۷۰۷، ازاد اہام۔

(ج) يَا أَحْمَدُ قُضِيَ الزَّحْمَةُ عَلَيَّ شَيْخِيكَ۔ اسے احمد فصاحت اور بلاغت کے چشمے تیرے لبوں پر جاری کئے گئے۔ بلاط صلیبیہ ۱۳۱، ازاد اہام۔ ۷۰۷، صفیہ ۷۰۷، ازاد اہام۔

(د) میرے برابر کوئی کلام فصیح نہیں لکھ سکتا۔ صفیہ ۷۰۷، ازاد اہام۔

(ه) میں علم عربی میں دریا ہوں۔ صفیہ ۷۰۷، ازاد اہام۔

۱۷۔ اپنے مریدوں سے چندہ یکمشت اور ماہوار وصول کر کے اپنی آسائش اور آرام کے سامان تیار کرتے ہیں۔ (دیکھو کتب مرزا صاحب کی)

ہتولہ: ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے جماعت مخلصین دو بڑا درو پیہ جلد ہم پہنچائیں اور پہلے سے ثابت قدم ہو جائیں (دیکھو شہادہ درو پیہ ۱۸۹، مرزا صاحب)

۱۸۔ مرزا صاحب مسیح ہیں اور دجال کا گدھاریل ہے، اسی دجال کے گدھے پر ہمیشہ سوار ہوتے ہیں۔

۱۹۔ اپنی بے گناہ نیک بیوی سے ناراض ہوتے ہیں اور اپنے فرزند سے اس کی بیوی کو حلاق دلوانے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔

ظان: ایک عجیب قصہ ہے کہ حضرت قادیانی نے ایک الہام مستہر کیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی بڑی صاحبزادی میرے ساتھ مقدر ہے لڑکی کے اولیا کو نا منظور ہوا تو اپنے چند اطفال لعل طبع وغیرہ پر ان کو راضی کرنا چاہا، وہ راضی نہ ہوئے، چونکہ مرزا احمد بیگ صاحب مدعی مشیت کی زوجہ کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے مدعی مشیت نے اس کو اور اپنے

دیگر رشتہ داروں کو متعدا دی سے بلکہ صاف گفتگوں میں دھمکا کر مجبور کیا وہ اس لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ نہ ہونے دیں اور جس طرح ممکن ہو روک کر میری طرف مائل کریں، جب ان سے یہ کاروائی نہ ہو سکی تو اپنی بیٹی نیک بخت بیوی اور اس کے لائق فرزندوں سے ناراضگی ظاہر کر کے ایک بیٹے کو عاق کرنے کی دھمکی میں یہ لکھا کہ اگر وہ شرطیں اپنی بیوی کو طلاق نہ دے گا تو وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہ پائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی دھمکی سے مرزا صاحب کی غرض یہ تھی کہ فضل احمد کی منکوحہ (جو مرزا احمد بیگ صاحب کی ہمیشہ زادی تھی) اس کو حلاق ملنے سے احمد بیگ اور اس کے دیگر قرابت داروں کو درخ پکچے کا جسے وہ مرزا کی انہی تائید کے موید ہو جائیں گے اور مرزا احمد بیگ کی دختر کاں کا عقد مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ ہو جانے سے ان کے الہام کی تصدیق ہو جائیگی، جس کی تصدیق ذیل کیے خطوط (جو مرزا قادیانی کی قلم کے لکھے ہوئے ہیں) سے بوجہ احسن ہو جائیگی۔

۱۔ اس گدھے پر مرزا صاحب کے خاص دستخطی خطوط کو جو مجھے ایک دست خط غلام الدین صاحب پشاور سے کی معرفت مرزا علی شیر صاحب مدعی مرزا صاحب سے ملے ہیں درج کرتا ہوں۔ جس سے مرزا صاحب کی کتا دھوری اور نبوت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ ان خطوں کے ملاحظہ سے نظریں معلوم کر لیں گے کہ مرزا صاحب کیا ہیں، کوئی اولی اور جاہل مسلمان بھی ایسا نہیں کرے گا ورنہ کرسکتا ہے۔

یادداشت: مرزا احمد بیگ کی زوجہ مرزا غلام احمدہ دینی کی ۱۲ باپچی زادہ بیوی ہے۔ مرزا علی شیر صاحب کی لڑکی عزت بی بی فضل احمد پر مرزا غلام احمد کی زوجہ تھی اب مرزا احمد حسین صاحب ساکن راجپور کے قصہ سے معلوم ہوا کہ راجپور بہت دھمکانے کے بھی فضل احمد نے اپنی بیوی کو حلاق نہیں دی اس لئے افضل احمد بھی مرزا صاحب نے انگ کر دیا۔

لقل اصل خطوط جو مرزا صاحب قادیانی نے مرزا احمد بیگ  
اور دیگر رشتہ داروں کو بھیجے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلیٰ و نعبدہ و نؤتمیٰ محمد بن مرزا احمد بیگ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہِ قادیان میں جب واقعہ ہوا کہ محمد فرزند ان مکرّم  
کی خبر سنی تھی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا لیکن بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکا  
تھا۔ اس لئے عزا پر کسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزند ان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے  
کہ شاید اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔ خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت  
معیشت ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحب عمر عطا فرمائے اور  
عزیزی مرزا احمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اس  
کے آگے ان ہوتی نہیں۔ آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو۔ لیکن خداوند علیم  
جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل کلی صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت  
چاہتا ہوں، میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی  
محبت اور غلوں اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے  
ہر ایک ذراع کا آخری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے، جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو  
دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدا سے تعالیٰ قادر مطلق کی  
قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ  
آپ کی دختر کا اس کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا مگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالیٰ کی قسمیں وارد ہوگی  
اور آخر اسی جگہ ہوگا کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس لئے میں نے یمن خیر خواہی  
سے آپ کو بدلا دیا ہے کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا مرزا مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع

ہوں جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ اور میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں حاضر  
ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لئے نہایت درجہ موجب  
برکت ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور  
فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم جس کے ہاتھ میں زمین اور آسمان کی کنجی ہے تو پھر  
کیوں اس میں خرابی ہوگی اور آپ کو شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشین گوئی اس عاجز کی ہزار بار  
لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس  
پیشین گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگتی ہوئی ہے اور ہزاروں  
پادری شرارت سے نہیں بگاڑ سکتے سے منتظر ہیں کہ یہ پیشین گوئی چھوٹی لکھ تو ہمارا پہلہ بھاری  
ہو۔ لیکن پیشین خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔ میں نے لاہور میں جا کر  
معاوضہ کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں منیٰ کے بعد اس پیشین گوئی کے ظہور کیلئے بصدق دل  
دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ جڑ جیسے (لا الہ الا  
اللہ محمد رسول اللہ) پر ایمان لایا ہے، ویسے ہی خدا تعالیٰ کے ان انہامات پر جو تو اتر  
سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے متمسک ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس  
پیشین گوئی کے پورا ہونے کے معاون نہیں تاکہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل  
ہوں۔ خدا تعالیٰ سے کوئی ہندو لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ہو چکا ہے زمین پر وہ ہرگز  
بدل نہیں سکتا، خدا تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات  
ذاتی جس کو اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین  
اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالیٰ عطا فرما دے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی غلطی ہو تو معاف  
فرمادیں۔ والسلام

۱۷ جولائی ۱۸۵۷ء بروز جمعہ

خدا کسار احقر عباد اللہ غلام احمد بنی

السلام بحکم و رحمتہ اللہ..... اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبیب اور نیک خیالی آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں، آپ کو اس سے بہت رنج و غم ہو گا مگر میں شخص مذہب ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناجائز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں آپ کچھ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسنا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ رسول کے دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے، ذلیل کیا جائے، رو سیا کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک کمزور چلانے لگے ہیں اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اگر میں اس کا ہوں گا تو ضرور مجھے بچائے گا اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا، کیا میں چوڑھایا چھار تھا، جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا تنگ تھی، بلکہ وہ جواب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض کہیں جائے مگر یہ تو آزما یا گیا کہ جن کو میں خوش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو، وہ میری وارث ہو، وہ میرے خون کے

پیا ہے، وہی میری عزت کے پیا ہے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا رو سیا ہو، خدا بے نیاز ہے، جس کو چاہے رو سیا کرے مگر اب تو وہ مجھے آگے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو، خدا تعالیٰ سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے، صرف عزت بی بی نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے، بیشک وہ طلاق دے دے۔ ہم مرضی ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے، ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرنا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کر کر آپ کی بیوی صاحب کے نام خط بھیجا، مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کچا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے، ہم اس کے لئے اپنے خونیٹوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے، مرنا مرنا رو گیا، کہیں مرا بھی ہوتا ہے ہاتھ آپ کی بیوی صاحبہ کی مجھ تک پہنچی ہیں۔ بیشک میں ناجائز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں، مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میری عزت ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں، پھر جیسا کہ آپ کی خور و نشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دیدے گا اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کروں گا اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کروں گا اور یہ ارادہ اس کا بند کر دوں گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آہ دیکھ کے لئے کوشش کروں گا اور میرا مال ان کا مال ہوگا، لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں۔ اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جائیں اور اپنی گھر کے لوگوں کو تاج

کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے، ورنہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے اور اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتے ٹاٹے توڑ دیں گا اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔

ورنہ جہاں میں رخصت ہوا ایسا ہی سب رشتہ ٹاٹے بھی ٹوٹ گئے یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم  
راقم خاکسار غلام احمد از نو دبیانہ اقبال ص ۱۸۹

نقل اصل خط مرزا صاحب جو بنام والدہ عزت بی بی تحریر کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلى

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ٹاٹے توڑ دیں گا اور کوئی تعلق نہیں رہیگا اس لئے یہ نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھ کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھ سکتے ہو اس کو سمجھا دو، اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نورین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کر دیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے، سو امید رکھتا ہوں کہ شرعی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آج پہنچا، جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آئے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی

کو تین طلاق ہیں، سو اس طرح پر لکھتے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر قبض احمد کی طلاق پڑ جائے گی، سو یہ شرعی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میرے وراثت سے ایک دانہ نہیں پاسکتا اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھاؤ تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے میں نے عزت بی بی کے بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب ٹیک بات ہو جاتی، مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی دیکھی بات نہیں لکھی، مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کر دوں گا اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے، جس دن نکاح ہوگا، اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہیگا۔

۱۸۹۱ء

راقم مرزا غلام احمد از نو دبیانہ اقبال ص ۱۸۹

از طرف عزت بی بی بطرف والدہ

اس وقت میری برادری اور چاچی کی طرف خیال کرو، مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے، اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتے ہو، اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح رسوائی ہوگی، اگر منظور نہیں تو خیر۔ جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے، اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بنا تو تف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو، تاکہ اس کو لے جائے۔)



۲۰۔ مرزا صاحب کے طالب دنیا اور عبدالکریم اور عبدالرحیم ہیں۔

قولہ: (الف) مالی فتوحات آج تک چند ہزار کے قریب نوح غیب کا روپیہ آیا جس کو شک ہو، ذاکخانہ کی کتابیں دیکھ لے۔ ہفتہ ملخص صفحہ ۸۸ نمبر ۲۸۔

(ب) حاجی سیٹھ عبدالرحمن اللہ رکھتا تھا جرمہ اس نے کئی ہزار روپیہ دیا۔ ہفتہ ملخص صفحہ ۸۸ نمبر ۲۸۔

(ج) شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ روپیہ دے چکے ہیں۔ ہفتہ ملخص صفحہ ۸۸ نمبر ۲۸۔

(د) فاضل رحیم علی کورٹ اسپتال گورداسپور میں روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ ہفتہ ملخص صفحہ ۸۸ نمبر ۲۸۔

(ه) حیدر آباد کی جماعت مولوی سید مردان علی، مولوی سید ظہور علی اور مولوی عبدالنجید صاحب دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔ ہفتہ ملخص صفحہ ۸۸ نمبر ۲۸۔

(و) ضیق نور الدین صاحب پانچ سو روپیہ دے چکے ہیں۔ ہفتہ ملخص صفحہ ۸۸ نمبر ۲۸۔

علی ہذا القیاس ہر طرف سے روپیہ کی درخواست رات دن روپیہ کی آمدنی اور بیڑے میں گزرتا ہے مئی آرڈر پر مئی آرڈر آ رہے ہیں یا قوتیائیں اور زور تیار ہو رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

۲۱۔ برائی اور حرام کی کمائی کے مال کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

قال: انہیں دنوں میں مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ والد پانچ ملوانف، ایک شخص اپنے برے دوست اور ہمارے روپیہ کا قلع کرنا اور اس کا حساب رکھنا اور چاندی پیدا کرنا، مرزا صاحب کے اصل آدمی ہیں۔ جس کی بابت قرآن شریف کی سخت وعیدیں اور عذاب ہیں جیسے اللہ ہر جہل نے فرمایا ہے۔ سورۃ النجم ۷۵۔

لَا تَكُنْ مِنْ قَوْمٍ مُّسْرِئِينَ، الَّذِي يَخْفِیْ مَا تَخَوَّفُ اللَّهُ، أَلَمْ تَكُنْ مِنْ قَوْمٍ لَّيْلِيْنَ فِي الْمَعْصِيَةِ الْآتِيَةِ، مَنِيْ خَالٍ، ہر طرف سے روپیہ کی آمدنی اور بیڑے میں گزرتا ہے مئی آرڈر پر مئی آرڈر آ رہے ہیں یا قوتیائیں اور زور تیار ہو رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

کاموں اور پیشہ سے تائب ہو کر موعود مسلمان ہو گیا ہے اور اسکے پاس چند ہزار روپیہ حرام کی کمائی کا موجود ہے، جس کو وہ بوجہ اتقاء اور پرہیز گاری کے اپنے کام میں خرچ نہیں کرتا مرزا صاحب نے یہ خبر فرحت اثر سن کر فوراً کہلا بھیجا کہ دو کھ روپیہ ہمارے پاس بھیج دو، ہم اشتہار دیتے وغیرہ میں خرچ کریں گے، جب والد کو نے دیگر علماء و علماء سے اس کے جواز کا فتویٰ پوچھا تو انہوں نے منع کر دیا کہ راہ خدا میں ایسے روپیہ کا دینا ہرگز جائز نہیں اس سبب سے مرزا صاحب کا یہ شکار خالی گیا۔ ہفتہ ملخص صفحہ ۲۸۔

ہفتہ ملخص صفحہ ۲۸۔

### خاتمہ کتاب اور التماس بخیر مت شریف علماء و فضلاء و مفتیان

شرع العلیا اللہ ہم اللہ تعالیٰ بطور استثناء

الحمد لله والحمد للہ کتاب ہذا مختصر باب و موضوع اب رسائل اربعہ انجاء ام التعمیم و ضمیمہ تصنیف مرزا غلام احمد قادیانی بجا عرض عدیم الغرضی پانچ ماہ کے عرصہ میں شتم ہوئی۔ میں نے اس میں مرزا صاحب کے خیالات ابتدائی و انتہائی کو حقیقی الوضوح انکس کی تالیفات سے نہایت تہذیب کے ساتھ نقل کیا ہے بعد اس کے ہن کے دعاوی نبوت اور توہینات انبیاء علیہم السلام اور عقائد اور اعمال کو بھی انہیں کی تصانیف الہامی سے ہدینا ظہرین کیا ہے اور علمی بحث میں اور آیات و احادیث کی تاویلات اور منطقی جھگڑوں اور صرف و نحو کے کھیلوں سے بالکل تعلق نہیں رکھا اور نہ اس طرف رجوع کیا کیونکہ عوام کو ان سے دلچسپی نہیں ہوتی اسی واسطے میں نے زیادہ تر

(۱) کوئی مسلم شخص یہاں تک کہ میں اگلے سال عیسائی یا یہودی ہو، دس گواہی وقت مرتد ہو گیا، ای صریح سے اگرچہ مرزا صاحب کو بدعتی سے حرام کی کمائی کا مال نہیں ملا لیکن اس کی نیت و ارادہ اور عہد و اہتمام کے عمل کا ثبوت جاری ہو گیا اور چاہے وہ کالاً العیاذ باللہ ہوتا۔ دیکھو کتاب عقیدہ۔

عوام کے ہی سمجھانے کے لئے کوشش کی ہے اور یہی مدعا ہے۔ امید ہے کہ جہاں کہیں کوئی مسو یا غلطی یا بھلائی ہو، بشریت ہو، کوئی ہو تو اس سے معاف فرما کر اصلاح فرمائی جائے اور بالخصوص حضرات علم و فضل و مفتیان شرع و بین متین کی خدمت بابرکت میں نہایت ہی اوب سے انتہا ہے کہ مجھے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے کوئی ذاتی عداوت یا دشمنی نہیں ہے بلکہ وہ میرے ہم وطن ہیں اور مرزا سلفان احمد صاحب تحصیلدار ضلع ملتان مرزا صاحب کے فرزند کلاں میرے نہایت دوست ہیں اور انھیں ایک ایسی مرزا صاحب ان سے ناراض نہیں ہوئے تھے۔ میں اور وہ ایک ہی وقت میں ۱۸۸۷ء پولیس ضلع گورداسپور میں نوکر ہوئے تھے اور چند روز کے بعد وہ صیغہ سول میں نوکر ہو گئے تھے مگر اس وقت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے فوراً کاپاپت لی اور کاپا بھی ایسی چلی کہ شناخت کرنا ہی نہایت مشکل ہو گیا اور اسلام کے دائرہ سے ایسا تجاوز کیا کہ گویا استغناء قلعی داخل کر دیا۔

حضرات علماء!! مرزا صاحب کے خیالات، توہمات، الہامات، وسوسات، دعاوی نبوت اور توہینات انبیاء بہم اسلام و عقائد و اعمال پر توجہ مبذول فرما کر عوام کو صاف صاف طور پر اس ابتلاء سے بچائیں۔ اور اپنے فراموشی کے پورا کرنے میں سعی فیض فرمائیں۔ اور اس خاکسار کو راہِ مہد کو دعائے خیر سے مشکور فرمائیں۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب۔ آمین ثم آمین۔ نام اس کتاب کا خدا کی طرف سے نارنجی طور پر حسب ذیل رکھ گیا۔

”کلمہ فضل و رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی“

راقم عاجز فقیر فضل احمد علی وکورت انسپٹر لودیانہ اخیر ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ ہجری المقدس۔

## روایا صادقہ

آج واقعہ ۵ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ ہجری المقدس کی صبح ساڑھے چار بجے جبکہ میں مسودہ اصلی پر سے پورے طور پر کتاب پڑا کھ چکا اور مختصر کر چکا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ مجلس میں جہاں قریبا سات آٹھ آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب پیشانی مبارک مدرسہ نور مئٹ سکول لودھیانہ بھی میرے پاس رافضی طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی وہاں پاؤں پھاڑے پڑے ہیں۔ مرزا صاحب کا سر تنگ ہے اور سران کا عین وسط سے لیکر پیشانی تک استرہ سے منڈا ہوا ہے (خلاف شرع) اور دائرہ آپ کی قبلی سے کٹری ہوئی ہے (خلاف شرع) اس مجلس میں سے کسی شخص نے کہا کہ آپ سب لوگ مرزا صاحب کے مخالف کیوں ہیں؟ میں نے کہا کہ ہم کو بلکہ کل اہل اسلام کو مرزا صاحب سے کوئی ذاتی یا دنیوی غرض سے مخالفت نہیں مرزا صاحب نے ہی اپنے عقائد اور اعمال اہل اسلام کے مخالف کر لئے ہیں، یہی وجہ مخالفت ہے۔ مرزا صاحب نے کہا، اپنی کوئی کچھ کہہ دے (بجانبی) یعنی یونہی مانع کوئی کچھ کہہ دے۔ میں نے کہا مرزا صاحب! کیا آپ کے کل الہاموں اور مؤلفہ کتابوں میں عقائد اور اعمال درج نہیں ہیں؟ کیا ان تحریری دستاویزات سے جو بڑی قحطی سے شائع کئے ہیں انکار ہے؟ مانع کہیں کسی کو کیا ضرورت ہے جب مرزا صاحب نے کھسالی صورت بنائی اور نیچے آٹھائیں کر لیں اور خاموش ہو گئے اور جواب نہ دیا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی، گھڑی (کھڑک) کو دیکھا ساڑھے چار بجے تھے، مجھے اس خواب سے نہایت ہی اطمینان ہوئی۔ حضرات ناظرین بھی اس کی تعبیر سمجھ نہیں۔ اور یہ بھی عرض کر دینا ناظرین کے لئے خالی از منفعہ تعارف نہ ہوگا کہ خاکسار راقم الحروف ملازم پولیس ہے اور سخت درجہ کا گنہگار لیکن الحمد للہ عقائد و اعمال بمطابق جمہور اہل اسلام کے عین مطابق رکھتا ہے۔ یہی امید فضل رحمانی سے ہے۔ مغفرت



## اسلام بک ملکز رو قطعہ

حسب درخواست جناب مرزا غلام احمد صاحب خف مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم آج واقعہ ۲۵ جون ۱۸۹۸ء یوم شنبہ وقت ۷ بجے بمقام قادیان تحصیل بنالہ ضلع گورداسپور آیا اور یہ دستاویز صاحب موصوف نے بغرض رجسٹری پیش کی۔ العبد مرزا غلام احمد راہن۔ مرزا غلام احمد تقلم خود ۲۵ جون ۱۸۹۸ء دستخط احمد بخش رجسٹرار، جناب مرزا غلام احمد صاحب خف مرزا غلام مرتضیٰ صاحب ساکن دیکس قادیان تحصیل بنالہ ضلع گورداسپور جس کو میں ہدایت خود جانتا ہوں۔ تکمیل دستاویز کا اقبال کیا وصول پائے مبلغ ۵۰۰۰۰ روپے ۱۱ روپے کے قلمبند ۱۱ روپے کا نوٹ اور زیورات مندرجہ ہذا میرے روپر حضرت میر ناصر نواب والد مرحوم لیا سطر ۹ میں مبلغ ۱۰۰ روپے کی قلمبند کر کے بجائے اس کے ہمارا لکھا ہے از جانب مرحوم ناصر نواب حاضر ہے العبد مرزا غلام احمد راہن۔ مرزا غلام احمد تقلم خود ۲۵ جون ۱۸۹۸ء دستخط احمد بخش سب رجسٹرار دستاویز ۱۸۹۸ء میں نمبر ایک بعد ۳۶ بعد ۲۶ ۲۶۸ پر آج تاریخ ۲۷ جون ۱۸۹۸ء یوم دو شنبہ رجسٹری ہوئی۔ دستخط احمد بخش سب رجسٹرار۔ اس رجسٹری پر علامہ احمد بخش صاحب قادیان نے اپنے ایک اشتہار میں مندرجہ ذیل رہنمائی کیا ہے۔

## رجسٹری مذکورہ بالا پر ہمارا منصفانہ رہنمائی

اگر مرزا صاحب کو مصرعہ ”سپ وزن شمشیر و قادیان کہ دید“ کی خبر آتی تو ہرگز اپنی بیوی کے نام رجسٹری نہ کراتے، مرزا صاحب نے خواہ مخواہ ای لٹائف اکیل طبع دنیوی سے نصرت جہاں بیگم کو راضی کر لی و شش کی۔ جب مرزا صاحب کو کچھ روپیہ وغیرہ کی ضرورت آئی تو اس عقیفہ نے ایک جملہ تک نہیں دیا کہ مرزا صاحب کے وقت بے وقت

کام آتا بلکہ اس نے زیورات کے عوض جناب سے تمام باغات زمین وغیرہ زمین و گروہی کرائی۔ اور رجسٹری کرائی، کیا یہ سب باتیں اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کی ہیں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں، اس نے ایسے شخص کا فر بلکہ کفر کا ذرا بھی اعتبار نہیں کیا، پس جب گھر کا یہ حال ہو رہا ہے تو دوسروں پر کیا شکایت۔ (اول) ہم پوچھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو زیورات مالیتی پانچ ہزار روپے کے عوض باغات و اراضی وغیرہ اپنی بیوی نصرت جہاں بیگم کے پاس گروہی رکھ کر رجسٹری کرادی ہے تو یہ زیورات آپ کی اہلیہ کے پاس آپ کے دیئے ہوئے تھے یا نہیں اگر آپ کے ہی تھے تو کیا آپ کو بوقت ضرورت اس سے عاریتاً لینے کا حق نہ تھا اگر تھا تو اس کے عوض اس قدر اراضی باغات کا یہ گروہ نامہ رجسٹری کرادینا دوسرے لوگوں فضل احمد صاحب و سلطان احمد صاحب کے حقوق کو زائل کر دینے کا مشافہانہ نہیں کرنا، آپ کے بعد اس جہاں سے گم ہوتے ہی ڈھائی منٹ میں یہ رجسٹری منسوخ ہو جائیگی۔ مرزا صاحب کیا خداوند تعالیٰ کا بھی حکم ہے کہ حقداروں کے حقوق چھین کر دوسروں کو دیئے جائیں؟ (دوم) آپ کو اس قدر روپیہ کی ضرورت تھی کہ آپ نے یہ کام بھی خلاف شرع کیا۔ (سوم) آپ جبکہ اس قدر مالدار ہیں تو آپ کا دعویٰ کہ میں مثیل مسیح ہوں کس طرح سچا سمجھا جائے، جبکہ خود مسیح جس کی آپ مثیل بنتے ہیں فرماتے ہیں کہ چند پرند کے لئے تو بھرا کرنے کے لئے جگہ ہے مگر ابن آدم (یعنی مسیح) کے لئے کوئی جگہ نہیں کہ وہ اپنا سر چھپا رکھے۔ (چھارم) اگر آپ نصرت جہاں بیگم سے زیورات مالیتی پانچ ہزار لے لیتے اور اس کے عوض باغات زمین وغیرہ نہ عائد ہو تو ہم کہتے ہیں کہ اپنے اس جھگڑے کو اپنی عین حیات میں مطابق شرع محمدی کیوں فیصل نہیں کیا۔ (پنجم) جو اراضی و باغات آپ نے نصرت جہاں بیگم کے پاس گروہی کر دی ہیں اس کی آمدان و خرچ کا حساب



کوئی دوسرا انجام دے تو آپ کی اجازت درکار ہے یا نہیں اگر ہے تو کیوں۔ ہنس۔ بارغ کے پھل وغیرہ کو آپ اپنی بیوی کی بلا اجازت حاصل کر چکے یا نہیں اگر حاصل کر چکے تو کیوں! غرضیکہ مرزا صاحب کو رتی رتی پھول پر شرعاً اجازت لینا پڑیگی ورنہ حرام کھائیں گے۔

خادم قوم ملا محمد بخش قادری منجراخبار حضرت زلیلا ہور۔

## مرزا صاحب قادیانی کے دستخطی خطوط اور ان کے مضامین کی تصدیق کے متعلق تازہ خطوط اور مصنف کتاب کا مذہبی خیال

از ہندہ مسکین محمد حسین مٹھی۔ راولپنڈی ۳ اگست ۱۸۹۸ء۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لحماء ونصالی

حضور من۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ درود اعزاز نامہ سے شرف و ممتاز فرمایا۔ (۱) اب اصل ماجرا عرض کرتا ہوں، جس روز ہندہ نے حضور کی خدمت بابرکت میں نیاز نامہ لکھا۔ اس سے دوسرے روز قادیان سے میرے حضرت کا فرمان فیض بنیان معہ ایک نقل رہن نامہ رجسٹری شدہ کے شرف صدور لایا جو بھلے ارسال حضور ہے۔ (۲) قادیانی نے اپنی جائیداد جدی میں سے ایک باغ اپنا منکوحہ کے نام رہن کر دیا ہے اور اس کی عوض اس سے زیور اور نوٹ کر لی گئے ہیں۔ چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار کے نوٹ ہر ایک غلمند سوچ سکتا ہے کہ یہ کام اس مرزا نے فقط اس غرض سے کیا ہے تاکہ دوسرے لڑکے جو پہلی بیوی سے ہیں، محروم رہ جائیں۔ بھلا خیال تو فرمائیں کہ زیور اور نوٹ بیوی کہاں سے لائی۔ آپ خود اس کے والدین کی کمائی کے ہیں، دوسری بعد لکھنؤ رہن نامہ کے مرزا

موصوف نے وہ زیور کیا کیا۔ بیوی ان کو دے دیا ہوگا۔ یہ فقط ایک دھوکہ تھا۔ حضور پر پہلے بھی روشن ہے کہ مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کے گھر میں ہمارے حضرت مرزا علی شیر صاحب کی حقیقی چھوٹی تھی۔ اور علی ہذا التیاس۔ مرزا غلام احمد کی بیوی بیوی بھی ہمارے حضرت کی حقیقی ہم شیر ہے جو عرصہ دو ماہ سے فوت ہو گئی ہے اور اس کے بطن سے دو بیٹے ہیں، بڑے کا نام سلطان احمد جو آجکل ملتان کے ضلع میں تحصیل شجاع آباد میں تحصیلدار ہے اور چھوٹے کا نام فضل احمد جو ہمارے حضرت صاحب کا داماد ہے، مرزا غلام احمد کے ایک بھائی ان سے بڑے اور تھے جن کا نام غلام قادر تھا، وہ بے اولاد تھے انہوں نے سلطان احمد فرزند کا ان مرزا صاحب کو اپنا منکوحہ کر لیا۔ لہذا کل جائیداد بین نصف مرزا غلام احمد اور نصف سلطان احمد حصہ دار ہے، اب فضل احمد چھوٹا بیٹا مرزا کی جائیداد کا حسب حصہ حقدار ہے کیونکہ مرزا کی دوسری بیوی سے جس کے نام باغ رہن کیا گیا ہے شاید دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے اب فضل احمد کو اس جدی جائیداد سے محروم کرنے کے لئے مرزا صاحب قادیانی نے یہ حیلہ کیا ہے کہ باغ بیوی کے نام رہن کر دیا اور باقی جائیداد کا کوئی اور بندہ دست کر لیا۔ خیر حضور کو یاد ہوگا، کہ مرزا کے دونوں مخالف مرزا علی شیر اور ان کی بیوی کے نام ہیں، ان میں حضور نے پڑھا ہوگا کہ ”مرزا فضل احمد نے میرے کہنے سے اپنی منکوحہ دختر مرزا علی شیر کو طلاق نہ دیا تو وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پاسکتا۔“ مرزا صاحب اسی امر میں ساعی رہے کہ میرے ہر دو بیٹے اور مرزا علی شیر صاحب اور ان کی زوجہ جو مرزا احمد بیگ کی ہم شیرہ نہیں اپنے بھائی سے لڑ بھڑ کرنا۔ پر راضی کریں تاکہ میرا الہام سچا ہو۔ مرزا صاحب علی شیر کی ہم شیرہ یعنی اپنی بیوی کو انہوں نے جیسی سے ناراض ہو کر الگ کر دیا ہوا تھا کہ اس نے کچھ نمایاں کام نہ کیا وہ اپنے بیٹے سلطان احمد کیساتھ تھی۔ چونکہ ان کے مخالفین نے مرزا صاحب کی کچھ بھی بددش کی، لہذا ان سب کو الگ کر دیا اور ان سے کھانا پینا

گفتگو کرتا بالکل ٹک کر دیا۔ بلکہ یہ لوگ مرزا کی الہامی جوہر کے نکاح میں شریک ہوئے اور اس کو نبوتِ الحق اس مجھ کر جلدی اس امر میں کوشش کر کے اس کا نکاح موضعِ پٹی میں ایک لڑکے سخی مرزا سلطان محمد سے کرا دیا اور مرزا صاحب اپنے ایک خط میں فرمایا تھے ہیں کہ ”اس نکاح کے شریک میرے دشمن ہو گئے“۔ افسوس مرزا صاحب کی عقل پر الہامی بات اور بندوں پر مخالفت کے سبب غصہ۔

ج چوڑا اور راست دروے کہ بکف چراغِ وارو

خیر فضل احمد نے مرزا صاحب اپنے والد کی عدولِ علمی کی، کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق نہ دیا۔ اسی لئے فضل احمد اور، اور متعلقین سے قطعِ طلاق کر رہے ہیں۔

ابنِ اجد مفصل حال کی عرض ہے کہ نفسِ رحمن نامہ رجسٹری شدہ ارسال حضور ہے اس کو بھی درجِ کتاب فرمادیں۔ حضرت صاحب نے یہ شیعہ کی نقل حکمانہ کے ساتھ بندہ کو بھیجی ہے اور باپس القائل لکھا ہے۔ ”وہ شیعہ کا کاغذ بھیجا جاتا ہے، اس کی نقل کر کے اپنے پاس رکھ لو۔ اور اصل کا کاغذ کورٹ انسپکٹر صاحب کی خدمت میں بغرض اندراج کتاب بھیج دو۔“

باسمہ سبحانہ،

مخدوم مکرم بندہ حضرت مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
آپ کا نوازش نامہ معہ دو کاپی کتاب کلمہ نفسِ رحمانی شرفِ صدور لایا اور منکلو فرمایا، جناب سن مرزائی گروہ کے معلومات سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان کو پیغمبر کے حالات اندرونی معلوم نہیں ہیں۔ اسی لئے دھوکہ میں ہیں، کتنی بڑی موٹی بات سے انکار کر دیا۔ لاجول ولا فیرۃ الا باللہ، بندہ خدا مرزا فضل احمد ان کا کوئی پتہ نہ ہو تو مجھے اس کے بیٹے بنانے کی خواہ مخواہ کیجیے ضرورت ہے۔ جو کچھ کہ خطوط مرزا صاحب قادیانی میں درج ہے، اس میں ایک

سرمو فرق نہیں، میں بھی باشندہ اسی ضلع کا ہوں، مجھے خود اس کا علم ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب فرزند محمد مرزا صاحب اور بندہ ایک ہی ماہِ شعبان ۱۲۸۵ء میں محکمہ پولیس گورداسپور میں ملازم ہوئے تھے اور اکتھے قلعہ پر پڑ کر رہے اور وہ میرے نہایت دوست ہیں، پھر محکمہ پولیس کو چھوڑ کر مولیٰ میں ملازم ہو گئے تھے۔ مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد دونوں حقیقی بھائی پہلی بیوی سے ہیں، جس کو مرزا صاحب نے ناراض ہو کر الگ رکھا تھا اب عرصہ دو ماہ سے انکا انتقال ہو گیا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرزا فضل احمد مرزا صاحب قادیانی کا فرزندِ ولید ہے، جس نے باوجود سخت دھمکانے مرزا صاحب کے اور خوف دلانے محرم الارث کرنے کے اپنی بیوی کو جو مرزا علی شیر صاحب کی دختر ہے طلاق نہ دی، جس کا نتیجہ مرزا صاحب نے حسب وعدہ خود یہ دکھایا کہ ان کو محرم الارث کرنے کے لئے اپنی جائیداد کو پانچ ہزار میں اپنی بیوی کے پاس گروی رکھ دیا ہے، جس کی رجسٹری آپ کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے، زیادہ طویل تحریر سے کچھ فائدہ نہیں۔ اب میں دو خط مرزا احمد حسین صاحب ساکن راہون ضلع جالندھر تلخیز و مرید حضرت مرزا علی شیر صاحب احمدی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آپ کی خدمت میں اس عریضہ کے ساتھ بھیجتا ہوں، جس سے ایسی تسلی ہو جائیگی کہ چس و چرا کرنے کی بھی نوبت نہ ہوگی۔ مجھے نہایت افسوس اور ساتھ ہی اس کے نہایت توجہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی لوگوں کے دماغ میں ایسی ضد بھر گئی ہے کہ جب کسی کو مخالف دیکھتے ہیں تو اس کو بھی دھمکی ایک سال کی پٹشیں گوتی اس کی موت کی بابت دہیٹے ہیں۔

اس بات کو میں اپنی کتاب میں بھی درج کر چکا ہوں کہ مرزا صاحب نے بھی یہ دعائے میرے مخالف بقول ان کے راستہ پر آجائیں، جب غصہ میں آئے یہی پٹشیں گوتی کی کہ وہ ہندو ماہ میں مر گیا، وہ ایک سال میں مر گیا۔ مزہ تب تھا کہ مرزا صاحب کی دعا سے

لیکھرام مسلمان ہوتا، پوری بھری کھارک صاحب بہادر ایمان لاکر اسلام قبول کرتے ماسٹر مرلی دھر مسلمان ہوتے۔ عبداللہ اعظم ایمان قبول کرتے، مرزا امام الدین بیگ برادر کاں مرزا صاحب برے نہ بنتے۔ مرزا صاحب کی اولاد بھی مرزا صاحب کو قبول کر لیتی۔ قادیان کے لوگ بھی ایمان لے آتے۔ اتنی شورشاری اور صرف ۳۱۳ مرید وہ بھی ذلیل یقین۔

مرزا صاحب کی الہامی جو روح جس کا نکاح مرزا صاحب کے خدا نے آسمان پر کر دیا تھا۔ مرزا صاحب کے دیکھتے دیکھتے اور ان کے خدا کی موجودگی میں دوسرے شخص مرزا سلطان محمد ساکن پٹی علاقہ لاہور کے گھر میں آباد اور شاد۔ بلکہ صاحب اولاد نہ ہوتی افسوس۔ میں نے اپنی کتاب میں مرزا صاحب کو کافر کہہ جب مخالف بزرگوں اسلام مسلمانوں کا دشمن عبدالہ نائیر اور دہام وغیرہ خارج از اسلام لکھ دیا ہے۔ میری کتاب کا پچھلا حصہ جس میں توہینات انبیاء علیہم السلام دعویٰ نبوت، عقائد اعمال مرزا صاحب کے درج ہیں۔ صاف ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب، بموجب اقوال خود کافر اور نائب دجال وغیرہ ہیں۔ اور یہی میرا عقیدہ ہے اور وہی ہی مرزا صاحب کو جہنم ہوں۔ ان کا دعویٰ شیخ موعود اور مہدی مسعود اور مجدد وغیرہ کا بالکل لغو اور جھوٹ ہے، بس جو مرزائی اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ فضل احمد مرزا صاحب کا کوئی بیٹا نہیں وہ مع مرزا صاحب اس بات کا انکار لکھوا دیں یا مرزا صاحب خود ان خطوط کا انکار کر کے اشتہار دیں کہ یہ خطوط جھوٹے اور جعلی ہیں۔ اور پھر اپنی موت کے بارہ میں ایک سال یا جتنا مناسب سمجھیں، اقرار شائع کر دیں۔ اگر وہ سچے ہیں مگر وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ آپ کی ان خطوط سے جو بھیت ہوں اور بھی تسلی ہوگی۔ اور مرزا صاحب اور مرزائی، خطوں نام ہوتے۔ مرزائی لوگوں و شرم کرنی چاہتے، میں نے اپنا عقیدہ لکھ دیا ہے اور جو کتاب میں مدلل نکلتا ہے، مرزا صاحب یہ ان کے حواریان ایک دفعہ نہیں پیشین گوئی کرتے پھر میں اور میرا بھی مقدر کر لیں، بندہ ان گیدڑ ٹھکیوں سے

نہیں ڈرتا۔ مرزا صاحب اپنی پیشینگوئیوں سے عبداللہ اعظم کو تو مار چکے ہیں۔ اپنی الہامی جو رو کے خلاف کو مار چکے، مرزا امام الدین کو مار چکے، پادریوں، آریوں کو مار چکے۔ اگر مرزا صاحب ایسا کر چکے ہیں تو سچے ہیں ورنہ وہی کذاب جب یہ حالت ہے تو مسلمانوں کو موت کی پیشین گوئی کی دھمکی دینا سچ ہے۔ پہلے مولوی محمد حسین صاحب بڑی لوی کو ہی مارا ہوتا، یا مولوی عبدالحق امرتسری کو فٹا کیا ہوتا۔ کیا شرم کی بات ہے، خدا کا خوف کرنا چاہئے۔ ظلم من! مرزائیوں کی ایسی ونسی باتوں پر امید ہے کہ آپ بالکل خیال نہ فرما کیے، فرمایا ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ کبھی کوئی بات بلا تحقیق و درج نہیں کرتا نہ کروں گا اور نہ کبھی کی ہے، لکھے مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے تمام جہاں کے بزرگوں، مولویوں اور انبیاء کو گالیاں دے کر عام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے۔ آپ چاہتے ہیں، میں ملازم سرکار ہوں، مجھے کسی سے لڑائی کرنا یا جھگڑنا کیا ضرور۔ بھائی مسلمانوں کی خیر خواہی اور اسلام کی حفاظت کی غرض سے کتاب لکھ دی ہے، خدا جس کو ہدایت دے، ویسے تمام دنیا ایک طرف مرزا صاحب اکیلے ایک طرف۔ بلا محنت حکم النکل منقولہ ہے۔

نیا زمند فضل احمد علی مرزا نور پانا ۱۱ ستمبر ۱۸۹۸ء

از ہندہ مسکین محمد حسین علی، راہون ۳۱ مئی ۱۸۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

جناب من السلام بکم رحمہ اللہ و رکعہ الفجار نامہ فیہ شرح شامہ بدر کی طرح شرف و رودل یا ہندہ کے دل و جان کو مرفرازی سے سراپا روشن فرمایا، شافی مطلق علی شانہ بحرمت رسول منقولہ ہے

آنحضور کو صحت تکی، عصا فرمائے۔ آمین، آمین۔

(۱) حضرت مرشد ارشدی مرزا صاحب بھی شیر صاحب، ام بیہم قادیان ہی کے باشندے ہیں۔ اور مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم والد مرزا غلام احمد کے گھر میں انکی حقیقی چھوٹی تھیں۔ غلام احمد کی پہلی بیوی میرے حضرت کی حقیقی ہمیشہ ہیں۔ جن کے بطن سے دو فرزند بڑا سلطان احمد اور چھوٹا فضل احمد ہے اول الذکر تحصیل شہار آباد ضلع ستان میں تحصیل دار ہیں۔ اور فضل احمد کو مرزا صاحب علی شیر کی بیٹی بیایا ہوئی ہے۔ گو مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے فضل احمد کو ہر طرح چال بازی اور خاطر داری اور جائیداد سے بے تعلقی کر دینے کی دھمکی بھی دی۔ مگر اس نے ہرگز طاعتی دین منظور نہیں کیا، اور وہ اپنے باپ غلام احمد کا سخت مخالف ہے، اور اپنی بیوی سے ہر طرح سے راضی و خوشی ہے۔ بڑا بیٹا بھی مرزا سے مخالف ہے، ہاں مرزا نے اپنی بڑی بیوی ان دونوں کی والدہ کو اپنے سے علیحدہ کر دیا ہے اور مرزا صاحب علی شیر اپنے بھائی کے ہاں قادیان ہی میں رہتی ہے۔ مرزا غلام احمد اور ہمارے حضرت کے مکان میں صرف ایک دیوار ہی ہے۔ بندہ خود قادیان جا کر دیکھ آیا ہے۔ ایک طرف وہ رہتے ہیں، ایک طرف وہ اور حضرت صاحب مرزا علی شیر کی ہمیشہ کا نان نفقہ اس کا بڑا بیٹا سلطان احمد تحصیلدار رہتا ہے۔

(۲) مرزا احمد بیگ ہشیار پوری کی ہمیشہ ہمارے حضرت کے نکاح میں تھیں جو کئی سال سے انتقال کر گئیں، جن کی بیٹی کے بارے میں مرزا کا الہام ہے۔

(۳) شاید حضور نے ایک شخص خاکی شہرہ یا شہدہ راہون کا ماحولہ فرمایا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے معتقد اور مرزا صاحب قادیانی کے خلیفہ حکیم نور الدین صاحب کے قدم بقدم چلنے والا ہے، وہ چند مہینے ہوئے راہون میں آیا اور اس نے مرزا کے مسجود اور مہدی مسعود ہونے کے بابت بڑی واعظ کی اور اکثر شہر والوں کے اعتقاد میں فرق ڈالا۔ اس شخص

کو مرزا کا بندہ نے سارا حال سنایا کہ مرزا کے دستخطی خطوط میرے حضرت کے پاس ہیں اور ہم تو اس مرزا کو بڑا امکار اور کذاب جانتے ہیں۔ بندہ نے حضرت کی خدمت میں نیاز نامہ بطلب خطوط لکھا، چونکہ حضرت عرصہ ڈیڑھ سال سے راہون میں تشریف نہیں لائے تھے، بندہ کی عرض پر مدد ہر خطوط تشریف لائے، خاکی شہر پہلے ہی چلتا ہوا۔ راہون میں یہ ہر سہ خطوط سب روسا کو رکھلائے گئے، جس سے مرزا کا کمر اور غریب اظہر من الشمس ظاہر ہو گیا۔ جب حضور کا فرمان ملے ہر سہ خطوط کا صادر ہوا تھا اور معرفت چچا صاحب غلام الدین بندہ کو ملا تھا اس وقت میرے حضرت رز کی معذرت میں ہوا ہوں سے چھ کوس کے تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے فرمان کو پڑھ کر بندہ خود جا کر ہر سہ خطوط بڑے اصرار سے لایا تھا وہ فرماتے تھے کہ کہیں گم نہ ہو جائیں۔ آجکل وہی خاکی شہر قادیان میں ہے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خط جلدی راہون سے میرے پاس روانہ کرو۔ اس لئے بندہ نے حضور کی خدمت بابرست میں عریضہ لکھی خطوط لکھا تھا۔ شاید آنحضرت نے اسی خاکی شہر کو دکھانے ہوئے تھے۔ آپ بلا اشتباہ ان خطوط کو مشتہر فرمادیں، بندہ حضور کو پورا یقین دلاتا ہے کہ حضرت مرزا علی شیر صاحب ہرگز ہرگز اس پائے کے آدمی نہیں کہ حق کی مخالفت کریں۔ حضرت حاجی محمود صاحب جاندھری نقشبندی کے خلیفہ ہیں اور اس وقت ان کی نظیر کا درویش باخدا کم ہوگا۔ شاید حضور نے بھی جاندھری پولیس میں آنحضرت کی زیارت کی ہوگی، جس وقت خط میں رز کی سے لینے گیا تھا تو انہوں نے اس وقت بھی مجھے تاکید فرمایا تھا کہ دیکھنا کہیں گم نہ ہو جائیں اور لدھیانہ سے واپس آنے کے بعد رجسٹری کر آکر ہمارے پاس بھیج دینے بندہ نے عرض کی کہ بہت خوب۔

(۴) لہذا اب اخیر کی عرض یہ ہے کہ ہر سہ خطوط تو بسبیل ذاک یا کسی خاص معتبر کے ہاتھ لٹاے ہیں بندہ کے روانہ فرمادیں۔ اور کسی طرح کا شک و شبہ اپنے خیال مبارک میں نہ



لائیں۔ بندہ نے مفصل سب حال عرض کر دی ہے، اب بندہ کو بھی انشاء اللہ امید ہے کہ حضور کے کل شبہات دور ہو جائیں گے۔

از بندہ مسکین مرزا احمد حسین علی مد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و تصلی علی رسولہ الہی الکریم۔

جامع فضائل و کمالات روحانی و ایمانی حضرت مولانا مولوی صاحب دام برکاتکم و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اشتہار است مرسلہ آنحضور مع اعزاز نامہ پہنچے، حضور نے اپنے اخلاق بزرگانہ و بیح کریمانہ سے اس قدر اس عاجز کو ممنون احسان فرمایا ہے جس کا بیان مالاکلام ہے، البتہ اللہ جل شانہ ہم ہر سال کے عوض میں اپنی رحمت کاملہ سے آنحضور ﷺ پر رحمت فرمائے۔ اور اپنی درگاہ عالیہ سے حضور کو اپنے خاصوں کے زمرہ میں منسلک فرمادے۔ آمین ثم آمین، محرمت سیدہ الم و سرور بنی آدم ﷺ حضور کے اشفاق نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا کیاں بھائی صاحب مرزا فضل احمد کو مرزا غلام احمد صاحب کا بیٹا ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اور دختر مرشدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مشکوٰۃ خواجہ مرزا فضل احمد کو مرزا صاحب کی بہو ہونے سے بھی منکر ہیں، یہ انکار ان حضرات کی لاعلمی پر دال ہے، یہ انظر بھی حضور ای کا فقرہ لکھتا ہے کہ انہوں نے مرزا کیوں کو اپنے خفیہ کے گھر کا حال بھی معلوم نہیں ہے، بندہ نے جو کچھ پیسے عربیوں میں حالات عرض کئے ہیں۔ بوجہ ہم قوم ہونے کے اچھی طرح معلوم ہیں۔ اس میں ہرگز کچھ بھی غلطی نہیں ہے۔ جو صاحب اس کو غلط سمجھیں، مانجیں ان معاملات سے بے خبری ہے، کسی اور مرزا صاحب کے رشتہ دار سے اگر یہ امر دریافت کیا جائے تو، بھی اسی طرح بیان کریں گے۔ مرزا صاحب خود بھی فضل حمد کے بیٹا ہونے سے انکار نہیں کر سکتے، اگرچہ نکاح میں پوشش نہ کر لے کی وجہ سے اس سے ناراض ہیں۔

مرزا صاحب سے ان کے معتمدین دریافت کر لیں۔ مرزا سلطان احمد و فضل احمد کی والدہ یا دوسرے الفاظ میں ہمارے حضرت صاحب کی حقیقی ہمشیرہ کو مرزا صاحب نے طلاق تو نہیں دی۔ مگر ان کو جب سے ان کی الہامی زوجہ کا نکاح سلطان محمد سکھ پتی سے ہوا، الگ کر چھوڑا تھا۔ کسی قسم کا تعلق خرچ وغیرہ کا نہیں رکھا تھا۔ مرزا سلطان احمد اپنے بیٹے کے مکان میں ان کی والدہ شریفہ رنجی تھیں۔ بالکل آمدورفت گھٹ کا م باہمی بندرگی۔ حتیٰ کے عرصہ چند ماہ کا ہوا کہ اس مرحومہ نے اس جہان سے رحلت کی۔ بندہ قادیان جا کر اخیر جنوری ۱۸۹۳ء میں یہ امر چشم خورد کیا آیا تھا۔ اور وفات تک وہ اسی طرح مژدہ گئیں۔ کسی طرح سے مرزا صاحب نے ان سے صفائی نہیں کی۔ بلکہ مجھے کامل امید ہے کہ ان کی چہیز و تحفین میں بھی مرزا صاحب شریک نہیں ہوئے ہوں گے کیونکہ اسی نکاح سے سب رشتے داروں سے مرزا صاحب موصوف نے قطع تعلق کر دیا ہے اور مرزا صاحب حضرت خواجہ محمد علی شیر سے اور احر مرزا غلام الدین و کمال الدین سے (امام الدین پیر خا کروہان کے بھائی ہیں) رشتہ فاطمہ مرگ شادی پر آمدورفت بند ہے۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے، چوری واقفیت سے لکھا ہے اور یہ یقین ٹھیک ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا عرض کروں، ایک بات بندہ بجز عرض کرے گا، وہ کیا کہ مرزا صاحب اپنی بڑی بیوی صاحبہ کے جنازہ پر تشریف لے گئے یا نہیں، اوپر کی مطرووں میں بندہ نے اپنا قیاس ظاہر کیا ہے۔

دختر مرزا احمد بیگہ و دختر پوری کے نکاح سے مرزا سلطان احمد صاحب نامرگ اپنی والدہ مرحومہ کے خورج کے مشکوک رہے ہیں اور مرزا صاحب نے انہیں کچھ مدد نہیں دی۔

نظم نصیحت نامہ و تاریخ من موکف  
باسمہ سبحانہ

اے مخلصانِ باصفاء دنیا پرانی زال ہے  
چالوں سے اس کے تم بچو ہر چال اک بھونچال ہے  
سب اہل دل کہتے ہیں یوں لیکر سلف سے تا خلف  
جو اس کا طالب ہو گیا وہ سگ صفت بد حال ہے  
ایمان کو ثابت رکھو اسلام پر قائم رہو  
اجماع امت پر مٹو اس کا عدو یا مال ہے  
قرب قیامت ہے نئے دجال مہدی بن گئے  
جھوٹوں نے گوسچا کہا پر جھوٹ کا دلال ہے  
ان مہدیوں سے تم بچو ان کا لبوں کی مت سنو  
اے مومنو مومن رہو پر کید ان کا قال ہے  
یہ قادیانی مرزا ہے پر فریب و پردہ  
میں نہیں مہدی نہیں ہاں کاذب و بطل ہے  
اسلام کی تخریب سے گو کافر و مرتد ہوا  
پس اس کا قلبی مدعا بس عورتیں یا مال ہے  
تاریخ کا کچھ فکر تھا تسخیر ہاتھ نے کہا  
یہ قادیانی مفتخری بقال اور دجال ہے

کل مصرعہ ۳۱۴ شہری

اے جال و کینا دشتِ یاسری فروشِ چرمزاد صاحب کا یہاں القاب ہے ۱۴۰۰ مہر لڑتے

زل میں ملک کے ان غنائے و فضلائے کی تقریظوں کو درج کیا جاتا ہے جو خدا  
کے فضل سے حامی دین ہونے کے علاوہ اپنے ہم و فضل کے لحاظ سے ملک کے لئے باعث  
فخر اور قوم کے لئے موجب ہدایت ہیں اور جو ملک و قوم میں ہر ایک طرح واجب انتظام  
کچھ جاتے ہیں جنہوں نے اس کتاب کو بغور ملاحظہ فرما کر یہ ظاہر اور ثابت کیا ہے کہ مرزا  
غلام احمد صاحب قادیانی کی قزاق تصانیف کی تردید کتاب فکر فضل رحمانی سے بڑھ کر اس  
وقت تک کوئی کتاب اسلام اور اہل اسلام کی حفاظت کے لئے نہیں شائع ہوئی۔

اور وہ تقریظیں یہ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي انزل الشريعة المطهرة المحيية البيضاء والملة  
المقدمة الاسلامية السمحاء علي نبينا ورسولنا وسيدنا محمد افضل  
الرسل وخاتم الانبياء صلوات الله وسلامه عليه وعلى آله الاصفياء  
واصحابه الاتقياء وبعد فقد حملني على هذا لتحرير وخذاني الي ذاك  
التسطير وصول رسالة مطبوعة من طرف المرزا القادياني بعضها في  
اللسان الهندى وبعضها في العربى تحذى فيها بالعلماء الكبار ودعاهم  
للمباهلة والمقابلة واخذ النار طالعها وامعت انتظر فيها لوجودتها مملوءة  
بالخرافات ومحشوة بالخزعبلات اظهر فيها دعا وبه الفاسدة واختراعاته  
الكاسدة من انه هو المسيح الموعود والمهدى المنتظر المذكور في  
الاحاديث النبويه واطال فيها اللسان بالسب والشتم والطعن في حق  
الاخبار من علماء الرحمن الموجودين في هذا الزمان وفي سابق الدوران  
كا طالة العاجز عن ايراد الدليل والبرهان كذا هو ديدنه في جميع مولفاتہ

المستحبة ونصائفه المستنعة فتباعد عن مقام التهذيب وزاد في التدريب والتدريب اتى فيها بكلمات تنفر عنها الطبايع السليمة وتنفر فيها القرائح المستقيمة بالغ في كناية الفحش والمغويات والنشيع والهولييات حتى انصلت في الجهالات واحرم نار الخصومات حيث قال مرة للاعلام الكبار والمصلحين الاختيار (هم تسعة رهط من المشرك) ولقب بعضهم (الشیطان الاعمى والغول الاغوى) وشنع بعضهم باقبح التشيعات واسود الهنات وماخاف من خالق الارض والسموات فقد قال جل وعلا (الشیطان يعدكم الفقر ويأمركم بالفحشاء) ومن كلام رسوله ﷺ (المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده) فالحواله زلغة خاطئه وخيالاته لاينه ضمانه ارتكب جازه فحيمة وكبيرة مهلكته كلامه دليل ومرامه كنيل لم يتاذب مع العلماء والمصلحاء في الخطاب ولم يسلك مسلك الصدق والصواب فلا يخفى على اهل النهى ان هذا الداب الذي اختاره الممرز اخلاف اهل الحق ثم ان كان القادياني يناظر العلماء ولا يبايى السفهاء فكان عليه ان يخاصمهم بعد التزام التهذيب بمراد الاحاديث والانيات مع حملها على معانيها الظاهرة المسلمة عند المدة اللغات حتى لا يستكره اهل الصناعات. ولكنه حرّف النصوص عن مقصودها الاصلى المنقول برواية الثقات من الصحابة والصحابيات. وفسر براه ولم يبال بحديث سيد الابرار حيث قال عليه وعلى اله الصلوات من الواحد الغفار ان من فسر القرآن براه فليتوا مقعده من النار فعليه ما يستحقه من التوبل والتبار. ثم انى كنت اردت التزديد لدعوى هذا الشريد بالتفصيل التزديد مع الاسلوب التجريد لكن متعنى من هذا التخييل فاضل كريم البال وامرني

الذى اعتمد عليه في حل الاقوال بطى الكشف عن هذا البطال والله در لودعى المستند والا لمعى الشريف المحند حنبى قاضى فضل احمد حماد الله عن شرّ حاسد اذا حسد فانه كفانا التزديد فكتاب القادياني الطريد واجابه بجوابات طمحة والمزومة بالزامات مسكنة جزاه الله عنا خير الجزء وجعل اخره خيرا من الاولى

(وانا العبد العاصى ابو الظهور حنبى انبيلهوى مشتاق احمد)

تقریر حضرت مولانا الخلف مولوی مشتاق احمد صاحب چشتی صابری انبیلهوى

درس اول عربی گورنمنٹ سکول اودھیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصليا اقباعد راقم الحروف نے کتاب مستطاب کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی کو اول سے آخر تک دیکھا، مقارنہ قادیانی کی تریز میں لائانی پایا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اس سے پہلے جس قدر کتب اور رسائل مرزا کی تریز میں لکھے گئے، اپنی طرز میں یہ کتاب ان سب میں بہتر اور مفید ہے، کیونکہ نہایت سلیس اور عام فہم ہے اول سے آخر تک تہذیب کی رعایت رکھی ہے اور کیا اچھا التزام کیا ہے کہ اکثر جگہ خود مرزا ہی کے اقوال اور اس کی تہذیب کی عبارت نقل کر کے دندان شکن جواب دیئے ہیں۔ علی الخصوص تحقیق لفظ یسوع اور لفظ کہدایسے مط اور تفصیل سے لکھی ہے جو مصنف حضرت حق کا حصہ ہے اور کیوں نہ ہو جناب مولانا قاضی فضل احمد صاحب اس کے مصنف قاضی مخفق اور عالم مدق ہیں جزا ہم اللہ خیر الجزاء واحسن الیہم فی الدنیا والبعثی، وانا العبد المذنب الخاطی مشتاق احمد حنبی جشتی عفی اللہ عن ذنب الخفی والجلی

تقریظ حضرت مولانا مفتی مولوی شاہد بن صاحب لودھیانوی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلیہ: اقول و یا للہ الموفق. بلاشبہ عقائد باللہ و اقوال کا ذریعہ و اوہام  
فاسدہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس کے مضمری و کذاب ہونے پر صاف دال ہیں کیوں نہ ہو  
پر خلاف نص قرآنی حضرت مسیح بن مریم علی نبی و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا  
اعتقاد کرنا اور ان کے معجزات کو بے سوزا و قسم شعبہ بازی کہنا اور تاویلات بعیدہ کر کے اپنے  
لئے ایک قسم کی نبوت ثابت کرنے اور اپنے آپ کو سادس شیطان سے خدا کا مرسل گمان کرنا  
جیسے کہ اسود و مسیلہ و طایجہ وغیرہ و جانوں بنے کیا جن کی خبر اول ہی ہمارے مخبر صادق ﷺ  
دے گئے ہیں کہ سَمَكُونُ فِيْ اَمْنٍ كَذَابُونَ فَلَنُؤَنِّ كَلِمَهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ اَللّٰهُ وَاَنَا  
خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي الحديث۔ ایسا ہی اپنے الہام مرغومہ کو قطعی و یقینی مثل وحی  
انہما سمجھنا و دیگر لغویات و خرافات مسیحی سے جن کو ہمارے شیخ قاضی فضل احمد صاحب  
کورٹ انسپکٹر لودھیانہ نے اپنی اس کتاب کلمہ فضل رحمانی میں حتی الوح عمدہ مزید کے ساتھ لکھا  
ہے۔ قادیانی کا مضمری و کذاب الذ جال ہونا انہر من الشمس ہے کما لا یخفی علی من  
لہ ادنی تامل فی اقوال المسیح الکذاب الذی یزعم انہ محدث و لہ نوع  
لبزۃ و یحقّر الانبیاء و ینکر معجزاتہم الباہرہ و یبسط یدہ الی عرض  
الصحابۃ رضوان اللہ علیہم و یسب العلماء و الصالحاء و یقول بابتوتہ  
المسیح علی خلاف النص المصریح و لا یفہم معنی لَمْ یَمْسَسْ یَبْشُرْ و لم  
اک بغیا الایۃ و یصرف النصوص بلا دلیل قضی عن ظواہر ہا و یلبس الحق  
بالباطل بتاویلات و کیکۃ و استعارات بعیدۃ النی بابی عنہا العقل السلیم  
و الفہم المستقیم کل ابناء و بدعی ان عیسیٰ بن مریم ﷺ لا ینزل و لا داعیسیٰ

بدلتہ و غیر ذالک من خرافاتہ و کفریاتہ واللہ اعلم و علمہ اتم۔ ہذا ماتیشر لی  
فی ہذا المقام لفکر فیہ و لا تکن من الغافلین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب  
العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی خیر البریۃ محمد و علی آلہ و اصحابہ  
اجمعین۔

کتبہ المسکین مفتی شاہد بن صاحب لودھیانوی

تقریظ حضرت مولانا مولوی محمد صاحب لودھیانوی

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
بعد الحمد و الصلوٰۃ مسکین محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودھیانوی  
اعلیٰ اسلام کی خدمت میں عموماً گروہ قادیانی کو خصوصاً بیان کرتا ہے کہ جس شخص کے اقوال  
و افعال آیات قطعہ کے خلاف ہوں اور وہ شخص اپنے آپ کو مقتدی اور ملہم بالہامات بتدبیر  
قرار دے تو ایسے موقع پر اہل اسلام کو لازم ہے کہ فوراً اس کی گمراہی کو عوام پر ظاہر کر  
دیں، ورنہ وہ بھی گمراہوں میں شمار ہو جاتا ہے جیسے کہ صاحب طریقہ محمدیہ نے لکھا  
ہے۔ وَمَا يَدْعِيهِ بَعْضُ الْمُتَصَوِّفِيَةِ إِذَا تَنَكَّرَ عَلَيْهِ بَعْضُ أَفْوَرِهِمُ الْمُنْتَظَرِ  
إِلْتِزَامُهُ أَنْ حُرْمَةُ ذَلِكَ فِي الْعِلْمِ الظَّاهِرِ وَأَنَا أَصْحَابُ الْعِلْمِ الْبَاطِنِ وَإِذَا  
أَشْكَلَ عَلَيْنَا اسْتَفْتَيْنَا مِنْ صَاحِبِ الشَّرِيعَةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَإِنْ حَصَلَ  
فِيْنَا عَدَا فِيْهَا وَ إِنَّا رَجَعْنَا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَإِنَّا خَدُّ مِنْهُ وَنَحْنُ ذَالِكُكَ مِنَ التَّوَهَّاتِ كَلَّمَ  
الْحَادُّ قَالُوا جِبْ عَلَيَّ كُلِّ مَنْ سَمِعَ الْإِنْكَارُ عَلَيَّ قَالِيْلَهُ يَلَا شَكَّ وَ لا تَرُدُّ وَلَا  
تَوَلَّيْ وَلَا تَقْبَلْ مِنْ جُمْلَتِهِمْ وَ تَحْكُمْ عَلَيْهِ بِالْزُلْمِ قَدِ انْتَهَى مَخْصَصاً۔ جنی جب کسی  
صوفی بتاویں و امور غیر شرعی سے رد کا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ تم کو علم ظاہری ہے اور ہم کو علم



باطنی ہے جب ہم کو کسی مسئلہ میں شک پڑی ہے تو ہم خود حضرت سے دریافت کر لیتے ہیں  
اگر وہاں بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو ہم خداوند کریم سے خود دریافت کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی  
دین کی تردید کرنی اہل علم پر واجب اور لازم ہے، ورنہ وہ بھی زندہ تقویٰ میں شمار ہوگا۔ اسی  
طرح جب اس زمانہ میں قادیانی نے اپنے آپ کو ملہم من اللہ قرار دے کر یہ دعویٰ کیا کہ شعی  
علیہ السلام کا معاذ اللہ یوسف نجار والد تھا اور جو معجزات ان کے خدا جن جلالہ نے  
قرآن میں صریح طور پر بیان کئے ہیں ان کو یہاں بھان سمجھوں گا کھیل قرار دے کر حقارت  
کی نظر سے دیکھتا ہے اور جیسی جی ہو، خلیہ اسرار و سادہ وغیرہ انبیاء پر سب و شکم کا شیوہ اختیار کر  
کے اپنے آپ کو بے دین قرار دیا اور قرآن شریف کو اس کذاب نے ٹکی ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ  
جو رسالہ ہدایت تفصیل وار مرقوم ہیں، سب علماء اسلام نے اس کی تردید میں قلم اٹھا کر رازد  
اسلام سے اس کا خارج ہونا ظاہر کیا اگرچہ ابتداء میں مولانا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم  
براہم حقیقی در اقم الحرف و مولانا مولوی اسماعیل صاحب نے اس کی تکفیر کا فتویٰ دیا تھا  
شائع کیا اور باقی اہل علم اس موقع پر اکثر خاموش اور بعض ہمارے مخالف ہوئے لیکن بعد  
میں رفتہ رفتہ کلیم نے اس کی کھیل و تکفیر پر اتفاق ظاہر کیا قاضی فضل احمد صاحب مصنف  
رسالہ ہدایت اس کے کل اقوال کا بطلان اور اس کی تکفیر کا اثبات خود اس کی تصنیف سے  
ظاہر کر دیا تاکہ عوام کا لالچام کو یہ شب نہ رہے کہ قادیانی کو اہل علم صرف ضد سے کفر کا فتویٰ  
دیتے ہیں اور جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں قادیانی اہل قبلہ ہے اور اہل قبلہ کو کافر کہنا درست  
نہیں اور نیز جس شخص میں ایک کم سو وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اس میں اسلام کی ہو اس کو  
کافر قرار دینا درست نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے اہل قبلہ کو کافر کہنا اس وقت تک درست نہیں  
جب تک ان میں کوئی وجہ کفر قلعی کی پائی نہ جائے جیسا کہ جو افشی نماز روزہ کا پابند ہو کر یہ  
کہے کہ پیغمبری اصل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے اتی تھی، ناحق جبریل نے حضرت کو

دے دی تو ایسے اہل قبلہ و ضرور بالضرار کافر قرار دینا لازم ہے بلکہ جو عالم ایسے افشی کو کافر  
قرار نہ دے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سو وجہ کفر کا مسئلہ بھی غلط ہے ورنہ جو شخص نماز  
روزہ کو پابند ہو کر بتوں سے مراد اپنی مانگتا ہو اور بتوں کو نجدہ بھی کرتا ہو تو اس شخص کو تم لوگ  
معاذ اللہ مسلمان سمجھو گے، حالانکہ ایسے شخص کے کفر میں کسی کو بھی کلام نہیں اصل میں سو وجہ  
کے مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایک کلمہ کہا اور اس کلمہ کے سو معنی ہیں یا اعتبار ایک  
معنی کے وہ کلمہ کفر نہیں ہو سکتا، باقی ایک کم سو معنی اس کی سب کفر کی طرف عام ہیں تو ایسی  
صورت میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق اس پر فتویٰ کفر جاری نہ کرے جیسا کہ ایک شخص کو کسی  
دوسرے نے نماز کے واسطے بلایا اس نے نماز کا انکار کیا کہ میں نماز نہیں پڑھتا تو یہ انکار اس  
کا اگر نماز کو برا جان کر ہوا یا نماز کے فرصت کا منکر ہے یا نماز کا پڑھنا اس کے نزدیک حقیر  
لوگوں کا کام ہے وغیرہ وغیرہ، جن کا مرجع کفر کی طرف ہے تو بیشک وہ شخص شرعاً کافر ہے اگر  
غرض اس کی اس انکار سے صرف یہی ہے کہ میں نماز تیرے کہنے سے نہیں ادا کروں گا خود  
اپنی غوثی سے ادا کروں گا تو اس صورت میں یہ انکار کفر نہیں۔ ایسی صورتوں میں مفتی کو لازم  
ہے کہ بلا تحقیق نیت کے کفر کا فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر  
میں ان دونوں مسائل کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے رسالہ بیوضات کی کے اخیر میں جو  
مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی تردید لکھی گئی ہے اس میں اس راقم نے خوب ہمد  
سے اس کا کفر ثابت کیا ہے۔ رہنا الفتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر  
العالمین۔ آمین ثم آمین۔ الراقم خادم المطلباء محمد علی مملود پانوی۔ احباب من احباب بقلم  
ابن محمد سارکن موضح بلید وال۔ ابتداء میں جب مولوی عبداللہ صاحب مرحوم نے قادیانی کو  
کافر کہا تھا اور لوگوں کو اس کے کفر کا یقین نہیں آتا تھا اور قادیانی کا لودیا نہ میں آنے کا چرچا تھا  
مولوی صاحب مرحوم نے شب کو یہ خواب دیکھا کہ تین شخص ایک آگے اور دو اس کے پیچھے

چلے آتے دور سے نظر پڑے اور عقیدوں نے دھوئیاں ہندوؤں کی طرح بانڈھی ہوئی ہیں، جب قریب آئے تو جو شخص امام کی طرح آگے تھا اس نے دھوئی کی بندش کو کھول کر ہندو کی بندش مسلمانوں کی طرح کر لی اور غیب سے آواز آئی کہ قادیانی کی ہے چنانچہ فجر کو یہ خواب لوگوں کو سنایا گیا اور تعبیر اس کی یہ بیان کی گئی کہ یہ شخص بظاہر لباس اسلام پہن کر لوگوں کو شل اپنے کذاب بنانا چاہتا ہے اسی روز بوقت نصف النہار قادیانی مع دو ہندوؤں کے لودیانہ میں آیا جس سے صداقت خواب مولوی عبداللہ صاحب معہ تعبیر بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچی۔ اسی طرح اور بہت خواب بزرگان دین کو اس کی تفصیل و تکفیر کی تاہم میں مضمون دوئے۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

خادم الظلماء محمد علی لودیانوی۔

تقریظ حضرت مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب داعیۃ التبلیغ لودیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد لمن ہدانا وعلما والصلوٰۃ علی نبیہ و آلہ وصحبہ

وکل من کان علی الہدایۃ مقتدیا او اماماً اجمعین

معلوم ہوا کہ اس خاکسار عبدالعزیز مولانا مولوی عبدالقادر مرحوم نے کتاب ہذا مسکئی پر کلمہ فضل رحمانی بجاہ اوہام غلام قادیانی کے بعض مقالات کو سامع کیا، جس سے دریافت ہوا کہ یہ کتاب خواص و عوام کو واسطے دفع کید مرزا قادیانی و حفظ عقائد ایمانی درباب عیسیٰ و مہدی یمانی کافی و شافی ہے، امید کہ جس کو ہدایت یزدانی دیکھیں وہ خواہ مرزا کی نہ ہو راہ ہدایت پر آئے اور مصنف کے حق میں دعا خیر و شکر یہ ادا کرے کہ مجھے تعز جہنم سے نکال کر

ریاض جنت دلایا اور دعا کرے کہ اے اللہ جہنم و جہان الہی کے عوض اس کو مقرب اپنا بنا۔ آمین۔ فقط واللہ اعلم و علمہ اتم۔

ارقم عبدالعزیز علی داعیۃ التبلیغ لودیانوی۔

تقریظ حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب لودیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً مسکین اسماعیل خدمت اہل اسلام میں عرض کرتا ہے کہ میں نے چند مقامات اس رسالہ کے سنے حقیقت میں رسالہ واسطے تفصیل اور تکفیر کے اظہار کرنے میں کافی اور کافی ہے اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس مرتبہ سے دور رہیں۔ واللہ یہدی من یشاء الہی صراط مستقیم۔

راقم۔ خادم العلماء محمد اسماعیل خواجہ زارہ مولوی عبدالقادر لودیانوی۔

تقریظ حضرت مولانا مولوی ابوالحسن محمد عبدالحق صاحب سہارنپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً

اما بعد اس احقر الحق نے یہ کتاب لاٹینی مسکئی پر کلمہ فضل رحمانی بجاہ اوہام غلام قادیانی مولفہ قاضی فضل احمد صاحب گورہ سپوری لازہل علیہ الفضل البرہانی مختلف مقامات سے دیکھی شرع شریف کے مطابق اور عین صواب پائی اس کے مصنف کی سعی جمیل فی سبیل اللہ کو دیکھ کر بے اختیار زبان قلم سے دعائے شکر اللہ سعید نکلتی ہے۔

خاص و عام اہل اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ اس زمانہ میں کہ شرعی دزدہ اور طردہ سے خالی ہے اور بعض بے دینوں نے اس کو زمانہ آزادی خیال کیا ہے کہ شرع کے احکام اور

تکالیف اسلام سے آزاد ہیں اور جو چاہتے ہیں کہتے اور لکھتے ہیں۔ اکثر لوگوں نے ہانوائے نفس دین اسلام کے احکام میں رخسہ اندازی چاہی ہے مگر بحکم آیت وانا له لحافظون، خدا تعالیٰ اپنے دین اور اپنی کتاب کا خود نگہبان ہے کہ جہاں کوئی ایسا بے دین سرافشانہ ہے اس کے سر کو بھئی فوراً موجود ہو جاتے ہیں، چنانچہ اسی زمانہ آزادی نام میں یہ قادیانی صاحب مطلق الخان ہوئے اور اپنے شیطانی خیالات کو الہامات سمجھ کر اسنے بڑھے کہ بڑھتے بڑھتے ہی گھٹ گئے۔ اور اوج سے گھٹنے پر چاٹنے والے ہم ان کے اچھے خیالات سنا کرتے تھے مگر اب بالکل برعکس ہو گئے تھے کہ دعویٰ مسیحیت کر کے گویا مسیح ہی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو گمراہی کے خیال اور ضلالت کے اقوال سے بچائے۔ آمین۔ یہ کتاب مستطاب فی الواقع اہل ایمان کے لئے حیات قلبی اور بصیرت باطنی کی موجب ہے جس سے عام و خاص مردان اہل اسلام ایسے مدعیان بے دین کے اقوال ضلالت استعمال کو بخوبی تمیز کر سکتے ہیں۔

کتاب لو فانتہ ضرور  
لاصبح وهو ذو بصر صحیح  
فانی لا یحل وطیہ معنی  
بذکرنا بمعجزۃ المسیح

اور درحقیقت یہ قادیانی اپنی کیدانی باتوں سے شرع شریف میں رخسہ انداز ہے، اس کی صحبت موجب گمراہی اور اس کے اقوال سے بے دراہ کرنا چاہیں گے۔ اللہ اپنے حبیب پاک محمد ﷺ اور ان کی آل اطہار کی برکت سے ہم سب مسلمانوں کو ان کے شر سے بچائے۔ آمین اللہم آمین۔

معروضہ ابوالحسن محمد عبدالحق سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۵ء

تقریر مولوی نظام الدین صاحب مدرس مدرسہ جہانپور دہلی

هو النہادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم ربنا اھدنا الصراط المستقیم۔ اللہم ربنا انصر من نصر دین محمد ﷺ واجعلنا منہم۔ اللہم اخلد من خذل دین محمد ﷺ ولا تجعلنا منہم۔ اللہم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ اعلیٰ نے اکثر مقامات سے کلمہ فتنل رحمانی کا مطالعہ کیا۔ گویا کہ اس سے پہلے بھی اپنی اپنی طرز پر مناظرین علماء دین نے عقائد باطلہ مختصر مرزا کا خوب ہی قلع قمع کیا ہے لیکن یہ جدید تصنیف اپنی طرز تالیف میں نہایت ہی دلپذیر اور اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ وجہ یہ کہ اس کتاب کا مصنف عموماً مرزا ہی کی تصانیف سے اپنے براہین و دلائل نکالیا ہے اور دروغ و گواہی طرح اس کے گھرنک پہنچایا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی شخص مناظرہ اور بحث مباحث کی کوئی کتاب بناتا ہے، اس کے ہر پہلو پر در اندیشی سے نظر دوڑاتا ہے تاکہ کسی کو حرف گیری کا موقع نہ ملے۔ خصوصاً مرزا نے تو بقول خود اپنی کتابوں کو دجی اور الہام سے لکھا ہے اور مرزا اپنی دجی اور الہام کو قطعی اور واجب العمل بھی سمجھتا ہے۔ پس یہ نہایت ہی عمدہ بات ہوئی کہ اسی کا جواب اسی کی کتاب سے ہوا ہے اور یہ بعینہ ایسی مثال ہے جیسا کوئی مغرور و تکبر و گردنکش جہم و جود مسلح ہو کر اور ہتھیار باندھ کر میدان کارزار میں آئے اور نیرو آزمائش کو اپنے مقابلے میں بلائے دوسری جانب سے ایک بندہ خدا تین تہا بڑا ہتھیار مردانہ وار اس سے برسر پیکار ہو کے اسی کے ہتھیاروں سے اسی پر وار کرے اور اسی کی شمشیر سے اسی کا سر قلم کرے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ مرزا اپنے اوہام باطلہ اور عقائد فاسدہ کا خود ہی مختصر نمونہ ہے۔ بلکہ اہل اللہ اور ملاحدہ اور معتزلہ اور نچریہ کی کاسہ لسی کی ہے اور انہیں کی قے چائی

ہے۔ چنانچہ ماہرین کتب پر پوشیدہ نمکس ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ کتاب لا جواب ہے اور مصداق مثل مشہور اس کی جوتی اور اس کا سر ہے والسلام۔ المصنفقر الی اللہ الصمد فیتیر نور محمدعلی وبراہمک مطبع تحفانی لودیانہ ورسالہ نور علی نور

حامد اور مصلحاً: میں نے کتاب مسکى بکلمہ فضل رحمانی و جواب دوہام غلام قانونیائی محفوظہ جناب قاضی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر نور پور سے آخر تک پڑھا نہایت مدلل دلائل و جواب پایا۔ اس کتاب میں مرزا صاحب کے ہر ایک عقیدہ باطلہ کی تردید بڑی پر زور تقریروں سے کی گئی ہے، خداوند جس دین مؤلف صاحب کی سنی قبول فرمائے اور قادر یابی اور اس کے حواریین کو توفیق ہدایت عنایت کرے اور عامہ اہل اسلام کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مسکین نظام الدین علی عن مدرس مدرسه حقانی لودویانہ

تقریباً حضرت مولانا بافضل اولینا مولوی محمد عبداللہ صاحب  
فاضل انکی اول مدرس عربیہ یونیورسٹی لاہور۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الائمین والہ وصحبہ اجمعین اما بعد اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خیالات اور دعادی، اس قدر ضعیف و خفیف ہیں کہ ان کی صحت و صداقت کی طرف کسی ادنیٰ ذی ہوش کا تامل ہونا بھی مستبعد تھا چہ بچہ علمائے اسلام کو ان کے نقص و کسر کیلئے تالیفات کی ضرورت پڑتی لیکن افسوس ہمارے ہی بعض انتہائے علمات (جو کلمہ سے محروم ہو چکے ساتھ ہی بزم خود فقہائے اعلام کی اغلاط اور غلطیات کو پبلک کے سامنے لا کر اپنی فضیلت کا ثبوت دینے میں کوشش کرتے آ رہے ہیں)

مرزا صاحب موصوف کی براہین احمدیہ پر نہ صرف ایمان ہی لے آئے بلکہ ان کے دہم رسالت و نبوت، وحی والہام اور خیال مماثلت مسیح علیہ السلام کو ایک کافی عرصہ تک بزعیم خوش پر زور تحریروں سے رونق دیتے رہے، ایسی حالت میں عوام الناس اور خصوصاً ان بچارے نادان مسلمانوں کا جو پہلے ہی علماء اسلام سے بدظن اور ان کی مخالفت سے بے پرواہ تھے، اغزش میں آ جانا اور مرزا صاحب کے خیالات کو سادگی سے تسلیم کر لینا بالکل قرین قیاس تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مجبوراً علماء اسلام کو بھی ہاتھ پائی فرما کر نبوی ﷺ "من رآی منکم منکر أفلح غیرہ" دیدہ فان لم يستطع فليسلمه فان لم يستطع فليقلبه وذالك اضغاث الايمان" اپنا فرض کفایہ ادا کرنے میں کوشش کرنی پڑی، جنہوں نے اپنی قیمتی تالیفات سے اہل اسلام کو فائدہ پہنچایا لکھ نضل روحانی بھی جس معتد بہ حصہ میری نظر سے گزرا ہے، اس قسم کا رسالہ ہے اور اپنے عام فہم اور سلیس البیان ہونے کے لحاظ سے ممکن ہے کہ پبلک کو زیادہ مستفید ہونے کا موقعہ دے۔ اس کے مؤلف مولوی قاضی فضل احمد صاحب نے الزامی جوابات کی استغناء کی خصوصیت کو بہت زیادہ مد نظر رکھا ہے جو بیشک موثر اور دل پسند طریقہ ہے، مجھے امید ہے کہ عام مسلمان جن کو بوجہ بدظن و تحریروں اور تحقیق جوابات سمجھنے میں بہت دشواری ہوتی ہے، اس رسالہ سے کافی فائدہ اٹھائیگی۔ جزاء اللہ عنا وعن مسافر المسلمین خیر الجزاء۔

کتبه العبد المذنب المکفئی محمد عبداللہ عفا عنہ با حادہ ۲۹ شوال ۱۳۱۵ھ۔

ملک کے بہت سے نامور علماء و فضلاء کی جانب سے بھجوانے کے سفر میں ہونے کے تقاریر نہیں پہنچ سکیں۔ جس وقت پہنچیں گی وہ بھی بطور ضمیمہ اخبار وقار دار میں شائع کئے جائیں گے جو اسی کتاب کے ناظرین کی خدمت میں ابلاغ ہوگی۔ یہ تقاریر حسب اہل



علمائے فضلاء ہندستان کی ہوں گی۔

۱۔ حضرت مولوی الطف اللہ صاحب علیگری مفتی دارالاسلام حیدرآباد دکن

۲۔ جناب خان بہادر مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی

۳۔ جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی وادی

۴۔ جناب شاہ محمد سلیمان صاحب سجادہ نشین پھواری شریف پٹنہ بہار

۵۔ جناب مولوی ابو محمد ابراہیم صاحب آروی

۶۔ جناب مولوی عبدالمجید صاحب بھاگلپوری

جناب باری میں مالک اخبار و قادیان کی سچی التجاء  
مرزا صاحب قادیانی کے الہامات وغیرہ کی نسبت

اور

اس التجاء پر بشارت ایزدی

آج رات دو بجے بعد نماز تہجد میرے دل میں اتفاقہ خیال گزرا کہ جناب قاضی  
فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر پولیس لودیانہ نے اسلامی حفاظت کے خیال سے بلا کسی ذاتی  
مخالفت کے جناب مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان ضلع گورداسپور کی تصانیف کی ترویج  
میں جو کتاب موسومہ پکڑ فضل دجانی بحجاب اودام غلام قادیانی لکھی ہے اور جس پر ملک کے  
نامور مولوی صاحبان نے اپنی اسلامی حقیقت سے آرائیں لکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ  
مرزا صاحب قادیانی لادریب و خیال، کذاب، مخالف اسلام اور مفتری وغیرہ وغیرہ ہیں، ایسا  
ہی اس کتاب سے پہلے بہت سے علماء دین ان کے خلاف تکفیر کا فتویٰ بھی دے چکے ہیں۔

کلمہ فضل رحمانی کے مؤلف صاحب نے بھی مرزا صاحب کو کذاب، باطل، منکار، خارج از  
اسلام، عبداللہ راہم، والدنا تیر، خود غرض وغیرہ لکھ کر مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کو باطل محض  
اور ان کے دعویٰ مسیحائی، مہدویت کا منکاری، فریب پر بدل لکھ معقول ثابت کر کے  
مرزا صاحب کی اپنی ہی تصانیف سے بحوالہ ان کی کتاب کے صفحہ سطر کے مرزا صاحب کے  
تمام دعاوی کی اصلیت ظاہر کر دی ہے، جسے ہر ایک مسلمان کو پورا یقین ہوتا ہے کہ واقعی  
مرزا صاحب قادیانی کے تمام دعاوی غلط ہیں اور وہ سچ سچ دنیا پرست اور اسلامی اصول سے  
بہت دور ہیں۔

اور مرزا صاحب کی اپنی تصانیف سے جو صاحب مؤلف کتاب نے بحوالہ ان  
کے صفحہ سطر اس کتاب میں حرف بحرف عبارت یا فقرے نقل کئے ہیں ان سے صاف ظاہر  
ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے بھی تحفیر اسلام اور دیگر تحفیروں، انجیلوں، اولیاءوں  
اور تمام دنیا کے گذشتہ موجودہ بزرگوں کو بد رجحانیت کا لیاں دے کر اپنے کج معبود، مہدی  
مسعود، ملہم، خدا سے ہمکلام اور پھر روزمرہ باتیں کرنے والا اپنے ایسے یقین سے ظاہر کیا  
ہے کہ کسی کو سوائے لاسحول پڑھنے کے کوئی عمل کام نہیں۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب نے اپنی  
تصانیف اور اشتہارات میں آجکل کے تمام دنیا کے صاحب فتویٰ علماء و فضلاء کو بد ذات،  
بے ایمان، شیطان وغیرہ ایسے دل آزار فقرات لکھے ہیں کہ خدا یا تیری پناہ اور ایسے ہی اپنے  
الہامات میں کسی کی جرات لڑائی کا اپنے ساتھ آسمان پر نکاح ہونا اور زمین پر ٹٹایا بیان کر کے  
بصورت خلاف اس کے والد اور خاوند کی موت اور تمام آسمانی مصیبتوں کا ان پر نازل ہونا  
پذیرنے اپنے الہام کے بیان کیا ہے اور پھر کسی کے لئے ایک سال، کسی کے لئے ۱۸ ماہ، کسی  
کے لئے دو سال، کسی کے لئے چھ سال تک مرنے کی پیشین گوئی کر کے اس پر ہزاروں  
روپیہ کی شرطیں بد کر آخراں کے غلط محض ہونے پر مرزا صاحب کا یہ کہہ دینا کہ چونکہ اس نے

دل سے ہمارے الہام اور خیال کو مان لیا ہے اس لئے ایسا نہیں ہوا۔ وغیرہ وغیرہ

مرزا صاحب کے بعد ان کے مرید (جو اپنے کو مرزا کی کے خطاب سے مخاطب اور مشہور ہونا مرزا صاحب کی مسیحائی اور مہدویت کی تقویت کا باعث سمجھتے ہیں، عموماً ہر موقع پر پہنچ کر مرزا صاحب کے مرسل یزدانی، نبی، محدث دہانی، مسیح موعود، مہدی مسعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہونے کی منادی کر کے ان کو ”سچائی“ اور ”مرسل برحق“ اور ان کے الہام کو خدا کی باتیں ہونے کا وعظ کر کے عام اہل اسلام کو ان کی طرف رجوع ہونے کی تحریک کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔) غرض یہ کہ مرزا صاحب کے دعاوی، تصانیف ان کے مریدوں کے بحث مؤلف کتاب کمر فطرت رحمانی کی بدلائل معقول تردید اور دیگر علمائے فضلاء کی تنقید اسلامی اصول کے مطابق اسلامی حفاظت کے خیالات پر غور کرتے ہیں نے مکرر ہ وضو ہو کر خاص اس معاملے کی تحقیق کے لئے بصدق دل محض بے تعصب ہو کر بغرض الطینان جناب ہادی عز سبحانہ و تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر التجاہ کی کرد۔

اے پروردگار عالم الغیب! میں کیا اور میری ہستی و حقیقت کیا جو ایسے بھاری معاملہ میں تیرے سامنے حاضر ہو کر اپنا کوئی خیال ظاہر کر سکوں، سوائے اس کے کہ میں بعد قی دل یہ اقرار کروں کہ تو عالم الغیب اور کل شیء محیط ہے کوئی بات اور کوئی فعل میرا ہو یا دوسرے کا اچھا ہو یا برا، جو نا ہو یا سچا، تجھ سے نہ تو پوشیدہ ہے اور نہ پوشیدہ رہ سکتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی تو ہر ایک فرد بشر کی نیکی بدی اور نیت و اعمال سے پورا پورا واقف ہے غرض کہ انسان کا کوئی فعل کوئی حرکت، کوئی ارادہ، کوئی معاملہ، خواہ وہ کسی غرض اور مدعا سے ہو تیرے علم سے باہر نہیں رہ سکتا۔ اے خداوند قادر مطلق! میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے اپنے فیضان خاص سے مجھے انسان بنا کر اپنے محبوب پاک پیغمبر آخرازل زمان کی امت میں پیدا کیا اور پھر اپنی رحمانی صفات سے مجھے بتایا کہ تیرا مذہب اسلام، تیرا پیغمبر برحق، تیرا ہادی قرآن مجید

ہے اور اس کے عالم اس کے عامل اس پر ایمان لانے والے میرے مقبول اور پیارے ہیں۔

اے میرے غفور الرحیم! تو نے اپنے فضل سے یہ بھی بتا دیا کہ میں جسے رسول کہوں، نبی کہوں، پیغمبر کہوں، غوث کہوں، قطب کہوں، اولیاء کہوں، انبیاء کہوں، ولی کہوں، وہ میرے فرستادہ ہونے کے علاوہ میرے مجوزہ قانون (فرقان حید) کو تمہیں بغرض ہدایت مٹانے والے اور تمہیں سیدھا راستہ بتانے والے ان کی نصائح پر عمل کر کے بصدق دل، ان کے مطابق اور فرمان برداری اپنا ایمان اور ایمان کا اعلیٰ اصول سمجھوں۔

اے زمین و آسمان کے مالک خداوند! تیرے مقبول نے تیرے ارشاد کے مطابق اپنی امت کو بھی ہدایت کی کہ بزرگوں کی ہدایتوں کی پابندی خداوند کریم کی رضا مندی اور خوشنودی ہے تیرے رسول پاک کی پیروی کا کید ہے کہ علماء و فضلاء دین کی عظمت و توقیر تمام امت پر فرض ہے جو اس کے خلاف ہو غرضت و دشمنی اور میری امت کو بدنام کرنے والا ہے۔ پس اگر کوئی شخص تیرے کلام پاک (جو امت محمدیہ کے دینی اور دنیاوی امور کے لئے بوجہ احسن قانون قدرت سمجھ کر ہدایت کرنے والا ہے مثل اور بغیر کسی قسم کے شک کے ایمان مضبوط کرنے والا ہے) کی بغرض شہرت مخالفت کر کے اس کے صائب اور سیدھے معنوں اور آیتوں کی الٹی تعبیریں کر کے تیرے پیغمبر ﷺ کو برحق ماننے میں اپنے لٹا ٹکی دکھائے اور تیرے دیگر پیغمبروں، تیرے انبیاءوں، تیرے غوث اور تیرے قطبوں کی ہدایتوں کے مطابق ان کے قدم بقدم چلنے والوں اسلامی فضلاء و علماء وغیرہ، حضرت علیؓ کو بھی جھٹلائے اور ان کو یوسف نجار کا چٹا پکارے اور پھر ایسا شخص مسلمان بھی ہو، تہجد گزار بھی ہو، مولوی بھی ہو، عالم و فاضل بھی ہو، قرآن پڑھنے والا اور سننے والا بھی ہو، اور اس کے مرید و شاگرد پیشہ بھی اسی کی پیروی کرنے والے ہوں، ان کا حیرت زبان سے خدا اور رسول کی تعریف بھی کرے مگر

تحریر میں آکر سب کچھ لکھ دے، جس سے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اسلام پر مذاق اور طعن سے ہٹنے کا موقع ملے، وغیرہ وغیرہ، تو یہ تو بہت استغفر اللہ۔

ایسے شخص مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں، جنہوں نے اپنے ایسے خیالات سے اہل اسلام اور بزرگان اسلام کو مختلف قسم کے وہم اور خروش میں ڈال رکھا ہے اور جنہوں نے کج گنج تیرے قرآنی احکام اور حدیثوں کے مناد اور مفسرین کی بدزبانی سے توہین کر کے عام پر ہمیشہ یہ ظاہر کیا کہ میں خدا سے ہمکام ہوتا ہوں اور مجھے ایسے الہام ہوتے ہیں کہ جو شخص میری فرمانبرداری نہ کرے اور میرے الہاموں کو سچا نہ مانے اور مجھے خدا کا فرستادہ نبی نہ تسلیم کرے وہ ایک سال، دہڑھ سال، حد درجہ چھ سال میں مر جائے گا اور پھر جو تیرے پیغمبر برحق کے دین میں ایسے وسوسہ اور فتور ڈالنے کے لئے اپنی ایسی تصانیف کی اشاعت کر کے تیرے رسول کے اصحاب کبار کی بھی مخالفت کر کے تیرے پیغمبر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے معجزوں کو (جس کا تذکرہ تو نے اپنے قرآن مجید میں بہت جگہ تعریف کے ساتھ فرمایا ہے) شعبہ بازی ہے۔

اے دین دنیا کے مالک عالم الغیب خدا! تو اپنے خدائی کے صدقہ میں بظہیر اپنے محبوب پاک حضرت محمد ﷺ کے میری اس التجا کو قبول فرما کہ مجھ پر صاف طور پر بلا کسی شک و شبہ کے ظاہر کر دے کہ ظاہر میں ایسا شخص جو تمام احکام شرعی کا اس درجہ مخالف اور مدعی ہو، باطن کا حال تو جانتا ہے، جس کے جاننے کا مجھے کوئی علم نہیں کیا وہ دراصل سچا ہے؟ یا کاذب؟ میں ایسے شخص کو ایسی حالت (جو مسلمان ہو اور مولوی بھی ہو) میں کیا سمجھوں؟

اے میرے متمتع حقیقی خداوند زمین و آسمان! تو عظیم ہے، وسیع ہے، بصیر ہے، تجھ سے کسی کا ظاہر اور باطن کسی طرح بھی مخفی نہیں رہ سکتا، ہر مذہب و ملت کی آسمانی کتابیں

تیرے عالم انعمیٰ اور کل شئی قدر اور کل شئی محیط، عالم الغیب، ہر شخص کے ظاہر و باطن، نیک یعنی، بد یعنی، صداقت و کذب، دل آزاری و دلداری، غور ستائی و خود داری، برائی بھلائی، حتیٰ کہ تیری بے نیازی کے اصول کے مطابق آخر الزمان سے پہلے پیغمبروں، ذکر کیا، ایوب، یعقوب، یوسف علیہم السلام، تک کیساتھ تو نے جو اپنی قدرت کا اظہار کیا وہ تیری قدرت کی ایک صدقہ دلیل ہے، تیری غیوری اور تیری قہاری سے سب نے پناہ مانگ کر تیری غفور الرحیمی اور تیری رحمت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھا تو اپنے فضل سے بندوں کو گمراہی سے بچانے اپنے رسول مقبول کے دین کی حفاظت اور اپنے قرآن مجید کی نگہبانی کے لئے مجھ ایسے گنہگار اور خطا کار شخص کو (جس پہ صرف تیرے سچے قرآن کے احکام کی تعمیل اور تیرے پیغمبر برحق کے دین کی اشاعت ہیبت احسن بغیر کسی کذب کے حق و باطل کا آئینہ دکھانا نظر ہے) کوئی خاص بشارت اور ایسی بشارت دے جس سے نہ تو میرے دل میں کسی وسوسہ کا گمان گزرے اور نہ مرزا صاحب اور ان کے حواریین کو اسے شیطانی وہم وغیرہ سے تعبیر کرنے کا موقع ہو۔ اور اس امر کا پورا فیصلہ اپنی بشارت خاص کے ذریعہ سے کر دے کہ مرزا غلام احمد قادیانی سچے سچ موعود اور مہدی مسعود ہیں اور انہیں جو الہام ہوتے ہیں وہ دراصل سچے الہام ہیں ان کے پیرو بھی غلطی پر نہیں ان کی تصانیف ہر ایک طرح قابل یقین اور لائق اعتبار ہیں، یا یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خیالات مذہبی کے مخالفت کرنے والے سچے اور احکام خداوندی کے بجالانے والے مرزا صاحب کی تصانیف سے نفرت کریں۔ مجھے اس التجا اور خیال میں کسی قدر نیند سی معلوم ہوئی تھی کہ میں سو گیا خواب میں کیا دیکھا ہوں کہ ایک سفید ریش بزرگ میرے پاس بیٹھے ہوئے فرما رہے ہیں کہ

دشمن نوید داد عنایت کہ حافظ  
ہزار کہ من بغو گناہت هنن شدم



یہ شعرین کر میں نے خواب میں ہی التجا کی کہ حضرت کیا میں مرزا غلام احمد صاحب کے مسیح موعود اور مہدی مسعود نہ سمجھنے کی وجہ سے گناہ گار سمجھا گیا تھا جس کے لئے آپ میرے ضامن ہوئے ہیں یا یہ کہ میں ان کے خیالات سے خود محفوظ رہنے اور عام اہل اسلام کو بچانے کا دل سے موید ہوں تو پھر انہوں نے مجھے ایک کتاب ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اے شخص اس پر عمل کر اور یاد رکھ کہ خدا کا کلام سچا ہے اس کا رسول برحق ہے دین اسلام کے بزرگوں کی نسبت غیبت کرنے والا لاریب فیہ سخت ترین عذاب کا مستحق اور گمراہ ہے۔ میں ان کے ہاتھ سے وہ کتاب لے کر کھولتا ہوں تو وہ قرآن مجید ہے جس کے پہلے صفحہ پر لکھا ہوا ہے کلمہ فضل رحمانی اور دوسرے صفحہ پر بحجاب اوہام غلام قادیانی۔

اسٹن میں میری آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کے لئے قریب کی مسجد میں مؤذن اللہ اکبر پکار رہا تھا میں الحمد للہ پڑھ کر کھڑا ہوا اور وضو کرنے کے بعد صبح کی نماز ادا کی کہ اپنے کتب خانہ سے دیوان حافضہ مشکوٰۃ اس اوپر کے شعر کو تلاش کرنے لگا تو سیم کی رادیف میں خواجہ حافض رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مطلع لکھا ہوا ملا جب میں ساری غزل پڑھنے لگا تو میری خواہش کے مطابق اس غزل کا دوسرا شعر بھی دیکھا گیا۔

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کروم از خدا

بر منہائے امت خود کامران شدیم

گویا خواجہ عیاد نے یہ دوسرا شعر بھی میری التجا کی کامیابی کے شکرانہ اور تائید میں تھا۔ میں خداوند کریم کے اس فضل عظیم اور فیضان خاص کا شکر یہ ادا کر کے اس کی ذات اور بے نیازی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے میری کسی دلت کی راہ و رسم نہ خط و کتابت نہ جسمانی ملاقات نہ روحانی تعلقات غرضیکہ میری صورت شناسائی تک بھی نہیں نہ میں کبھی ان کے بیت الفکر اور بیت الذکر قادیان میں گیا اور نہ وہ میرے مکان پر لاہور

تقریباً لائے اور نہ ان کی تصانیف کو میں نے بوجہ خلاف قرآن و حدیث کو نہیں لکھنے کے پڑھا یا پڑھنا چاہا، ہاں عبداللہ اعظم کی نسبت ان کی دشمنی کوئی کے غلط ہے اس کے علاوہ علی پر میں نے بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ان کی ایسی غلط بیانی پر (جو دراصل اسلام کے مراسلہ خلاف تھی) اخبار و فادار میں افسوس اور رنج کا اظہار کیا تھا، اپنے ہی اعتراض ان کی ایسی ایسی نامعقول دشمنی گویوں کو افسوس کیساتھ سننا بائیں میں کبھی ان کے نہیں ملا، اللہ یہ طور پر میرے مخدوم مہربان جناب قاضی فضل احمد صاحب کورٹ اسلام آباد نے مرزا صاحب کی ایسی ناجائز خلاف اسلام زیادتیوں کو مرزا صاحب کی اپنی ان تصانیف سے بدلائل معقول بذریعہ کتاب کلمہ فضل رحمانی بحجاب اوہام غلام قادیانی کے علماء اور ائمہ کے کرنا چاہا کہ مرزا صاحب کے عقائد محض خلاف اصول اسلام ہیں اور جو ہمارے ماہی الہام، مسیح مہدی وغیرہ کے کرتے ہیں محض حصول دنیا (روپیہ) کی غرض سے کرتے ہیں نہ کہ خالصاً اللہ دین کی غرض سے۔ جناب قاضی صاحب نے تمام کتاب میں اپنی طرف سے صرف چند فقرات ہی لکھے ہیں باقی جو کچھ درج کیا ہے وہ مرزا صاحب کی اپنی تصانیف کی اصل عبارت اور فقرے بحوالہ صلیب مطبوعہ چند خطوط دستخطی مرزا صاحب اور ان کی تائید اور اہوت میں دیگر خطوط ان کے الہاموں کے بطلان میں درج کئے ہیں جن سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات کسی کی لڑکی سے نکاح ہونے کی غرض سے اوٹے ہیں یا قادیان میں اپنے مکانات کو وسعت دینے کے لئے وغیرہ وغیرہ ہیں۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے اپنے ایمان اور علم و یقین سے محض ہے، تعجب ہی اور کسی قسم کی ذاتی مخالفت کے بغیر بالکل سچ لکھا ہے، خدا میرے اس بیان اور نیت کا واقف ہے اور میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی تصانیف (جن کا حوالہ اس کتاب میں ہے) جو غیر اسلام، اہل اسلام اور دیگر بزرگان اسلام کی مخالفت سے روپیہ پیدا کرنے اور دنیاوی



نہ موری حاصل کرنے کی غرض سے ہیں نہ خدا اور اس کے رسول کی اسلامی اشاعت اور حق و باطل میں فرق بتا کر اصلیت ظاہر کرنے کی غرض سے۔ اب ہر ایک مسلمان جو قرآن اور حدیث کو ماننے والا ہے اپنی اسلامی حفاظت اپنا کام سمجھیں خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ انگریزی گورنمنٹ کے امن پسندی، بے تقصی ہمارے لئے آسانی پرکتوں کی طرح ہماری حاکمی اور مددگار ہے۔ اور بس۔

اخیر میں میں یہ بھی ظاہر کئے دیتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی عادت کے مطابق میری ذلت خاص کی نسبت اور مؤلف کتاب کی نسبت بقول ان کے ایک پرلے درجہ کے معتقد مرزائی کے موت کی پیشین گوئی کریں گے۔ میں اپنے حافظ حقیقی پر پورا بھروسہ کر کے عام اعلان کرتا ہوں کہ خداوند قادر مطلق اور منتقم حقیقی مرزا صاحب کی ہر ایک قسم کی پیشین گوئی خواہ وہ میری موت کی نسبت ہو یا دیگر کسی قسم کی اس میں انہیں ناکام ثابت کرے گا اور میرے ظلوں اور خوش نیکی کی وجہ سے اسلامی فتح اور نمایاں فتح ہو کر حضور قیصر ہند دام ملکھا کی عمر اور حکومت میں ترقی و برکت ہوگی۔

صاحب مؤلف کتاب نے بھی اپنا خیال مرزا صاحب کی پیشین گوئی پر اپنی نسبت، نبوی ظاہر کیا ہے جو ناظرین نے چھلے صفحوں میں ملاحظہ فرمایا ہے اور بس۔  
مرزا صاحب کی پیشین گوئی میری نسبت اور مؤلف کتاب کی نسبت جو کچھ ہوگی وہ بھی اس کتاب کے ناظرین کی نظر رہوگی۔

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

خادم علمائے و فضلاء دین شیعہ

ہندہ ناچیز کترین محمد فضل الدین علی عدا ملک اخبار وقا و لاہور

۱۳ جمادی الاول ۱۳۶۶ ہجری مقدس